دبستانِ قابل

مُرتّبہ

منصور عاقل

دبستانِ قابل

مُرتّبہ

منصور عاقل

شعر شاعر کی شخصیت کا آئینہ بھی ہوتا ہے اور اس کے عہد کا عکّاس بھی چنانچہ قابل گلاؤٹھوی کی شاعری جہاں اس کلّیہ کی ترجمان دکھائی دیتی ہے وہاں ان کی فکر شعر اپنے وسیع دامن میں ایسی بے شمار جہتیں لیے ہوئے ہے جن سے نقد و نظر کے نت نئے زاویے مرتب ہوتے ہیں وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان تمام لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں جن سے غزل کی روایتی ہیئت ترتیب پاتی ہے وہ ان تمام علامتوں اور محاکات کا استعمال بھی کرتے ہیں کہ جن سے غزل کا ارتقا عبارت ہے انہیں حسن و عشق اور گل و بلبل کے استعارے اور تشبیہات کے استعمال سے بھی گریز نہیں اور وہ جذبات و احساسات کی تصویر کشی کے لیے زبان و بیان کے محاسن پر بھی قادر ہیں لیکن ان کی شاعری کا جائزہ لیتے وقت جو بات سب سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے وہ انکی ذہنی آفاقیت ہے جس کے تنوعات نے ان کے استعمال میں آنے والے الفاظ کے معانی کہ تہہ در تہہ بنا دیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا ہر انداز ان کے تابع فرمان ہے شاید یہی وہ وصف ہے جسے قادر الکلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دبستانِ قابل

حمد و نعت ' سلام و منقبت ' قطعہ و رباعی اور
نظم و غزل پر مشتمل قابل گلاؤٹھوی کے کلام کا
انتخاب اور شخصیت و فن پر تنقیدی جائزے

مُرتّبہ
منصور عاقل

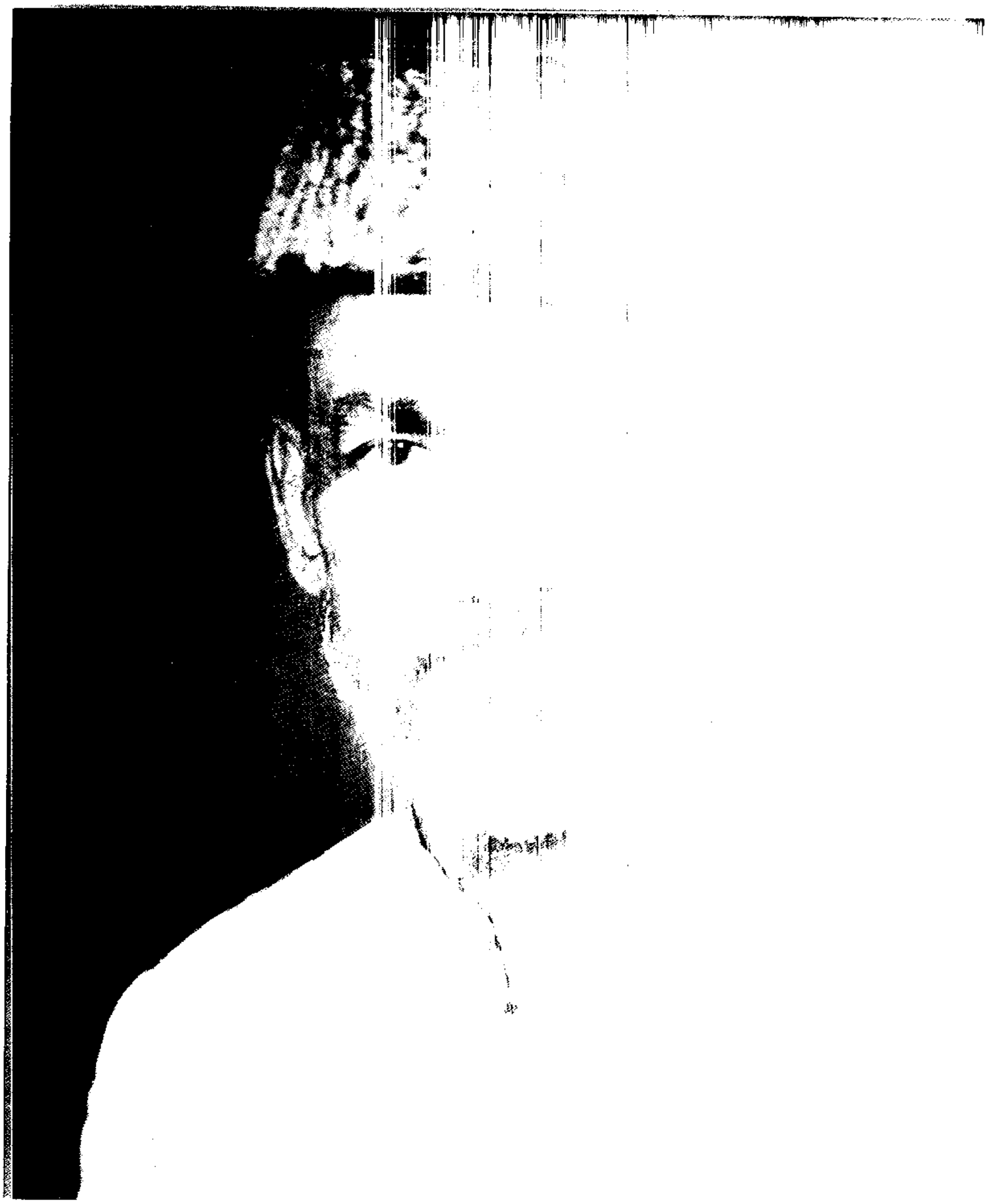
کتاب	:	دبستان قابل
مصنف	:	قابل گلاوٗٹھوی
مرتب	:	سید منصور عاقل
تاریخ اشاعت	:	فروری ۲۰۰۰ء
کمپوزنگ	:	نعیم کمپوزرز' اسلام آباد
مطبع	:	منزل پرنٹر' اسلام آباد
قیمت	:	پانچ سو (۵۰۰) روپیہ

ناشر

مکتبہ اتحاد المصنفین

۱۳- سٹریٹ ۱۳ سیکٹر ایف ۷/۲

اسلام آباد (پاکستان)



(۱۹۰۶ — ۱۹۸۲)

آپ نے قابل کو دیکھا آپ نے دیکھا نہیں   خسرو اقلیم باطن ہے گدائے خرقہ پوش

ترتیب

دیباچہ

دبستان قابل دس ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے جس میں غزلوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے علاوہ حمد و نعت۔ سلام و منقبت۔ قطعات و رباعیات اور منظومات شامل ہیں۔ قطعات و رباعیات میں بھی خاصی تعداد حمد و نعت اور منقبت سے متعلق ہے جبکہ نظموں کے موضوعات رواں صدی کے اہم قومی و بین الاقوامی واقعات دینی و اسلامی تحاریک اور ممتاز و نمایاں شخصیات کے بارے میں شاعر کے رجحانات فکر کو ظاہر کرتے ہیں۔ تاہم اس مجموعہ کو شاعر کی کلیّات اس لیے قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ محض چند برسوں کا نتیجہ فکر ہے جبکہ شاعر کی ادبی زندگی ساٹھ برس سے بھی زیادہ مدت پر محیط نظر آتی ہے مشکل یہ ہے کہ زیر نظر مجموعہ کو انتخاب کلام بھی اس وجہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اپنی ضخامت و وسعت کے اعتبار سے جزو نہیں بلکہ کُل ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس صورت حال سے جو حقیقت و انکشاف ہوکر سامنے آتی ہے وہ شاعر کی قادرالکلامی بدیہہ گوئی اور فن شعر کی متنوع جہتوں پر مکمل دسترس ہے چنانچہ یہ دیکھ کر احساس زیاں اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ ایسے ذہن کی بے شمار تخلیقات کیونکر اور کیسے حادثات زمانہ کی نذر ہو گئیں کہ جس کی کمند خیال نے جذبہ و احساس اور دانش و آگہی کی وسعتوں کو کبھی اپنی گرفت سے باہر نہ جانے دیا ہو۔ اسی احساس زیاں کا اظہار شاعر کے اپنے لفظوں میں یوں ہوتا ہے کہ:

لٹ گئے ستر دواوین ادب بنگال میں
جوہر قابل فقط ہے کچھ نہیں قابل کے پاس

جب ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سانحہ رونما ہوا اور سقوط ڈھاکہ کا جاں گسل لمحہ تاریخ زہر آلود تیر بن کر پاکستان کے دل میں پیوست ہو گیا تو اس کا مشاہدہ شاعر نے اپنے دیدہ خونبار سے خود کیا اور دل و دماغ کی شکست و ریخت کے کربناک عالم میں حالات و واقعات کی ایک ایسی ہولناک تصویر دیکھی جس نے شاعر کی زندگی کو سراپا الم بنا کر رکھ دیا اسی ہنگامہ دار و گیر میں انہیں اپنے کم و بیش ستر مسودات نظم و نثر سے بھی محروم ہونا پڑا چنانچہ راقم الحروف کا تاثر یہی ہے کہ زیر نظر مجموعہ کا بیشتر کلام شاعر کی عمر کی آخری دہائی کا مرہون منت ہے تاہم بہت سے

منتشر کاغذات سے جو بعد میں دستیاب ہوئے ایسے اشعار بھی زیر نظر مجموعہ میں شامل ہیں جو قیام پاکستان کے بعد مختلف اوقات میں پچاس اور ساٹھ اور بعض ستر کی دہائیوں میں کہے گئے بنگلہ دیش کے قیام کے بعد شاعر کو جنوری ۱۹۷۲ء سے پابند سلاسل کر دیا گیا اور وہ بین الاقوامی ریڈ کراس کے ذریعہ مئی ۱۹۷۴ء میں پاکستان منتقل ہونے تک مسلسل قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار رہے اسیری کے یہ ایّام حزن و یاس اور بے و سیلگی و بے چارگی کا ایک درد ناک باب سہی لیکن یہ موانع شاعر کی فکر کو محبوس نہ کر سکے چنانچہ اس دور کا کہا ہوا کلام جو راقم الحروف کی نظر سے گزرا ہے وہ کاغذ کے بوسیدہ اور چھوٹے بڑے پرزوں پر مرقوم ہے جو شاعر کو بمشکل میّسر آ سکے اس کے علاوہ بچوں کی بنگلہ زبان میں لکھی ہوئی کاپیوں کے بین السطور اور حواشی کی خالی جگہوں پر شکستہ خط میں اور گھسی پٹی پنسلوں سے لکھی ہوئی سینکڑوں غزلیں اور دیگر اصناف سخن مندرج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف کو یہ تمام کلام مجتمع کرنے اور ترتیب دینے میں کئی سال کا عرصہ لگ گیا بصورت دیگر بھی یہ کام مکمل کر لینا شاید ممکن نہ ہوتا اگر یہ احساس رہنمائی نہ کرتا کہ راقم الحروف کو شاعر سے ایک چھوٹے بھائی کی حیثیت سے جو نسبت حاصل ہے اس کا تقاضا ہے کہ جو کچھ بچ گیا ہے اسے محفوظ کر لیا جائے کہ یہ ایک قیمتی ادبی ورثہ ہے اور یہی ایک صورت ہے کہ شاعر کا نام زندہ رہے ورنہ کم و بیش نصف صدی پر مشتمل کہے ہوئے کلام کا تلف ہو جانا جس میں خاص طور پر عہد جوانی کے شاہکار بھی شامل ہوں بجائے خود ایک حادثہ سے کم نہیں۔ درج ذیل شعر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ کا کتنا گہرا اثر شاعر کے دل و دماغ پر مرتب ہوا :

جو بنگلہ دیش میں قابل قیامتیں گزریں
ابھی دل ان کے تصور سے رو رہا ہے لہو

دراصل بنگلہ دیش میں شاعر کا قیام ان کی سیماب صفت زندگی کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کی تمام عمر فکر و نظر اور شعور و وجدان کی جہتوں سے نبرد آزما ہوتے اور جہان مرغ و ماہی کے اسرار و رموز کی تلاش کرتے گزر گئی۔ سیاحت کے شوق نے انہیں تمام عمر محو سفر رکھا' چنانچہ بر صغیر کے چپہ چپہ سے آگاہی ان کی سفر دوستی کا ہی صلہ تھی۔ ان کی زندگی گویا خود ایک زاد سفر بن کر رہ گئی تھی' چنانچہ کہتے ہیں :

اللہ ایسی کون سی منزل نظر میں ہے
ہستی کو بھی جو زاد سفر کر رہے ہیں ہم

لیکن سفربدوش زندگی کے اس مسلسل عمل نے بصارت و بصیرت اور تجربہ و مشاہدہ کے جن قیمتی اثاثوں سے نوازا اس نے ان کی شاعری کو ایک بہت وسیع کینوس عطا کر دیا جس کو مزید تقویت ان کی مہارت شعرگوئی اور ذہانت و جودت طبع نے بخشی وہ ایک ایسے عہد اور شعراء کے ایک ایسے طبقے کے نمائندہ تھے جو شعری اور ادبی روایت کے تسلسل کا علمبردار نظر آتا ہے اور موضوعات تصوّف جس کی فکر کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

مشاہدہ نے یہ توفیق عشق بخشی ہے
کہ ٹوٹے شاخ سے گل اور زخم آئے مجھے

ایام اسیری کے دوران شاعر نے قرطاس و قلم کے افلاس کے باوجود جو کچھ کہا اس کو سمیٹنا تو راقم الحروف کے لیے مشکل تھا ہی لیکن بعد کی تخلیقات کو بھی یکجا کرنا ایک نہایت دشوار عمل تھا کیونکہ ضعیفی کے باعث شاعر کے ہاتھ میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا اور یا تو وسائل کی کمیابی کے باعث یا بے نیازانہ طبیعت اور کم توجہی کے سبب بوسیدہ کاغذوں کاپیوں اور بے ترتیب اوراق کے اژدہام میں شاعر کا جو سرمایہ فکر منتشر و بے ربط حالت میں جس طرح راقم الحروف کو ملا وہ بذات خود حد درجہ جگر کاوی کا متقاضی تھا اس کے علاوہ عملاً" ممکن ہی نہ تھا کہ تمام تر کلام کو زیر نظر مجموعہ کی زینت بنایا جاتا کیونکہ شاعر کی بے مثل زود گوئی کے ساتھ ساتھ بسیار گوئی بھی اس عمل میں سدّ راہ سے کم نہ تھی وہ خود ایک جگہ کہتے ہیں۔

قابل تری بلندی گفتار گر نہ جائے
پُر گوئی سے لطافت اشعار گر نہ جائے

اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر کو شعرگوئی پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ وہ عملاً" منظوم گفتگو کرنے پر قادر تھے احسان دانش مرحوم نے کپور تھلہ میں منعقد ہونے والے ایک کل ہند مشاعرہ کا ذکر اپنی سوانح "جہان دانش" میں کیا ہے اور ان ادبی محفلوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن میں شعراء نے بدیہہ گوئی کے کمالات دکھائے اور قابل گلاؤٹھوی ان صاحبان کمال کے سرخیل ٹھہرے بہرکیف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پر گوئی سے "قدر شعر" مجروح ہوتی ہے ہر چند کہ

مقدار شعر میں ضرور اضافہ ہو جاتا ہے شاعر کو اس کا احساس بھی ہے اور اعتراف بھی یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف کو حمد و نعت اور نظم و غزل میں سو سو اشعار پر مشتمل متعدد اصناف میں بہت سے اشعار سے مجبوراً صرف نظر کرنا پڑا تاکہ قاری کی لطافت احساس متاثر نہ ہو اور بعض صد شعری غزلوں کے منتخب اشعار کو کئی کئی غزلوں میں تقسیم کرنا پڑا لگتا یوں ہے کہ شاعر کی فکر شعر جب رواں ہوتی ہے تو خود شاعر کے قبضہ و اختیار سے باہر ہو جاتی ہے یہ ایک منفرد عمل ہے شاعر کے اپنے لفظوں میں:

صف بہ صف لشکر افکار ہو یکجا قابل
شعر کہنے کا کبھی میں جو ارادہ کرلوں

بہر حال شاعر کی یہ خوبی وہبی سہی لیکن اکتسابی اوصاف کا جو مظاہرہ ان کی شاعری کی اہم خصوصیت بن گیا ہے وہ ان کی ذہانت اور شعر کے فن پر حیرت انگیز گرفت کی نشان دہی کرتا ہے مثلاً ایک منقبت جو تمام ترمطلعوں پر مشتمل ہے صنعت واسع الشفتین کا شاہکار ہے یعنی تمام شعر پڑھ جایئے لیکن قاری کے ہونٹ کہیں نہیں ملیں گے اور کہیں احساس تک نہیں ہوگا کہ شاعر نے ایسا کوئی اہتمام ارادۃً کیا ہے اسی طرح جگہ جگہ مختلف محاسن سخن سے مملو ایسے اشعار نظر آئیں گے جو شاعر کے قدرت فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ذوقافیتین غزلیں پڑھ جایئے لیکن کہیں بھی تسلسل اور روانی میں فرق محسوس نہیں ہو گا بلکہ ایسی صورتوں میں غزل کا ہیئتی حسن دو بالا ہو جاتا ہے یہ بات راقم الحروف کے ذاتی علم میں ہے کہ شاعر نے سو غزلوں پر مشتمل ایک غیر منقوط دیوان ترتیب دیا جو بنگلہ دیش میں دیگر تخلیقات کے ساتھ تلف ہو گیا تاریخ گوئی پر شاعر کی ماہرانہ گرفت مسلّمہ تھی چنانچہ زیر نظر مجموعہ میں جگہ جگہ ایسے شاہکار نظر آئیں گے۔ اپنے والد کی تاریخ وفات سن ہجری میں کہی اور اس خوب صورتی سے کہ نام کے ساتھ صرف لفظ مرحوم کا اضافہ کر دینے سے سال رحلت نکل آتا ہے یعنی "قاضی سید حبیب اللہ مرحوم" ۱۳۶۷ھ اسی طرح "غریق رحمت" کے الفاظ سے ۱۹۴۸ء سن عیسوی برآمد ہوتا ہے شاعر کی وفات سے تقریباً ڈھائی ماہ قبل جب ۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو جوش ملیح آبادی کا انتقال ہوا تو ذیل کے مصرعہ سے عیسوی سن وفات دریافت کیا

"میں شاعر آخر الزماں ہوں اے جوشؔ"

۱۹۸۲ء

۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو واہ کینٹ میں جو راولپنڈی اور اسلام آباد کے جوار میں واقع ہے شاعر کا انتقال ہوا تو رحلت سے چند ثانیوں قبل اپنے اعزا و اقارب کو سربالیں دیکھا اور برجستہ یہ شعر کہا:

عزیز آئے ہیں سیر گلستاں سے
اتر آئے ہیں تارے آسماں سے

سوانح

معتبر حوالوں کے مطابق شاعر کی ولادت ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ میں قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر (یو پی) میں سادات کے ایک معزز و متمول زمیندار گھرانے میں ہوئی نام سید رحیم اللہ رکھا گیا اور شعر و ادب کی دنیا میں تخلص قابل ٹھہرا وطن کی نسبت سے قابل گلاؤٹھوی کے نام سے شہرت پائی۔ قصبہ گلاؤٹھی بھارت میں دہلی سے اڑتالیس میل کے فاصلے پر ضلع بلند شہر کا ایک معروف اور تاریخی قصبہ ہے جو دریائے گنگا و جمنا کے دو آبے میں واقع ہے اس قصبہ کی شہرت کا اصل سبب ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی میں سادات گلاؤٹھی کا وہ عظیم مزاحمتی کردار ہے جس کے نتیجہ میں انگریزوں کے خلاف وہاں کئی جنگیں لڑی گئیں اور اہل قصبہ نے گلاؤٹھی کے قرب میں واقع مالا گڑھ کے امیرولی داد خاں کی رفاقت میں انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیئے لیکن سند میں نوشتہ قسمت کے ہاتھوں سادات کے انہیں خاندانوں کو صرف اپنے اثاثوں اور ملکیت ہی سے محروم نہیں ہونا پڑا بلکہ آزادی وطن کے تحفظ کی پاداش میں رسن و دار کے مراحل سے بھی گزرنا پڑا چنانچہ شاعر کے خاندان کا پس منظر بھی یہی ہے کہ وہ تمام جاگیریں جو مغل فرمانراؤں کی جانب سے اس خاندان کی ممتاز شخصیتوں کو ان کے علم و فضل اور حکمت و فراست کے اعتراف میں عطیہ کی گئی تھیں انگریز حکمرانوں کے ہاتھوں ضبط کر لی گئیں اور شاعر کے ایک جد امجد قاضی سید فضل اللہ کو جو مغل عہد میں اس علاقے کے قاضی سصنات یا صدر الصدور تھے ان کے منصب فاخرہ سے بر طرف کر دیا گیا۔ تا ہم قصبہ میں آج بھی ایک محلّہ ان کے نام سے منسوب ہے جو ماضی کی عظمتوں کا گواہ بنا ہوا ہے' چنانچہ شاعر کا یہی احساس تفاخر ان کے مندرجہ ذیل

اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جن میں اپنے بزرگوں اور اجداد امجد کے اوصاف و محاسن بیان کیے گئے ہیں اور جن سے اپنی نسبت کو شاعر نے اپنے لئے باعث عزت گردانا ہے۔

کیوں ہو بندوں سے مجھ کو خواہش جاہ ۔۔۔ نام قابل ہے جب رحیم اللہ
حبِّ دنیا نہیں مری فطرت ۔۔۔ میں ہوں لختِ دلِ حبیب اللہ
قاضی و حافظ و حکیم و خطیب ۔۔۔ وہ امام و فقیہ بیت اللہ
ہوں جگر بند امتہ الکبری ۔۔۔ میرے خادم ہیں تاج و تخت و کلاہ
عبد مسکین ہوں مگر خود دار ۔۔۔ بندہ منکسر ہوں خود آگاہ
تربیت دادۂ امانت ہوں ۔۔۔ تھے جو مرد خدا و حق آگاہ
ہوں میں پروردۂ سمیع اللہ ۔۔۔ پیکر علم و فضل دین پناہ
زیب آغوش ہاجرہ جو رہا ۔۔۔ ہوں میں شمع رہ خلیل اللہ
دور مجھ سے خیانت تخلیق ۔۔۔ میرے دادا تھے خود امین اللہ
فخر قضاۃ نازش سادات ۔۔۔ جد افضل تھے قاضی فضل اللہ
تھے انیس و رفیق شاہ ظفر ۔۔۔ وہ شریعت پناہ و دیں آگاہ

غدر میں پاسبان آزادی
رہے میرے اکابر ذی جاہ

گلاؤٹھی کے صاحبان علم و حکمت کو کہ خاکساری و درویشی اور نمود و نمائش سے بے نیازی جن کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہی اورنگ زیب عالمگیرؒ جیسے عظیم و دانا مغل فرما نروا نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے چنانچہ رقعات عالمگیری میں وہ اس طرح رقم طراز ہے:

"اگر سادات عظام گلاؤٹھی طالبان منصب وجاہ
بودے مدام قلمدان وزارت عظمی بدست ایشاں بودے"

اس تاریخی پس منظر کے ساتھ قابل گلاؤٹھوی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی۔ ہوش سنبھالا اور تعلیم و تربیت کے مراحل طے کیے وہ اپنی بیشتر خصوصیات کے اعتبار سے مغل تہذیب و ثقافت اور زمیندارانہ معیشت و معاشرت کا گہوارہ تھا ان کے بزرگوں نے اپنی ضبط شدہ زرعی و سکنی املاک کے ایک حصہ کو از سر نو خرید کر واگزار کرا لیا تھا اور اس طرح شاعر کے بچپن ہی

سے معاشرہ کے روایتی خدوخال ان کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی عناصر کی حیثیت اختیار کر گئے تھے ساڑھے چار برس کی عمر میں محلّہ کی قریبی مسجد کے مکتب میں درس قرآن کے ساتھ تعلیم کا آغاز کیا کہ مسلمان گھرانوں میں بچوں کی پڑھائی شروع کرنے کا یہی رواج تھا ویسے بھی شاعر کے والد قاضی سید حبیب اللہ ایک مستند طبیب اور علوم مشرقی و مغربی سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی تھے اور راسخ مذہبی ذہن کے مالک تھے مکتب میں حافظ بہادر خان جیسے استاد ملے جو پانی پت سے فیض یافتہ فنون قرأت و تجوید کے ماہر حافظ و قاری تھے۔ بعد ازآں گلاؤٹھی کے پرائمری اور مڈل مدارس میں بھی شاعر نے تعلیم حاصل کی جو ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر انتظام تھے لیکن گلاؤٹھی کے بین الاقوامی شہرت یافتہ مدرسہ دینی "منبع العلوم" میں جن جید اور عظیم المرتبت اساتذہ سے اردو فارسی اور عربی کا درس لیا ان کا فیضان شاعر کی آئندہ زندگی میں ان کی علمی بصیرت اور زبان و کلام پر قدرت کی صورت میں ہمیشہ نمایاں نظر آیا "منبع العلوم" کا قیام دیو بند کی مشہور دینی درس گاہ "دارالعلوم" کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا۔ اساتذہ میں حضرت مولانا محی الدین۔ مولانا کریم بخش۔ صوفی عبدالوحید اور منشی رحیم الدین سر فہرست نظر آتے ہیں۔ بعدازآں جامعہ نعمانیہ دہلی سے فارغ التحصیل ہوئے یہی وجہ ہے کہ سید رحیم اللہ قابل نے گورنمنٹ ہائی سکول بلند شہر سے انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے ساتھ ساتھ الہ آباد یونیورسٹی سے فاضل اردو اور فاضل فارسی و عربی کی اسناد علمی بھی حاصل کیں جنھوں نے نہ صرف ان کے رجحان شاعری کو پروان چڑھایا بلکہ شعر کے فن اور فلسفہ کے عمیق ادراک کو ان کی فکر کا مستقل حصہ بنا دیا۔ جس کو اور بھی چار چاند شاعری میں حضرت عبدالوحید فدا گلاؤٹھوی جیسے صاحب کمال استاد کی شاگردی نے لگا دیے جنہیں مکتب داغ دہلوی کے نورتنوں میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ شاعر کو فدا گلاؤٹھوی (۱۹۴۳۔۱۸۶۳) کے داماد ہونے کا بھی شرف حاصل تھا یہی وجہ تھی کہ گلاؤٹھی۔ بلند شہر۔ میرٹھ علی گڑھ اور دہلی کے علاوہ جن علاقوں کے تہذیبی معاشرتی اور ادبی ماحول میں شاعر کی فکر سخن پروان چڑھی ان میں مین پوری کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ فدا گلاؤٹھوی اپنی تمام مدت ملازمت کے دوران اسی شہر میں اقامت پذیر رہے اور یہیں ربع صدی سے بھی زیادہ عرصہ تک شعری اور ادبی محفلوں کا ایک ایسا تسلسل قائم رہا جس کو اس عہد کی ممتاز ادبی شخصیات اور برصغیر کے نامور شعراء کی

وابستگی کا اعزاز حاصل ہے ان محفلوں کی مرکزی شخصیت خود فدا گلاؤٹھوی تھے جبکہ برصغیر کے طول و عرض سے شرکت کرنے والوں میں اصغر گونڈوی۔ جگر مراد آبادی۔ یاس یگانہ عظیم آبادی۔ فانی بدایونی۔ احسن مارہروی۔ سیماب اکبر آبادی اور نوح ناروی وغیرہ شامل تھے چنانچہ ان مشاہیر کے فکر و فن سے قابل گلاؤٹھوی کے نہ صرف ادبی و شعری ذہن کی نشوونما ہوئی بلکہ ان کی فکر رسا کو مختلف اصناف سخن کی نو بہ نو جہتوں پر کمند افگنی کے بھرپور مواقع ملے۔

فدا گلاؤٹھوی کی چھوٹی صاحب زادی سیدہ نوازی خاتون سے ۲۶ دسمبر ۱۹۲۴ء کو اپنے وطن قصبہ گلاؤٹھی میں جب شاعر کی شادی ہوئی تو اس موقع پر ایک کل ہند مشاعر منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے طول و عرض سے جن ممتاز شعراء نے شرکت کی ان میں سائل دہلوی۔ بیخود دہلوی۔ نوح ناروی۔ فانی بدایونی۔ جگر مراد آبادی۔ ندرت میرٹھی۔ احسن مارہروی بیخود موہانی اور گلاؤٹھی کے شعرا میں سید امیر حسن امیر گلاؤٹھوی اور سید مشتاق علی مضطر گلاؤٹھوی قابل ذکر ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ گلاؤٹھی جیسے چھوٹے قصبے میں ایک کل ہند مشاعرہ کا انعقاد اور اس میں اس عہد کے ممتاز ترین شعرا کی شرکت جہاں فدا گلاؤٹھوی کی عظمت فن کے لیے خراج عقیدت کی حیثیت رکھتی ہے وہاں شاعر کے لیے نوجوانی ہی میں سند اعتراف کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

قابل گلاؤٹھوی کی زندگی کا ایک اور اہم رخ ان کی صحافت سے گہری اور مسلسل وابستگی تھی چنانچہ ۱۹۲۸ء میں جب انہوں نے صحافت کی دنیا میں قدم رکھا تو دیکھتے ہی دیکھتے شہرت کی منازل تیزی سے طے کرتے گئے یہاں تک کہ رواں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں اردو اور انگریزی جرنلزم ہی نہیں بلکہ ادبی صحافت اور سیاست نگاری کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا اور دہلی کو جو ادب و سیاست اور تہذیب و ثقافت کا منبع و مرکز تھا اپنی سرگرمیوں کا بھی محور بنا لیا وہ اس مدت میں دو درجن سے زائد انگریزی و اردو زبان کے معروف و مقتدر اخبارات و رسائل کے یا تو چیف ایڈیٹر یا ایڈیٹر رہے یا سب ایڈیٹر اور نامہ نگار رہے اور اپنے رشحات قلم سے ثابت کر دیا کہ تاریخ ہو یا ادب' مذہب ہو یا سیاست ان کی دسترس سے باہر نہیں ان اخبارات کے اگر نام گنوائے جائیں تو ان میں سر فہرست دہلی اور کلکتہ سے شائع ہونے والا انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین (Statesman) ہے جس کے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک نامہ نگار رہے

۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء کے دوران بی بی سی لندن کی نمائندگی بھی کی اس کے علاوہ اردو اخبارات وحدت۔ وطن۔ الامان۔ جنگ اور قومی گزٹ کے ایڈیٹر یا چیف ایڈیٹر اور مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ہمدرد کے نامہ نگار کا اعزاز بھی ان کے حصے میں آیا۔ جن لوگوں نے قابل گلاؤٹھوی کی صحافت کا یہ دور دیکھا ہے وہ اردو اور فارسی کے علاوہ انگریزی زبان پر بھی ان کی مضبوط گرفت کے معترف بھی ہیں اور شاہد بھی کہ وہ ان تینوں زبانوں کی انشاء پر داز ہی نہیں بلکہ خطیب بھی تھے جس کا بنیادی سبب ان کے نہایت وسیع و وقیع مطالعہ کو قرار دیا جا سکتا ہے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۶ء تک برصغیر کے جن رسائل و جرائد انگریزی و اردو میں ان کی نگارشات زینت بنیں ان میں سنڈے ٹائمز دارس۔ بومبے کرانیکل بمبئی اور اورینٹ کلکتہ کے علاوہ خلافت بمبئی پیام حیدر آباد (دکن) عصر جدید کلکتہ آزاد کلکتہ۔ عالمگیر لاہور۔ قوس قزح لاہور۔ ادبی دنیا لاہور شاعر آگرہ۔ ایشیا میرٹھ نگار بھوپال اور کپور تھلہ گزٹ شامل ہیں وہ سٹیٹس نیوز سروس نامی ایک خبر رساں ایجنسی کے مالک و مدیر بھی رہے جس کا دائرہ کار ہندوستان کی دیسی ریاستوں کے احوال و واقعات اور سربراہان ریاست کی سرگرمیوں کی تشہیر و اشاعت پر مشتمل تھا۔

سیاسی تحریکوں سے ان کی وابستگی و دلچسپی اور امت مسلمہ سے والہانہ عشق زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہا جس کا اظہار ان کی شاعری میں جا بجا ملتا ہے نوجوانی میں اپنے دور کی تحریکوں سے گہرا اثر قبول کیا۔ ۲۴-۱۹۲۳ء میں ہندوؤں کی شدھی تحریک کے خلاف بھرپور کام کیا اور جنگ بلقان اور طرابلس کے علاوہ جنگ عظیم اول کے اسباب و علل بعد میں نہ صرف ان کے غور و کفر کا موضوع بنے رہے بلکہ بحیثیت صحافی انہوں نے اپنے اس ذہنی پس منظر کو اپنی تحریروں میں ہمیشہ اجاگر کیا بلکہ جنگ عظیم دوئم ان کی عملی صحافت کے دوران ان کے قلم کو ایسا مواد مہیا کرتی رہی جس کو انہوں نے مسلم امّہ کے عالمی مفادات کے تناظر میں نقد و نظر کا موضوع بنائے رکھا تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ سے راسخ ذہنی وابستگی کے سبب اپنے قلم کو مسلسل وقف کیے رکھا بلکہ مسلم مشاہیر و زعماء سے جن میں حضرت قائد اعظمؒ بھی شامل تھے اپنی ملاقاتوں میں مختلف تدابیر و عوامل پر گفتگو کرتے رہے۔

۱۹۴۶ء میں نواب چھتاری وزیر اعظم حیدر آباد (دکن) کی ذاتی دعوت پر حیدر آباد گئے جہاں ادب و شعر کی محفلوں اور ریاستی حکومت کے زیر انتظام بعض کانفرنسوں اور دیگر اجتماعات

میں اس انداز سے حصہ لیا کہ علمی و ادبی حلقوں میں جہاں اپنی ذکاوت و ذہانت اور فکر و فن کے اوصاف کا لوہا منوایا وہاں بحیثیت صحافی و دانش ور بھی برصغیر کے طول و عرض سے آئے ہوئے مشاہیر علم و دانش کی خصوصی توجہ حاصل کر لی۔ مشاعروں میں قابل گلاؤٹھوی کی بدیہہ گوئی اور برجستہ کلامی نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے ہم عصروں میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اس موقع پر انہیں نظام حیدر آباد کی جانب سے "ملک الکلام" اور "بلیغ العصر" کے گراں قدر خطابات سے نوازا گیا نیز ان کی عالمانہ بصیرت کے اعتراف کے طور پر انہیں بعد میں ہمیشہ علّامہ قابل گلاؤٹھوی کے نام سے یاد کیا گیا۔

۱۹۴۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت ایڈوائزر تقرر ہوا لیکن سرکاری ملازمت پر حقیقت میں طبیعت آمادہ نہ تھی تقسیم ملک کے وقت پاکستان کا آپشن دیا اور اپنے خوابوں کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی سرکاری ملازمت کو خیرباد کہہ دیا کہ انہیں یقین واثق تھا کہ نجی طور پر دل و دماغ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے نوزائیدہ ملک کی خدمت زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکیں گے چنانچہ پاکستان آنے کے بعد ایک عرصہ تک مہاجرین کی آباد کاری کے عمل میں شب و روز مصروف رہے اور اپنے بہت سے اعزّا و اقارب کو پاکستان لانے کی سہولتیں بہم پہنچانے کے علاوہ مہاجرین کے بہت سے دوسرے خاندانوں کو بھی مشکلات کے باوجود پاکستان پہنچنے میں مدد فراہم کی دہلی میں ان کے ایک قریبی دوست اور شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی سٹی مجسٹریٹ تھے اور سکھ ہونے کے باوجود کہ ان دنوں انتہا پسند ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے تھے کنور مہندر سنگھ بیدی نے جو سحر تخلص کرتے تھے بے شمار مسلمان خاندانوں کو ہلاکت سے بچایا بلکہ ان کی پاکستان منتقلی کے سلسلہ میں علّامہ قابل اور ان کے رفقائے کار کے ساتھ بھرپور تعاون کیا دہلی سے اولا" جس پرواز کے ذریعہ ستمبر ۱۹۴۷ء میں قابل گلاؤٹھوی لاہور پہنچے اس میں ان کے ادبی رفیق خواجہ محمد شفیع دہلوی بھی ان کے ہم سفر تھے اور یہ دونوں ہستیاں عروس البلاد دہلی کی ان ادبی و شعری محفلوں کی یادیں بھی اپنے ساتھ لائیں جن کی رونق سائل۔ بیخود کیفی۔ اور آغا شاعر و جوش ملسیانی جیسی شخصیتوں پر منحصر تھی۔ صدیوں پرانی تہذیب و ثقافت کے مراکز سے یک لخت ناطہ توڑنا اور اپنے اجداد کی قبروں تک کو چھوڑ آنا ایک کربناک جذباتی سانحہ ہو سکتا تھا لیکن ایک نظریاتی مملکت کی کشش اور دین کی

سرفرازی و سربلندی کے لیے ایک الگ خطہ زمین کے حصول نے ان تمام جذبوں کو مغلوب کر کے رکھ دیا تھا چنانچہ شعر کی زبان میں قابل گلاؤٹھوی نے اس کا اظہار اس طرح کیا:

مری ہجرت میں بھی اعجاز ایماں کارفرما ہے
دیار کفر سے قلب مسلماں لے کے آیا ہوں
مجھے سفاکیٔ غارت گراں سے کچھ نہیں شکوہ
کہ لٹ کر بھی متاع دین و ایماں لے کے آیا ہوں

پاکستان میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۲ء میں رحلت تک شاعر کی زندگی سکون و قرار سے محروم اور اضطراری کیفیت کے ایک مسلسل عمل سے دوچار رہی اس کی وجہ شاید اقدار و روایات اور سماجی و معاشی تبدیلیوں کا شاخسانہ بھی ہو سکتی ہے اور اس کا سبب نئے نظام حالات میں خود شاعر کی داخلی شکست وریخت کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے ورنہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ فکر و عمل کی غیر معمولی صلاحیتوں اور علم و تجربہ کی گہرائی اور گیرائی کے باوصف شاعر کو نہ تو مسلسل معاشی آسودگی کا ماحول میسر آ سکا اور نہ وہ اپنی شعری و ادبی اور صحافتی سرگرمیوں کے پُر جوش و پُر خروش عمل کو جاری رکھ سکے جو تقسیم ملک سے قبل ان کی متلاطم زندگی کی پہچان بن چکا تھا چنانچہ ان کی زندگی کے اس دور کو جو کم و بیش پینتیس برسوں پر مشتمل ہے ڈھلتی ہوئی دوپہر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس میں ماضی کی کسک نے دل کی دھڑکنوں کو کبھی آزاد نہ ہونے دیا البتہ حال و مستقبل کے ایقان و ایمان نے ان کی حرارت ذہنی کو بھی کبھی سرد نہ پڑنے دیا کہتے ہیں۔

اب منزل وصال دل و جاں ہے ارض پاک
قابل کے دل میں اب غم ہندوستاں نہیں

تاہم بنگلہ دیش میں راجشاہی سنٹرل جیل میں اسیری کے دوران انہیں بچھڑے ہوؤں کی یاد تڑپا دیتی ہے اور وہ تصویر و تصور کی امتزاجی کیفیات کے زیر اثر ایک بار پھر اپنے حافظے کو یاد ماضی کے عذاب کی نذر کر دیتے ہیں:

بھولے کہاں ہیں کشور جنت نشاں کو ہم — اک بار اور دیکھ لیں ہندوستاں کو ہم
سنتے ہیں آہ لائق و اختر بھی چل بسے — تسکین کس طرح دیں دل ناتواں کو ہم

کیفی و برق و ساحر و بیخود کہ نوح و شمس — لائیں کہاں سے شاعر رطب اللساں کو ہم
تاباں دلیر و احسن وسائل بھی چلے بسے — ملتے ہیں منہ سے خاک رہ کارواں کو ہم
ندرت نصیر و صادق و صدیق باغ و شوق — کرتے ہیں دل سے یاد ہر اک دلستاں کو ہم
مضطر شفق عزیز و قسیم و قمر شمیم — دل میں لئے ہوئے ہیں غم رفتگاں کو ہم
احباب ہند ہیں جو بقید حیات ابھی — دل سے دعائیں دیتے ہیں ہر دلستاں کو ہم

راجشاہی سنٹرل جیل ہی میں ۲۰ فروری ۱۹۷۴ء کو انگریزی میں ایک نظم کہی جو اسلام سے ان کی والہانہ وابستگی کا شاہکار ہے اور شاید وابستگی کا یہی وہ لازوال جذبہ تھا جس نے شاعر کو تحریک پاکستان کے دوران سرگرم عمل رکھا اور قیام پاکستان کے بعد بھی حب وطن کی راہ میں کسی لغزش کو تصور تک میں نہ آنے دیا۔ Song of Islam کے زیر عنوان نظم کے اشعار :

I SiNG AND SING THE GLORY OF ISLAM,
WHEN ALL WAS PEACE AND ALL WAS CALM,
WHEN TRUTH, LOVE AND JUSTICE PREVAILED,
WHEN MERCY OF GOD UNIVERSE HAILED.

WHEN BROTHER WAS A MAN TO MAN,
WHEN LOVE OF GOD COULD HEART CONTAIN,
WHEN EYES SAW AND EARS HEARD,
FACE OF ANGEL, SONG OF BIRD!

WHEN MORTAL MAN HAD ANGEL'S WING,
WHEN SIN COULD NOT THE HEART STING,
WHEN PIETY OF THE SOUL AROSE,
WHEN THERE WAS NO THORN, ONLY ROSE.

WHEN DIFFERENCE OF COLOUR AND RACE,
COULD NOT A MAN FROM GOD RETRACE,

WHEN RIGHTS OF WEAK WERE TOO STRONG,
WHEN EVERY LIP SANG HEAVEN'S SONG.

WHEN SHADOW OF GOD SAW MAN IN HIM,
WHEN TORCH OF SIN WAS FADED AND DIM,
WHEN HEART MEDITATED, LIPS PRAYED,
WHEN WRATH OF NATURE WAS DELAYED.

OH! HOW WE WISH THOSE DAYS TO SEE!
OH! HOW MUCH LONG WE SAME TO BE!
IF QABIL WANTS TO LIVE AS SAGE,
BACK TO THE DAYS OF GOLDEN AGE.

قابل گلاؤٹھوی کی تمام زندگی یوں تو شوق سیاحت میں بسر ہو گئی تاہم پاکستان آ کر جن شہروں کو انہوں نے اپنا مسکن قرار دیا ان میں اولاً لاہور جہاں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک صرف ایک سال قیام رہا لیکن ملتان کے قیام میں انہوں نے بہاولپور کو بھی شریک کر لیا۔ اسکی وجہ غالباً یہ تھی کہ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد سابقہ ریاست بھاولپور میں آباد ہو گئی تھی جہاں انہیں ریاستی عوام ہی نہیں بلکہ ریاستی حکومت کی جانب سے بھی زبردست پذیرائی حاصل ہوئی قابل گلاؤٹھوی کے لئے کشش کا ایک اور سبب ہفت روزہ الہام کے مدیر شہیر سید مسعود حسن شہاب دہلوی بھی تھے جن کے ساتھ شفقت و اخلاص کا رشتہ دہلی ہی سے قائم تھا اور چونکہ قابل گلاؤٹھوی کے خیام الہند حیدر دہلوی سے بھی خصوصی مراسم تھے اور شہاب دہلوی کو جن کی شاگردی کا شرف حاصل تھا اس لئے یہ قرابت اور بھی ذاتی تعلق میں ڈھل گئی وہ دہلی میں بھی گاہے گاہے الہام کے لئے مضامین نظم و نثر لکھتے رہتے تھے اور یہ سلسلہ بہاولپور میں بھی جاری رہا بلکہ اس عہد کی ادبی محفلوں اور صحافتی و شعری فضا نے قابل گلاؤٹھوی کی شخصیت اور انکے فکر و فن سے گہرے اثرات قبول کئے وہ بہاولپور کے مقتدر حلقوں میں نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور مقامی مشاہیر انکی ذہانت و علمیت کا اعتراف کرتے تھے اس وقت

ریاست کے وزیر اعظم ایک انگریز کرنل اے۔ جے۔ ڈرنگ تھے جو چند ملاقاتوں میں ہی قابل گلاؤٹھوی کے اس قدر گرویدہ ہو گئے تھے کہ شہر کے کوچے (محلّہ ٹونکیان) میں جہاں قابل گلاؤٹھوی کی اقامت گاہ واقع تھی وہ آتے اور اپنی کار مین بازار میں اپنے کارندوں کے ساتھ چھوڑ کر گلی میں خود پیدل چل کر گھر تک پہنچتے قابل گلاؤٹھوی کے مکان میں کوئی فرنیچر نہ تھا اس لئے انکے ساتھ چارپائی ہی پر بیٹھ کر اہم عصری موضوعات اور ریاست کے انتظامی و سیاسی معاملات پر گفتگو کرتے دیگر ریاستی وزارا میں جن سے قابل گلاؤٹھوی کے خصوصی مراسم تھے ان میں وزیر تعلیم میجر شمس الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ وہ خود بھی ایک بلند پایہ علمی شخصیت تھے وزیر موصوف کے فرزند نور الزماں اوج جن کا شمار آج ملک کے بلند پایہ سکالرز اور محققین میں ہوتا ہے اور جو خود بھی ایک خوش فکر شاعر ہیں ان یادوں کے امین ہیں جو انکے والد اور شاعر کی ملاقاتوں اور علمی محفلوں سے وابستہ ہیں قابل صاحب نے ملتان میں ذریعہ معاش کے طور پر وکٹوریہ پرنٹنگ پریس نامی ایک مطبع کا آغاز کیا اور ساتھ ہی ایک ماہانہ مجلّہ "فاران" بھی شروع کیا لیکن لگتا ہے کہ قدرت نے سکون و استقلال جیسی نعمتوں کو انکے لئے ماورائے قسمت قرار دیدیا تھا اس لئے مطبع و ماہنامہ تو چلاتا کیا بلکہ باقی عمر میں بھی نہایت اعلیٰ منصوبہ بندی کے باوجود وہ کسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے یہ الگ بات ہے کہ انہیں کے ایک محب خاص مولانا ماہر القادری نے کراچی سے فاران نامی مجلّہ جاری کر کے اسے اپنی محنت و بصیرت سے وہ استقامت بخشی کہ ماہر القادری اور فاران لازم و ملزم ہو کر رہ گئے بہر حال ملتان میں شاعر کے قیام نے وہاں کی شعری و ادبی فضا میں ایک ارتعاش ضرور پیدا کیا اور اپنی ذہانت و عظمت شعری کے نقوش ثبت کئے چنانچہ ملتان میں بھی شاعر کے دلدادگان کا ایک حلقہ پیدا ہو گیا جس کے سرخیل منظور الحسن ضیاء ٹھہرے جنہوں نے شاعر کے ساتھ اپنے اخلاص و تعلق کی بے لوث روایت کو آخری عمر تک نبھایا اس عہد کے ملتان کی ادبی شخصیتوں میں پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی آج بھی قابل گلاؤٹھوی کی مدّاحی کا حق ادا کرتے ہیں۔

ملتان کے بعد پشاور وہ جگہ ہے جہاں شاعر کا قیام ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۳ء تک کم و بیش بارہ برسوں پر محیط ہے یہاں بھی انہوں نے معاش کے لئے غازیٔ سرحد برقی پریس نامی ایک مطبع کا انتخاب کیا اور ایک روزنامہ نکالنا چاہا لیکن ان کاموں کے لئے جس ثبات و استقلال کی ضرورت

ہوتی ہے اسے غالباً" شاعر نے خود ہی پاس نہ پھٹکنے دیا حالانکہ قدرت نے طباعت و اشاعت کے شعبوں میں روزی کے مواقع پیدا کر کے شاعر کو قرطاس و قلم سے کہ یہی ان کا خاص شعبہ تھا وابستہ رکھنا چاہا یہاں تک کہ پاکستان کے مقتدر روز ناموں سے بھی بحیثیت مدیر وابستگی کے بار بار مواقع ملے جن میں ۶۳ ۔ ۱۹۶۲ میں لاہور سے شائع ہونے والے زمیندار' آفاق اور سفینہ جیسے اخبارات شامل ہیں لیکن انہیں کے ایک ہم عصر شاعر زیبا ناروی کے بقول:

اک اضطراب مسلسل ہے زندگی زیبا
کہیں نہ بیٹھ سکے دو گھڑی قرار سے ہم

زندگی میں اس بے ترتیبی کے باوجود نظم و نثر دونوں میں اتنا لکھا کہ حقیقت مبالغہ نظر آتی ہے بہت سے قلمی نام بھی اپنائے جن میں مُلّا رازی اور ساجن پریمی کے ناموں سے اردو ہندی اخبارات پر چھائے رہے تقسیم ملک سے قبل بہت سی کتابیں بھی تصنیف و تالیف کیں جو شائع بھی ہوئیں جن میں ہندو شعراء اور عشق رسول ﷺ حیات جاوید (اپنے استاد فدا گلاؤٹھوی کی شاعری پر مبسوط تبصرہ) اور حشرزار ہند (سیاسی) وغیرہ انکے علاوہ گلوب کمپنی لاہور نے بھی چند کتب شائع کیں لیکن سب دست برد زمانہ کا اس طرح شکار ہوئیں جیسے خود شاعر کے شعری مجموعے جو غالب کے "ناکردہ گناہوں" کی حسرت کی مانند اپنی ہی داد طلبی کی گرد میں روپوش ہو گئے۔

۵۹ ۔ ۱۹۵۸ء کے دوران مشرقی پاکستان گئے اور وہاں مولوی ابوالقاسم مولوی فضل الحق (شیر بنگال) مولوی فرید احمد' مولانا ظلّ الرحمان سلفی اور مولانا عبد المتین قاسمی جیسی شخصیتوں سے جو قریبی روابط استوار ہوئے اس کے نتیجہ میں سید احمد شہید کی جماعت عالیہ مجاہدین کا احیاء کیا اور رئیس المجاہدین منتخب ہوئے اسکے بعد انہیں جب بھی موقع ملتا مشرقی پاکستان جاتے اور ہر بار وہاں ان کا قیام طویل ہوتا اس صورت حال سے ان کی خانگی زندگی بھی بری طرح متاثر ہوئی چنانچہ ان کی زوجہ ثانی جن سے ۶ فروری ۱۹۳۹ء کو (زوجہ اول کے جولائی ۱۹۳۸ء میں انتقال کے بعد) انڈیا میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے اور جو بچھرایوں ضلع مراد آباد کے رئیس جناب سید شاہ حسن کی دختر تھیں اپنے بچوں کو لے کر پشاور سے واہ کینٹ منتقل ہو گئیں جہاں ان کے ایک بھائی سید محامد حسن پہلے سے اقامت گزیں تھے اور بعد میں دوسرے بھائی سید مجتبے حسن بھی

وہیں آ گئے تھے زوجہ ثانی سے شاعر کے دونوں بیٹوں سید مظہر عالم اور سید منظر عالم نے واہ آرڈیننس فیکٹری میں ملازمت اختیار کر لی اور اس طرح واہ کینٹ ہی بعد کی زندگی میں شاعر کا مسکن و مستقر ٹھہرا۔ قابل گلاؤٹھوی واہ کینٹ ہی سے آخری بار مشرقی پاکستان گئے اور اس بار قیام زیادہ طویل رہا تا آنکہ اس دوران ڈھاکہ کا سانحہ پیش آیا البتہ مشرقی پاکستان میں جو بنگلہ دیش بن چکا تھا شاعر نے اپنی زندگی کی آخری عظیم منصوبہ بندی کی اور راج شاہی میں ایک ماڈرن لنگویجز یونیورسٹی (Modren Languages University) کی بنیاد رکھی اور رئیس الجامعہ کی حیثیت سے بیشتر ممالک کے سفارت خانوں کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ایک معاہدہ کی رو سے ہر متعلقہ ملک سے اس کی زبان کی تدریس کے لیے اس ملک ہی کے فیلو شپ پروگرام کے تحت ایک ایک سال کے لیے ماہرین لسانیات کی خدمات حاصل کر لیں اس طرح لسانیات جدید کے جامعہ کے لیے کسی بھی مالی کفالت کی ذمہ داری قبول کیے بغیر اساتذہ کی فراہمی ممکن ہو گئی لیکن اس منصوبہ کی تکمیل بھی قدرت کو منظور نہ تھی اور شاعر کو قیام بنگلہ دیش کے ساتھ ہی پابند سلاسل کر دیا گیا جہاں سے رہائی کے حصول میں راقم الحروف کے عزیز و مخلص دوست بیرسٹر سلیم قریشی نے لندن سے زبردست کردار ادا کیا اور اسیری کے ایّام میں شاعر کی عملاً" دامے ۔ درمے قدمے۔ وسخنے" معاونت کرتے رہے جس کا اعتراف اور اظہار ممنونیت شاعر نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔

بنگلہ دیش کی قید سے رہائی کے بعد شاعر کا قیام کچھ عرصہ اپنے عزیزوں کے پاس کراچی میں اور زوجہ اوّل سے اکلوتے فرزند سید مختار عالم شاغل کے پاس لاہور میں رہا جہاں وہ پاکستان ریلوے میں ملازم تھے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ مقیم تھے۔ بعد میں وہ مستقلاً" واہ کینٹ منتقل ہو گئے صحت شکست و ریخت کا شکار ہو چکی تھی لیکن شعر گوئی کے مشغلہ میں کوئی فرق نہ آیا صاحب فراش تھے کہ عمر کے آخری برس میں حکومت پاکستان نے نوازا اور ۱۹۸۱ء میں اکادمی ادبیات کے توسط سے صدر مملکت نے تین سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کیا لیکن علم و حکمت کا یہ آفتاب درخشاں اس عطائے خسروانہ کے بار گراں کا ایک سال سے زیادہ مدت تک متحمل نہ ہو سکا اور ۵ جولائی ۱۹۸۲ء کے سورج کے ساتھ خود بھی غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

واہ کے ایک ہم قلم دوست اور معروف نعت گو سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی نے تاریخ رحلت کہی:

گئے دنیا سے سید قابل علّامہ بسوئے حق
کہ جن کی قابلیت کو سراہا آج تک سب نے

بحمد اللہ وہ مداح محبوب حقیقی تھے
طفیل رحمتہ اللعالمین ﷺ کی "مغفرت رب نے"

۱۹۸۲ء

شاعری

شعر شاعر کی شخصیت کا آئینہ بھی ہوتا ہے اور اس کے عہد کا عکّاس بھی چنانچہ قابل گلاؤٹھوی کی شاعری جہاں اس کلیّہ کی ترجمان دکھائی دیتی ہے وہاں ان کی فکر شعر اپنے وسیع دامن میں ایسی بے شمار جہتیں لیے ہوئے ہے جن سے نقد و نظر کے نت نئے زاویے مرتب ہوتے ہیں وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں اور ان تمام لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں جن سے غزل کی روایتی ہیئت ترتیب پاتی ہے وہ ان تمام علامتوں اور محاکات کا استعمال بھی کرتے ہیں کہ جن سے غزل کا ارتقا عبارت ہے انہیں حسن و عشق اور گل و بلبل کے استعارے اور تشبیہات کے استعمال سے بھی گریز نہیں اور وہ جذبات و احساسات کی تصویر کشی کے لیے زبان و بیان کے محاسن پر بھی قادر ہیں لیکن ان کی شاعری کا جائزہ لیتے وقت جو بات سب سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے وہ انکی ذہنی آفاقیت ہے جس کے تنوعات نے ان کے استعمال میں آنے والے الفاظ کے معانی کہ تہہ در تہہ بنا دیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا ہر انداز ان کے تابع فرمان ہے شاید یہی وہ وصف ہے جسے قادر الکلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دیکھئے کیا یہ اشعار اس حقیقت کا ثبوت فراہم نہیں کرتے:

جب سے سرزد ہوئی تقصیر نظارہ مجھ سے   میری آنکھوں میں مقید میری بینائی ہے

ہے میرا کفر عشق ترے حسن کا کمال   تجھ کو دل و نظر کا خدا مانتا ہوں میں

ہوتا ہے پیری میں انسان کو عرفان حیات   وقت جب جینے کا آتا ہے تو مرجاتا ہے

دل ایک خار بیابان عشق تھا لیکن   نظر کے کانٹے میں تُل کر تری گلاب ہوا

دیکھ کر تجھ کو جہاں میں نہ کسی کو دیکھوں   اپنی آنکھوں کو نگاہوں سے سیا ہے میں نے

گلوں کی راہ میں کانٹے بچھا رہی ہے صبا   کچھ اس کے کان میں کہہ کر بہار گزری ہے

جو تجھ سے باخبر ہیں جہاں سے ہیں بے خبر   حیرت کہ جہل کی بھی جھلک آگہی میں ہے

کافر قرار پائیں نہ عرض دعا سے ہم   اک بت کو آج مانگ رہے ہیں خدا سے ہم

اتنا مصروف رکھا شوق طلب نے ہم کو   زندگی میں ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہ ملی

گو ترا حسن لطافت ہے نگاہوں پر بھی بار   دل تو کیا نظروں کو آئینہ بنا سکتا ہوں میں

دل کی صورت ہے نظر پہلے سے برباد جمال   کیا بگاڑے گا بھلا جلوہ جانانہ مرا

. دیکھا ہے اب کسے دیکھے   دل کو توفیق بے نگاہی دے

آنکھوں کے گوشے سے جوہوئی ہے نظرطلوع   جس شاخ پر یہ پھول کھلے وہ نہال ہو

چمن پہ ہے جو مرے گلعذار کا سایہ   حسد سے لالہ و گل خار کھائے جاتے ہیں

اب ہوئی دل کی رسائی تری یکتائی تک   آنکھ کو غیر نظر آتی ہے بینائی تک

جوکم ہمت ہیں ساحل سے کریں طوفاں کانظارہ   کہ ہم طوفاں سے بھی ساحل کانظارہ نہیں کرتے

دل کو جھکا کے سر کو جھکانا ہے عام بات   اب بندگی سے یہ روش عامیانہ جائے
ہم جان دینے والے نہیں اے شب فراق   مرنا کریں قبول وہ جن سے جیا نہ جائے

کچھ اور الجھنوں کو بڑھاتے چلے گئے   وہ مسئلے سمجھ میں جو آتے چلے گئے

صرف یہی نہیں بلکہ شاعر کے کلام میں بے شمار مثالیں اور بھی ایسی ملتیں ہیں جو قاری کے ذہن کو نہ صرف چونکا دینے والا تاثر عطا کرتی ہیں بلکہ ان کی معنوی گہرائی اور لفظوں کا پُرکارانہ استعمال خود قاری کو تعمق فکر پر مجبور کر دیتا ہے چنانچہ یہی وہ وصف ہے جسے تخلیق کا معراج کمال کہا جا سکتا ہے اپنی انتہائی پر گوئی کے باوصف شاعر کے کلام سے لطافت احساس اور نزاکت خیال کا ایک بھرپور تاثر ابھرتا ہے اگرچہ سوچ کا تمام تر فریم کلاسیکی ہے لیکن شعور و فکر کی توانائی اور زبان و بیان کی ہمہ جہتی نے شاعر کی تخلیقات کو لا زوال بنا دیا ہے وہ روایت کی پاسداری کے امین بھی ہیں اور سوچ میں نئے پن کے علم بردار بھی ہیں فن کی اقدار کا احترام اور غزل کے تاریخی تسلسل کا اہتمام ان کی تمام شاعری میں روح بن کر سرایت کر گیا ہے اور وہ غزل میں ایسے تجربات کو جو شعری اشکال کو مسخ کر دیتے ہیں نہ صرف حقارت سے دیکھتے بلکہ

اسے سراسر جہل گردانتے ہیں کہتے ہیں۔

عصر حاضر کا عطیّہ ہے یہ معیار ادب
جہل سے اندازۂ علم و ہنر ہم نے کیا

شاعر کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ شعر اگر انسانی جذبات و احساسات کا ترجمان ہے تو کبھی فنا نہیں ہو سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ فن کی عظمت کے بھی معترف دکھائی دیتے ہیں کہ ان کے فلسفہ فکر و شعر میں فن ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے ان کی ذہانت و وسعت مطالعہ نے اور بھی گراں قدر بنا دیا ہے غزل جو ان کی شاعرانہ شخصیت کی پہچان ہے ان کے موئے قلم کے ہاتھوں گلہائے شگفتہ کا ایک ایسا ارمغان بن گئی ہے جس کی خوشبو اور لطافت سے ہر قدر شناس ادب محظوظ و مستفیض ہو سکتا ہے۔

چند نمونے ملاحظہ ہوں:

یہ شمع زیست کا بس آخری اجالا ہے — اب آ کہ ساغر ہستی چھلکنے والا ہے
ہزار بار گرایا ہے عقل نے مجھ کو — ہزار بار جنوں نے مجھے سنبھالا ہے

اے حسن جب بھی تیرا قصیدہ لکھا گیا — اہل نظر کو خلد رسیدہ لکھا گیا
کیوں ان کی ابروؤں کو کشیدہ لکھا گیا — کہتے ہیں کیوں نہ دل کو ندیدہ لکھا گیا
وہ بھی تو حسن سے نہ نگاہیں ملا سکے — وہ جن کو لطف دید چشیدہ لکھا گیا
لطف و کرم کی ان کے اہانت نہ ہو سکی — دامن نہ ہم سے اپنا دریدہ لکھا گیا
اس بات پر خفا ہیں یہ کلمہ تھا عجز کا — کیوں گیسوؤں کو ان کے خمیدہ لکھا گیا
جب تیر خوردگان نظر کا کیا شمار — قاتل مجھی کو زخم رسیدہ لکھا گیا

کھا کے دھوکا تری آواز قدم کا شب غم — دل جو دھڑکا ہے تو پھیلا دی ہیں باہیں میں نے

انبساط آرزو کو تہہ نشیں رہنے دیا — ہم نے دل کو جان کر اندوہ گیں رہنے دیا
اپنے بارے میں رکھا اس نے تذبذب آشنا — درمیاں اک پردۂ وہم و یقیں رہنے دیا

اس نظر نے بے رخی کی بھی تو قابل کیا ہوا   دل میں تیر ناز ہم نے جاگزیں رہنے دیا

ممنوں ہوں کہ دل سا مصاحب دیا مجھے   تم نے رفیق عشق مناسب دیا مجھے
بخشی گئی ازل میں مجھے روح حسن کی   یہ اور بات عشق کا قالب دیا مجھے
تقدیر کا لکھا مرا اس کی نوشت ہے   وہ جس نے خیر و شر کا بھی کاتب دیا مجھے
قابل خدا نے بخش کے مجھ کو زبان میر   انداز فکر مومن و غالب دیا مجھے

اے گلستاں ہمیں نگہ غیر سے نہ دیکھ   آئے ہیں ایک لالہ قبا کی تلاش میں

وہ جو ترساتے رہے ہیں ہمیں پیمانے کو   اپنی آنکھوں میں لیے بیٹھے ہیں میخانے کو

حاصل بندگیٔ عشق یہ امکاں ہو جائے   جس کو مسجود بنالوں وہی یزداں ہو جائے
ایک اک بت میں نظر آتا ہے حق کا جلوہ   سخت کافر ہے جو ایسے میں مسلماں ہوجائے
آبلہ پائی سے دشوار نہیں یہ اعجاز   پاؤں ہم دشت میں رکھ دیں تو گلستاں ہوجائے
پرزے تیرے بھی اڑیں حشر میں اے شام فراق   تو بھی اللہ کرے میرا گریباں ہو جائے
ہم نے دنیائے محبت میں یہ عالم دیکھا   ہو خطا حسن کی اور عشق پشیماں ہو جائے
دن میں تارے نظر آجائیں تجھے بھی اے موت   ہمسفر تیری اگر عمر گریزاں ہو جائے

قسمت دل میری حیرت سے نمایاں ہو گئی   وہ نظر اٹھنے نہ پائی تھی کہ مژگاں ہو گئی
جس قیامت پر تری محشر خرامی کو تھا ناز   وہ مری ہستی کے افسانے کا عنواں ہو گئی
تھی مری ہستی کے دامن میں حیات جاوداں   دل کا عالم دیکھ کر عمر گریزاں ہو گئی

وہ سر مژگاں اک اشک آرزو یاد آگیا   پھولوں کا شبنم سے انداز وضو یاد آگیا
چاند تارے مسکراتے ہیں حضور چشم شوق   ظلمت شب میں کوئی آئینہ رو یاد آ گیا

دیکھ کر چشم طلب سے مہ رخوں کی چھیڑ چھاڑ پھر مجھے اپنا دل دیوانہ خو یاد آگیا
عشق وحشی کا تصور لوحِ دل سے کب مٹا گلستاں خلد میں بھی دشت ہو یاد آگیا

پہلے پھونکو اپنے ہاتھوں خرمن قلب و نظر پھر کسی کے شعلہ آواز کی باتیں کرو

شاعر کی فکر کے جو رجحانات ان کے کلام سے مترشح ہوتے ہیں ان میں سب سے نمایاں ان کا فلسفیانہ و صوفیانہ مزاج ہے وہ حیات و کائنات کے رموز سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مضطرب نظر آتے ہیں اور جو اسرار ان پر منکشف ہیں ان کے اظہار کے لیے وہ برملا انداز بھی اختیار کرتے ہیں اور رمز و کنایہ کا اسلوب بھی اسی کو ان کی فن کارانہ مہارت کہا جا سکتا ہے وہ اس کائنات کے نظام میں انسان کے مقام و منزلت سے بھی واقف ہیں اور عبد و معبود کے درمیان لطیف و نازک رشتوں کی خوبصورت پیرائے میں نشان دہی کرتے ہیں وہ ایک دانائے راز کا پروقار لہجہ اختیار کرتے ہوئے ہمہ اوست اور ہمہ ازاوست کے فلسفیانہ تصورات کو بڑی ژرف نگاہی سے زبان و بیان کے اپنے مخصوص اور حسین انداز میں پیش کرتے ہیں ان کی شاعری کا یہ حکیمانہ پہلو کلاسیکی روایت کا آئینہ دار سہی لیکن انہوں نے اپنے اشعار میں جو انداز و اسلوب اپنایا ہے وہ پر تاثیر بھی ہے اور فکر انگیز بھی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موضوع کے اعتبار سے یہ مضامین بوجھل ہونے کے باوجود بین السطور کے حسن کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اور ہر افتادِ طبع کے قاری کے لیے قابل قبول ہی نہیں بلکہ کشش و دلچسپی کا باعث ہیں چند مثالیں پیش خدمت ہیں :

یہ حقیقت ہے حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں دونوں عالم میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
میرے اللہ مری زیست کا محبوب عمل تیری مخلوق کی خدمت کے سوا کچھ بھی نہیں
میری ہستی کا اثاثہ مرا سرمایہ دل تیرے پیمان محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
چھاپ کثرت پہ بھی ہے وحدت تنہائی کی دونوں عالم تری خلوت کے سوا کچھ بھی نہیں
رحمت حق دل قابل کا سہارا تو ہے اس کے دامن میں ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں

ازل کے دن سے قیامت کی صبح تک اے دوست	دل و نظر ہدف امتحاں رہے نہ رہے

تصور جس قدر کرتا ہوں تری خود نمائی کا	تری صورت مرے رخ سے نمایاں ہوتی جاتی ہے

عالم فانی میں آدم کی یہی پہچان ہے	جس کو عرفان حقیقت ہے وہی انسان ہے

ہم کو تغیّرات کا دہر کے آگیا یقیں	کانٹوں کی گردنوں میں پھولوں کے ہار دیکھ کر

مجھ کو کیا ہے اپنی خودی سے جو روشناس	پھر مجھ سے بندگی کا تقاضا نہ کیجئے

میں صہبائے فنا کے جام بھی منہ سے لگالوں گا	ذرا پیمانۂ عمر رواں کو تو تہی کر لوں

ثابت ہوا ازل سے جو حسن و وفا میں ربط	دیکھے بغیر آپ کو پہچانتا ہوں میں
قائل مری وفا کو ہے کس درجہ پاس حسن	ان کو برا کہو تو برا مانتا ہوں میں

میں ہوں کیا یہ جاننے کی مجھے بے حد آرزو تھی	تری جستجو سے پہلے مجھے اپنی جستجو تھی

بشر کا راز حقیقت جو ان پہ کھل جاتا	فرشتے آدمی بننے کی آرزو کرتے

دل کے اک قطرے کو بحر بیکراں پاتا ہوں میں	اپنی ہی موج تخیل میں بہا جاتا ہوں میں
دل کی دھڑکن ایک اک سینے میں بن جاتا ہوں میں	یوں تڑپتا ہوں کہ دو عالم کو تڑپاتا ہوں میں
ایک میری بیخودی سے ہے یہ نظم ہست وبود	اب سنبھل جائیں دوعالم ہوش میں آتا ہوں میں
زندگی سے عشق کس کو ہے فنا کا ڈر کسے	دو کھلونے ہیں کہ جن سے دل کو بہلاتا ہوں میں

یہ کن جلوؤں میں الجھایا گیا ہوں   جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں
جنم در گریباں خلد برکف   صف محشر میں یوں لایا گیا ہوں
ملے ہیں موت و ہستی دو کھلونے   بڑی مشکل سے بہلایا گیا ہوں

آدمی ہی کو میسّر نہیں انساں ہونا   ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہو جائے
وہ تو یہ کہیئے کہ آدم نہیں آگاہ خودی   ورنہ اس بات کا امکاں ہے کہ یزداں ہو جائے
ابن آدم کو یہ پیغام ہے میرا قابل   اس کو حسرت ہے خدائی کی تو انساں ہو جائے

آئینہ دیکھ کے ہو جاتا ہوں حیرت کا شکار   اپنی صورت میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا

تجھے دیکھا نہیں اب تک مگر دل کا یہ عالم ہے   کہ آئینہ تصور ہی سے حیراں ہوتا جاتا ہے

ہم کو توفیق جمال رخ یزداں بھی نہیں   کس کو دیکھیں کہ جہاں میں کوئی انساں بھی نہیں
دوزخ آسودہ نہیں خلد بداماں بھی نہیں   دل وہ کافر ہے کہ کمبخت مسلماں بھی نہیں
مسلک عشق کو کیا سمجھے خرد ہے عاجز   یہ رہ کفر نہیں جادہ ایماں بھی نہیں
دل تصور میں کبھی گم کبھی غم سے بیتاب   درد فرقت تیرا درماں بھی ہے درماں بھی نہیں

اپنی شان بے نیازی کو عیاں کرنا پڑا   ان کو میرے چشم و دل کو امتحاں کرنا پڑا
اپنے چھپ جانے کی رکھ لی لاج حسن دوست نے   پردے کی خاطر دو عالم کو عیاں کرنا پڑا
یوں بنایا اپنی ہستی کو فنا کا پردہ دار   خود اجل کو زندگی کا پاسباں کرنا پڑا

قابل گلاؤٹھوی کے یہاں ایک فکری ہیجان اور جذبہ و احساس کا ایک طوفان برپا نظر آتا ہے جو ابلاغ و اظہار کے مختلف پیرائے اختیار کرتا ہے اور جسے ان کا برق رفتار قلم مہمیز لگاتا ہے لگتا ہے کہ خیالات کی اس دار و گیر میں ان کا ذہن خود ان کی شخصیت کے ان گوشوں کی نشان دہی کرتا ہے جہاں وہ خود کو ماورائیت کی منزل پر متمکّن دیکھتے ہیں چنانچہ ان کا شعور اس انداز

سے بیداز ہوتا ہے کہ انہیں ہر بلند سے بلند چیز کو بھی جھک کر دیکھنا پڑتا ہے اور طلب و شوق کی وہ منزل زیر قدم نظر آتی ہے جہاں بے نیازی کے برملا رویئے ان کی شاعرانہ فکر کے خدوخال میں ڈھل جاتے ہیں یہ مقام وہی ہے جو ایک صوفی اور درویش خدا مست کا مقدر بن جاتا ہے اس ذہنی و فکری ماورائیت کے صرف چند نمونے ملاحظہ ہوں :

میں اس مقام پہ ہوں اب جہاں کہ تو بھی نہیں　　کوئی طلب بھی نہیں کوئی آرزو بھی نہیں

تو مری آرزو سہی تو مرا مدعا نہیں　　حدّ وصال حسن سے عشق ہے اپنا ماورا

خود اپنے آپ سے بھی اجتناب ہم نے کیا　　رہ وفا میں کسی اور کا تو ذکر ہی کیا

اب ترے وصل کی بھی ہم کو ضرورت نہ رہی　　لحہ لحہ وہ تصور نے تراشے نئے بت

معاشرتی روّیوں کو شاعر کے نصاب شاعری میں خاص مقام حاصل ہے اس سے ایک طرف تو تجربہ و مشاہدہ کی وسعت اور متنوع جہتوں کا پتہ چلتا ہے اور دوسری طرف خود شاعر کی درویش منشی استغنا اور تصورات سود و زیاں سے بے نیازی سے قاری متعارف ہوتا ہے یہ رویئے شاعر کے عمرانی شعور و ادراک اور دینوی منافقتوں اور سرد مہریوں کو اس طرح احاطہ کیے ہوئے ہیں کہ قاری کو شاعر کی حسیّت اور اس کی بے باک صداقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے یہی نہیں بلکہ صبر و ظرف کی آزمائشوں پر مشتمل تجربات کو شاعر نے حروف و صوت کا ایسا دل پذیر قالب عطا کیا ہے جو تیر و نشتر کی چبھن بن کر دل میں اتر جاتا ہے یہ امر اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ شاعر اپنی ذات کے حوالے سے نہیں چاہتا کہ اس کی عزت نفس پر کوئی بھی حرف آئے البتہ اسے یہ گلہ ضرور ہے کہ وہ جس حسن سلوک کا مستحق تھا وہ اس کے ساتھ روا نہیں رکھا گیا اس تناظر میں ایک تاثر یہ بھی ملتا ہے کہ شاعر اپنی تمام تر رجائیت پسندی کے باوجود قنوطی احساسات کے زیر اثر آجاتا ہے بہر حال شاعر کی سوانح میں یہ شعری حوالے نہایت اہمیت کے حامل ہیں :

کر دیا طوفاں نے بھی کیا راندہ منزل مجھے موج آ کر چھوڑ دیتی ہے سر ساحل مجھے

تھا تصور کہ ہیں غیروں سے یگانے بہتر تجربہ یہ ہے کہ اپنوں سے پرایا اچھا

میں مر کے بھی تو عزیزوں پہ بار ہوں قابل قدم قدم پہ جو کاندھا بدلتے جاتے ہیں

دونوں عالم سے غنی ہیں در الفت کے فقیر کب کسی کے در دولت پہ صدا دیتے ہیں

مری ناداریاں تیری رضا ہیں تو پھر سب کچھ ہے دامان تہی میں

آدمیت کیا ہوئی انسانیت کو کیا ہوا کیا بھری دنیا میں کوئی آدمی باقی نہیں

نالہ مظلوم کے لب سے جو نکل جائے گا آسماں چیز ہے کیا عرش دہل جائے گا

مٹی میں ملایا مجھے ناقدری فن نے شرمندہ ہوں قابل میں بہت اپنے ہنر سے

قضا ایک ایک کو تہہ کرکے زیر خاک دھرتی ہے مگر نادان دنیا ہے کہ پھر جینے پہ مرتی ہے

بے مہریٔ عزیز و یگانہ ہے زخم روح اب ہم کو اس جہاں سے چلا جانا چاہیئے

میرا سینہ بھی نہیں گنج شہیداں سے کم دل ہے اک مرقد مستور تمناؤں کا

ایک اہم سوال کہ تخلیق کیا ہے اور کیا صرف نئے اور اچھوتے خیال ہی کو تخلیق قرار دیا جا سکتا ہے ہمیشہ ناقدین کا موضوع بحث رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک نیا اور اچھوتا

خیال تخلیق کے زمرے میں آتا ہے لیکن اس خیال کو کن الفاظ کا جامہ پہنایا جاتا ہے یہ بات بھی کم اہم نہیں بلکہ اسلوب اور انداز بیان جو شاعر کے انداز فکر کی غمازی کرتا ہے اتنا ہی اہمیت کا حامل ہے جتنا کہ ایک اچھوتا اور منفرد خیال لہٰذا اگر اسلوب اور انداز بیاں کے اچھوتے پن اور اس کی تاثیر و سحرانگیزی کو بھی تخلیق قرار دیا جائے تو غلط نہ ہو گا اگر شاعر میں فن کارانہ سلیقہ نہیں اور زبان و کلام پر اس کی دسترس ناقص ہے تو وہ اچھے سے اچھے خیال کو بھی بھونڈے اور نازیبا الفاظ کا قالب دے کر شعر کی مٹی پلید کر دے گا اور ایک با صلاحیت شاعر کسی بھی معمولی سے معمولی خیال کو خوب صورت الفاظ کا جامہ عطا کر کے شعر کو بلندی بخش سکتا ہے قابل گلاؤٹھوی کے یہاں تخلیق کے دونوں انداز اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں ان کے یہاں علم منطق کا استعمال نہایت خوب صورت شکل میں ملتا ہے انہوں نے جہاں بالکل نئے اور اچھوتے خیالات سے اپنی شاعری کو مالا مال کیا ہے وہاں انہوں نے اپنی ذہنی ضاعی کو کام میں لاتے ہوئے بعض فرسودہ مضامین میں بھی ایسے نکات پیدا کئے ہیں جو قاری کو چونکا دیتے ہیں یہی صورت ان کے یہاں الفاظ کے انتخاب میں نظر آتی ہے انہیں چونکہ اردو فارسی عربی اور ہندی زبانوں کے گہرے مطالعے نے ایک مخصوص لسانی صلاحیت عطا کی ہے اس لیے الفاظ کے موزوں انتخاب نے ان کے اسالیب کو اور بھی پراثر بنا دیا ہے وہ حسن و عشق کے معاملات اور داخلی کیفیات کی بعض باریکیوں کو حرف و صوت کا ایسا دلکش قالب عطا کرتے ہیں کہ خیال فرسودہ سے فرسودہ ہونے کے باوجود بھی تازہ و دلکش نظر آنے لگتا ہے ان کے یہاں سلاست و سادگی کے بھی اعلیٰ نمونے نظر آئیں گے اور مرصع و آراستہ زبان کے نمائندہ اشعار بھی ملیں گے سب سے بڑی خوبی یا جسے شاعر کی فن کارانہ مہارت کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے یہاں الفاظ، خیالات و احساسات اور ان کے مضمرات کو پوری طرح نکھار کے پیش کرتے ہیں اور یہی وصف بحیثیت شاعر ان کے ارفع و اعلیٰ مقام کا تعین کرتا ہے۔ ذرا دیکھئے :۔

دنیا سے تہی دست اگر جاؤ گے لوگو — وہ پرسش محشر ہے کہ مرجاؤ گے لوگو

دل کا عالم ترے تصور میں — تشنگی بھی ہے اور پیاس نہیں

ہر نفس موج صبا ہو جیسے تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے
دیکھ کر ان کو ہوا یوں محسوس وقت خود ٹھہر گیا ہو جیسے

لطافت نگہ شوق کے امین ہیں ہم کہ ہم نگاہ میں رکھتے ہیں نازنینوں کو
یہ چشم شوق میں آنسو نہیں ہیں شام فراق سجا رہا ہوں ترے غم کے آبگینوں کو

پردے میں شب کے صبح کے انوار دیکھنا اس رخ پہ عکس گیسوئے خمدار دیکھنا
اے جان ناتواں یہ کہیں عشق تو نہیں پیوست چشم و دل ہے کوئی خار دیکھنا
آغوش میں لیے ہے یہ تصویر ناز حسن آئینہ کا بھی طالع بیدار دیکھنا

تجلی کی آئینہ سامانیاں ہیں مقدر نگاہوں کی حیرانیاں ہیں
محبت کی دشوار آسانیاں ہیں پریشانیاں سی پریشانیاں ہیں
شب ہجر یہ اشک سامانیاں ہیں کہ آنکھوں کے دامن میں طغیانیاں ہیں
مرے واسطے ہے یہ آئینہ بندی مرے واسطے جلوہ سامانیاں ہیں
بپا ایک طوفاں ہوا رحمتوں کا پشیمانیاں پھر پشیمانیاں ہیں
طلوع سحر ہو کہ رنگ شفق ہو یہ سب میرے دل کی گریبانیاں ہیں

تیغ براں ہیں وہ ابرو ترے عشوے کی قسم نرگس ناز ہے قاتل ترے غمزے کی قسم
منہ نہ کالا ہو شب غم کا تو میرا ذمہ میں نے کھائی ہے ترے چاند سے چہرے کی قسم

آئینہ ہے علامت اظہار گر نہ جائے یوں دیکھئے کہ پرتو رخسار گر نہ جائے

کچھ نہیں کام مگر عشق میں ہے یہ عالم جیسے ہر شے ہو میسر ہمیں فرصت کے سوا

رنگ بھر کر مری شب غم کا	چشم میگوں کو سرمہ سا کیجئے
وہ جفا کو وفا سمجھتے ہیں	ان سے کس بات کا گلہ کیجئے

خود محبت ہی محبت کی سزا ہے اے دوست	ستم و جور کہاں ہم پہ روا ہے اے دوست

کیف دید نگہ ناز ہے دل پر طاری	میں ذرا ہوش میں آلوں تو چلے جایئے گا

غنچہ سے پھول بنا پھول سے پیمانہ بنا	اب کے اسطرح بہار آئی کہ مے خانہ بنا

آپ کو عشق ہوا آپ کو معلوم نہیں	اک ستارہ سا یہ کیسا سر مژگاں ٹوٹا

اے رحمت تمام تری نذر کے لیے	محشر میں ساتھ لائے ہیں ساری خطائیں ہم

رحمت حق کا یہ انداز کرم دیکھے کوئی	دو جہاں میں ایک دامن بھی تہی باقی نہیں

دیکھا مجھے جو ہجر کی شام سیاہ میں	وہ شمع رخ لیے ہوئے آئے ہیں راہ میں

گر کے نظروں سے تری کون سنبھل سکتا ہے	عظمت عشق ہے جلووں کی پذیرائی تک

آخر عمارت دل بیمار گر گئی	اٹھی نظر تو جلووں کی دیوار گر گئی

شاعر کی قادر الکلامی کے حوالے سے یہ کہنا بے محل نہ ہو گا کہ جہاں وہ نہایت مشکل

ردیف و قوافی میں نہ صرف رواں و سلیس شعر کہنے پر قادر ہیں وہاں وہ اپنے لئے توجیہات سے ماورا مضامین کا خود انتخاب کرتے ہیں اور پھر ایسا منطقی استدلال پیش کرتے ہیں کہ نا ممکن بھی ممکن نظر آنے لگتا ہے یہ انداز فکر مسلم الثبوت اساتذہ کے یہاں اکثر ملتا ہے اور ایسی مثالیں قابل گلاؤٹھوی کے کلام میں بھی کم نہیں مثلاً دو مصرعے ملاحظہ ہوں:

☆ ہم نے دریا میں بہائی آواز

☆ میرے اشکوں نے بجھائی آواز

چنانچہ اس غزل کے چند شعر پیش خدمت ہیں جن میں ان اچھوتے مضامین کو توجیہہ فراہم کی گئی ہے:

کہتے کہتے جو بھر آئی آواز — داستاں نکلی پرائی آواز
چھیڑا نغمہ وہ سکوت لب نے — دل سے دل میں اتر آئی آواز
مہوشوں نے ترے نغمے گائے — غنچہ و گل نے سنائی آواز
☆ روتے میں گاتے رہے عشق کے گیت — ہم نے دریا میں بہائی آواز
لب فریاد کھلے آخر دم — بیٹھ کے دل نے اٹھائی آواز
☆ آہ سوزاں تھی بھڑکتا شعلہ — میرے اشکوں نے بجھائی آواز

ایک اور غزل کے چند شعر دیکھئے کہ حسن و لطافت کا مرقع بھی ہیں اور شاعر کے کمال فن کا شاہکار بھی:

چمن چمن تیری صہبا، صبا صبا تیرا کیف — الگ الگ تری مستی جدا جدا ترا کیف
نظر نظر ترے غمزے ادا ادا ترا کیف — نفس نفس ترے نغمے، ہوا ہوا ترا کیف
ترے اشارے پہ برپا ہے حشر الفت کا — فغاں فغاں تری مستی دعا دعا ترا کیف
اڑا دی نغموں نے قابل ترے کسی کی نیند — عجب عجب تری حالت نیا نیا ترا کیف

شاعر کو غالب سے خاص عقیدت ہے جس کا اظہار کئی جگہ اپنے اشعار میں نہ صرف کیاہے بلکہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ شاعر نے کلام غالب کو اپنے لیے نمونہ بھی قرار دیا ہے چنانچہ غالب ہی کی ایجاد کردہ زمینوں میں زیر نظر مجموعہ میں قافیہ بہ قافیہ غزلیں بھی ملیں گی۔ اور اسلوب غالب کو اس طرح خراج تحسین بھی کہ تقلید کے باوجود تخلیق کی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

ڈوبنے والوں کو گلہ کیا ہے — جب خدا ہے تو ناخدا کیا ہے
سحر و شام کی ہے گردش کیوں — موت و ہستی کا سلسلہ کیا ہے
دلربا کیوں ہے رات تاروں بھری — صبح کا حسن جانفزا کیا ہے
شوق بخشش کو دیجیئے الزام — اور کہیئے مری خطا کیا ہے
عشق کا خاردشت ہے کیا چیز — پائے وحشت کا آبلہ کیا ہے
سوزش ناخن جنوں ہے کیوں — شورش عقل فتنہ زا کیا ہے
ہے امیدوں سے نا امیدی کیوں — یاس میں بھی یہ آسرا کیا ہے
عشق ظاہر کی انتہا معلوم — حسن پنہاں کی ابتداء کیا ہے
کہکشاں میں کشید ہے کس کی — جادہ گیسوئے رسا کیا ہے
مرحلہ شوق کا نگاہ ہے کیوں — منزل قلب مبتلا کیا ہے
ماہ و انجم میں روشنی ہے کیوں — غنچہ و گل کا مدعا کیا ہے
ابتداء اپنی جب نہیں معلوم — کون جانے کہ انتہا کیا ہے
حسن کو برق جلوہ ہے کیا چیز — عشق کا درد لا دوا کیا ہے
تجھ کو دونوں جہاں کا ہے مقدور — ہو گا کیا ہم سے اور ہوا کیا ہے
حال گلشن پہ چپ ہے گر بلبل — گل! زباں کو تری ہوا کیا ہے
دونوں عالم سے جب سوا ہیں آپ — کون سمجھے کہ ماسوا کیا ہے
زندگی سے قضا تک اے قابل — دو نفس کا ہے فاصلہ کیا ہے

"دبستان قابل" میں جو بات سب سے زیادہ دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے وہ شاعر کے

تغزل آشنا مزاج کے ساتھ ساتھ تصوف اور حب رسول ﷺ کا وہ غالب رجحان ہے جو بار بار قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتا ہے۔ حمد و نعت اور سلام و منقبت کی شکل میں اشعار کی ایک بہت بڑی تعداد تو زیر نظر مجموعے کی زینت ہے ہی تاہم غزلوں میں بھی بے شمار اشعار ایسے ملتے ہیں جو ایک طرف تو شاعر کے مذہبی ذہن کی عکاسی کرتے ہیں اور دوسری طرف اس صلاحیت کی بھی غمازی کرتے ہیں جس کو بروئے کار لاکر شاعر نے غزل کے مزاج اور ماہیت کو برقرار رکھتے ہوئے حمدیہ اور نعتیہ اشعار سے غزل کے معیار کو مزید بلند کر دیا ہے اہم بات یہ ہے کہ جو اشعار حمد و نعت کی معنویت سے مزین ہیں وہ غزل کے جملہ لوازمات کو بھی بیک وقت برقرار رکھے ہوئے ہیں اور غزل میں SOPHISTICATION یعنی طہارت فکر کے عمل کے عکاس ہیں چند ایک نمونے ملاحظہ کیجئے:

یہ گزرا کہہ کے چمن سے کوئی صبا کی طرح — کہ ایک بندہ نظر آتا ہے خدا کی طرح
نگاہ اس پہ اگر جم گئی تو حیرت کیا — ہے کہکشاں بھی مجھے تیری خاک پا کی طرح
بیان دل کو دی جب بھی زبان کی جنبش — لبوں پہ نام ترا آگیا دعا کی طرح

خورشید سے وہ آنکھ ملائے تو کیا عجب — دیکھا ہے چاند نے رخ انور حضور کا

ضرور عرش بریں کی طرف ہے کوئی رواں — فصیل کاہکشاں پر جو جل رہے ہیں چراغ

چرخ تک اڑ کے گئی خاک کے وہ پر نکلے — ذرہ ذرہ سے کئی مہر منور نکلے

اور اب دیکھئے کہ قابل گلاؤٹھوی جب نعت کہتے ہیں تو جذبہ و احساس کی شیفتگی کو کس طرح اپنی فکر کا عنوان بنالیتے ہیں اور اس نسبت پر کسی قدر خاکسارانہ تفاخر محسوس کرتے ہیں جو کائنات کی سب سے بڑی ہستی نے انہیں عطا کی ہے:

رہ نیاز میں بھی رہن افتخار ہوں میں — حضور ﷺ کے قدم ناز کا غبار ہوں میں
جو مجھ پہ در کئے اکناف دو جہاں نے بند — کہا مدینے نے بڑھ کر ترا دیار ہوں میں
سجود راہ گزر نے مجھے جلا بخشی — کہ نقش پائے محمد ﷺ سے آشکار ہوں میں
جو دیکھ کر رخ حضرتؐ ہوئی ہے دیوانی — اسی نظر کا گریباں تار تار ہوں میں
مسافر رہ طیبہ یہ کچھ بعید نہیں — صدا دے کعبہ تیرا نقش رہگزار ہوں میں
حضور آپ کی نسبت سے یہ مقام ملا — کہ اپنی مملکت دل کا شہر یار ہوں میں

بس ایک اور شعر کہ جو اپنی تاثراتی عظمت کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں:

یتیم اور بے آسراؤں کی خاطر
یتیم اور بے آسرا بن کے آئے

اسلام آباد
۶ نومبر ۱۹۹۹ء

منصور عاقل

ڈاکٹر محمد معز الدین
سابق پروفیسر اردو ڈھاکہ یونیورسٹی
صدر نشین (اقبال چیئر) کیمبرج یونیورسٹی

شہریار اقلیم سخن ــــــ علاّمہ قابل گلاوٗٹھوی

علاّمہ قابل گلاوٗٹھوی (۱۹۰۶ - ۱۹۸۲) جیسے نابغۂ روزگار شاعر، ممتاز دانشور، منفرد صحافی، سب سے بڑھ کر امّت مسلمہ کے لیے ایک درد مند دل رکھنے والے انسان اور سچے اور کھرے پاکستانی کی شخصیت اور فن کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

حضرت قابل ضلع بلند شہر، یوپی کے مردم خیز قصبہ گلاوٗٹھی میں ایک متمول خاندان سادات میں پیدا ہوئے۔ نام سید رحیم اللہ ولد قاضی سید حبیب اللہ اور قابل تخلص تھا علم وادب کی دنیا میں علاّمہ قابل گلاوٗٹھوی کی حیثیت سے شہرت پائی۔ شاعری کا ذوق ورثہ میں ملا فدا گلاوٗٹھوی کی شاگردی نے ذوق شعری کو اور بھی چار چاند لگا دیئے۔ اس کا بر ملا اعتراف قابل گلاوٗٹھوی نے اپنے ایک شعر میں کیا ہے۔

ہے یادگار داغ فدا کا یہ لطف خاص　　انکی نظر نے مجھ کو غزلخواں بنا دیا

ان کے برادر خرد اور ہمارے محبّ محترم جناب منصور عاقل صاحب نے ان کے کلام کا بچا کچھا حصہ محفوظ کر لیا ہے تلاش و جستجو کے بعد ان اوراق گم شدہ کو جمع کر کے نہایت عرق ریزی اور دل جمعی سے ترتیب دے کر اب "دبستان قابل" کے عنوان سے شائع کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہیں یہ خود بھی بلند پایہ شاعر اور مصنّف ہیں اتنے بڑے شاعر کے کلام کا زمانے کی دست برد سے محفوظ کر لینا ان ہی کے بس کی بات ہے۔ علاّمہ قابل کے کلام کا بڑا حصہ یا یوں کہئیے زندگی بھر کا سرمایہ ڈھاکہ میں ضائع ہو گیا جس کی المناکی کا ذکر عاقل صاحب نے اپنے مفصل دیباچے میں کر دیا ہے۔ افسوس کہ کیسے کیسے گہرپارے خاک میں مل گئے۔

لٹ گئے ستر دواوین ادب بنگال میں　　　　جوہر قابل فقط ہے کچھ نہیں قابل کے پاس

حضرت قابل گلاؤٹھوی کو فن شعر کی جملہ اصناف پر کامل دسترس حاصل تھی۔ حمد، نعت، سلام، منقبت، قطعہ، رباعی، غزل وغیرہ ہر صنف سخن میں ان کا قلم رواں تھا۔ غزل ان کی خاص فکری جولا نگاہ ہے، فی البدیہہ شعر کہنے میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا، اس فن میں اپنے ہمعصروں میں ان کا اور کوئی مدمقابل نہ تھا۔ ایک مشکل صنعت شعر واسع الشفتین ہے، یعنی کوئی ایسا لفظ استعمال نہ ہو جس میں ہونٹ آپس میں ملتے ہوں علاّمہ قابل کے یہاں اس کی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں۔ سو غزلوں پر مشتمل ان کا ایک غیر منقوط غزلوں کا دیوان ڈھاکہ میں تلف ہو گیا اسی طرح ذو قافیتین غزلیں کہی ہیں جن کی روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا قدرت نے ان کو ایسا ذہن رسا ودیعت کیا تھا کہ اگر زندگی میں ان کو سکون میسر آتا تو خدا جانے اور کیسے کیسے نادر گل بوٹے کھلاتے، آخری وقت میں مشرقی پاکستان میں دو سال تک سقوط بنگال کے دوران پابند سلاسل بھی رہے مگر شعر کی آمد پر کون قدغن لگا سکتا تھا۔ اس وقت کے اشعار میں جو غم و افسرگی اور دل گرفتگی کی جھلک ملتی ہے اس سے انگریزی شاعر شیلے (Shelley) کا قول یاد آجاتا ہے کہ:

Our sweetest songs are those that tell us of the saddest thoughts

یعنی غم و اندوہ کے نغمے سب سے زیادہ شریں ہوتے ہیں اس کی زندہ مثال حضرت قابل گلاؤٹھوی ہیں۔ غالب نے کہا تھا کہ:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں　　　　غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

حضرت قابل کے کلام کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا ذہن ماورائے سروش سیر کرتا تھا، بلا کی تیزی و طباعی ہے ان کی شعر گوئی عالم بالا کا پتہ دیتی ہے۔ شعر کے فن اور فلسفہ کا عمیق ادراک ہے۔ اور ابلاغ کے نادر تجربے سے قاری کو آہنگ شعر سے اس طرح لذت آشنا کرتے ہیں کہ وہ خود شاعر کا ہم زبان ہو جاتا ہے اور کیفیت و انبساط شعر میں گم ہو جاتا ہے غالب کی زبان میں تندی صہبا سے جام پگھلتا نظر آتا ہے۔ گوہیئت اور مزاج کلاسیکی ہے مگر الفاظ کے دروبست اور استعمال میں بیساختگی ہے نئے اسلوب و طرز بیان سے پڑھنے والا جھوم اٹھتا ہے۔ اور

یہی کمال حضرت قابل کو دوسرے ہمعصر شعرا سے ممتاز کرتا ہے ان کے اعتراف فن کے صلے میں ریاست حیدر آباد دکن کی جانب سے "ملک الکلام" اور "بلیغ العصر" کے گرانقدر خطابات سے نوازا گیا۔

حضرت قابل نے محض شعر گوئی تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا۔ ان کے اندر جو جوہر قابل تھا وہ ان کو تنگنائے شعر سے باہر لے گیا تاکہ طباعی کی بہتات (Surplus Talent) کا انعکاس عمل پیرا ہو سکے۔ چنانچہ صحافت کی دنیا میں بھی اپنے وسیع مطالعے اور دقیع فکر و نظر سے اپنا مقام حاصل کر لیا۔ مشہور انگریزی اخبار "Statesman" اور مولانا محمد علی جوہر کے "ہمدرد" کے نامہ نگار تھے اور ہندوستان میں بی بی سی لندن کے نمائندہ تھے۔ ہفت زبان تھے انگریزی اردو' ہندی' فارسی اور عربی زبان پر دسترس رکھتے تھے۔ ان کے مرتبے کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت کے مشاہیر مسلم زعما سے قریبی تعلقات تھے اور قائداعظم سے سیاسی معاملات پر گفتگو کا موقع ملتا رہا اور اپنی ذہانت و ذکاوت سے محفل علم و دانش میں نمایاں مقام پیدا کر لیا تھا۔ تقسیم ہند سے پہلے ۱۹۴۵ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں بہ حیثیت سیاسی مشیر مامور ہو گئے۔ مگر پاکستان بنتے ہی سرکاری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر مملکت خداداد کی تعمیر و ترقی کے خیال سے پاکستان آگئے اور بے لوث خدمت کے جذبے سے سرشار مہاجروں کی بحالی کے کام میں منہمک ہو گئے۔ اپنی روایات و ثقافت کو خیرباد کہتے ہوئے ذرا بھی تامّل نہ کیا۔

مری ہجرت میں بھی اعجاز ایماں کارفرما ہے دیارِ کفر سے قلب مسلماں لے کے آیا ہوں
مجھے سفاکیٔ غارتگراں سے کچھ نہیں شکوہ کہ لٹ کر بھی متاع دین و ایماں لے کے آیا ہوں

صد حیف کہ پاکستان میں انہیں سخت نا مساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں کے معاشرتی حالات اور لوگوں کی خود غرضیوں کو دیکھ کر ان کے آئیڈیل کو دھچکا لگا۔ اپنے وسیع تجربے اور تبحرّ علمی کے باوجود ماحول ساز گار نہ ملا۔ اور یہاں رہین ستم ہائے روزگار رہے تاہم ان کا جذبہ صادق برقرار رہا۔ اور اپنے پاکستانی ہونے پر فخر کرتے رہے۔

اب منزل وصال دل و جاں ہے ارض پاک　　　قابل دل میں اب غم ہندوستاں نہیں

۱۹۵۸-۵۹ کے دوران مشرقی پاکستان گئے اور وہاں مولوی فضل الحق، مولوی فرید احمد جیسی ہستیوں کے ساتھ مل کر احیائے اسلام کے منصوبے بنائے اور رئیس المجاہدین منتخب ہوئے اس کے بعد وقتاً فوقتاً مشرقی پاکستان جاتے رہے۔ وہاں کی سرزمین ان کے لیے کشش رکھتی تھی:

منتظر کب سے ہیں بنگال کے منظر قاتل　　　ہو جو فرصت تو پھر اک بار سفر کر دیکھو

قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جب ایک بڑا منصوبہ ماڈرن لینگویجز یونیورسٹی (Modren Languages University) کی بنیاد ڈالی اور اس کے رئیس الجامعہ کی حیثیت سے ترقی کے آثار نظر آئے اور ان کی ذہانت کی کلی کھلنے والی ہی تھی کہ سانحہ سقوط مشرقی پاکستان پیش آیا اور یہ شومئی تقدیر سے مغربی پاکستان نہ آسکے اور دو سال تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔

بنگلہ دیش بننے کے بعد راجشاہی سنٹرل جیل میں دو سال کے قید و بند اور شعری سرمایہ کے ضائع ہونے کے بعد زخم جگر پھر سے ہرے ہو گئے اپنے اعزا اور دوستوں سے بچھڑنے کا غم مستقل پریشان کرتا رہا۔ اور غم روزگار کے ساتھ غم احباب ستاتا رہا جو ایک فطری جذبہ ہے۔ مگر ایمان کی پختگی نے انہیں سہارا دیا۔ راجشاہی جیل میں ایک پر اثر نظم انگریزی میں Song of Islam کے عنوان سے لکھی جس سے ان کی دین اسلام سے والہانہ وابستگی کا اظہار ہوتا ہے اور جو انگریزی زبان پر ان کی قدرت کا مظہر بھی ہے۔

پاکستان بننے کے بعد، لاہور، ملتان، بہاولپور، پشاور اور واہ کینٹ میں قیام رہا۔ بہاولپور کے قیام میں وہاں کی ادبی سرگرمیوں اور وہاں کے پر سکون ماحول نے کچھ دن تک انہیں مصروف رکھا۔ وہاں کے لوگوں کی قدر دانی نے بے سکونی کو قدرے سکون عطا کیا۔ مگر مالی پریشانیوں سے دل کا سکون کہاں برقرار رہتا ہے۔ ذریعہ معاش کے لیے ملتان میں پرنٹنگ پریس قائم کیا۔ ایک رسالے "فاران" کا اجرا عمل میں آیا مگر بقول کسے کہاں کی رباعی کہاں کی غزل جب اپنا ہی جیوڑا گیا ہو نکل مزاج کی اضطراری نے انہیں سیماب پا بنائے رکھا۔ اور کہیں جم کر نہ بیٹھ سکے دراصل ایسے ذہین و ذکی شخص کیلئے یہاں کا معاشرہ تنگ نظر آیا اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں اعلیٰ دماغ اور

منصوبہ بندی کے باوجود سیلانی کیفیت رہی۔ روزنامہ زمیندار اور آفاق و دیگر اخبارات میں بہ حیثیت مدیر کام کرنے کے مواقع ملے مگر طبیعت کی بے قراری و پریشانی کا ازالہ نہ ہو سکا تاہم تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا۔ اور شعر گوئی کا دریا بہتا رہا۔

ادھرذہن رسا سے فکر کے چشمے ابلتے ہیں ادھرجلوے مرے اشعاربن بن کرمچلتے ہیں

شاعر کو ناقدریٔ زمانہ کا شکوہ تھا:

مٹی میں ملایا مجھے ناقدریٔ فن نے شرمندہ ہوں قابل میں بہت اپنے ہنر سے

تاہم آخری وقت میں واہ کینٹ میں بال بچوں کے پاس آگئے مگر وہ اس وقت تک بار زندگی ڈھو ڈھو کر تھک چکے تھے۔ اور زندگی کا دن ڈھل چکا تھا علم و دانش کا یہ نیرّ تاباں ۱۹۸۲ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ انا للّٰہ وانا علیہ راجعون

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

حضرت قابل ایک کثیر الجہات شاعر ہیں اور شاعری کے جملہ اصناف پر کثرت سے طبع آزمائی کی ہے ان کے معاصرین میں کسی اور کے یہاں نہ اتنی جہات نظر آتی ہیں نہ اتنے نقش، ہائے رنگا رنگ موجود ہیں۔ ویسے بنیادی طور پر وہ غزل کے شاعر ہیں غزل کے تمام تلازمے استعمال کئے ہیں جن سے غزل عبارت ہے اور رنگ تغزل قائم ہے غزل کی ایمائیت اس کی جان ہے بقول پروفیسر رشید احمد صدیقی غزل اردو شاعری کی آبرو ہے۔ قابل گلاؤٹھوی نے بلاشبہ اردو غزل کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے اور اس کے ذریعہ اردو شاعری کے افق کو تابناک بنایا ہے اور اس کی معنویت کو بلند کر کے گہرائی اور گیرائی بخشی ہے۔ ان کے یہاں الفاظ و معانی کا ایک دریا بہہ رہا ہے شاعر کو الفاظ کے لیے ذہن کو کریدنا نہیں پڑتا بلکہ موضوع کے اظہار کے لیے الفاظ خود دست بستہ شاعر کے سامنے کھڑے ہیں۔ حضرت قابل کی فکر کے ہاتھوں الفاظ نئے نقوش بناتے جاتے ہیں یہ ان کے فن کی بالیدگی اور ذہن کی پختگی ہے

گو ترا حسن لطافت ہے نگاہوں پہ بھی بار دل تو کیا نظروں کو آئینہ بنا سکتا ہوں میں

الفاظ کا انتخاب اور اس کا استعمال قاری کو چونکا دیتا ہے اور وہ مبہوت سا ہو جاتا ہے اور یہ

احساس ہونے لگتا ہے کہ یہ فکر رسا ان کے بس کی بات نہیں تا نہ بخشد خدائے بخشندہ:

ہوتا ہے پیری میں انسان کو عرفان حیات وقت جب جینے کا آتا ہے تو مر جاتا ہے

حضرت قابل کے یہاں تراکیب و زبان میں بے پناہ وسعت ہے اور حیرت ناک طور پر نئی تشبیہات اور نئے استعارات اور طرفگی بیان نے ان کی شاعری کو آفاقی بنا دیا ہے مزاجاً" مشرقی ہیں مگر فکر و آہنگ میں انگریزی کے شعرا کی آفاقی گونج سنائی دیتی ہے۔

وہ جو ترساتے رہے ہیں ہمیں پیمانے کو اپنی آنکھوں میں لیے بیٹھے ہیں میخانے کو

اردو شاعری کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے وہ فن کی اقدار کی پابندی کرتے ہیں جس سے شعر کی بلندی اور ارتقائی حدود متعین ہو جاتے ہیں۔ عموماً" جن شعرا نے طویل غزلیں لکھی ہیں ان میں قافیہ اور ردیف کی پابندیوں کے سبب اچھے اشعار کے ساتھ معمولی درجے کے اشعار بھی راہ پاتے ہیں جو بسا اوقات رطب و یابس کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں اور "بلندی اش بسیار بلند و پستی اش غایت پست" کا لیبل لگ جاتا ہے مگر حضرت قابل کے یہاں غزل مسلسل میں بھی ہمواری اور فکر کا حسن برقرار رہتا ہے اور روح تغزل کبھی مجروح نہیں ہوتی غزل کا پندار قائم رہتا ہے اور یہ انداز فکر قابل گلاؤٹھوی کے فن و اسلوب دونوں میں توازن بخشتا ہے بڑا شاعر اپنی ذہنی رفعت کے ساتھ جذبات و احساسات کا بھی خیال رکھتا ہے اور یہی اس کی شاعری کی عظمت کی دلیل ہے اور یہی حضرت قابل کا طرۂ امتیاز ہے بقول منصور عاقل "غزل جو ان کی شاعرانہ شخصیت کی پہچان ہے ان کے موئے قلم کے ہاتھوں گلہائے شگفتہ کا ایک ایسا ارمغان بن گئی ہے جس کی خوشبو اور لطافت سے ہر قدر شناس ادب محظوظ و مستفیض ہو سکتا ہے"

قابل گلاؤٹھوی میر، مومن اور غالب کی شاعری سے متاثر اور ان کے مداح و خوشہ چین ضرور ہیں مگر ان کا اپنا رنگ اور ایک منفرد آواز ہے:

قابل خدا نے بخش کے مجھ کو زبان میر انداز فکر مومن و غالب دیا مجھے

ان کے خیال کی ندرت دیکھیے :

ہم نے دنیائے محبت میں یہ عالم دیکھا   ہو خطا حسن کی اور عشق پشیماں ہو جائے

اردو، ہندی، فارسی اور عربی زبانوں سے پوری دلچسپی اور عمیق مطالعے نے ان کے لسانی دائرے کو وسیع کر دیا تھا چنانچہ ابلاغ کا نادر اسلوب اور بیان کے نئے روپ نکھر کر سامنے آئے اس باب میں ان کی انفرادیت مسلّم ہے حرف و صوت کا حسین امتزاج ہے کہ سادہ سے سادہ مضامین میں بھی طرز ادا کی دلکشی دامن دل کو کھینچتی ہے۔

اے رحمت تمام تری نذر کے لیے   محشر میں ساتھ لائے ہیں ساری خطائیں ہم

منہ نہ کالا ہو شب غم کا تو میرا ذمہ   میں نے کھائی ہے ترے چاند سے چہرے کی قسم

پردے میں شب کے صبح کے انوار دیکھنا   اس رخ پہ عکس گیسوئے خمدار دیکھنا

مشکل ردیف و قوافی میں نہایت سلیس اور رواں شعر کہنے پر قدرت کاملہ رکھتے تھے :

آہ سوزاں تھی بھڑکتا شعلہ   میرے اشکوں نے بجھائی آواز

غالب سے عقیدت اور کلام غالب سے شیفتگی میں غالب کی زمین میں سہل ممتنع کی مثالیں ملاحظہ ہوں، غالب کا مشہور شعر ہے :

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود   پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

اس زمین میں حضرت قابل کے اشعار کی داد دیجئے

ماہ و انجم میں روشنی کیوں ہے   غنچہ و گل کا مدعا کیا ہے
عشق ظاہر کی انتہا معلوم   حسن پنہاں کی ابتدا کیا ہے
دونوں عالم سے جب سوا ہیں آپ   کون سمجھے کہ ماسوا کیا ہے

ان کی غزلوں میں بھی حمد و سلام و منقبت کے خوبصورت پہلو نمایاں ہیں یہ ان کے متصوفانہ

انداز فکر اور منطق و استدلال کا کرشمہ اور دین اسلام سے شیفتگی کا نتیجہ ہے۔

یہ گزرا کہہ کے چمن سے کوئی صبا کی طرح کہ ایک بندہ نظر آتا ہے خدا کی طرح

حضور آپ کی نسبت سے یہ مقام ملا کہ اپنی مملکت دل کا شہر یار ہوں میں

ہے معراج کی شب کا شاہد فلک تک کہ ہے کہکشاں گرد پائے محمدؐ

ہم کو قابل کے سخن سے یہی اندازہ ہوا اس کی فکر و نظر و حرف و بیاں ہے اللہ

قابل اب اپنا دل ہوا حرف شناس مصطفیؐ اب نہ مری زباں زباں اب نہ مرا بیاں بیاں

حضرت قابل کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ذہن و شعور کی براقی کا ان کا صبا رفتار قلم ساتھ نہیں دے سکتا اور اشعار ان پر نازل ہوتے ہیں:

جہان علم و فن میں آج قابل ہے میری فکر تاباں اور میں ہوں

قیامت پیش وپس رکھدی محبت درمیاں رکھدی بنائے ظرف دل خلاّق عالم نے کہاں رکھدی

غفور ہو کے وہ ہم کو عذاب کیا دیگا خود اپنے جوش کرم کو جواب کیا دیگا

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند اشعار پیش خدمت ہیں ان سے خود اندازہ کیجئے کہ شاعر کے کلام کا کیا مقام ہے اور ان کی شخصیت و فن کا کیا مرتبہ مشک آنست کہ خودبوید نہ کہ عطا بگوید۔

انبساط آرزو کو تہہ نشیں رہنے دیا ہم نے دل کو جان کر اندوہگیں رہنے دیا

دل کو مرے کسی کی ادائے جمال نے وسعت وہ دی کہ عالم امکاں بنا دیا

کیف جمال حسن سے معمور ہو گئے گل یوں کھلے کہ دیدۂ مخمور ہو گئے

ہے ربط قلب ونظر ربط جسم وجاں کی طرح زمین عشق کا عالم ہے آسماں کی طرح

مرتے دم موت کا نظارہ کروں اتنی مہلت مجھے الٰہی دے

عاشق زلف بنگلہ کیوں قابل مجھ کو پیارا ہے یہ دیار بہت

جس دل میں سوز عشق نہ ہو مدعا نہ ہو بہتر ہے اس جہان میں پیدا ہوا نہ ہو

اٹھ گیا پیکر اخلاص و وفا دنیا سے لب احباب پہ ہو گی یہ صدا مرے بعد

یہ تری دنیائے خاروخس گلستاں ہم سے ہے حسن پنہاں ہم سے ہے عشق نمایاں ہم سے ہے

اٹھاؤ زلف شب گوں رخ سے ورنہ یہی کالی بلا منہ چوم لے گی

دنیا سے تہی دست اگر جاؤ گے لوگو وہ پرسش محشر ہے کہ مر جاؤگے لوگو

قابل حجاب دوست کے انداز کیا کہوں دیکھا ہے میں نے نظروں کا دل ڈوبتا ہوا

قابل ہے میری قوم کی تاریخ مختصر ساغر ملا تو ہاتھ سے تلوار گر گئی

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی

چند سطور عقیدت

میں ایک ایسی شخصیت کا ذکر کر رہا ہوں جو ایک غیر محدود و لا متناہی' بے کراں سمندر کی مانند ہے اور میں ایک ساحل پر کھڑا چشم حیرت سے اس کے تموج و تلاطم کو دیکھ رہا ہوں مجھے یقین ہے کہ جب میں ان کا ناتمام سا ذکر کر لوں گا تو یہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے میں نے چند لہریں گنی ہیں ـــــ حضرت قابل گلاؤ ٹھویؒ اب ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ لیکن ان کا نام' کلام اور کام اس قدر عہد آفریں ہے کہ ان کا اعتراف کئے بغیر ادب کی تاریخ نامکمل رہتی ہے۔ یہ احساس زیاں ہمیں اس وقت ہو رہا ہے جب ان کے لائق وفائق بھائی منصور عاقل نے اس آفتاب تجلی کی چند کرنوں کو یکجا کر کے' دبستان قابل' کے نام سے حضرت مرحوم کی تخلیقی کاوشوں کے چند اجزاء کو مرتب کیا ہے تاکہ وہ شائع ہوں اور ہم ان سے اپنے ذہن و قلب کو منور کریں۔

منصور عاقل نے ۳۳ صفحات پر مشتمل ایک ایسا دیباچہ بطور تعارف نامے کے تحریر کیا ہے جو بجائے خود اتنا بسیط و محیط اور جامع و مانع ہے کہ ہم اسے بلا مبالغہ ادب میں ایک وقیع اور قابل قدر دستاویز قرار دے سکتے ہیں۔ حضرت کی شخصی زندگی کے اہم گوشوں اور پہلوؤں کو سمیٹنے کے ساتھ ساتھ ان کے شعر و کلام پر ایسی عمدہ تنقید و تحقیق ہے اور اس قدر جامعیت کے ساتھ ہے کہ اس دیباچے کے بعد ایک لفظ مزید کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ منصور عاقل صاحب کے یہاں نقد و نظر میں اس قدر شان بالغ نظری ہے کہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ ہر تجزیہ ہر رائے اور ہر محاکمہ قطعی ہے اور نہایت علمی وادبی بصیرت وفراست کے ساتھ قلمبند ہوا ہے۔ اس دیباچے کی ہمہ جہتی اور ہمہ گیری پر منصور عاقل مبارک باد قبول فرمائیں کہ حضرت قابل کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے فکر و شعر کی اس سے بہتر تفہیم اور اس سے عمدہ ابلاغ ممکن نہیں ہے!

قارئین محترم! ذرا حضرت قابل کے جلال و جمال و کمال پر بقدر توفیق اور بحد فہم ایک نظر تو ڈالئے ان کی نثر و نظم بلحاظ تنوع موضوعات اس قدر کثیر الجہات ہے کہ اس کی تفہیم کے لیے کوئی تشبیہ کفایت نہیں کرتی۔ جیسے موسلادھار اور لگاتار بارش۔ جیسے بہار میں کثرت لالہ و گل۔ جیسے آسمان پر یکے بعد دیگرے طلوع ہونے والی تجلیات جیسے زمین کی سطح پر لہلہانے والے نہال و شجر۔ آپ یقین کیجئے کہ اگر آپ کو ان کی صحبت میسر آتی' یا جن خوش نصیبوں کو ان کی دید و وادید نصیب ہوئی وہ برملا کہیں گے کہ حضرت کے تخلیقی عمل کی یہی شان تھی۔ فکر اور اظہار کی مسلسل جلوہ ریزیاں اور پیہم ضیاباریاں! مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قدرت نے ان کے دماغ میں ایک ایسا کمپیوٹر نصب کر دیا تھا اور اس میں اتنے بے شمار علوم و معارف Feed کر دیے تھے کہ ان کے اظہار کی نہ کوئی حد تھی نہ شمار۔ نہ کوئی اختتام نہ انقطاع!

ہم اس سارے معاملے کو ایک خاص تہذیبی اور معاشرتی پس منظر میں دیکھتے ہیں۔

- ○ وہ ایک ایسے خانوادۂ والاتبار کے چشم و چراغ تھے جہاں مثبت اقدار پر مبنی ایک تہذیبی فضا تھی۔
- ○ ان کے آباؤ اجداد اپنے کردار و عمل کے اعتبار سے اپنے عہد کے تاریخ ساز افراد تھے۔
- ○ حضرت کو ایسے اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل ہوئی تھی جو "فیضان نظر" کے منصب پر فائز تھے اور جن کی ایک ایک جنبش نگاہ آدم گر تھی۔
- ○ حضرت کے شعر وادب کو اپنے فروغ و ارتقا میں ان کی مصاحبت و رفاقت میسر تھی جو اپنے وقت کے مشاہیر ادب تھے اور تاریخ ادب میں ان کے نام محفوظ ہیں۔
- ○ زندگی کے بے شمار نشیب و فراز سے بہ تقدیر الٰہی حضرت کو گزرنا پڑا اس متغیر و متلاطم صورت احوال نے حضرت کی تربیت فکر و نظر کی۔ مشاہدات کے وسیلے سے بصیرت کے خزانے عطا ہوئے۔ تجربات نو بہ نو سے تعمیر شخصیت کو محکم اساس ملی اور قصر سیرت کو وسعت و رفعت حاصل ہوئی۔
- ○ سیاحت کا خوب خوب موقعہ ملا اور "سیرو فی الارض" کے ارشاد ربانی کی تعمیل ہوئی۔

○ صحافت سے رابطہ رہا اور اس سلسلے میں گراں قدر اور وقیع کام ہوا۔
○ سیاسی تحریکات سے عملی وابستگی رہی۔ مسلم اکابر سے تعلق رہا بلکہ ذہنی رفاقت کی صورت رہی۔
○ ہجرت کا شرف حاصل ہوا' اور اس انقلاب کے اثرات و نتائج ذہن پر مرتسم ہوئے۔
○ قید و بند کے صبر آزما تجربات سے گزرے جنہوں نے تخلیقی عمل کو ایک نئی جہت بخشی۔
○ مختلف خدمات کے سلسلے میں عوام سے براہ راست ربط و ضبط رہا۔

کہاں تک لکھوں۔ اس پس منظر میں ابھرنے والی شخصیت غور کیجئے کیا ہو گی جبکہ قدرت نے اسے خلاّقانہ استعداد کی بیکراں نعمت سے بھی نوازا ہو۔ دیدۂ بینا دل دانا اور ذوق توانا بھی دیا ہو۔ حساس طبیعت بھی عطا کی ہو۔ پھر ایسا ملکہ بھی بخشا ہو کہ ہر وقت شعر کہنے کی استعداد فعال و متحرک ہو اور کثرت کے ساتھ ان انوار کا نزول مسلسل ہوتا ہو۔ بدیہہ گوئی اور پر گوئی لیکن اس انداز سے کہ کثرت تعداد و مقدار سے معیار متاثر نہ ہو اور ہر شعر لائق مطالعہ اور شایان استفادہ ہو۔

"دبستان قابل" دس ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ حضرت کی عمر کی آخری دہائی پر مشتمل دستیاب کلام ہے۔ پوری زندگی کے تخلیقی سرمایے کی کثرت کااندازہ صرف اس امر سے کیجئے کہ بحوالہ سقوط ڈھاکہ منصور عاقل کے بقول: "اسی ہنگامہ دار و گیر میں انہیں اپنے کم و بیش ستر مسودات نظم و نثر سے بھی محروم ہونا پڑا۔"

- حضرت نے مجھے واہ کینٹ سے ایک خط لکھا کہ میرے بہت سے مسودے اشاعت طلب ہیں اگر ملتان میں کوئی مطبع ہو تو اس سے معاملہ طے کیجئے۔ نثر و شعر کے درج شدہ مسودوں کی تعداد غالبا" ۳۰ تھی۔

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو نوشتے گم یا تلف ہوئے یا جو کہیں نہ کہیں غبار ِبے التفاتی میں مخفی ہیں وہ کتنا بیش قیمت بلکہ بے بہا خزانہ علم و دانش ہو گا۔ ایسی صورت میں دس ہزار اشعار پر مشتمل دبستان قابل کی وقعت و اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ آخر میں صد آفریں منصور عاقل

کو، کہ انہوں نے کئی سال کی صبر آزما محنت کی صورت میں بوسیدہ کٹے پھٹے اور فرسودہ کاغذ کے پرزوں پر خط شکستہ میں لکھے ہوئے اور گھسی پٹی پنسلوں سے تحریر اشعار کو جمع کیا اور نہایت سلیقے سے ترتیب دیا۔

. خدا منصور عاقل صاحب کو سلامت رکھے اور انہیں ایسے سازگار حالات میسر آئیں کہ وہ حضرت قابل کے باقی مسودوں کا سراغ لگا کر انہیں بھی اہل ذوق کے استفادے کے لئے طبع کرائیں۔

حضرت کے محاسن شاعری پر منصور عاقل نے ایسا عمدہ، جامع اور ہمہ جہت لکھا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے مزید کچھ لکھنا غیر ضروری ہے۔ انہوں نے حضرت کی خصوصیات، محامد کلام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جو عظیم الشان باتیں لکھی ہیں، ان میں سے ایک بات کا ذکر انہی کے الفاظ میں کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علامہ قابل گلاؤٹھوی کے بارے میں یعنی ان کی شخصیت اور خلاقیت کے بارے میں اس سے زیادہ مکمل بات ممکن ہی نہیں ہے!

"ان کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے جو بات سب سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے وہ ان کی "ذہنی آفاقیت" ہے جس کے تنوعات نے ان کے استعمال میں آنے والے الفاظ کے معانی کو تہ در تہ بنا دیا ہے اور یوں لگتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا ہر انداز ان کے تابع فرمان ہے۔"

فاضل دیباچہ نگار نے "ذہنی آفاقیت" کہہ کر ایک کلید ہمارے ہاتھ میں رکھ دی ہے جس سے ہم اس "گنجینہ معنی کے طلسم" کا در کھول سکتے ہیں!

حمد باری تعالےٰ

قابل حمد و نعت کہوں
کیا میں کیا میری اوقات

لبوں پہ ذکر مرے صبح و شام ہے تیرا — نظر میں دل کی بڑا احترام ہے تیرا
جو حرز جان حزیں ہے کلام ہے تیرا — جو انس و جاں کا ہے رہبر پیام ہے تیرا
ہمیں حیات عطا کی ہمیں شعور دیا — ہمارے حال پہ یہ لطف عام ہے تیرا
حیات بھی تری بخشش اجل بھی تیری عطا — نفس نفس مرے حق میں پیام ہے تیرا
بغیر اذن کوئی پتہ ہل نہیں سکتا — جہاں میں کتنا موثر نظام ہے تیرا

وہی ہے رحمت عالم وہی ہے لطف تمام
وہ جس نبیؐ پہ درود و سلام ہے تیرا

\- - - - - - - - - -

جس کو بھی تری ذات کا عرفان ہے آقا — وہ بندہ ترا دہر کا سلطان ہے آقا
ذرے بھی تجلی سے تری لعل و گہر ہیں — الماس ہے کوئی کوئی مرجان ہے آقا
وہ کس کی تجلی ہے وہ ہے کس کا تصور — دل جس کے سبب اتنا پریشان ہے آقا
اک مجھ کو ترا آئینہ جلووں نے بنایا — ہر شخص مجھے دیکھ کے حیران ہے آقا
یہ بات تری نرگس میگوں سے نہ پوچھوں — کیا ہوش میں آنے کا بھی امکان ہے آقا
ہے دل کے سفینہ کو فقط تیرا سہارا — موجیں ہیں بلا کی وہی طوفان ہے آقا
اب تیری خوشی ہے مجھے بخشے کہ نہ بخشے — لب پر تو گنہگار کے رحمان ہے آقا
چاہیں بھی تو ہم شکر ادا کر نہیں سکتے — ہر سانس پہ گویا ترا احسان ہے آقا

قائل حرم دل کو یہ بخشی گئی توفیق
ہر بندہ سمجھتا ہے کہ مہمان ہے آقا

\- - - - - - - - - -

ایک اک شے میں نظر آتا ہے جلوا تیرا / بڑھ کے ہے تیری تجلی سے بھی پردا تیرا
اختیارات دو عالم اسے سونپے تونے / خسرو کون و مکاں بن گیا بندا تیرا
ایک اک قطرہ سمندر ترے عرفان کا ہے / ایک اک ذرے کے دامن میں ہے صحرا تیرا
تیرے فرمان کے تابع مہ وخورشید و نجوم / ان میں ایک ایک سمجھتا ہے اشارا تیرا
پرتو رخ ترا اک صبح منور ہی نہیں / ظلمت شام میں بھی دیکھا اجالا تیرا
گیت گاتی ہیں ابابیل سر شام ترے / صبح مرغان چمن کرتے ہیں چرچا تیرا
گلشن ہستی میں شبنم کی ہیں نہریں جاری / جب سے ٹپکا ہے رخ گل سے پسینا تیرا
موت آئی تو کھلا ہم پہ فنا کا اعجاز / بند ہو آنکھ تو ہوتا ہے نظارا تیرا
دل مشتاق کی دولت ہے تجلی تیری / دیدۂ شوق کا سرمایہ تماشا تیرا
تھی خدوخال سے جس کے فقط آگاہ نظر / دل نے کھینچا ہے تصور میں وہ نقشا تیرا
ایک اک ذرۂ عالم ہے ترے زیر نگیں / ہفت افلاک پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
دل ساحل ہی میں پنہاں نہیں الفت تیری / موج طوفاں کی زباں پر بھی ہے کلما تیرا
ظلمت شام کی زلفوں میں تجلی ہے تری / صبح پرنور کے رخ میں ہے اجالا تیرا
اس کی رفتار سے ہے نظم دو عالم قائم / گردش شام و سحر بھی ہے اشارا تیرا
تیری تحریک نظر نے کیا سر گشتہ ء دید / دل پہ روشن ہے نگاہوں کا تقاضا تیرا
دل نے اندازہ کیا ہے قدوقامت کا ترے / کس نے دیکھا ہے نگاہوں سے سراپا تیرا
نہ کھنچی چشم طلب سے تری تصویر تو پھر / بس گیا آئینہ دل میں سراپا تیرا
میرے دیوان میں جو کچھ ہے ثنا ہے تیری / نظم تیری ہے غزل تیری قصیدا تیرا

اپنے قابل کو عطا کر نگہ لطف کے جام
مستحق بادۂ کوثر کا ہے پیاسا تیرا

قرار قلب و جاں ہے حمد باری　　مری روح و رواں ہے حمد باری
سرود دو جہاں ہے حمد باری　　محبت کا بیاں ہے حمد باری
سپاس دل کی آئینہ نما ہے　　تشکر کی زباں ہے حمد باری
مسافر کے لیے زاد سفر ہے　　متاع کارواں ہے حمد باری
زبان برگ گل پر ہے یہ نغمہ　　حدیث گلستاں ہے حمد باری
اسی سے کھلتے ہیں اسرار ہستی　　کہ شرح کن فکاں ہے حمد باری

سفینوں کو جو خضر رہ ہے قابل
وہ اک موج رواں ہے حمد باری

بے بہرہ تری ذات سے انسان ہے آقا　　ورنہ ترا ہر ذرہ کو عرفان ہے آقا
وحشت مری افسانہ الفت کا ہے عنواں　　دامان وفا میرا گریبان ہے آقا
مخلوق سے الفت ہے نہ خالق سے محبت　　انسان فقط نام کا انسان ہے آقا
ہاں دین محمدؐ ہی صراط ابدی ہے　　دستور دو عالم ترا فرمان ہے آقا
تحریف تو کیا لفظ بدلنا نہیں ممکن　　قرآن ترا پھر ترا قرآن ہے آقا
کی ہم کو عطا مقدرت زہد و عبادت　　یہ بھی تری رحمت ترا احسان ہے آقا
قائل ہیں ربوبیت معبود کے طائر　　ہونٹوں پہ پرندوں کے بھی سبحان ہے آقا
ہے ایک ترے ربط سے کونین کی ہستی　　عالم نہ ہو مربوط تو بے جان ہے آقا

یہ وحشت قابل کے گلستاں کا ہے اک خار
ہر ذرۂ صحرا جو پریشان ہے آقا

گرچہ انساں کے قریب رگ جاں ہے اللہ　　ہر نفس کو یہ تجسّس ہے کہاں ہے اللہ
ماورا نفع و ضرر سے ہے خدا کی ہستی　　برتر از وسوسہ سود و زیاں ہے اللہ
کبھی غنچوں کا تبسم کبھی پھولوں کی ہنسی　　اور کبھی بلبل نالاں کی فغاں ہے اللہ
وہی خلّاق جہاں ہے وہی ستار عیوب　　ابر رحمت بسر بادہ کشاں ہے اللہ
قید ہستی سے رہائی ہو تو اللہ بنوں　　اسی اک پردہ کے اندر تو نہاں ہے اللہ
نہ زمیں ہے نہ فلک ہے نہ ہے نارنہ نور　　برتر از سلسلہ قرن و زماں ہے اللہ
ہے وہی دل کا سفینہ وہی گرداب بلا　　کبھی ساحل ہے کبھی موج رواں ہے اللہ
اپنے اللہ کا عرفاں شہ علیؒ سے ہوا　　اس سے پہلے بھی خبر تھی کہ کہاں ہے اللہ

ہمکو قابل کے سخن سے یہی اندازہ ہوا
اس کی فکر و نظر و حرف و بیاں ہے اللہ

ہیں بلبل و گل یوں نغمہ سرا سبحان اللہ سبحان اللہ
ہے انجم و ماہ میں تیری ضیا سبحان اللہ سبحان اللہ

یہ قلب و نظر یہ دیدہ و دل سب ہیں تری الفت کے حامل
تو ہے تو نہیں میں نقش فنا سبحان اللہ سبحان اللہ

رحمت ہے تری گلشن گلشن ہیں تیری نظر میں باغ اور بن
ہے تیرا کرم دریا دریا سبحان اللہ سبحان اللہ

ذرہ میں تو صحرا میں تو قطرہ میں تو دریا میں تو
ہر چیز سے ہے تو جلوہ نما سبحان اللہ سبحان اللہ

مجبور خطا معمور وفا ہے کون وہی بندہ تیرا
قابل ہے تری قدرت پہ فدا سبحان اللہ سبحان اللہ

سر وہی سر ہے کہ جس سر میں ہو سودا تیرا
دل وہی دل ہے جو سوجاں سے ہو شیدا تیرا

جس طرح نور مہ و مہر ہے تجھ سے روشن
یوں ہی ممنون تجلی ہے اندھیرا تیرا

نکہت گل میں بھی در پردہ مہک ہے تیری
شبنم لالہ و گل بھی ہے پسینا تیرا

گردش چرخ رہی تیری مشیت کی اسیر
روز و شب کا ہے تغیر بھی کرشما تیرا

اسکی نظروں میں سما ہی نہیں سکتا کوئی
جسکی آنکھوں کی بصارت بنے جلوا تیرا

پھول ہیں گوش بر آواز چمن میں ایسے
جیسے بلبل کی زباں پر ہو قصیدا تیرا

اصل میں روز ازل سے تھی معمہ تری ذات
حل کیا زندگی و موت نے عقدا تیرا

شوق و ارماں دل مضطر میں ہیں طوفاں بکنار
ایک اک موج ہے اس بحر کی دھارا تیرا

دل کے آئینے میں صورت نظر آئی تیری
دیدۂ شوق نے وہ عکس اتارا تیرا

دیکھی تھی جس کی جھلک بزم ازل میں ہم نے
آج تک حرز نظر ہے وہی نقشا تیرا

چشم حق بیں سے جو محبوبؐ کو دیکھا تیرے
وہی صورت وہی جلوہ وہی نقشا تیرا

تو جو دم بھر کو اٹھا دے رخ پنہاں سے نقاب
منکر دیں کفر بھی پڑھنے لگے کلما تیرا

رنگ رخ میں بھی گلوں کے ہے بھری آگ تری
صوت بلبل میں بھی مستور ہے شعلا تیرا

آئینہ دیکھ کے ہو جاتا ہوں حیرت کا شکار
اپنی صورت میں نظر آتا ہے جلوا تیرا

کھینچ سکی گو نہ مصور سے بھی تیری تصویر
دل کے آئینہ میں دیکھا رخ زیبا تیرا

ہر نفس میں ترے قدموں کی سی آہٹ پائی
دل نے گھبرا کے اگر نام پکارا تیرا

کوئی بھی شے تری قربت سے نہیں ہے محروم
پھول تو پھول ہیں کانٹوں میں ہے جلوا تیرا

ہے تری خاک قدم دولت چشم مشتاق
جلوہ افروز نظر ہے یہی سرما تیرا

شام نے شوق سے سر پر رکھے گیسو ترے
لیا آنکھوں پہ سحر نے رخ زیبا تیرا

تیرے اسرار سے معمور ہیں چشم و دل و جاں
داستاں عشق کی میری ہے فسانا تیرا

انقلابات زمانہ ہیں ادائیں تیری
سحر و شام کی گردش ہے کرشما تیرا

رونق بزم ازل ہو کہ قیامت کی نمود　　یہ بھی دیدار ترا وہ بھی تماشا تیرا
جاری بلبل کے لبوں پر ہی نہیں گیت ترے　　گل کی خاموش زباں پر بھی ہے نغما تیرا
حسن تخیل بشر کا ہے کرشمہ ورنہ　　تیرا نظارہ ہی ثابت ہے نہ پردا تیرا

سرنگوں ہو کے جو لکھتا ہے تری حمد و ثنا
خامہ قابل کا ادا کرتا ہے سجدا تیرا

مونس و غم گسار ہے اللہ　　خلق کا کردگار ہے اللہ
گردش صبح و شام کی ہے روح　　حسن لیل و نہار ہے اللہ
کبھی گلشن میں رنگ و بوئے گل　　کبھی صوت ہزار ہے اللہ
کبھی خورشید سے بماہ و نجوم　　جلوۂ مستعار ہے اللہ
کبھی صورت طراز ہست و عدم　　کبھی سیرت نگار ہے اللہ
کبھی ہے حسن و نور کی خنکی　　کبھی الفت کی نار ہے اللہ
کبھی وحدت کی خلوتوں میں ایک　　کبھی کثرت شمار ہے اللہ
کبھی بے نقش و بے نشان ونمود　　کبھی دائم قرار ہے اللہ
کبھی قطروں کی گوہر آبی کو　　قلزم بے کنار ہے اللہ
کبھی ذرّوں کی آفتابی کو　　دشت و صحرا دیار ہے اللہ

الغرض ہست و بود کا قابل
آپ آئینہ دار ہے اللہ

عشق کی ہر فتاد میں تو ہے شریک حال تو　　زحمت ہر خوشی میں ہے رحمت صد ملال تو
جودت ہر خیال تو ندرت ہر کمال تو　　اوروں کا کیا جواب ہو اپنی نہیں مثال تو
عشق کے دل کا داغ تو حسن کے رخ کا حال تو　　قلب و نظر کے درمیاں نقطہ ء اتصال تو
زحمت ہر قصور میں زحمت انفعال تو　　عشق سبک خرام کی لغزش پائمال تو
اپنے جواب حسن کا مجھ سے نہ کر سوال تو　　اپنی نظر کی سمت دیکھ میرا نہ کر خیال تو
تو شب گیسوئے فراق صبح رخ وصال تو　　حسن کی تیغ بے نیام عشق کے حق میں ڈھال تو
غنچہ نو بہار تو بلبل خوش مقال تو　　قلب شہود ذات میں غیر کا ہے خیال تو
عالم ہست و بود میں سینہ ء حال و قال تو　　سوزش برق و باد تو گردش ماہ و سال تو
تو ہے شعور بے خودی تو ہے سرور آگہی　　عشق جنوں شکار کا ترکش اعتدال تو
ہے تری وحدت وجود ضامن شوکت نمود　　دائرہ کمال میں ہستی ء لازوال تو
قرب رگ گلو سے ہے حشر فروز جان و دل　　پختگی فراق تو سوختگی وصال تو
تجھ سے بنائے ہر نمود تجھ سے شکست ہر وجود　　آئینہ ء حیات میں ضرب اجل کا بال تو
داغ دوئی سے پاک ہے دامن نقش بحر و بر　　اپنے فروغ ذات میں کتنا ہے بے مثال تو

ہے وہی شمع شش جہات حسن فزائے کائنات
جس کی لگن میں ہے مگن قابل خستہ حال تو

روز و شب حسن ہے یوں آئینہ آرا تیرا　　مہرومہ دیکھتے رہتے ہیں تماشا تیرا
جس نے نظروں کو دیا سوز وفا روز ازل　　آج تک دل میں دھڑکتا ہے وہ شعلہ تیرا
حیرت جلوہ نے یہ حال کیا ہے دل کا　　جاگتی آنکھوں نظر آتا ہے سپنا تیرا

کبریائی کا تری نقش ہے عالم پہ محیط   زیب دیتا ہے زباں کو تری دعویٰ تیرا
مجھکو گنجینۂ اسرار بنایا تو نے   ایک اک راز ہوا مجھ سے ہویدا تیرا
جس قدر بھی کھلے اسرار ازل دنیا میں   اور پیچیدہ نظر آیا معما تیرا
آنکھوں کو تاب نظارہ ہے نہ دل کو عرفاں   اتنے پردے پہ بھی جلوہ نہیں عنقا تیرا
دل تک آتا ہے تو بن جاتا ہے اک شعلہء عشق   ایک اک سر میں سمایا ہوا سودا تیرا
خاک درنے تری بخشا ہے طلب کو اعزاز   کہ مری آنکھوں کا ہے نور یہ سرما تیرا
تو ہی خود پردہ الٹ دے تو نظر آئے ہمیں   ہم سے حل ہو نہ سکے گا یہ معما تیرا
ظلمت آب بقا ہے تری تاریکی بھی   دونوں عالم کی ہے تنویر اجالا تیرا
جس سے کافور ہوئی دونوں جہاں کی ظلمت   روشنی ہے مہ و انجم کی وہ صدقا ترا
میرے انفاس نے منزل کا دیا مجھکو پتہ   بام ہستی پہ ملا ہے مجھے زینا تیرا
تیرے جلوؤں کی ہے آئینہ شبیہ آدم   اس کی صورت میں نظر آتا ہے نقشا تیرا
گو تری ذات ہے تخلیق دو عالم کی کتاب   پھر بھی انسان کی ہستی ہے ضمیما تیرا
کیف دیدار تجلی کا یہ دیکھا اعجاز   سرمہ اہل نظر بن گیا جلوا تیرا
عالم فانی کا ہر لحظہ ہے تیرا مملوک   سال تیرے ہیں مہینے ترے لمحا تیرا
دور خورشید و قمر نے وہ بصارت بخشی   دیکھا آئینہ ایام میں جلوا تیرا
ہمکو دیدار کی توفیق بھی تو نے بخشی   ورنہ کیا کرتے ان آنکھوں سے نظارا تیرا
تجھ کو اول سے رہا احسن تقویم سے عشق   مظہر ذات بنا خاک کا پتلا تیرا

اب کسی شے کی بھی گنجائش نظارہ نہیں
چشم قابل میں سمایا ہے وہ جلوا تیرا

لوحِ دل پر یہ مری نام ہے کس کا تیرا
لب ہر گل پہ یہ پیغام ہے کس کا تیرا

دور میں شام و سحر جام ہے کس کا تیرا
آئینہ گردش ایّام ہے کس کا تیرا

ابتدا سے ہے مکمل ترا ہر نقش نمود
سر آغاز ہی اتمام ہے کس کا تیرا

لحظہ لحظہ میرے ہر سانس میں ہے کس کی مہک
دم بدم لب پہ مرے نام ہے کس کا تیرا

ہے قلم خط کش وحدت تیری یکتائی کا
لوح پر نقش اک ارقام ہے کس کا تیرا

نظر و دیدہ و دل کس کی ہیں خلوت تیری
خانہ بے حدّ درو بام ہے کس کا تیرا

آنکھ الطاف سے معمور ہے کس کی تیری
مے شفقت سے بھرا جام ہے کس کا تیرا

ہیں فنا اور بقا دو تری تصویر کے رخ
موت و ہستی بھی اک انعام ہے کس کا تیرا

نغمہ بلبل کا ہو یا غنچہ و گل کی نکہت
لب پہ ہر ایک کے پیغام ہے کس کا تیرا

شور ناقوس برہمن ہو کہ زاہد کی اذاں
ذکر ہر جا سحر و شام ہے کس کا تیرا

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں خدا نے شرف بخشا باریابی کا
کہ جبرئیل جہاں تیرا ہم رکاب نہیں

یہ توفیق فروان محمدؐ خدا ہے حد امکان محمدؐ
غم دوراں ہے خائف دل کی لو سے کہ ہے شمع شبستان محمدؐ
اٹھایا اس لیے سایہ کہ ہو جائیں محمدؐ خود نگہبان محمدؐ
کلام اللہ نے شرح سخن کی خدا کا حکم فرمان محمدؐ
یہ عزت دی فرشتے کو خدا نے کہ ہے جبریل دربان محمدؐ
زہے طیبہ کہ تیرے دشت و در کا ہے کانٹا بھی گلستان محمدؐ
تجلی فلک حسن سمٰوات یہ سب کیا ہیں فقط شان محمدؐ

دوعالم پر ہے جن کی حکمرانی
وہ ہیں قابل غلامان محمد

دل اپنے سر ہے تاج عبادت لیے ہوئے سرکار دو جہاںؐ کی محبت لیے ہوئے
سرگشتہ طلب شب معراج کا ہے چاند ہے دربدر جو کاسہ حسرت لیے ہوئے
راہ شہ مدینہؐ میں دل خاک ہو کے دیکھ یہ بستیاں ہیں عرش کی عظمت لیے ہوئے
حیران ہوں کہ دیکھوں دل و دیدہ کس طرح ہر آئینہ ہے آپ کی صورت لئے ہوئے
یہ وحدت جمال کی کثرت شعاریاں ہر شے حضورؐ کی ہے شباہت لیے ہوئے
یہ ربط کہکشاں ہے فقط مہرومہ کے ساتھ دامن میں ہیں یہ گرد مسافت لیے ہوئے

عالم پناہ قابل حیرت نگاہ ہے
جب سے ہے انکا داغ محبت لئے ہوئے

ذرہ ذرہ میں جلوہ گر ہیں آپؐ — یعنی آئینہ نظر ہیں آپؐ
آپؐ سے میری فکر کی ہے جلا — میری تابانی نظر ہیں آپؐ
لطف فرما و مہربان و کریم — اپنے بندوں پہ کس قدر ہیں آپؐ
ہر سوال دل و نظر کا جواب — ہر دعا کا مری اثر ہیں آپؐ
آئینہ ہیں جمال خالق کا — پھر بھی خلقت میں اک بشر ہیں آپؐ
قلب وجاں کے خیال کے محور — مرکز دیدہ و نظر ہیں آپؐ

جس سے قابل نے پائی منزل حسن
ایسی اک شمع رہ گزر ہیں آپؐ

نقش ترا مکاں مکاں حسن ترا زماں زماں — ساز ترا حرم حرم نغمہ ترا اذاں اذاں
تیریؐ ادا کرم کرم میرا عمل فغاں فغاں — جلوہ ترا نظر نظر ذکر ترا زباں زباں
وصل ترا نفس نفس شوق ترا کشاں کشاں — تیرا قدم فلک فلک راہ تریؐ جناں جناں
ہے ترا لامکاں مکاں سکہ ترا جہاں جہاں — تیرا گماں یقیں یقیں میرا یقیں گماں گماں
ماہ و نجوم گرد راہ عرش و سما قیام گاہ — تیرا سفر کدھر کدھر تیرا گزر کہاں کہاں
صورت لطف کبریا ہے ترا فیض بھی محیط — ہیں تریؐ رحمتیں، وہیں زندگی ہے جہاں جہاں
مرہم زخم دل بنی جنبش ابرو و نظر — اب کوئی تیغ تیغ ہے اب نہ کوئی سناں سناں

قابل اب اپنا دل ہوا حرف شناس مصطفےٰؐ
اب نہ مری زباں زباں اب نہ مرا بیاں بیاں

کیا ثبت چشم و لب ترےؐ نقش قدم نہ تھے　　کب پائے ناز چومنے والوں میں ہم نہ تھے
کس روز ہم غلاموں پہ انکے کرم نہ تھے　　کس لمحہ انکے سایہ رحمت میں ہم نہ تھے
انداز خاک چرخ کی عظمت سے کم نہ تھے　　تھے مہرومہ زمیں پہ نبیؐ کے قدم نہ تھے
کب حمد کردگار نہ تھی مدح مصطفےؐ　　کب لوح حق پہ حرف محمدؐ رقم نہ تھے
حب نبیؐ نے وسعت دارین بخش دی　　ورنہ نصاب عشق میں ہست و عدم نہ تھے
مرغوب حق تھے یوں تو سبھی انبیاء مگر　　محبوب حقؐ کی طرح خدا کی قسم نہ تھے
ان کی نظر میں دل کا چمن تھا ہرا بھرا　　عشق نبیؐ کے داغ بھی پھولوں سے کم نہ تھے
لولاک کا جو سہرا تھا زیب سر حضورؐ　　جلوے بھی انکی حق کی تجلی سے کم نہ تھے

قابل یہ عقدہ توبہ آدم سے حل ہوا
کب وصف انکے لوح و قلم پر رقم نہ تھے

میری نگاہ شوق میں صورت رسولؐ کی　　حمد خدا سے کم نہیں مدحت رسولؐ کی
ہو اور کیا دلیل صداقت رسولؐ کی　　قرآن کر رہا ہے وکالت رسولؐ کی
صید نگاہ ناز جو دل ہے رسولؐ کا　　لازم ہے آنکھ پر بھی اطاعت رسولؐ کی
آئینہ خیال میں ہے آپؐ کی شبیہ　　لو دے رہی ہے شمع محبت رسولؐ کی
احسان دو جہاں پہ ہے لطف رسولؐ کا　　ہے ایک ایک ذرہ پہ رحمت رسولؐ کی
یہ افتخار بھی مری قسمت میں تھا لکھا　　ہو جان ودل سے مجھ کو محبت رسولؐ کی
وحدت نے حق کی شکل منور بھی دیکھ لی　　سرمایہ نظر ہوئی صورت رسولؐ کی
دست رسولؐ حق ہے کف ناز کردگار　　اللہ کی عطا ہے سخاوت رسولؐ کی

قابل ہے میری مشق تصور بھی بندگی
ہر لحظہ ہو رہی ہے زیارت رسولؐ کی

دو عالم ہیں اک نقش پائے محمدؐ   مہ و مہر میں ہے ضیائے محمدؐ
میں ہوں بلبل خوش نوائے محمدؐ   ہے ہر سانس نغمہ سرائے محمدؐ
نظر دیکھے انوار پنہاں ازل کے   ہو سرمہ اگر خاک پائے محمدؐ
تو غفار ہے بخش دے میری امت   خدا سے تھی یہ التجائے محمدؐ
ہے معراج کی شب کا شاہد فلک تک   کہ ہے کہکشاں گرد پائے محمدؐ
رکے سدرہ پر جبرئیل امیں بھی   کہ آگے تھی خلوت سرائے محمدؐ

حدیث محمدؐ کا نغمہ سرا ہے
وہی قابل ہے نوائے محمدؐ

اوج آدم کا نشاں ہیں رحمت اللعالمینؐ   قافلہ سالار جاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
حسن کا دریائے ناپیدا کنار آرزو   عشق کا بحر رواں ہیں رحمت اللعالمینؐ
ایک اک لب کی ہے زینت نام پاک مصطفےؐ   بلبل و گل کا بیاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
آپؐ کی ذات مبارک حسن کا سرنہاں   عشق کا سوز نہاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
آپؐ کا اعجاز نظارہ یقین چشم و دل   جلوہ حق بے گماں ہیں رحمت اللعالمینؐ
صاحب عین الیقین و عارف حق الیقیں   دور از وہم و گماں ہیں رحمت اللعالمینؐ
جن سے چشم دل فروزاں جن سے تاباں چشم شوق   وہ جمال دلستاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
خالق اکبر کی صناعی کا ہیں شہکار آپؐ   دلربائے قدسیاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
آپؐ کو اللہ نے فرمایا ختم المرسلینؐ   دین کامل کا نشاں ہیں رحمت اللعٰلمینؐ
شافع محشر بھی آپؐ اور قاسم کوثر بھی آپؐ   درد مند عاصیاں ہیں رحمت اللعالمینؐ

دوستوں سے بھی تلطف دشمنوں پر بھی کرم مونس ہر قلب و جاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
انکے خادم ہیں ملائک جن و انس انکے غلام بادشاہ دو جہاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
زینت لوح و قلم ہیں جلوہ آرائے بہشت رونق بزم جہاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
مالک کونین کی شان توکل دیکھیئے بے مکان و لامکاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
قافلہ ہے امت عاصی کا منزل آشنا جب امیر کارواں ہیں رحمت اللعالمینؐ
دل دھڑکتا ہے تو جان زار پاتی ہے سکوں شاید انکے درمیاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
سرمدی نغمات سنتے ہیں وہ گوش شوق سے دیدہ و دل کی زباں ہیں رحمت اللعلمینؐ
آپؐ منظور نظر ہیں آپؐ ہیں محبوب دل آپؐ ہی مطلوب جاں ہیں رحمت اللعالمینؐ
آپؐ ہی کے عرش و کرسی آپؐ کے لوح و قلم آپؐ کے خلد و جناں ہیں رحمت اللعالمینؐ

مجھکو اب خوف قیامت ہے نہ فکر عاقبت
مجھ پہ قابل مہرباں ہیں رحمت اللعالمینؐ

دونوں عالم کے دل ربا ہیں آپؐ یعنی محبوب کبریاؐ ہیں آپؐ
کس طرح کوئی سمجھے کیا ہیں آپؐ حسن و الفت کی انتہا ہیں آپؐ
آپؐ ہیں خضر راہ ہست و عدم دونوں عالم کے پیشوا ہیں آپؐ
ہیں بشارت جناب عیسیٰ کی اور براہیم کی دعا ہیں آپؐ
بیت الاقدس میں انبیاء کے امام شب معراج آشنا ہیں آپؐ

کیوں ہو قابل کو فکر موت و حشر
اسکے جب درد آشنا ہیں آپؐ

تسکین چشم شوق کا ساماں حضورؐ ہیں   جلوؤں کا اک شگفتہ گلستاں حضورؐ ہیں

حد عروج آخر انساں حضورؐ ہیں   وہ بے مثال صنعت یزداں حضورؐ ہیں

حسرت نظر کی قلب کا ارماں حضورؐ ہیں   حسن و وفا کا عالم امکاں حضورؐ ہیں

امت کے بخشوانے کو گریاں حضورؐ ہیں   ہے بے قرار حق جو پریشاں حضورؐ ہیں

آئینہ دار رحمت یزداں حضورؐ ہیں   دنیا میں صد بہشت بداماں حضورؐ ہیں

حسن و وفا کا ہر سروساماں حضورؐ ہیں   جلوہ حضورؐ دیدہ حیراں حضورؐ ہیں

معراج کی شب آیت یزداں حضورؐ ہیں
حق کی حریم عرش کے مہماں حضورؐ ہیں

حق کی نظروں میں تھی عظمت مصطفیٰؐ   بخشی آدم کو یوں صورت مصطفیٰؐ

میرا ارمان دل حسرت مصطفیٰؐ   میرا ایمان جاں الفت مصطفیٰؐ

حسن ہر دو جہاں قسمت مصطفیٰؐ   کلمہ حق رخ رفعت مصطفیٰؐ

میرا ایک اک نفس قربت مصطفیٰؐ   میری ایک اک نظر جلوت مصطفیٰؐ

ماہ و انجم کی جھپکے پلک کس طرح   ان کی نظروں میں ہے صورت مصطفیٰؐ

تھی سموات میں اتنی قدرت کہاں   عرش اعظم بنا خلوت مصطفیٰؐ

رحمت حق کی اسکو ضمانت ملی   کتنی خوش بخت ہے امت مصطفیٰؐ

صنعت حق کا ہے شاہکار ازل   صورت مصطفےٰؐ سیرت مصطفیٰؐ

غنچہ غنچہ ہے حضرتؐ کا رنگ آشنا   ایک اک گل میں ہے نکہت مصطفیٰؐ

کیوں نہ بنتے وہ آخر امام الرسلؐ   حق کے محبوب تھے حضرت مصطفےٰؐ

ہیں محب اور محبوب یک جان و دل   کلمہ حق میں ہے شرکت مصطفےٰؐ

دل کا سرمایہ ہے الفت شاہ دیںؐ   چشم کا آسرا حسرت مصطفےٰؐ

اپنی قسمت پہ نازاں ہے قابل کا دل
اس کی تقدیر ہے خدمت مصطفےٰؐ

یہ ہے بس شرحِ توقیر محمدؐ　　شبیہ حق ہے تصویر محمدؐ
یہ ہے اندازِ تسخیر محمدؐ　　ہے حسن خُلق شمشیر محمدؐ
نگاہوں میں ہے تنویر محمدؐ　　ہے نقش دل جو تصویر محمدؐ
خدا اس بات کا ہے آپ شاہد　　کلام حق ہے تقریر محمدؐ
فلک پر کہکشاں سنبل زمیں پر　　ہیں دو زلف گرہ گیر محمدؐ
شعاع مہر یا تابانی ماہ　　ہیں دونوں عکس تحریر محمدؐ
محمدؐ کی زباں میری زباں ہے　　خدا نے کی یہ تفسیر محمدؐ
شب فرقت خیال کہکشاں بھی　　ہے عکس زلف شب گیر محمدؐ

مدینے تک اسے پہنچائے کوئی
ہے قابل کب سے دلگیر محمدؐ

اللہ کا کلام ہے قال رسول پاکؐ　　اور حسن لم یزل ہے جمال رسول پاکؐ
اے کاش آج ملت دیں کا ہو وہ شعار　　گزرے ہیں جس طرح مہ وسال رسول پاکؐ
کفار کو مشاہدہ یہ بدر میں ہوا　　اللہ کا تھا قہر جلال رسول پاکؐ
جب جبرئیل تک ہوئے خلوت سرا سے دور　　حق سے ہوئے جواب و سوال رسول پاکؐ
وہ شاہ مشرقینؐ و شہ مغربینؐ ہیں　　ہیں شش جہت جنوب وشمال رسول پاکؐ
دراصل ان کا مرتبہ اس سے بھی ہے سوا　　معراج کب ہے حد کمال رسول پاکؐ

قابل مرا کلام ہے ایمان چشم و دل
میں ہوں غلام صدق مقال رسول پاکؐ

ہے گلشن ہستی کا جو رخ سوئے محمدؐ　　کیوں آئے نہ ہر پھول سے خوشبوئے محمدؐ
معراج کی شب نقش قدم بن گئے انجم　　سمٹی تو بنی کاہکشاں کوئے محمدؐ
مخلوق پہ رحمت کی گھٹا شان سے برسی　　اللہ نے کی جب بھی نظر سوئے محمدؐ
ہاں ہاں انہیں اشکوں میں توبہ جائیں گے عصیاں　　اب آنکھوں سے رہنے دو رواں جوئے محمدؐ
معراج کے انداز سفر سے ہوا روشن　　ہے ہفت سموات بہ قابوئے محمدؐ
جیسے ہو شعاع مہ و خورشید نظر میں　　آنکھوں میں ہے یوں تابش ہر موئے محمدؐ

اعدا کی نگاہوں میں بھی صادق تھے امیں تھے
یہ سیرت احمدؐ ہے تو یہ خوئے محمدؐ

حسرت میں شہ دیںؐ کی جو سرشار ہیں آنکھیں　　ہے ہجر کی شب اور پرانوار ہیں آنکھیں
دامان شب ہجر میں موتی سے ٹکے ہیں　　یہ کس کے تصور میں گہر بار ہیں آنکھیں
وارفتگی چشم طلب سے ہیں وہ محجوب　　کیا آنکھ اٹھاؤں کہ گنہگار ہیں آنکھیں
وہ خلد نظر ہیں کوئی مانے کہ نہ مانے　　یوں خواب کے عالم میں جو بیدار ہیں آنکھیں
دیدار شہ دیںؐ کا ہے بخشیدہ یہ اعزاز　　خود اپنی نگاہوں کی خریدار ہیں آنکھیں
رگ رگ میں مکیں ہیں مرے سانسوں کے امیں ہیں　　دل کیا کہ مری جاں کی طلبگار ہیں آنکھیں
کس نرگس شہلا کا ہیں آئینہ حیرت　　کس پھول کو دیکھا ہے کہ گلنار ہیں آنکھیں
سرگشتہ ارماں ہیں کبھی کشتہ حرماں　　ہیں پھول کبھی اور کبھی خار ہیں آنکھیں
کیوں پہلو میں رکھا انہیں نظروں سے چھپا کر　　اب دل سے مرے برسر پیکار ہیں آنکھیں
یوں جذب تصور سے ہیں یہ جلوہ در آغوش　　گردن پہ شب ہجر کی تلوار ہیں آنکھیں
یوں لیتی ہیں ان کے رخ انور کی بلائیں　　میخانہ الفت کی قدح خوار ہیں آنکھیں

جس در کا مجاور دل فردوس طلب ہے　　اس کعبہ ایماں ہی کی زوّار ہیں آنکھیں

اک زخم وفا بن کے مرے دل میں کھلا ہے
جس گل کے لیے نرگس بیمار ہیں آنکھیں

تصور سے ہے روشن شاہ دیںؐ کے شام تنہائی　　خیالوں میں مرے لی چاند سی صورت نے انگڑائی
کھنچی چشم طلب میں یوں شہ بطحیٰؐ کی رعنائی　　نظر آنکھوں سے استقبال کو باہر نکل آئی
میں سمجھو نگا حیات جاوداں مجھ کو ہوئی حاصل　　یہ ہستی آپؐ کی راہ محبت میں جو کام آئی
لیے خاک مدینہ سر پہ پہنچے انکے دیوانے　　صف محشر ہوئی بر ہم قیامت ان سے گھبرائی

ہوئے خود پیش داور ملتفت مجھ پر شہ بطحیٰؐ
بروز حشر قابل نعت گوئی میرے کام آئی

بحر غم و الم کا کنارا حضورؐ ہیں　　قلب و نگاہ و جاں کا سہارا حضورؐ ہیں
لب پر ہے مہر و ماہ وکواکب کے یہ حدیث　　قرآن ہیں قرآن کا پارا حضورؐ ہیں
ایک ایک فرد امت عصیاں شعار کا　　دونوں جہاں سے ہے جنھیں پیارا حضورؐ ہیں
ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والے حضورؐ تھے　　بگڑے جہاں کو جس نے سنوارا حضورؐ ہیں
آنکھیں ہیں کس کی دیکھ سکے جو خدا کا حسن　　جس نے کیا ہے حق کا نظارا حضورؐ ہیں
جو روح حسن و عشق ہے جو جان ہست و موت　　اس قلزم حیات کا دھارا حضورؐ ہیں

قابل غنی ہوں دولت ہر دو جہاں سے میں
سرمایہ مری زیست کا سارا حضورؐ ہیں

ہے سراپا سینہ قدرت کا جو دل ایک ہے　　ساری مخلوقات میں ہستی کاملؐ ایک ہے
بند غم طوق وفا قید سلاسل ایک ہے　　مرحلے کتنے محبت کے ہیں منزل ایک ہے
خالق اکبر بھی شیدا خلق بھی ان کی اسیر　　شاہؐ کی زلفوں کا انداز سلاسل ایک ہے
قاب قوسین اسکے ابرو ہیں تو رخ شمس الضحیٰ　　دست فطرت کا کشیدہ نقش کامل ایک ہے
آپؐ ممدوح خدا ہیں آپؐ مداح خدا　　آپکی مدح اور حمد رب کامل ایک ہے
یوں تو ہر دل میں ہے عکس عارض فطرت مگر　　آئینہ جو ہے رخ فطرت کے قابل ایک ہے
جس نے دیکھا روئے احمدؐ میں احد کو جلوہ گر　　اسکی نظروں میں سواد راہ و منزل ایک ہے
جذب الفت ہوتودوری میں بھی ہے قرب حضورؐ　　وصل و فرقت گرچہ دو دریا ہیں ساحل ایک ہے
آپ ہیں جن کے سبب انساں ہے مسجود ملک　　دونوں عالم میں غم الفت کا حاصل ایک ہے
چشم و دل قلب و جگر سب کا سہارا آپؐ ہیں　　مختلف دریا محبت کے ہیں ساحل ایک ہے
اہل دل اہل نظر اہل شریعت اہل حق　　کارواں کتنے ہیں لیکن انکی منزل ایک ہے

راز دان حسن **عجمی** مست صہبائے ولا
آپؐ کے دیوانوں میں ہشیار قابل ایک ہے

احسان کیا یہ رحمت حق کا نشاں نہ تھا　　ظاہر اسے کیا جو کسی پر عیاں نہ تھا
"قل انما انا بشر مثلکم" کیا　　صدقے اس امتحان کے جو امتحاں نہ تھا
تو گامزن ہوا وہاں نعلین پا کے ساتھ　　پرواز جبرئیل کا امکاں جہاں نہ تھا
خود ذات پاک حق تھی ترے ناز اٹھانے کو　　عرش بریں پہ تجھ سا کوئی دلستاں نہ تھا
تھا جادۂ حیات نبیؐ پیچ و خم سے پاک　　دین محمدی روش این و آں نہ تھا

انگشت کے اشارے پہ رقصاں تھے مہر و ماہ
بڑھ کر حضورؐ سے کوئی صاحب قراں نہ تھا

احمدؐ جو چشم حق میں محمدؐ نما ہوا		دم بھر نہ حسن ذات احد سے جدا ہوا
اک مشت خاک بن کے جمال خدا ہوا		وہ جس کے واسطے در افلاک وا ہوا
اول سے تھا یہ لوح جبیں پر لکھا ہوا		انسان ایک پیکر نور خدا ہوا
بھٹکے ہوؤں کا راہبر و رہنما ہوا		وہ جس کا رشک شمس و قمر نقش پا ہوا
والشمس اس کے رخ کی تجلی کی ہے نمود		واللیل جس کا گیسوئے مشکیں ادا ہوا
جو وجہ آفرینش ہستی ازل سے ہے		خالق کی چشم شوق کو اک آئینہ ہوا
خالق کا دل ربا ہے تو مخلوق کاحبیب		وہ جس کا نام واصل نام خدا ہوا
درد فراق بن کے وہ پہلو نشیں تو ہیں		اے قلب مضطرب تری آنکھوں کو کیا ہوا

قابل دل ونگاہ کی حیرت ہے بے محل
انکا گناہگار اگر پار سا ہوا

رخ آرائے صل علیٰ بن کے آئے		محمدؐ حبیب خدا بن کے آئے
اسیروں کے مشکل کشا بن کے آئے		یتیموں کے حاجت روا بن کے آئے
مریضوں کے حق میں شفا بن کے آئے		دل مضطرب کو دعا بن کے آئے
شب غم میں بدرالدجیٰ بن کے آئے		نگاہوں میں شمس الضحیٰ بن کے آئے
جبین دل و جاں کے سجدوں کی خاطر		نظر میں شبیہ خدا بن کے آئے
احد کے ہوئے پردہ دار تجلی		محمدؐ جو احمد نما بن کے آئے
نظر جم گئی رحمت عالمینؐ پر		لب حق کی دل کش نوا بن کے آئے
فرشتوں کے مسجود خالق کے دلبر		خلوص و وفا کی ادا بن کے آئے

یتیم اور بے آسراؤں کی خاطر یتیم اور بے آسرا بن کے آئے
بنی خاک ان کی تجلی سے نوری بشر کا رخ ارتقا بن کے آئے

انہیں حق نے قابل کہا رحمت حق
زمانے میں جو مصطفیٰؐ بن کے آئے

قلب و نظر پہ روئے حقیقت عیاں نہ تھا قبل حضورؐ حرف وفا داستاں نہ تھا
یکتائی حبیبؐ تھی اللہ کو پسند تھا جبرئیل ساتھ مگر ہم عناں نہ تھا
مدنظر حفاظت محبوبؐ حق کو تھی اللہ پاسبان تھا جب پاسباں نہ تھا
کرسی و عرش خلد بریں چرخ و خاک پر واللہ تیرے حسن کا چرچا کہاں نہ تھا
معراج شاہؐ نے ہمیں رستہ دکھا دیا حسن مہ و نجوم کسی پر عیاں نہ تھا
اسرار آفرینش ہستی ہوئے عیاں قبل حضورؐ حق کا کوئی رازداں نہ تھا

دل بے گناہ آنکھ بغیر زباں رہی
قابل تجلیوں کا کوئی ترجماں نہ تھا

جہاں میں جس گھڑی وہ دلبر پروردگارؐ آیا
نگاہیں رقص میں آئیں دل و جاں کو قرار آیا

وہ آئے رحمت اللعالمینؐ دل کو قرار آیا
دل دیوانہ ایک اک در پہ جا جا کر پکار آیا

یہ حسرت ہے کہ ہستی آپکا نقش قدم ٹھہرے
رہ طیبہ میں میرا دل جو بن بن کر غبار آیا

وہؐ جب رخصت ہوئے رخصت ہوئی جاں حزیں تن سے
وہؐ جب آئے تو دل کی بیقراری کو قرار آیا

انا الحق کیا کہوں میری نظر میں حق کا پیکر ہے
کسی کا نام حق کے ساتھ لب پر یار بار آیا

نہ آیا تھا ابھی لب تک مرے جام مئے کوثر
نگاہ ناز کے صدقے سرور آیا خمار آیا

دل قابل کہ تھا کل تک رخ والشمس کا مفتوں
کمند گیسوئے واللیل کا بن کر شکار آیا

آپؐ کی ذات اکمل نمونہ بنی رہرو عالم خشک و ترکے لیے
آپؐ کو حق نے پیغمبری کی عطا روز اول ہی سے بحروبر کے لیے

آپؐ کی ذات اقدس بنی آئینہ چشم پر شوق آئینہ گر کے لیے
آپؐ کے رخ کا پروانہ بن کر رہی وہ تجلی نہ تھی جو نظر کے لیے

آپؐ نے حق و باطل کی تعیین کی آپؐ نے قلب مضطر کی تسکین کی
ایک آئین نادر مرتب کیا آپؐ نے صرف تیغ و سپر کے لیے

منزل زندگی ہے عدم سے ادھر کیوں نہیں اس حقیقت پہ اپنی نظر
ہم ہیں دنیائے دوں میں اقامت گزیں صرف تجمیع زاد سفر کے لئے

زندگی کامراں ہے اجل کارگر فکر ہستی نہ کچھ ہم کو محشر کا ڈر
اپنے جان و جگر چشم و قلب و نظر ہیں جو سوغات خیرالبشرؐ کے لئے

آپؐ سلطان اعظم خدا کے وزیر آپؐ حق کی نظر میں سراج منیر
آپؐ مظلوم و بیکس کے ہیں دستگیر آپؐ نور ہدایت بشر کے لئے

آپؐ مداح حق آپؐ ممدوح رب آپ کا خود ہے خالق کو پاس ادب
آپؐ احمدؐ ہیں قرب احد کے امیں اور محمدؐ کمال بشر کے لئے

قابل انکی ثنا بھی ہے حمد خدا حق نے بخشا ہے انکو عجب مرتبہ
جس کا مداح سو جاں سے ہو کبریا ایسا ممدوح ہو مدح گر کے لئے

وہی دل کے مکیں ٹھہرے انہیں کا لب پہ نام آیا
وہؐ جن کی بزم رحمت سے نہ کوئی تشنہ کام آیا

تمنا ہے کہ خار راہ یثرب جاں گسل نکلیں
دل آوارہ کام آئے تو میں سمجھونگا کام آیا

تریؐ تصدیق سے پورا ہوا کلمہ شہادت کا
خدا کے نام ہی کے ساتھ لب پر تیراؐ نام آیا

ہے موج بادہ بوئے گل تو گل اک ساغر رنگیں
نئے ڈھب کی شراب آئی نئی صورت کا جام آیا

وہ سمجھے گا کہ معراج دو عالم ہو گئی حاصل
شہیدان محبت میں اگر قابل کا نام آیا

آپؐ عظمت ہیں نوع بشر کے لئے　　آپؐ رحمت بنے بحر و بر کے لئے
آپؐ دارو ہیں درد جگر کے لئے　　آپؐ ہیں جلوۂ حق نظر کے لئے
دل ہے خاک آپ کی رہ گزر کے لئے　　سر ہے نقش آپکے سنگ در کے لئے
یہ مثال آپ کے دم سے قائم ہوئی　　شرط ہے رہروی راہبر کے لئے
آپؐ کی ذات اقدس سے واضح ہوا　　دونوں عالم بنے ہیں بشر کے لئے
زینت چرخ ہیں آپؐ کے نقش پا　　آئینہ دار شمس و قمر کے لئے
سرمہ چشم دل انکی ہے خاک در　　حق کا جلوہ ہے جن کی نظر کے لئے
جس دل و دیدہ پر ہو نظر آپؐ کی　　ایک جوہر ہیں آئینہ گر کے لئے

دل کو کامل یقیں ہے دل مصطفےؐ
کعبہ ہے قابل دربدر کے لئے

خاتم الانبیاؑ ہیں حق کے حبیبؐ　　شاہ ہر دوسرا ہیں حق کے حبیبؐ
ہیں خدا کی نظر میں نور مبیں　　شمع بزم بقا ہیں حق کے حبیبؐ
وجہ تخلیق کائنات وجود　　حاصل دوسرا ہیں حق کے حبیبؐ
قبلہ دو جہاں امام رسلؑ　　حق نما حق ادا ہیں حق کے حبیبؐ
آپؐ اللہ کے ہیں جب ممدوح　　مدح سے ماورا ہیں حق کے حبیبؐ
سر سے پا تک جمال و الفت کا　　اک حسیں آئینہ ہیں حق کے حبیبؐ
آپؐ کے فرس کی رکاب ہے ماہ　　رہرو نورپا ہیں حق کے حبیبؐ
نقش لوح و قلم ہے جن کا نام　　وہ سفیر خدا ہیں حق کے حبیبؐ

سہل سب مرحلے ہوئے قابل
میرے مشکل کشا ہیں حق کے حبیبؐ

فارسی

اے مظہر ذات کبریائی　　وے پیکر حسن پار سائی
گنجینہ الفت و محبت　　آئینہ طاعت و صداقت
اے مرہم زخم قلب و دیدہ　　واز ہمہ خلق برگزیدہ
محبوب خدائے جن و انساں　　اے حاصل حسن دین و ایماں
اے خعزر طریقت و شریعت　　وے راہ نمائے حسن و الفت
نازاں بتو ذات پاک یزداں　　حیراں ز تو چشم جن و انساں
اے باعث خلقت دو عالم　　اے حسن صفات ذات اکرم
بر قبلہ اولیں اما ے　　وزکبریا آخری پیاے
نغمات تو قلب من سراید　　روداد فراق برلب آید

قابل سر آستاں فتادہ
برپائے تو جان و دل نہادہ

حق کا دست قضا ہیں حق کے حبیبؐ　　وہی ہو گا جو چاہیں حق کے حبیبؐ
جس کا ہر قطرہ اک سمندر ہے　　ایسے بحر سخا ہیں حق کے حبیبؐ
ایسا موتی کسی صدف میں نہیں　　گوہر بے بہا ہیں حق کے حبیبؐ
دین و دنیا کے مصلح و قائد　　خعزر شاہ و گدا ہیں حق کے حبیبؐ
تاجدار عرب امیر عجم　　شاہ ہر دوسرا ہیں حق کے حبیبؐ
دو جہاں اپنے سائے میں لیکر　　سایہ سے ماورا ہیں حق کے حبیبؐ
جن سے آدم کو ذات کا ہے شعور　　وہی نور خدا ہیں حق کے حبیبؐ
از ازل تا ابد محبت کا　　اک حسیں سلسلہ ہیں حق کے حبیبؐ

کب سلیقہ تھا نعت، کا قابل
میری فکر رسا ہیں حق کے حبیبؐ

جہان رنگ و بو میں وہ بت فرخندہ فال آیا
طلسم کفر ٹوٹا شرک و بدعت کو زوال آیا

یہ فیاض ازل کی دل نوازی تو کوئی دیکھے
وہؐ خود بن کر جواب آئے اگر لب پر سوال آیا

چلے تھے عرش کو تو خاک طیبہ ساتھ لے چلتے
عدم کے رہ رووں کو راہ ہستی میں خیال آیا

خدا کے فضل سے پلٹا جہاں کی دولتیں لیکر
در محبوب حقؐ پر جو بھی، بے مال و منال آیا

خدائے بے نیاز و مقتدر کا آستانہ ہے
وہ در جس کے بھکاری کو نہ انداز سوال آیا

خدا کی رحمتیں اور پھر یہ اکرام نبیؐ قابل
تری قسمت میں نقش الفت اصحاب و آل آیا

خلقنا" صاحب درود ہیں آپؐ
صدر ایوان ہست و بود ہیں آپؐ

بے نیاز زیان و سود ہیں آپؐ
حق کی آیات کی نمود ہیں آپؐ

حاصل ہر وجود ہو کر بھی
کتنے مستغنی وجود ہیں آپؐ

آپ سے گلشن عدم میں بہار
حاصل جنت وجود ہیں آپؐ

دین حق سے مراد آپؐ کی ذات
قبلہ و کعبہ و سجود ہیں آپؐ

کعبہ انبیاء ہیں حق کے حبیبؐ
قبلہ اولیاء ہیں حق کے حبیبؐ

آپؐ کے در پہ ملت مظلوم
ڈھونڈتی ہے پناہیں حق کے حبیبؐ

کائنات ان کے عکس کا صدقہ
سایہ کبریا ہیں حق کے حبیبؐ

منکشف ہوکے بھی ہیں سرّ خفی
ایسا راز خدا ہیں حق کے حبیبؐ

آپؐ کی ذات مرکز توصیف
حمد کی انتہا ہیں حق کے حبیبؐ

خاک کی پستیوں سے جانب عرش — رہ رو ارتقا ہیں حق کے حبیبؐ
عرش اعلیٰ سے فرش ادنیٰ تک — نور کا سلسلہ ہیں حق کے حبیبؐ
جن کا پر تو ہے دو جہاں کی نمود — ایسے ظل خدا ہیں حق کے حبیبؐ
برتراز ہفت آسماں ہے زمیں — جس پہ جلوہ نما ہیں حق کے حبیبؐ

ان کا ہے آشنا خدا قابل
اور خدا آشنا ہیں حق کے حبیبؐ

دل وجاں آپؐ پہ قربان مدینے والےؐ — آپؐ ہیں عشق کا ایمان مدینے والےؐ
ہے دو عالم پہ یہ احسان مدینے والےؐ — آپؐ سے حق کا ہے عرفان مدینے والےؐ
پارہ پارہ ہے نفس تار نظر ہیں برہم — چشم و دل اب ہیں گریبان مدینے والےؐ
سب سے اعلیٰ ہے تری ذات خدا ہے شاہد — سب سے بڑھ کر ہے تری شان مدینے والےؐ
آپؐ سے بڑھ کے یہ اعزاز ملا ہے کس کو — آپؐ خالق کے ہیں مہمان مدینے والےؐ
آپؐ ہی کی تو امانت ہے مرے سینے میں — میرا دل ہو کہ مری جان مدینے والےؐ
جو ترے در کا گدا ہے تری چوکھٹ کا فقیر — دونوں عالم کا ہے سلطان مدینے والےؐ
کون اس امت مسلم کو مٹا سکتا ہے — آپؐ ہیں جس کے نگہبان مدینے والےؐ
تجھ کو اللہ نے بھیجا تھا بنا کر رحمت — ہر عمل تیرا تھا احسان مدینے والےؐ
جس جگہ جاتے ہوئے جلتے تھے جبریل کے پر — اس جگہ آپؐ تھے مہمان مدینے والےؐ
ہر نفس آپؐ کا اعجاز مسیحائی ہے — ہر نظر آیت قرآن مدینے والےؐ

دل قابل کو ہے ایک ایک گھڑی آپؐ کی یاد
آپؐ کا ذکر ہے ہر آن مدینے والےؐ

ہے عظمت حق عظمت سلطان مدینہؐ ہر پھول میں ہے نکہت سلطان مدینہؐ
فردوس بریں نے اسے آنکھوں میں جگہ دی جس پر بھی ہوئی رحمت سلطان مدینہؐ
بوبکرؓ و عمرؓ حیدرؓ و عثمانؓ سے بڑھکر کوئی نہیں ہم سیرت سلطان مدینہؐ
خورشید پلٹ آیا ہوا چاند دو ٹکڑے یہ ہے صفت قدرت سلطان مدینہؐ
وہ جس کو نہ چاہیں اسے اللہ نہ چاہے دیکھے تو کوئی عظمت سلطان مدینہؐ

قابل مجھے رحمت کی ہے آغوش میسر
لب پر ہے مرے مدحت سلطان مدینہؐ

کیا مرتبہ ختم رسلؐ صل علیٰ ہے خود جن کا طلبگار ملاقات خدا ہے
ہر بلبل سدرہ جو یہاں نغمہ سرا ہے فردوس بریں ہے کہ مدینے کی فضا ہے
ہے عظمت آدم کے مقدر کا ستارہ یہ کالی سی کملی میں جو اک چاند چھپا ہے
معراج شہ دیںؐ سے یہ عقدہ بھی ہوا حل تسخیر سمٰوات کا دروازہ کھلا ہے
صورت تری اللہ کی صورت کا ہے مظہر قرآں ترے اخلاق کا آئینہ نما ہے
ہے انؐ کی شفاعت مری بخشش کی ضمانت اک رند خرابات کو یہ اوج ملا ہے
کیا حسن تصور نے کھلائے ہیں نئے گل اب میرا نفس آپ کے دامن کی ہوا ہے

قابل مجھے اصحاب نبیؐ سے نہو کیوں عشق
ان میں سے ہر اک دلبر محبوب خدا ہے

اللہ کا محبوبؐ ہے مہمان مدینہ عظمت یہ مدینے کی ہے یہ شان مدینہ
آغوش میں پالا ہے حبیب دل و جاں کو سر دونوں جہاں کے ہے یہ احسان مدینہ

کب خون کے آنسو ہیں مرے دیدہ تر میں　　آنکھوں میں سمٹ آیا ہے ارمان مدینہ
گزرے گا مرے سر سے نہ پھر نوح کا طوفاں　　دنیا مرے ہاتھوں میں ہے داماں مدینہ
اس جان جہاں کی نظر آتی ہے تجلی　　سوجاں سے دل و دیدہ ہیں قربان مدینہ

قابل یہ تمنا ہے مرے دیدہ و دل کی
بند آنکھیں ہوں اپنی تہہ داماں مدینہ

جب بھی رہ مدینہ خیرالانامؐ لوں　　حسرت یہ ہے کہ قدموں کا آنکھوں سے کام لوں
دامانِ شاہ طیبہؐ جو ہاتھوں سے تھام لوں　　محشر بھی ہو تو خوف و خطر کا نہ نام لوں
نام خدا جو لب سے محمدؐ کا نام لوں　　تیرا مقام بلبل سدرہ مقام لوں
پیش نظر ہوں وہ تو یہ آنکھوں سے کام لوں　　ہر لحظہ لطف جلوہ بالائے بام لوں
مر کر نظارہ شہ بطحیٰؐ کی ہے امید　　کیوں زندگی کے بدلے میں عمر دوام لوں
جو میکدہ ہے ساقی کوثر نواز کا　　اس چشم ناز سے میں محبت کے جام لوں
عشق نبیؐ نہو تو ہے عشق خدا بھی ہیچ　　پھر کس لئے میں زحمت سودائے خام لوں
پوچھیں فرشتے مجھ سے اگر خلد کا نشان　　ہوش اس قدر رہے کہ مدینے کا نام لوں
ہے حاصل درود وصلوٰۃ و سلام حق　　میں بھی زباں سے نام ترا صبح و شام لوں
ہو رحمت تمام دل و دیدہ کا نصیب　　یوں اس نظر سے کیف پیام و سلام لوں

عرفان اپنی ذات کا قابل جو ہو مجھے
ایک ایک سانس سے شہ دیںؐ کا پیام لوں

جہاں میں بن کے وہی رحمت تمام آیا　　وہ بندہ جس کو خود اللہ کا سلام آیا
جفا کے بدلے وفا ہو ستم کے بدلے کرم　　عمل سے ان کے ہمیں طرز انتقام آیا

خدا کی راہ میں بھٹکے ہوئے بہت دیکھے جو پہنچا آپؐ کے در تک وہ شاد کام آیا
تجلی آپؐ کے رخ کی پھبن ہے زلفوں کی سمجھ میں شام و سحر کا مری نظام آیا
ہے راہ بندگی پست و بلند سے معمور رکوع آئے سجود آئے اور قیام آیا
زبان پاک محمدؐ نے شرح کی اس کی تو پھر سمجھ میں کچھ اللہ کا پیام آیا

گناہ دھل گئے قابل کے آپکے در پر
وہ روسیاہ پلٹ کر جو لالہ فام آیا

کیفیت درود و صلوٰۃ و سلام لوں یوں اپنے حق کے پیارے محمدؐ کا نام لوں
اے چشم شوق ٹھہر ذرا دل سے کام لوں وہ سامنے ہیں آئینہ ہاتھوں میں تھام لوں
دل کو ہمیشہ کام رہے انکی یاد سے اپنی زباں سے نام انہیں کا مدام لوں
دیکھوں تو کیسے آتش دوزخ نہو حرام اللہ کے حضور محمدؐ کا نام لوں
دل کہہ رہا ہے میں ہوں حبیب خداؑ کا گھر آنکھوں میں کیوں میں جلوہ بیت الحرام لوں
یوں ہی الٹ پلٹ کے ہو طیبہ کی راہ طے پاؤں جواب دیں تو میں آنکھوں سے کام لوں
بطحیٰ کا چاند سنتا ہوں آئے گا پھر نظر آئینہ کی طرح دل و دیدہ کو تھام لوں
اللہ! مشت خاک کا یہ اوج و مرتبہ حکم ان کا ہے کہ دونوں جہاں کا نظام لوں
تا حشر آسماں پہ یہ سورج نہو غروب داماں صبح میں جو مدینے کی شام لوں
پہلے لب و دہن کا وضو خون دل سے ہو کس طرح نام آپ کا بے احترام لوں

قابل ہو میری شام و سحر دیکھنے کی چیز
خورشید سے جو پر تو ماہ تمام لوں

حضورؐ داور محشر گناہگار ہوں میں
حضورؐ آپ کا ہو کر نہ شرمسار ہوں میں

مری نمود پہ حیرت زدہ ہیں ماہ و نجوم
رہ حضورؐ کا اڑتا ہوا غبار ہوں میں

ہے روز حشر شفاعت کا آسرا مجھکو
سفینہ یہ ہے تو دریائے غم کے پار ہوں میں

حضورؐ چشم طلب پہ ہو پھر نگاہ کرم
سکون دل کے لئے کب سے بیقرار ہوں میں

مرے گناہ ہیں قابل ضیائے رحمت حق
کہ مہرو ماہ کی صورت سیہ کار ہوں میں

جاتے ہوئے نفس سے جو انکا پیام لوں
میں نزع میں حضورؐ کے دامن کو تھام لوں

دل بھی تیرے لئے ہے نظر بھی ترے لئے
تیری بلائیں آ رخ آئینہ فام لوں

اللہ نے یہ مرتبہ بخشا حضورؐ کو
پہلے خدا کا نام لوں پھر انکا نام لوں

اتنی لطیف ہو نگہ شوق کی گرفت
آئینہ بن کے آپ کے جلوؤں کو تھام لوں

محبوب کبریاؐ کی ہو منزل خدا کا گھر
یوں اپنے دل میں شوکت بیت الحرام لوں

بندے تو کیا خدا کو بھی آئے ادا پسند
نام حضورؐ دل سے اگر صبح و شام لوں

روز جزا اگر ہو تمازت پہ آفتاب
بڑھ کر شفیع حشرؐ کے دامن کو تھام لوں

تقسیم جب ہوں حور قصور و بہشت و خلد
اللہ سے مدینے کے دیوار و بام لوں

مشک و گلاب سے دہن و لب کریں وضو
اس اہتمام سے شہ بطحیٰؐ کا نام لوں

تنہا خدا کا نام نہیں ہے کمال ذکر
جو ہیں شریک کلمہ حق انکا نام لوں

جلوؤں کو چشم شوق پہ قدرت سہی مگر
وہ کیا کریں جو میں نگہ دل سے کام لوں

آئینہ حبیب خداؐ کیوں بنے نہ دل
قابل میں کیوں نہ جو ہر قابل سے کام لوں

جب ہوئے تخلیق دو عالم، برائے مصطفیٰؐ — حق نے کی دل سے قبول ایک اک دعائے مصطفیٰؐ
دیکھ سکتا ہوں خدا کو بھی انہیں آنکھوں سے میں — ہے مری آنکھوں کا سرمہ خاک پائے مصطفیٰؐ
کون آدم ہو کے نوری ہے بجز شاہ اممؐ — کون آخر ہو کے اول ہے سوائے مصطفیٰؐ
آخری منزل میں الفت کی رکھا پہلا قدم — انتہائے جزو و کُل تھی ابتدائے مصطفیٰؐ
ابتدا سے خلق کی نظروں میں صادق اور امیں — کون ٹھہرا ہر دو عالم میں سوائے مصطفیٰؐ
ہو نہیں سکتا نصیب اسکو کبھی عرفان حق — ہو نہ جان و دل سے جب تک آشنائے مصطفیٰؐ
مصطفیٰؐ جیسے فقط ہیں عارف اسرار حق — یوں ہی صرف اللہ ہے راز آشنائے مصطفیٰؐ
اس نے دیکھا ہے لب اللہ کو پڑھتے درود — بلبل سدرہ ہے یوں نغمہ سرائے مصطفیٰؐ

چشم فرقت دیکھتی ہے انکے جلووں کی جھلک
جب سے قابل دل بنا خلوت سرائے مصطفیٰؐ

رہ نیاز میں بھی رہن افتخار ہوں میں — حضورؐ کے قدم ناز کا غبار ہوں میں
جو مجھ پہ در کئے اکناف دو جہاں نے بند — کہا مدینے نے بڑھ کر ترا دیار ہوں میں
جو دیکھ کر رخ حضرتؐ ہوئی ہے دیوانی — اسی نظر کا گریبان تار تار ہوں میں
مسافر رہ طیبہ یہ کچھ بعید نہیں — صدا دے کعبہ ترا نقش رہگزار ہوں میں
سجود رہگزر نے مجھے جلا بخشی — کہ نقش پائے محمدؐ سے آشکار ہوں میں
حضورؐ آپ کی نسبت سے یہ مقام ملا — کہ اپنی مملکت دل کا شہر یار ہوں میں
خدا ہے میرا خدا کی خدائی ہے میری — محمد عربیؐ کا جو جان نثار ہوں میں

غبار مکہ ہوں خاک مدینہ ہوں قابل
عجم سے دور عرب کا جو ریگ زار ہوں میں

رحمت اللعالمینؐ جب آ گئے — دو جہاں پر رحمتیں برسا گئے
چرخ تک جب ان کے نقش پا گئے — دیکھ کر شمس و قمر شرما گئے
آپ کے اعجاز قربت کے طفیل — سنگ و نخل اذن تکلم پا گئے
جو ہوئے دل سے گدائے شاہ دیںؐ — سلطنت دونوں جہاں کی پا گئے

ہو گئے خلد بریں سے سرفراز
آپ کے در پر جو قابل آ گئے

بپا ہے فتنہ محشر گناہگار ہوں میں — نگاہ لطف ہو سرورؐ گناہگار ہوں میں
یہ آرزو ہے کہ میں عازم مدینہ ہوں — حضورؐ ہوں مرے رہبر گناہگار ہوں میں
بہار نرگس مست ازل ہے بادہ' فروش — عطا ہو ساغر کوثر گناہگار ہوں میں
تصور شب معراج میں ہوں راہی خلد — جلو میں ہیں مہ و اختر گناہگار ہوں میں
ہوں خلدزار مدینہ میں طالب رحمت — نگاہ کعبہ ہے مجھ پر گناہگار ہوں میں
طواف کیوں نہ کرے خانہ خدا میرا — در رسولؐ پہ ہے سر گناہگار ہوں میں

مرا نصیب ہیں تسنیم و کوثر و فردوس
ہے خلد میرا مقدر گناہگار ہوں میں

نثار اللہ کے نور مبیں کے — میں صدقے رحمت اللعالمینؐ کے
ترے در کے گدا بن کر ہیں سلطاں — جو تھے بھٹکے ہوئے دنیا و دیں کے
مہ و مہرو نجوم و غنچہ و گل — ہیں پرتو ان کے رخسار حسیں کے
تری خاک قدم کے چومنے کو — جھکے خود کنگرے عرش بریں کے

یہ عالم دل کا ان کے دم قدم سے کھلے ہیں رنگ فردوس بریں کے
وہ عارض جیسے روشن چاند سورج وہ لب وہ برگ جیسے یاسمیں کے

مقدر سے اگر پہنچے وہ طیبہ
تو سمجھو ہو گئے قائل دہیں کے

ذکر محبوب ربؐ کرے کوئی حکم حق کا ادب کرے کوئی
ہم ہیں مستانہ جمال حضورؐ ہم کو دیوانہ اب کرے کوئی
وصل سے انکے ہو گیا ہوں کچھ اور مجھ کو مجھ سے طلب کرے کوئی
پہلے ظرف نگاہ کو پرکھے حسرت دید تب کرے کوئی
کس طرح کوئی ہوش میں آئے اپنا دیوانہ جب کرے کوئی
دشت طیبہ کی لگ چکی ہے ہوا ذکر جنت نہ اب کرے کوئی
ہم ہیں انکے تو ہے خدا اپنا ہم سے سودائے رب کرے کوئی

حمد خالق میں تر زباں کر کے
مدح ممدوح ربؐ کرے کوئی

ربیع الاول

صبح ولادت شہ خیر البشرؐ ہے آج ہر ذرہ فیض نور سے شمس و قمر ہے آج
راہ دراز ہست و عدم مختصر ہے آج دونوں جہاں کا نظم بہ طرز دگر ہے آج
اللہ کی نگاہ میں حسن بشر ہے آج جبریل کو ہوائے سروبال و پر ہے آج

اٹھتی ہے جھوم جھوم کے رحمت کی یوں گھٹا اسکی نظر میں دامن ہر خشک وتر ہے آج
وہ رحمت تمام کہ ہے باعث وجود ہر زخم قلب و دیدہ کا خود چارہ گر ہے آج
ایک ایک شاخ عشق و وفا میں کھلے ہیں پھول ایک ایک نخل حسن و ادا میں ثمر ہے آج
مکی تجلیات ہیں شام و عراق پر انسان کی نگاہ میں ہر خشک وتر ہے آج
ایک اک دعا کے ہاتھ میں تاثیر کا ہے دل ایک اک فغاں کے قبضے میں ملک اثر ہے آج
موجیں ہیں عامیوں کی ملے جام سلسبیل آمادہ مغفرت پہ قضا و قدر ہے آج
اسرار ہست و موت سے ہے آشنا بشر صبح ازل کا حرف وفا معتبر ہے آج

عید ولادت شہ کونینؐ کا ہے جشن
قابل سا نعت خوان محمدؐ کدھر ہے آج

نقش قدم خورشید و قمر ہے رخ پہ تصدق نور سحر ہے
چال سے عالم زیر و زبر ہے قلب خدا میں اس کا گھر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

حاصل بزم کون ومکاں بھی حسن و وفا کی روح و رواں بھی
راہ نمائے انس و جاں بھی قبضے میں جس کے بحر ہے بر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

الفت جس کے لب کا ترانہ غربت جن کے گھر کا فسانہ
حلقہ میں جس کے سارا زمانہ جو فطرت کا نور نظر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

جس کی صحبت مصلح عقبیٰ جس کی ہستی خُلق سراپا
جنت جس کے رخ کا جلوا جس سے دوری عین سقر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

ختم رسلؐ پیدائش اول　　حق کے لب کا قول فیصلؐ
آیات قرآن مکمل　　جو صدف خلقت کا گہر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

جس پہ نظر صدقے دل واری　　جس کے لئے ہر شے کی زاری
قائل جس کے درکا بھکاری　　جس کی دعا ممنون اثر ہے

اللہ ہی جانے کون بشر ہے

نہ اسرار فناسب کچھ نہ انوار بقا سب کچھ
ہے چشم ودل کے حق میں عشق کی آب وہوا سب کچھ

نہ ہے کعبہ نہ کچھ قبلہ نہ ہے قبلہ نما سب کچھ
حضورؐ اک آپ کے دم سے ہے بزم ماسوا سب کچھ

گلوں کا رنگ و بو سب کچھ نہ بلبل کی نوا سب کچھ
مگر ہے اے چمن آرائے کُن تیری ادا سب کچھ

انہیں خُلق عظیم اللہ نے ارشاد فرمایا
تو بخشا رحمت العٰلمینؐ کو مرتبا سب کچھ

درود خاص حق نے قلب عالم کو بدل ڈالا
درود پاک حضرتؐ سے مدینہ بن گیا سب کچھ

شکست انفاس کی پیغام ہے احیائے ہستی کا
ہے ان ٹوٹے ہوئے تاروں کے نغموں کی نوا سب کچھ

تمہیں دیکھا تو ہر عالم کی تفسیر ازل پائی
کھلا انسانیت پر رازِ کُن کا مدعا سب کچھ

تمہاری شکل میں معراج تخلیق بشر دیکھی
ہے تم سے ابتدائے خوش نمو کی انتہا سب کچھ

کوئی شہکار صناعِ ازل کو جو بھی کچھ سمجھے
مگر ہے چشم خالق میں یہ نقش دلربا سب کچھ

ازل کا عہد ہو یا حشر میں تقسیم رحمت کی
ادھر تیرا کہا سب کچھ ادھر تیرا کیا سب کچھ

میں مخمور حدیث مصطفیٰؐ ہوں ساقی کوثر
دوا کو کیا کروں جب کام آتی ہو دعا سب کچھ

نبیؐ کے ہجر میں ہر سانس گہوارہ فنا کا ہے
نہ کھول اسرار ہستی کے مرے پیک قضا سب کچھ

نسیم خلد اسی کی تو ہے اک موج نفس قابل
سمجھ لے تیرے حق میں ہے مدینے کی ہوا سب کچھ

پردہ دیدہ و دل سے جو ضیا بار ہیں آپؐ
کیا مرے عشق کے خورشید پر انوار ہیں آپؐ

آپؐ ہی روحِ تصور ہیں کسی کا ہو خیال
حق تو یہ ہے کہ مرے مطلع افکار ہیں آپؐ

آپؐ ہی کے تو ہیں گرویدہ زمیں ہو کہ فلک
دہر پرکار ہے اور نقطہ پرکار ہیں آپؐ

آپؐ خود نعرہ اناالحق کا ہیں خود ہیں منصور
خود ہی یوسف ہیں تو خود مصر کا بازار ہیں آپؐ

آپؐ کے دم سے ہے ذرہ ہو کہ صحرائے وجود
عدم و ہست کی سب گرمی بازار ہیں آپؐ

آپؐ ہی کا تو تصور ہے خدا کی صورت
سازِ ہستی کی صدا جس میں ہے وہ تار ہیں آپؐ

صورت پاک کے دورخ ہیں فقط ہست و عدم
کبھی پنہاں ہیں کبھی عالم اظہار ہیں آپؐ

خفتگان عدم وہست خبر ہے کہ نہیں
چشم بیداری کیا طالع بیدار ہیں آپؐ

لوح و کرسی و سمٰوات ہیں جاگیر حضورؐ
عرش ہے جس کی قلمرو وہ جہاندار ہیں آپؐ

آپؐ کی ذات سے تمیزؔ ہے خیروشر کی
چمن ہست میں میزان گل و خار ہیں آپؐ

لین دین آپؐ کا ہے صدق و امانت کی مثال
ایسے تاجر ہیں کہ تاج سر تجار ہیں آپؐ

ہیں لب حق کے تکلم سے سرافراز کلیم
لب خالق سے ستائش کے سزاوار ہیں آپؐ

آپؐ سے ظاہر و باطن ہیں منور قابلؔ
جسم کیا روح کا بھی دیدۂ بیدار ہیں آپؐ

ہوئے تمؐ جس کے اس کا ہے نصیب جانفزا سب کچھ
ہو تمؐ میرے تو لکھ دیگا مرے حق میں خدا سب کچھ

ہے جن کو عالم فانی میں عمر ماسوا سب کچھ
بھلا بیٹھے ہیں اپنی زندگی کا مدعا سب کچھ

جہاد زندگی سب کچھ نہ ترک ماسوا سب کچھ
شفا کے واسطے بیمار کرتے ہیں دوا سب کچھ

تمناؤں میں شوخی ولولے ہیں شوق و ارماں میں
پھرا ہے انؐ کے در سے لے کے دل کا قافلہ سب کچھ

وہ تیری جنبش انگشت ہی کا تو اشارہ تھا
ازل سے سنتے آئے تھے کہ ہے دست قضا سب کچھ

تری رحمت کے صدقے التفات ناز کے قرباں
سمجھتا ہوں مرے دامن میں ہے حق کا دیا سب کچھ

بشر ہو بندہ حق ہو خدا تو میں نہیں کہتا
مگر حکم خدا یہ ہے کہ ہے یہ ناخدا سب کچھ

نہ ہوتے وہؐ تو بزم آرائی ہستی کی کہاں ہوتی
کہوں کیا انتہا انکی ہے جن کی ابتدا سب کچھ

اسے دیکھو پھر اپنی شکل میں اللہ کو دیکھو
نگاہ آئینہ گر میں ہے یوں یہ آئینہ سب کچھ

انہیں دیکھا تو بزم ناز میں کس شان سے دھڑکا
نہ کہنے پر بھی کہہ گزرا دل بے مدعا سب کچھ

رہے جو دور تم سے وہ رہے محروم ہر شے سے
جنہیں تم مل گئے ان کو جہاں میں مل گیا سب کچھ

شام کا رنگ شفق صبح کے انوار ہیں آپؐ
میرے روز و شب ہستی پہ ضیا بار ہیں آپؐ

شب معراج کی تفصیل سے چلتا ہے پتہ
اپنے ہی حسن کے خود طالب دیدار ہیں آپؐ

فیضیاب آپؐ کے اکرام سے ہیں ہر دو جہاں
ہاشمی، مطلبی، سید ابرار ہیں آپؐ

آپؐ کے جلووں سے تاباں ہیں مرے فکر و نظر
ہر تصور کا مرے حلقہ افکار ہیں آپؐ

اپنے تو اپنے ہیں بیگانے بھی ہیں دل سے عزیز
پھول تو پھول ہیں کانٹوں پہ بھی گلبار ہیں آپؐ

آپؐ کی تابش رخ سے ہیں ازل اور ابد   تاج تخلیق کا نادر در شہوار ہیں آپؐ

آپ کو حضرت. قابل نہیں یوں حشر کا خوف
خوش نصیبی سے تہہ دامن سرکارؐ ہیں آپ

اللہ کی رحمت کا تو ^ نقش درخشاں ہے   تو ^ صاحب قرآں ہے تو ^ حامل قرآں ہے
تجھ سے بشریت کی معراج نمایاں ہے   اللہ کی صورت ہی حسن رخ انساں ہے
تو ^ اے مہ محبوبی کونین کا سلطاں ہے   تو ^ عین حقیقت ہے تو ^ دیدۂ یزداں ہے
تفصیل ازل تجھ سے تکمیل ابد تجھ سے   اک ذات تری دونوں عالم کی رگ جاں ہے
تخلیق دو عالم بھی خود تیری رضا سے ہے   ویرانۂ ہُو تیرے دم سے ہی گلستاں ہے
اللہ کی رحمت کی تشکیل تری صورت   اخلاق کی عظمت کا تو ^ نیر تاباں ہے
خورشید درخشاں ہے یوں نقش قدم تیرا   اللہ کی قدرت کا تو ^ خود مہ تاباں ہے
یوں راہ وفا میں ہے ایثار مجسم توؐ   کونین کا ہے مالک اور بے سرو ساماں ہے
ہے حسن تری صورت اور عشق تیری سیرت   خالق کی ادا تو ^ ہے تو ^ رحمت یزداں ہے

ہاں ہاں وہی محبوب خلاق دو عالمؐ ہیں
وہ جن کی محبت ہی قابل مرا ایماں ہے

اک سراپائے کرم پیکر ایثار ہیں آپؐ   کیوں نہ ہوں جبکہ جمال رخ غفار ہیں آپؐ
جلوۂ حسن ازل رحمت غفار ہیں آپؐ   کرسی و عرش کے بھی مالک و مختار ہیں آپؐ
میرے خورشید دل ودیدہ کے انوار ہیں آپؐ   علم کے نور مبیں حکمت اسرار ہیں آپؐ
جس کے پرتو سے ہے انوار حقیقت کی نمود   صنعت خلقت قدرت کے وہ شہکار ہیں آپؐ

جس کے مضراب کی لرزش ہے حیات اور عدم
ساز تخلیق دو عالم کا وہی تار ہیں آپؐ

نہ قمر ہے نہ ہے خورشید نہ انجم سر چرخ
چشم حق بیں میں فقط ثابت و سیّار ہیں آپؐ

ہیں محمدؐ کبھی احمدؐ تو کبھی عبد و رسولؐ
اپنے خلاق کو ہر حال میں درکار ہیں آپؐ

آپؐ ظاہر بھی ہیں باطن بھی ہیں اول آخر
کبھی اسرار کبھی پردۂ اسرار ہیں آپؐ

اپنے قاتل کیلئے بھی تو ہیں رحمت کی پناہ
ساری مخلوق کے ہمدرد ہیں غمخوار ہیں آپؐ

خلد ہے بے آشام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ایک اک گل ہے جام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھ تو فیض عام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر لب پر ہے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عرش بریں ہے بام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دیکھ لی رفعت گام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رحمت حق اکرام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قرآں حرف عام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عرش و کرسی و لوح و قلم تک سدرہ و خلد کے نقش اتم تک
پر تو جلوہ بام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حور و ملک جن و انساں کیا نخل و حجر چشم و دل وجاں کیا
ہے لب عشق پہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شمس و قمر اس کے نقش پا کا کہکشاں ہے اسکا رستہ
خلد ہے زیر گام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گرمئ زلف سے رخ پہ پسینہ جیسے ہو ساون کا مہینہ
صبح نما ہے شام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قابل اونچا نام ہے ان کا کلمہ حق پیغام ہے انکا
عرش ہے زیر بام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

— — — — — — — — —

حق شہ دیںؐ تری قربت کا ادا ہوتا ہے
سانس بھی اب تو مدینے کی ہوا ہوتا ہے

کبھی غنچوں کا سکوت انکی صدا ہوتا ہے
رنگ گل بھی کبھی بلبل کی نوا ہوتا ہے

اتحاد دل و جاں ایسا نہ دیکھا نہ سنا
تیرا ہر حرف لب حق سے ادا ہوتا ہے

بندگی کا تری عالم نہیں معراج سے کم
ہر تصور ترا تصویر خدا ہوتا ہے

خلق آئینہ خلّاق ہے بیشک کہ یہاں
دل ہر ذرہ میں اک مہر چھپا ہوتا ہے

تیرے دیدار سے ہوتا ہے نظارہ حق کا
تجھ کو پہچان کے عرفان خدا ہوتا ہے

تو محمدؐ ہے وہ ممدوح دو عالم واللہ
وصف تیرا لب خالق کی نوا ہوتا ہے

خلد ہو کوثر و تسنیم ہوں یا حور و قصور
جن کا انعام فقط تیری رضا ہوتا ہے

تُو نہ آتا تو نہ اسرار حقیقت کھلتے
بندے کیا جانتے کیا چیز خدا ہوتا ہے

وصل تو وصل ہے ہے ہجر بھی دلکش قابل
کس سے فرقت کا بھی حق ان کی ادا ہوتا ہے

— — — — — — — — —

دیکھی صورت نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم — حق ہے رخ مستور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے دل حق معمور محمد صلی اللہ علیہ وسلم — پھیلا کہاں تک نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حق ہے حصار نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم — عرش علیٰ محصور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نافذ ہے دستور محمد صلی اللہ علیہ وسلم — شمس و قمر ہیں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہے دل قابل طور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نظریں ہیں منشور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ ہو کر بھی تو بندوں سے سوا ہوتا ہے — جو در شاہ مدینہؐ کا گدا ہوتا ہے
مطمئن دل ہے تصور میں ترے شام فراق — عشق کا غم بھی تو اندوہ ربا ہوتا ہے
اک معمہ ہے ہمیں مسئلہ غیب و شہود — کوئی بھی جب نہیں ہوتا تو خدا ہوتا ہے
ہیں مہ و مہر تری جنبش ابرو کے مطیع — کار قدرت بھی ترے حسب رضا ہوتا ہے
ہو تصور سے جدا کیوں رخ محبوب خدا؟ — جو تصور میں نہ آئے وہ خدا ہوتا ہے
عالم افلاک کا دیکھے کوئی معراج کی شب — چاند بڑھ کر ترا نقش کف پا ہوتا ہے
جو نظر سے نہ جدا ہو ہے خدا کا جلوہ — جو سمجھ ہی میں نہ آئے وہ خدا ہوتا ہے
بیخودی ہی دل مضطر کا سہارا بن جائے — انؐ کا دیدار اگر ہوش ربا ہوتا ہے

ان سے ملنا ہے تو ہستی کو بھلا دے قابل
خود فراموش کو عرفان خدا ہوتا ہے

ایک ایک ادا حسن کے سانچے میں ڈھلی ہے — تو جنت فطرت کا ہے اک گل کہ کلی ہے
کس سانچے میں اپنی نگہ شوق ڈھلی ہے — اک خلد ہی کیا عرش بھی طیبہ کی گلی ہے
تو لوح دل و دیدہ کا وہ نقش جلی ہے — تقدیر دو عالم ترے دامن کی پلی ہے
تو خلق کا والی ہے تو خالق کا ولی ہے — اللہ کی قدرت تری شان ازلی ہے
ہستی جو مری دامن الفت کی پلی ہے — سب تجھ پہ تصدق یہ بری ہے کہ بھلی ہے
آئینہ دل میں تری تصویر ڈھلی ہے — ہر سانس کا رستہ مرے طیبہ کی گلی ہے

ہر بات جو قابل کی اک امر ازلی ہے
کہتے ہیں ولی ابن ولی ابن ولی ہے

اے سرور دیںؐ سیدؐ و سلطان دو عالمؐ — تو حاصل کونین ہے تو جان دو عالم
اک تو ہے تو ہے قدرت امکان دو عالم — بیشک ہے تری ذات ہی شایان دو عالم
وہ پھول ہوا زیب گلستان دو عالم — اللہ کی نظروں میں بڑھی شان دو عالم
اب تیرے سوا کس کی طرف کیجئے نظریں — اک تو ہی تو ہے یوسف کنعان دو عالم
ہے خالق و مخلوق کو محبوب تری ذات — تو ہے تو ہے اللہ ثناخواں دو عالم
دیکھی تری صورت تو اڑے ہوش کے پرزے — کیونکر نہ دریدہ ہو گریبان دو عالم
پھیلی ہے تری عالم امکاں میں تجلی — ہے شمع فروزاں تہہ دامان دو عالم
اک عشق ہی کیا حسن کی بھی تجھ پہ نظر ہے — نازاں ہیں تری ذات پہ خوبان دو عالم
تو خسرو دیں سرور جاں مالک کل ہے — دروازے کے سائل ترے شاہان دو عالم
بخشی ترے قدموں نے یہ انوار کی دولت — ہر ذرہ بنا ہے مہ تابان دو عالم
فرقت کے یہ آنسو بھی نہیں گوہر یکتا — دیکھے جو تجھے دیدۂ گریان دو عالم

ہیں میرے دل و جاں ترے پروانہ ازل سے   قربان ترے شمع شبستان دو عالم

حاصل ہے اگر ربط تری ذات سے اسکو
قابل نہیں پھر بے سرو سامان دو عالم

حق ترے عشق کا کب دل سے ادا ہوتا ہے   جان دیکر بھی پشیمان وفا ہوتا ہے
کیفیت حمد کی پاتا ہے وہ اپنے دل میں   جو تری مدح میں معروف ثنا ہوتا ہے
انؐ کی خوشنودی حقیقت میں رضائے حق ہے   انؐ کے جو ہوتے ہیں خوش اُن سے خدا ہوتا ہے
عشق ہی ہوتا ہے گم گشتگیء دل کا سبب   عشق ہی در کا ترے راہ نما ہوتا ہے
سر اٹھا سکتی نہیں موج بھی دریا کے خلاف   نا خدا پر بھی تو احسان خدا ہوتا ہے
روبرو آپؐ ہیں تو سر کو جھکاؤں کیسے   اب ادا ہوتا ہے سجدہ کہ قضا ہوتا ہے

سر در شاہ مدینہؐ پہ جھکا ہے قابل
سجدۂ عشق ادا اب بخدا ہوتا ہے

قدرت حق ہے جو مملوئے رسول عربیؐ   صدق و اخلاص بنے خوئے رسول عربیؐ
ناظر حق ہے نظر سوئے رسول عربیؐ   روئے اللہ ہے ہمروئے رسول عربیؐ
کھلے فردوس میں گیسوئے رسول عربیؐ   ایک اک پھول میں ہے بوئے رسول عربیؐ
دیدۂ ہجر ہے صحرائے مدینہ اس کو   نگہ شوق ہے آہوئے رسول عربیؐ
کلمہ طیب اسلام سے ہے صاف عیاں   ذات اللہ ہے مملوئے رسول عربیؐ
حق یہ ہے سلطنت ہر دو جہاں سے ہے غنی   جو گدا بھی ہے سر کوئے رسول عربیؐ

آج تک عکس ہے معراج کی شب کا سر چرخ
ماہ ہے کشتۂ ابروئے رسول عربیؐ

تھے رحمت عالمؐ دلبر حقؐ مہمان خدا معراج کی شب
انسان ہے مالک ہر دوسرا عقدہ یہ کھلا معراج کی شب

پڑھتے تھے فلک پر حورو ملک سب صل علیٰ معراج کی شب
ایک اک مرغ گلزار وفا تھا نغمہ سرا معراج کی شب

تھی کاہکشاں اک گرد سفر ایک ایک ستارہ نقش قدم
جولاں گہہ ابن آدم تھے یوں ارض و سما معراج کی شب

رحمت کا دریچہ باز ہوا آنے لگی خلد بریں کی ہوا
ہر دل ہوا واصل صل علیٰ وہ رنگ جما معراج کی شب

تھا عرش بریں بھی زیر قدم اللہ رے اوج شاہ اممؐ
تھا واصل حق ابن آدم رتبہ یہ ملا معراج کی شب

صدقے اللہ کے دلبرؐ کے قابل اس شاہ دیںؐ پہ فدا
جس نے امت کی بخشش کا وعدہ بھی لیا معراج کی شب

ہے ہلال اک خم ابروئے رسول عربیؐ   سرو ہے قامت دلجوئے رسول عربیؐ
کہکشاں ہے سر گیسوئے رسول عربیؐ   آسماں پر ہے رواں جوئے رسول عربیؐ
ہے مرے گل کی مہک ہست و عدم سب پہ محیط   آئی اللہ سے بھی بوئے رسول عربیؐ
اے شب ہجر تری ظلمت غم ہے کافور   میں ہوں وابستہ گیسوئے رسول عربیؐ
ایک دنیا ہی نہیں دید نبیؐ کی مشتاق   ہے خدا کی بھی نظر سوئے رسول عربیؐ
عرش و فردوس کی ملتی ہیں جہاں سے راہیں   ارض طیبہ ہے وہی کوئے رسول عربیؐ
نکہت گیسوئے سرورؐ سے ہے جنت جنت   خلد ہے پر تو خوشبوئے رسول عربیؐ

چاند تو چاند بڑھا سجدے کو خورشید مبیں دیکھ لی جنبش ابروئے رسول عربیؐ

کہکشاں زلف شہ دیںؐ کا ہے پر تو قابل
بکھرے ہیں عرش پہ گیسوئے رسول عربیؐ

— — — — — — — — — —

زمیں پر جبینیں جھکائے ہیں انساں فلک پر ہیں حور و ملک سر نہادہ
کیا حسب توفیق دونوں جہاں نے ترے مکتب ذات سے استفادہ

مہ و مہر و انجم ترے نقش پا ہیں رخ کہکشاں ہے تری گرد جادہ
ہے جب خلوت خاص حق تیری منزل ہے در عرش اعظم کا تجھ پہ کشادہ

خدا نے کلام اس کو اپنا بتایا جو آیا زباں پر تری حرف سادہ
جبل تیری ٹھوکر سے لرزاں و ترساں فلک تیرے قدموں پہ ہے سرفتادہ

توؐ مداح یزداں بھی ممدوح حقؐ بھی مشیت خدا کی ہے تیرا ارادہ
نہاں جس کے ہر تار میں رحمتیں ہیں وہ اک کالی کملی ہے تیرا لبادہ

توؐ ہے بادشاہ دو عالم کا فرزیں ہے جبریل تیرا اک ادنیٰ پیادہ
بساط دو عالم کا ایک ایک مہرہ ترے ہر اشارے پہ ہے سرنہادہ

فضا قاب قوسین کی تیرا عالم رفیٰ تیری منزل کا اک نقش جادہ
جو پرواز جبریل کی حد سے باہر تھا در تیرے حق میں ہوا وہ کشادہ

وہ ہے عبد معبود کا حسن اکمل ہے مخلوق لیکن ہے خالق ستادہ
وہ قاری فرقان و قرآن ناطق وہی اپنی منزل وہی اپنا جادہ

جو ہے اس کا طالب وہ مطلوب حق ہے وہ ہے اپنے اللہ کا نور زادہ
ید اللہ اس کی جو کف ہے تو کہیئے کہ وہ حق سے کم ہے نہ حق سے زیادہ

قیام و رکوع و سجود اپنے ہیں پہ کہیں ہوں فتادہ کہیں ایستادہ
مرے دیدہ و دل ہیں گر جام کوثر تو ایک اک نظر ہے مری موجِ بادہ

میں ہوں نور مطلق کے پرتو سے روشن نہ قابل کو سمجھے کوئی خاک زادہ
جبیں عرش نے جن کے قدموں سے رگڑی میں ہوں انکا اک زیرپا افتادہ

کھل گئے کھل گئے گیسوئے رسول عربیؐ   لے کے آئی ہے صبا بوئے رسول عربیؐ
راہ میں ہے شہ طیبہؐ کے خدا کا گھر بھی   کعبۃ اللہ ہے سرِ کوئے رسول عربیؐ
آدم ادریس و براہیم و کلیم و عیسیٰ   ہر نبی میں تھی بسی بوئے رسول عربیؐ
ایک اک اشک سفینہ ہے نبیؐ کے غم کا   گریہ ہجر ہے اک جوئے رسول عربیؐ
کفراور شرک ہوئے ایک ہی جنبش سے ہلاک   حق کی شمشیر تھی ابروئے رسول عربیؐ
آشب غم تری صورت کی بلائیں لے لوں   تو ہے آئینہ گیسوئے رسول عربیؐ
رنگ کاکل میں رنگے اپنے سراپائے بلالؓ   تھے جو وہ بندۂ گیسوئے رسول عربیؐ
حشر میں سب کی نظر داور محشر کی طرف   اور داور کی نظر سوئے رسول عربیؐ
اپنی رعنائی قامت پہ ہے یوں سرو کو ناز   راس آیا قد دلجوئے رسول عربیؐ
لے بنا لے اسے چشم شب اسریٰ سرمہ   رنگ پر ہے رخ گیسوئے رسول عربیؐ
میرے عصیاں کو بہادیں گے یہی اشک فراق   ہے رواں آنکھوں سے اک جوئے رسول عربیؐ
پھر گیا مہر کا سر ماہ کا سینہ ہوا شق   تھے تہہ خنجر ابروئے رسول عربیؐ

کیوں نہ ہو گردش دوراں مری تابع قابل
میں ہوں اول سے رضا جوئے رسول عربیؐ

قیامت کی ساعت کو ہم تو یہ سمجھے وہ کرتے ہیں ہست و عدم کا اعادہ
نظر میں ازل سے ہے۔ منزل بقا کی نگاہوں میں لیکن فنا کا ہے جادہ

ترے خلق نے دو جہاں کو لبھایا تری ذات پر پیار خالق کو آیا
ترے پرتو رخ سے روشن ہوئے ہیں حقیقت کی منزل محبت کا جادہ

بنے دونوں عالم اخوت کا گلشن ہے انساں کی بستی فرشتوں کا مسکن
کہ فکرو تدبر سے تیرے ہوئی ہے کمی فتنہ و شر میں حد سے زیادہ

خدائی کے چکر میں تھے حق کے بندے تھے نمرود و فرعون کے ایسے پھندے
براہیم کے بعد جو گم ہوئی تھی ہوا تجھ سے اس بندگی کا اعادہ

تصور میں آئیں کریں ہم سے باتیں کہ عشق و وفا کی ہیں یہ خاص راتیں
نہ جائیں وہ محویت دل پہ قابل کہ مصروفیت میں ہے فرصت زیادہ

تھی تمازت سے بری خوئے رسول عربیؐ کہاں خورشید کہاں روئے رسول عربیؐ
استعارے شب معراج کے اللہ و غنی قاب قوسین تھے ابروئے رسول عربیؐ
قیصر و کسریٰ کی اقلیم کے وارث ٹھہرے وہ جو اعرابی تھے بدوئے رسول عربیؐ
سندھ تجھ کو ہو مبارک کہ بسا ہے تجھ میں ایک دیوانہ باہوئے رسول عربیؐ
شب معراج میں پایا ہے مدینے کا شرف بن گیا عرش بریں کوئے رسول عربیؐ
یوں لہکتی ہوئی آئی چمن دل میں نسیم جیسے ہو موجہ خوشبوئے رسول عربیؐ
تُل کے اس کانٹے میں امت کے گنہ پھول ہوئے کیسی میزان تھے ابروئے رسول عربیؐ
یوں کھڑا ہوں رہ طیبہ میں بچشم گریاں جیسے اک سرو لب جوئے رسول عربیؐ
سب سے پہلے وہی اسلام پہ لائیں ایماں سب سے پہلے تھیں جو بانوئے رسول عربیؐ

غنچہ و گل میں مہک ہے مہ و انجم میں چمک　　لاکھوں پردوں میں ہے اک بوئے رسول عربیؐ
آئے بازی گہہ الفت میں مرے دیدہ و دل　　ہمیں چوگان و ہمیں گوئے رسول عربیؐ
سدرہ و خلد اسی کوچے کے ہیں موڑ فقط　　عرش تک ہے روش کوئے رسول عربیؐ

معجزہ تھی لب حق گو کی فصاحت قائل
کفر سمجھا اسے جادوئے رسول عربیؐ

یہ خدا کی دین ہے یا ہے عطائے مصطفےؐ　　ہے جو اول سے مرا دل مبتلائے مصطفےؐ
سر دو عالم کا خمیدہ ہے بپائے مصطفےؐ　　خالق کونین ہے رتبہ فزائے مصطفےؐ
نغمہ زن ہے بلبل رنگیں نوائے مصطفےؐ　　مصطفےؐ حق کے لئے ہیں حق برائے مصطفےؐ
کعبہ جاں یوں بھی ہے انکی شبیہ ناز حسن　　مظہر حسنین ہیں صورت نمائے مصطفےؐ
آپؐ کا کلمہ ہے حرف حق ہے شاہد خود خدا　　ہے ہر انداز خدا گویا ادائے مصطفےؐ
بزم کونین انکی خاطر کی گئی آراستہ　　کون ہے محبوب حق ایسا سوائے مصطفےؐ
مہومہ شاہد ہیں انکا ہر عمل ہے جاوداں　　آج تک ثبت فلک ہیں نقش پائے مصطفےؐ

خواب میں بھی غیر حق منہ سے نہ نکلی کوئی بات
حرف .صادق تھے فقط لب آشنائے مصطفےؐ

نفس واپسیں چل سوئے رسول عربیؐ　　جیتے جی دیکھ تو لوں کوئے رسول عربیؐ
آج جس خاک میں چشمے زر سیال کے ہیں　　وہیں طیبہ ہے وہیں کوئے رسول عربیؐ
دشت ہُو میں ہے مہک اسکی تجلی اسکی　　دل ہے وہ نافہ آہوئے رسول عربیؐ
مدحت پاک نبیؐ ہے مرا مقصود حیات　　میری تربت ہو سر کوئے رسول عربیؐ
سایہ حضرتؐ کا نہ تھا ہم کو ہے تسلیم مگر　　چاند ہے پرتو ابروئے رسول عربیؐ

داور حشر نے بھی دیکھ لیا عالم حشر　　ایک اک آنکھ رہی سوئے رسول عربیؐ

نعت قابل کا ہے ہر مصرع درود اور صلوٰۃ
ہے جوہر لفظ کا رخ سوئے رسول عربیؐ

— — — — — — — — —

وجہ تخلیق ہر دو جہاں آپؐ ہیں　　راز کون و مکان و جناں آپؐ ہیں
منزل و جادہ و کارواں آپؐ ہیں　　چشم شوق آپؐ حسن نہاں آپؐ ہیں
آپؐ ہیں لطف حق آپؐ فضل خدا　　دونوں عالم پہ رحمت فشاں آپؐ ہیں
حق کے قلب تقدس میں پنہاں ہے جو　　آرزوؤں کا وہ اک جہاں آپؐ ہیں
کیسا طوفان غم کیسا طغیان غم　　ساحل دل کی موج رواں آپؐ ہیں
آپؐ کی ذات ہے عین حق مستقل　　ماورائے یقین و گماں آپؐ ہیں

چشم قابل میں ہے گردش مہر و مہ
توسن آسماں کی عناں آپؐ ہیں

— — — — — — — — —

ثنا کا ہم سے حق کیونکر ادا ہو　　خدا ہی جانتا ہے بس کہ کیا ہو
نہ یزداں ہو نہ یزداں سے جدا ہو　　ورائے کائنات ماسوا ہو
تمہیں اے ماہ و انجم جانتا ہوں　　شہ معراجؐ کا تم نقش پا ہو
شفیع حشر جب موجود ہونگے　　قیامت کا مجھے پھر خوف کیا ہو
نہیں محروم چشم لطف کوئی　　کہ تم ایک ایک کے درد آشنا ہو
وہی ہے باعث تخلیق ہستی　　وہ بندہ خود خدا جس پر فدا ہو

اسے کیا واسطہ دنیا سے قابل
ازل سے جس کا دل درد آشنا ہو

— — — — — — — — — —

ہے ساغر میں دل کے شراب مدینہ نگاہوں میں ہے آفتاب مدینہ
ہے سب سے جدا انتخاب مدینہ نہیں دو جہاں میں جواب مدینہ
کھلے پھول رحمت کے دونوں جہاں میں کچھ اس طرح برسا سحاب مدینہ
دل و دیدہ ہیں پھول باغ وفا کے یہ نرگس ہے اور وہ گلاب مدینہ
گنہگار کس منہ سے ہو در پہ حاضر نظر پر ہے طاری حجاب مدینہ
در مصطفیٰ پر جبیں جس نے خم کی حقیقت میں ہے کامیاب مدینہ

گدا اسکے صد رشک سلطاں ہیں قابل
ہے سرکار عالی جناب مدینہ

ہو جو لامحدود کی تفسیر ذات ہم سے کیونکر ہوں بیاں اس کی صفات
کہہ کے انکو رحمت اللعالمینؐ خالق اکبر نے کی خود شرح ذات
جس کے رخ میں ہے جمال ایزدی جس سے ہے صدق و امانت کو ثبات
لب کشا ہے جس کی مدحت میں خدا وجہ تخلیق دو عالم جس کی ذات
حق کا وہ نور مبیں جس کے طفیل ہے امام دو جہاں آدم کی ذات
سایہ گیسو ہے جس کا شام زیست پرتو رخ جس کا ہے صبح حیات
غنچہ باغ حقیقت جس کے لب ہے کلام اللہ جس کی بات بات
بھیجتے ہیں قدسیاں جس پر درود جس کا ہے مداح رب کائنات
اشرف المخلوق ہے جس سے بشر جس نے بخشا سنت حق کو ثبات
جسکے پابند اشارہ مہر و ماہ تابع اسکے حکم کے دن اور رات

قابل اس انسان کاملؐ پر درود
جس کو بخشیں حق نے خود اپنی صفات

ربیع الاول

اللہ اللہ رے یہ شان ربیع الاول　　رشک جنت ہے گلستان ربیع الاول
مجھکو حاصل ہوا عرفان ربیع الاول　　دل ہے فردوس بدامان ربیع الاول
ایک مدت سے تھا ارمان ربیع الاول　　دیکھ لی صورت ذی شان ربیع الاول
لب بلبل پہ احادیث نبیؐ کے نغمے　　حفظ پھولوں کو ہے قرآن ربیع الاول
چشم بینائے مسلماں کو نظر آتی ہے　　رحمت حق تہہ دامان ربیع الاول
ذکر و اذکار نبیؐ محفل میلاد رسولؐ　　ہیں یہی حاصل ایمان ربیع الاول
للہ الحمد ہوا قسمت عشاق رسولؐ　　زخم دل کے لئے درمان ربیع الاول
ماہ شعبان و محرم ہو کہ ذیقعد و صَفر　　ہیں یہ سب تابع فرمان ربیع الاول
اس طرح گزرا صفر ماہ محرم کے بعد　　جیسے ہو سلسلہ جنبان ربیع الاول
ذکر آسودہ ہے دل، روح ہے آسودۂ فکر　　دیکھتے ہی مہ تابان ربیع الاول
ہے یہ لذت کش اذکار نبیؐ شام و سحر　　دل نہیں بے سرو سامان ربیع الاول
ذکر میلاد نبیؐ سے ہوئی حاصل معراج　　دل ہے جان و دل و ایمان ربیع الاول
چمکا خورشید صفت زخم دل ماہ و سال　　یوں ہوا چاک گریبان ربیع الاول
دل کچھ اس طرح رہا ذکر نبیؐ کو بے چین　　جیسے ہو تشنہ ارمان ربیع الاول

لب گویا ہو نظر ہو کہ مرے جان و دل
ہے ہرک بوذر و سلمان ربیع الاول

زباں پیوستہ قلب و نظر ہو　　ثنائے حق بہ انداز دگر ہو
جسے خُلق عظیم اللہ ٹھہرائے　　نہ کیوں قرآن ناطق وہ بشر ہو

محبت رحمت اللعالمینؐ کی　　تجلائے دل و چشم و نظر ہو
وہ صورت جس پہ پیار اللہ کو آئے　　زہے قسمت کہ از نوع بشر ہو
یقیناً" حق کا منظور نظر ہے　　رسول پاکؐ پر جسکی نظر ہو
ملے کیوں کر نشاں منزل کا اسکی　　فراز عرش جس کی رہگزر ہو
نہیں تحصیل علم و فن کا محتاج　　جو خود سرمایہ علم و ہنر ہو
نہ کیوں ہو معتمد دونوں جہاں کا　　جو بندہ چشم حق میں معتبر ہو

سلام قائل مہجور کہنا
صبا طیبہ میں جب تیرا گزر ہو

تجلائے نور جبیں اللہ اللہ　　رخ خاتم المرسلیںؐ اللہ اللہ
وہؐ عرش علیٰ کے مکیں اللہ اللہ　　دو عالم ہیں زیر نگیں اللہ اللہ
لباس بشر میں نظر آنے والا　　سر عرش خلوت گزیں اللہ اللہ
وہؐ جس کے در پاک کا اک مجاور　　ہے خود جبرئیل امین اللہ اللہ
نظر جس کی خضر رہ لطف و رحمت　　نفس جس کا حبل المتیں اللہ اللہ
ہے واللیل حق کی نگاہوں میں جس کا　　رخ گیسوئے عنبریں اللہ اللہ
وہ ہے جس کا دیدار نظارہ حق کا　　تجلی کی روشن جبیں اللہ اللہ
جو ہر حال میں محسن دو جہاں ہے　　نہیں جس کے لب پر "نہیں" اللہ اللہ
اسے حق نے بخشا ہے وہ خوان نعمت　　ہیں دونوں جہاں خوشہ چیں اللہ اللہ
امام الرسلؐ خاتم الانبیاؐ ہے　　نگہبان دنیا و دیں اللہ اللہ

جو مداح و ممدوح یزداںؐ ہیں قائل
جھکی ان کے در پر جبیں اللہ اللہ

تصور میں شبیہ پاک اگر ہو　　شب غم گوہر افشاں چشم تر ہو
رسول پاکؐ کے در پہ بسر ہو　　تو معراج حیات مختصر ہو
نمود کہکشاں یہ مشورہ مان　　رخ انور پہ زلف منتشر ہو
نہ کیوں مثل نظر آنکھوں میں رکھ لوں　　کہ تم اللہ کے نور نظر ہو
تمہیں پہچان لے جو دل ہو وہ دل　　جو تم کو دیکھ پائے وہ نظر ہو
تمنا دل کی ہو خاک سر راہ　　یہ سر کی آرزو ہے سنگ در ہو
کٹے عمر آپؐ کے کوچہ میں میری　　ہے حسرت آپؐ کے در پر بسر ہو
قیامت ہے چٹائی پر وہؐ سوئے　　تجلی جس کی خاک رہگزر ہو

میں ایسے پیکر خاکی کے صدقے
بشر ہو کر بھی جو فوق البشر ہو

کلام اللہ ہم نے جن کی ایک اک بات میں دیکھا
جمال خالق اکبر انہیں کی ذات میں دیکھا

تجھے عیش فراواں میں توکل آشنا پایا
تجھے صابر الم کی کثرت و بہتات میں دیکھا

نہ صرف اقلیم و اعدا پر ہی قابو آپؐ نے پایا
دل و جاں کا بھی فاتح آپؐ کو غزوات میں دیکھا

درود پاک نے جو کیف بخشا قلب مومن کو
رکوع و سجدہ میں پایا نہ التحیات میں دیکھا

رسول اللہؐ کا رخ تھا جمال حق کا آئینہ
حقیقت کو مجلیٰ ہم نے تشبیہات میں دیکھا

سکون دل جو بخشا ہے نبیؐ کی پیاری باتوں نے
نہ تسبیحات میں پایا نہ تخیلات میں دیکھا

غزالی بن کے کیا پایا جو رازی بن کے کچھ پائیں
جمال ایمان غیبی کا نہ تحقیقات میں دیکھا

یہ اعجاز بیاں قابل مبارک ہو مبارک ہو
کہ حمد و نعت کا جلوہ تری ہر بات میں دیکھا

ہر آنسو صورت لعل و گہر ہو — اگر ہجر نبیؐ میں آنکھ تر ہو
شب معراج سرورؐ راہبر ہو — تو سیر عرش ہر شام و سحر ہو
ہو جس پر دشمنوں کو بھی بھروسہ — وہ کیونکر دوستوں سے بے خبر ہو
امام الانبیاءؐ ہے شان جس کی — نہ کیوں اقوام کُل کا راہبر ہو
کہاں ہے کلمۂ طیب مکمل — نہ شامل نام حضرتؐ کا اگر ہو
نمونہ ہیں دو عالم کے لئے آپؐ — اس امر حق سے کیا قطع نظر ہو

تمنا ہے کہ جاذب رحمتوں کا
قیامت میں مرا دامان تر ہو

یہ رتبہ کب کسی کے حد امکانات میں دیکھا
عروج آدمیت بس نبیؐ کی ذات میں دیکھا

ہجوم غم میں دیکھا شدت صدمات میں دیکھا
تجھے بطحاؑ کے چاندؐ ایک اک اندھیری رات میں دیکھا

نہ تشبیہات میں دیکھا نہ تلمیحات میں دیکھا
جمالِ انؐ کا کلام اللہ کی آیات میں دیکھا

ترے نازک اشاروں نے کئے حل عقدۂ مشکل
یہ اجمالات میں پایا نہ تفصیلات میں دیکھا

محمدؐ اول و آخر محمدؐ ظاہر و باطن
یہ ہے وہ خواب جو خوابوں کی تعبیرات میں دیکھا

جب انساں تک خدا کی بات پہنچانے کی بات آئی
تو قرآن مجسمؐ محو تفسیرات میں دیکھا

ضرور اس طرح حق کی بندگی تکمیل پاتی ہے
عبادت کا مزہ مخلوق کی خدمات میں دیکھا

نہ ہو کیوں سورۂ واللیل انؐ کی زلف کی صورت
رخ شمس الضحیٰ جن کی تجلیّات میں دیکھا

ہمیں ہے صبح محشر سے سوا شام لحد قابل
کہ محبوب خدائے حقؐ کا جلوہ رات میں دیکھا

جب بھی کتاب حق کو پڑھیں گے جہاں سے ہم معمور پائیں گے ترے حسن بیاں سے ہم
وابستہ ہیں مدینہ کے دارالاماں سے ہم آزاد یوں ہیں فتنہ ہر دو جہاں سے ہم
جو تیرے دلربا کی ہو دیدار کی امیں وہ چشم شوق لائیں الٰہی کہاں سے ہم
منزل خدا ہے جس کی حبیب خدا ہیں خضر ہرگز بچھڑ سکیں گے نہ اس کارواں سے ہم

جب ہے رخ حضورؐ میں اللہ کا جمال   پیدا یقین کر کے رہیں گے گماں سے ہم
نظروں میں ہے حضورؐ کی معراج کا سفر   چنتے رہے ہیں پھول مہ و کہکشاں سے ہم
ہے بندگی حق زرہ عشق مصطفیٰؐ   آزاد ہیں کشاکش سودو زیاں سے ہم
ہے صورت حبیب خداؐ کا جو آئینہ   گزرے ہیں اپنے دل کی تمنا میں جاں سے ہم
ہے رہ نمائے ظلمت غم دل کی روشنی   مشعل کا کام لیتے ہیں اپنی فغاں سے ہم
ہو ابتدا کی بات ہی کیوں انتہا کی بات   روداد دل سنائیں انہیں درمیاں سے ہم

ہے روح کا کلام یہ قابل ہے دل کی بات
کیا کہہ سکیں گے راز محبت زباں سے ہم

طلاطم میں غم کے پھنسا ہے سفینہ   مدد کیجئے للہ شاہ مدینہؐ
تمہاری گلی عرش اعظم ہے مجھکو   یہ منزل ہے جس کا محبت ہے زینہ
عبادت ہے الفت شہ انبیاءؐ کی   ہے نقش وفا میرے دل کا نگینہ
یہ ہے آخری التجا میرے دل کی   سہارا بنیں فرقت میں شاہ مدینہؐ

زیارت میں کرتا ہوں شاہ اممؐ کی
میرا دل بھی قابل ہے ننھا مدینہ

ستم مجھ پہ ڈھاتا ہے کوئی تو ڈھائے کہ مجھ سا وفا دار کوئی نہیں ہے
مرے حق میں انکا یہ کہنا ہے کافی کہ تجھ سا گنہگار کوئی نہیں ہے

یہ ہے عرصہ حشر برپا قیامت یہاں نفسا نفسی کا عالم ہے طاری
بجز سرور انبیاءؐ کے یہاں پر ہمارا طرفدار کوئی نہیں ہے

ہر اک امت اپنے نبی کے جلو میں حضور خدا پیش ہو گی سر حشر
تو پھر مصطفیٰؐ سے کہے گے یہ رحمت کہ تجھ جیسا دلدار کوئی نہیں ہے

فرشتے بھی حوریں بھی اور انس و جن بھی سبھی یوں تو مخلوق یزداں ہیں لیکن
کوئی دست قدرت کی صنعت تو دیکھے بشر جیسا شہکار کوئی نہیں ہے

خطاوار ہی مستحق کرم ہیں تو پھر ناحق امت کو رنج اور غم ہیں
جو بخشش کے قابل ہیں وہ صرف ہم ہیں کہ ہم سا گنہگار کوئی نہیں ہے

نہ سونا نہ لعل وگہر چاہئے　　فقط شاہ دیںؐ کی نظر چاہئے
نظارہ ترا عمر بھر چاہئے　　یہ وقفہ نہ ہو مختصر چاہئے
نئی طرز کا راہبر چاہئے　　جسے چاہے تو وہ بشر چاہئے
دل و دیدہ میں سوز الفت تو ہو　　ہمیں نخل غم کا ثمر چاہئے
جو تھا پیشوا خضر و الیاس کا　　وہ محبوب حقؐ راہبر چاہئے
جہاں بدلے یا بدلیں قلب و نظر　　دعاؤں میں کچھ تو اثر چاہئے
ابھی رحمت حق کا ہو گا نزول
فقط ایک دامان تر چاہئے

آنکھوں میں مکہ دل میں مدینہ　　اہل وفا کا ہے یہ قرینہ
ہے بحر غم میں دل کا سفینہ　　چشم کرم ہو شاہ مدینہؐ
آنکھوں میں پنہاں جیسے نظر ہو　　یوں ہے حریم دل میں مدینہ
ہے جن کے غم سے ایمان تازہ　　سلطان دیںؐ ہیں شاہ مدینہؐ
قابل ہے شیدا آل نبیؐ پر
مست ازل کا ہے یہ قرینہ

سراپا نور ہیں یثرب کی گلیاں　　چراغ طور ہیں یثرب کی گلیاں
جمال حور ہیں یثرب کی گلیاں　　حدیث نور ہیں یثرب کی گلیاں
کہاں کے خلد و حور و عرش اعظم　　کہ ان کا نور ہیں یثرب کی گلیاں
جمال شاہ دینؐ ہے نقش دل پر　　کہ شمع طور ہیں یثرب کی گلیاں

نظارہ کر بچشم شوق قابل
دل مہجور ہیں یثرب کی گلیاں

جو پہنچے ہم در شاہ اممؐ تک　　تو ہو گا راحت جاں سوز غم تک
یہ دنیا ہے جمال بیش و کم تک　　ہیں اس میں مبتلا اہل ہم تک
نظر کی زد میں ہیں لوح و قلم تک　　جہان دل عرب سے ہے عجم تک
نظر کیا چشم تر کیا اشک کیسے　　خوشی پر تیری صدقے دل کا غم تک

دل پر شوق کا تو ذکر ہی کیا
ہے ان کا آئینہ یہ چشم نم تک

غرور بندگی ہم کو زرا ؔ انکسار آیا　　کہ بن کر شافع محشرؐ جیب کر دگارؐ آیا
شعور جستجو آیا نہ طرز انتظار آیا　　مری کوتاہیوں پر خود شہ بطحیٰؐ کو پیار آیا
امامت کو رسل کی وہ رسل کا تاجدارؐ آیا　　نواسہ جس کا ابراہیمؑ کا صدقہ اتار آیا
یہ عزت کم نہیں ایمان والو فخر کرنے کو　　کہ تم میں صانع قدرت کا نادر شاہکار آیا
فصیح دو جہاں ٹھہرا بلیغ علم و فن نکلا　　وہ امیؐ جو پڑھے لکھوں کا بن کر تاجدار آیا
تری معراج ہی نے عظمت آدم نمایاں کی　　سمجھ میں عالم انسانیت کا اب وقار آیا

کیا ہر تشنہ کام حق کو سرشار مۓ کوثر   خمستان حقیقت کا عجب بادہ گسار آیا
کیا دنیا کو سیر اپنے شکم پر باندھ کر پتھر   جہان فقر و فاقہ میں کب ایسا شہریار آیا

فقط آپؐ آۓ طوفاں میں ہماری دستگیری کو
وئی دریاۓ ہستی کے نہ آر آیا نہ پار آیا

نظر بن کر جمال رحمت پروردگار آیا   گنہگاروں کو اب آنکھوں کا اپنی اعتبار آیا
مرے شوق طلب پر خود حبیب حقؐ کو پیار آیا   ہوا دل مضطرب جتنا نگاہوں کو قرار آیا
کھلے گل زار قلب وجاں میں گل بوۓ شہادت کے   بہار خلد زار آئی خداۓ خلد زار آیا
وہ آۓ رحمت اللعٰلمینؐ بن کر زمانے میں   بہار آئی چمن میں غنچہ و گل پر نکھار آیا
صف محشر میں ہلچل مچ گئی جس وقت وہ پہنچے   صدا دی عاصیوں نے رحمت پروردگار آیا
رہ حق میں سکھایا تو نے انداز جہاد ایسا   کہ ٹھہرا فاتح ہستی جو اپنی جان ہار آیا
تجھے اللہ نے معراج کی شب یہ ضیا بخشی   تری خاک قدم کا ذرہ ذرہ خلد بار آیا
ترے جلووں کی ارزانی مری کوتاہ دامانی   مجھے آنکھوں سے شرم آئی مجھے نظروں سے عار آیا

کۓ تقسیم جب لوح و قلم قسّام فطرت نے
مری قسمت میں قابل خامہ مدحت نگار آیا

جہاں آب و گل میں جب حبیب کرد گارؐ آیا   تو اک دنیا پکار اٹھی ہمارا غم گسار آیا
وہ آۓ تو لب حق پر یہ کلمہ بار بار آیا   مری دنیا میں اب انسانیت کا غم گسار آیا
کمال عجز دیکھا عزّو شان بندگی دیکھی   خدا کا نور تھا یکسر جو بنکر خاکسار آیا

طیور خوش نوا محبوب حقؐ کے گیت گاتے ہیں
سمجھ میں دل کی یہ نکتہ بہ نغمات ہزار آیا

چنے میں نے نہ کیا کیا گل شہ طیبہؐ کی الفت میں
رکھا آنکھوں پہ قدموں نے اسے رہ میں جو خار آیا

قمر کیا شمس کی آنکھیں بھی ہونگی دیکھ کر خیرہ
شب معراج کا گر چشم انجم میں خمار آیا

شب معراج حوروں کے لبوں پر تھا یہی نغمہ
زمیں کا تاجدار آیا فلک کا شہسوار آیا

قمر نے لیں بلائیں تاروں نے کیں فرش رہ آنکھیں
شہ لولاکؐ جب براق پر ہو کر سوار آیا

پہنچتے ہی در حضرتؐ پہ دل سے یہ صدا نکلی
ترا عصیاں شعار اے رحمت پروردگار آیا

طلب میں شاہ دیںؐ کے یوں تو دنیا مضطرب دیکھی
کچھ اس انداز سے تڑپا دل قابل کہ پیار آیا

کب انکے دل میں دشمن کی طرف سے بھی غبار آیا
مزاج رحمت اللعالمینؐ پر حق کو پیار آیا

ملائک نے بلائیں رخ کی لیں حوروں کو پیار آیا
نبی کی گود میں جب فاطمہ کا گلعذار آیا

مری نظروں میں مشہود ازل کا جلوہ زار آیا
شہود عشق بن کر شاہد پروردگار آیا

سمجھ میں ابن آدم کی نہ جبرو اختیار آیا
نہ جب تک راز دان قدرت پروردگار آیا

جو احمدؐ بن کے اقدار احد کا پردہ دار آیا
ملائک کے لبوں پر نام اس کا لاکھ بار آیا

رکھی ملحوظ تعداد عناصر دلبر حق نے
وہ آیا تو جلو میں اپنے لیکر چار یار آیا

شفاعت کیوں نہ کرتے امت عاصی کی محشر میں
رسول اللہؐ کو اللہ کے بندوں پہ پیار آیا

دل ہجر کے داغوں سے اک نخل چراغاں ہے
ہر اشک غم آنکھوں میں اک شمع فروزاں ہے

ہے سوز محبت بھی کس درجہ نشاط آگیں
دوزخ بگریباں دل فردوس بداماں ہے

پوشاک توکل ہے پردہ تری شاہی کا　　سلطان دو عالمؐ ہے گو بے سروساماں ہے
اوصاف حمیدہ ہیں کرنوں میں تری پنہاں　　تو صدق و امانت کا وہ مہر درخشاں ہے
تو شافع محشرؐ ہے خود امت عاصی کا　　مظہر تری قدرت کا اللہ کا فرماں ہے
تو خلقت اول ہے لیکن ہے ظہور آخر　　تو دین الٰہی کی تکمیل کا عنواں ہے
گریاں ہیں شجر تیرے صدمات جدائی سے　　قدموں کے تلے تیرے دل کوہ کا لرزاں ہے
اک تیرے اشارے سے دل چاند کا دو پارہ　　تابع ترے فرماں کا خورشید درخشاں ہے

اک تیری محبت نے بدلا رخ فکر اسکا
مداح لب و عارض قاتل سا غزلخواں ہے

جلوہ طور آپؐ ہیں پیکر نور آپؐ ہیں　　مجھ کو کسی سے کیا غرض میرے حضور آپؐ ہیں
لوح و قلم کے نقش کا حسن سطور آپؐ ہیں　　بزم ازل کے جام کا کیف و سرور آپؐ ہیں
وجہ نمود کائنات ہے فقط آپؐ ہی کی ذات　　سارے رسولوں کے امام ایک حضورؐ آپؐ ہیں
عالم ہست و بود میں کار گہ وجود ہیں　　حق کی نمود آپؐ ہیں حق کا ظہور آپؐ ہیں
آپ صحیفہ خلیل آپ پیام جبرئیل　　آپؐ ہیں پیکر قرآں روح زبور آپؐ ہیں
آپؐ ہیں حسن لم یزل آپؐ ہیں عشق کا بدل　　غیب و شہود آپؐ ہیں قرب و حضور آپؐ ہیں
آپؐ کی منتظر نظر آپؐ جمال اشک تر　　آنکھوں کا ہیں خمار آپؐ دل کا سرور آپؐ ہیں
حسن کلام میں مرے آپؐ کا غم ہے جلوہ گر　　فکر رسا ہیں میری آپؐ میرا شعور آپؐ ہیں
ہے حد اشتیاق رب آپؐ کی قرب کی طلب　　حق کی نگاہ کا جمال دل کا سرور آپؐ ہیں
آپؐ ہیں روح آرزو آپؐ جمال جستجو　　یعنی زراہ سوز دل آنکھوں کا نور آپؐ ہیں
صنعت حق ہے لازوال جس کی نہیں کوئی مثال　　جس پہ مصور حیات کو ہے غرور آپؐ ہیں

آپؐ کا قرب ذات ہے محفل نعت کا سرور یعنی شریک بزم حق آج ضرور آپؐ ہیں
روح تصورات آپؐ جان تخیلات، آپؐ یعنی مرے قریب ہیں اور نہ دور آپؐ ہیں
آپؐ ہیں دل کے پاسباں آپؐ نظر میں ہیں نہاں ہیں رگ جاں سے بھی قریب کہنے کو دور آپؐ ہیں
میری نظر کی ہے نوا قلب حزیں کی ہے صدا میرے حضور آپؐ ہیں میرے حضور آپؐ ہیں

قابل خوش نوا کی بات یوں ہے حدیث حسن ذات
حاشیۂ خیال آپؐ حسن سطور آپؐ ہیں

بادہ وصل ذات کا کیف و سرور آپؐ ہیں حق کا ظہور آپؐ ہیں حق کا شعور آپؐ ہیں
خاتم انبیاء ہیں آپؐ واصل کبریا ہیں آپؐ آیت بینات کی شان ظہور آپؐ ہیں
سجدہ حال وقال کے دونوں رخ آپؐ ہی کی ذات خلق کا عجز بندگی حق کا غرور آپؐ ہیں
دونوں جہاں کی ہے بہار آپؐ کے حسن کا نکھار سینہ مہر و ماہ میں چشمۂ نور آپؐ ہیں
آنکھوں میں صورت نظر آپؐ کا حسن مستتر آپؐ ہیں نزد جان و دل کہنے کو دور آپؐ ہیں
بہر افادہ خلیل تابش نجم و مہر و ماہ چشم کلیم کے لے شعلہ طور آپؐ ہیں
آپؐ سے تکملہ ہوا وحدت ذات پاک کا کلمہ حق میں بھی شریک میرے حضور آپؐ ہیں
آپؐ ہیں آیت مبین آپؐ کتاب اولیں حاصل نور آپؐ ہیں واصل نور آپؐ ہیں
حسن کو آپؐ سے کمال عشق ہے آپؐ سے بحال کلک ازل نگار کا حسن سطور آپؐ ہیں
آپؐ نے جن و انس کو تربیت جمال دی عقل و نگاہ و ہوش کا حسن شعور آپؐ ہیں
آپؐ سے اکتساب حسن کرتے ہیں نجم ومہرماہ کیسی زمین فلک کے بھی منبع نور آپؐ ہیں
گردش مہر و ماہ پر آپؐ کو بخشا اختیار عالم خاک و نور کے خضر ضرور آپؐ ہیں

دیدۂ قابل حزیں یوں ہے نظارہ آفریں
اسکی نگاہ شوق میں چشمۂ نور آپؐ ہیں

حضورؐ میرے گناہوں کا کچھ حساب نہیں ہے عرض آپؐ سے اللہ سے خطاب نہیں
حضورؐ آپ کو دیکھا ہے اور کسے دیکھوں نگاہ شوق میں اب کوئی انتخاب نہیں
یہ عرش و کرسی و لوح و قلم یہ ارض و سما حضورؐ آپ سے کس شے کا انتساب نہیں
تمام دین و جہاں کا ہے علم لا حاصل حیات پاک اگر شامل نصاب نہیں
وہاں خدا نے شرف بخشا باریابی کا کہ جبرئیل جہاں تیرا ہمرکاب نہیں
پکارتے تھے خدا کو تو مضطرب تھا دل لیا ہے آپؐ کا نام اب تو اضطراب نہیں
خدا کے در پہ بھی سجدہ ہو اس کا کیسے قبول جو بارگاہ مدینہ میں باریاب نہیں
نہیں وہ چاند جو شق ہو نہ اک اشارے پر جو ان کا حکم نہ مانے وہ آفتاب نہیں
خدا کی طرح نہیں آپکی مثال کوئی خدا کی طرح حضورؐ آپ کا جواب نہیں

اڑائے چاند کے ٹکڑے پلٹ دیا سورج
ہے انقلاب یہ قابل کہ انقلاب نہیں

عصمت خاک مدینہ مری بینائی ہے میں تماشا ہوں کوئی میرا تماشائی ہے
آخری آیت تکمیل رسالت ہیں حضورؐ وحدت حق اسی صورت میں نظر آئی ہے
دشت بے آب میں چشمے ہوئے انگلی سے رواں آج تک جھومتی آئی ہے جو موج آئی ہے
جس نے قائم کی صداقت کی امانت کی مثال جس کی تصدیق خود اللہ نے فرمائی ہے
جس نے دنیا کو دیا مال و متاع دو جہاں خود مگر جس کو چٹائی ہی پہ نیند آئی ہے
یاد فرماتے ہیں دل کو در اقدس پہ حضورؐ سائل جلوہ طلب لے تری بن آئی ہے

وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں کہ ہوں عثمانؓ و علیؓ
ایک ہی چاند سے تاروں نے ضیاء پائی ہے

مہر و مہ ہیں نقش پاجن کے وہی خاور ہیں یہؐ
پتھروں نے جن کی کی تصدیق وہ گوہر ہیں یہؐ

جو شبیہہ خلق کے خالق ہیں وہ آذر ہیں یہؐ
جن سے روشن صورت حق ہے وہ صورت گر ہیں یہؐ

خون دل سے جن کو پالا ہے ان اشکوں کی قسم
دربدر ہیں گو مکین خانہ بے در ہیں یہؐ

آپؐ کی انگشت اطہر سے ہوئے چشمے رواں
فوج پیاسی کیوں رہے جب ساقی لشکر ہیں یہؐ

جو نہیں مربوط ان سے بندگی ہے بے مآل
کعبہ ہر دل یہی ہیں قبلہ ہر سر ہیں یہؐ

نظریں انکی دید سے ہیں میکش جام طہور
قلب تشنہ کے لیے تسنیم کا ساغر ہیں یہؐ

حافظے میں روح کے محفوظ ہیں نقش حضورؐ
لب پہ ہے نام خدا دل کو مگر ازبر ہیں یہؐ

میرا ذمہ ہے جو ایک اک آرزو پوری نہ ہو
حسرت دیدہ ہیں ارمان دل مضطر ہیں یہؐ

گلستاں میں اس لیے ہر پھول ہے ساغر بکف
پتہ پتہ جانتا ہے ساقی کوثر ہیں یہؐ

خواب میں ملتی ہے قابل کو لب سرورؐ سے داد
اس کے حرف معرفت کے بھی سخن پرور ہیں یہؐ

(بہ صنعت واسع الشفتین — پڑھنے میں ہونٹوں کا نہ ملنا)

حسن سر خیال ہے جلوت رسولؐ کی
کر اے نگاہ شوق زیارت رسولؐ کی

اللہ کی رضا ہے اطاعت رسولؐ کی
عرفان حق کی راہ ہے الفت رسولؐ کی

تسکین جان و دل ہے قناعت رسولؐ کی
کہتے ہیں جس کو فقر ہے دولت رسولؐ کی

دل کو ہے شوق وصل تو آنکھوں کو ذوق دید
الفت رسولؐ کی ہے یہ چاہت رسولؐ کی

سارے رسول ہی نہیں شاہد رسولؐ کے
نخل و حجر نے دی ہے شہادت رسولؐ کی

انداز دلستاں ہے خدا کو عزیز تر
اللہ کی ادا ہے اشارت رسولؐ کی

عرفان کردگار فقط ہے رسول کو
اللہ جانتا ہے حقیقت رسولؐ کی

سرکارؐ کو قضا وقدر کا ہے اختیار
تقدیر ہے رسل کی قیادت رسولؐ کی

فردوس و حور ان کے گھرانے کی ہیں کنیز حاصل ہے عاصیوں کو شفاعت رسولؐ کی
دست رسول حقؐ ہے کف خاص کردگار اللہ کی عطا ہے سخاوت رسولؐ کی
جلوہ ہے کردگار کا جلوہ رسولؐ کا دراصل حق کی شان ہے شوکت رسولؐ کی
کیا گلشن رسولؐ کا گل ہے دل حزیں آتی ہے ہر نفس سے جو نکہت رسولؐ کی
ہے عکس کاردگار کا جلوہ رسولؐ کا خلاق کی نگاہ ہے فطرت رسولؐ کی

انسان ساری خلق سے افضل ہے اس لئے
زیر نگاہ حق تھی فضیلت رسولؐ کی

ذو قافتین

دیکھی سحر کے رخ میں صباحت رسولؐ کی زلفوں سے شام نے جو ملاحت قبول کی
دم بھر نہ ماسوا کی اطاعت قبول کی محبوب حقؐ نے رکھی وہ حرمت اصول کی
عاشق حبیب حقؐ کا ہے محبوب کبریا اللہ کا ہے عشق محبت رسولؐ کی
کفار مکہ کے نہ ستم کا دیا جواب سوئے مدینہ آپؐ نے ہجرت قبول کی
اس رحمت تمام کا انداز دیکھئے جاری رہی عدو پہ بھی رحمت رسولؐ کی
اللہ ہے رحیم وہ ہیں رحمت تمام بین الصفات حق کی شہادت قبول کی
آدم ہوں یا خلیل وہ عیسیٰ ہوں یا کلیم کس کس نے دی نہ ہم کو بشارت رسولؐ کی
حق کے لیے تھا صبر تو حق کے لیے جہاد ہر فتح آپؐ کی تھی نصرت اصول کی
اللہ نے بنایا انھیں میزبان حق تبلیغ دین ہی کی ہے دعوت رسولؐ کی

اس شوق میں کہ حشر میں دیکھے رخ حضورؐ
قابل نے مرنے جینے کی کلفت قبول کی

سلام و منقبت

حُبّ اہل بیت کے نشّہ میں قابل چُور ہے
آنکھ ہی کیا دل بھی کیف عشق سے مخمور ہے

حضرت ابوبکر صدیقؓ

خاتم المرسلینؑ کے یار غار اے ابوبکر دین حق کے وقار
اے نبیؐ کے خلیفہ اول نیک خو نیک فکر نیک عمل
جانشین پیمبر اسلامؐ ثبت تاریخ پر ہے آپکا نام
آپ الحادو کفر کے دشمن آپ سے ہے شگفتہ دیں کا چمن

اے ابوبکر تم پہ لاکھوں سلام
آج زندہ تمہیں سے ہے اسلام

حضرت عمر فاروقؓ

فاتح عالم اے عمر خطّاب دین کو آپ نے دی آب و تاب
بے مثال عدل میں تھی آپ کی ذات مردوں کو آپ نے عطا کی حیات
آپ کی بات وحی حق ٹھہری عظمت اللہ نے آپ کو بخشی
آپ تھے ایسے صاحب تدبیر آپ کی مٹھی میں رہی تقدیر
بحروبر سے کیا خراج وصول حق کی تبلیغ آپ کا تھی اصول
حکمراں تھے جو روم و ایراں کے آپ کے نام سے لرزتے تھے

کر دیا دو جہاں کو زیرو زبر
حق کے محبوب دین کے سرور

حضرت عثمان غنیؓ

پیکر حلم و شرم اے عثمان　　آپ سے پائی دین حق نے شان
اپنی دولت نثار کی دیں پر　　اہل حق کی فلاح پر تھی نظر
آپ کی ذات ٹھہری ذوالنورین　　آپ سے تھا نبیؐ کے دل کو چین
دیکھا ملت کو جب نفاق آلود　　زندگی ٹھہری نظروں میں بے سود
جان اپنی نثار کی دیں پر　　ہار میں بھی تھی شان فتح و ظفر
پرچم اسلام کا بلند رکھا　　آپ کو حق نے ارجمند رکھا
دین کی سلطنت کو قوت دی　　فاتح اعظم آپ کی ہستی
صاحب خیر اور نبیؐ کے رفیق　　تھے بہر حال اہل حق کے شفیق
دیدہ و دل سلام کہتے ہیں　　آپ کے غم میں اشک بہتے ہیں
آپ سے دیں نے پائی تازہ حیات
ہے مسیح دو عالم آپ کی ذات

حضرت علیؓ

کس طرح مجھ سے بیاں ہو عظمت و شان علی　　ہیں زمین و آسماں جب زیر فرمان علی
پھول ہیں علم و ادب کے زیب دامان علی　　سب گلستانوں سے بڑھ کر ہے گلستان علی
ہے نبیؐ کی ذات شہر علم علی ہیں اسکا در　　معرفت اللہ کی ہو کیوں نہ عرفان علی
آپ کا آئینہ دل جلوہ گاہ ذات حق　　ہے شعاع مہروں تار گریبان علی
آپ کے باغ وفا کے پھول تھے حسنین پاک　　فاطمہ سی زوجہ اطہر تھی شایان علی
عاقبت میں کیوں نہو دیدار حق اسکو نصیب　　جس کو حاصل جیتے جی ہو جائے عرفان علی
رشتہ سادات سے ہے منسلک قابل کی ذات
وہ بجا لائے گا جان و دل سے فرمان علی

شہید کربلا حضرت امام حسینؓ

جب ہوا حاصل دل و دیدہ کو عرفان حسین
بن گیا قرآن کی آیات فرمان حسین

ماہ عید اسکی نظر میں ماند ہو کر رہ گیا
خواب میں بھی جس نے دیکھا روئے تابان حسین

ہیں زمیں پر لالہ و گل عارض انور کا عکس
آسماں پر کہکشاں ہے زلف پیچان حسین

آتش درد محبت نے یہ بخشا ہے عروج
ہے دل سوزاں بھی اک شمع شبستان حسین

کربلا نے بخشی یہ سوغات ملت کے لئے
قوم کی قسمت بنا رنج فراوان حسین

اک ولی اللہ کا قائل ہے یہ اعجاز حق
خسروی تقسیم کرتے ہیں غلامان حسین

حضرت حسن ابن علیؓ

اے حسن ابن علی اے صبر پیشوں کے امام
ہے بہت اونچا رہ ایثار میں تیرا مقام

پیکر الفقر فخری تا ابد زندہ ہے تو
عالم فانی میں حق کا نقش پائندہ ہے تو

تو اگر لاتا نہ ایثار و تدبر روبکار
کربلا سے پہلے ہوتی کربلا اک آشکار

پیش گوئی تیرے نانا جان کی پوری ہوئی
امت اسلام کی لاج اک ترے دم سے رہی

ملت بیضا قیامت تک تری ممنون ہے
جو فرشتوں سے مقدس ہے وہ تیرا خون ہے

حضرت فاطمۃ الزہراؓ

اے خواتین خلد کی سردار — گلشن بیت مصطفےؐ کی بہار
اے حبیب خداؐ کی بنت ناز — حسن کردار میں ہے تو ممتاز
اے رسول خداؐ کی دل پارہ — جلوہ حق ہے تیرا نظارہ
تھی دل مصطفےؐ کی تو محبوب — تھا جہاں سے جدا ترا اسلوب
اپنے شوہر کی جان نثار تھی تو — چمن عشق کی بہار تھی تو
تجھ پہ تھا حضرت علیؓ کو ناز — حسن جذبات سے تھی تو ممتاز
تیری آغوش کے پلے حسنین — راحت دل ہیں اور جاں کو چین
اسد اللہ تھا ترا شوہر — تیری اولاد حق کا تھی مظہر
تجھ پہ تھا حق کی رحمتوں کا نزول — تو تھی زہرا لقب تھا تیرا بتول
تیرے فرزند تھے گلاب کے پھول — جن کی قربانی کی خدا نے قبول
متحد ایک سے ہوئی ملت — ایک نے بخشی دین کو عظمت
کبریا کے حبیبؐ کی دل دار — تجھ پہ لاکھوں سلام لاکھوں بار

ہے تری چشم لطف کا سائل
تیرے درکا فقیر ہے قابل

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

اُمّ ملّت خدیجۃ الکبریٰ — آپ کے دم سے باغ دیں ہے ہرا
آپکو حق نے بخشی یہ توفیق — سب سے پہلے کی دین کی تصدیق
اپنا سب مال وزر نثار کیا — یوں حبیب خداؐ سے پیار کیا

وحی آئی تو مضطرب تھے نبیؐ آپ ہی نے انہیں تسلی دی
پیکر عشق تھے رسول اللہؐ تھے وفا سے جو آپ کی آگاہ
رہے تا عمر آپ کے مداح آپ کی راہ تھی فلاح کی راہ
مادر اہل دیں پہ لاکھوں سلام
کہ خدیجہ کا ہے بلند مقام

حضرت عائشہ صدیقہؓ

نبیؐ کی زوجہ محبوب کم سن تھے بابرکت حیات پاک کے دن
مبارک دختر صدیق اکبر یہ ربط ازدواج پاک سرورؐ
کلام اللہ میں تیرا بیاں ہے کہ تو محبوب حقؐ کی دلستاں ہے
خدا تھا ناز بردار محمدؐ ترے رخ میں تھے انوار محمدؐ
حدیث و قرآں نے اسرار سارے بنے تیری نگاہوں کے اشارے
مسائل پوچھتے تھے لوگ آ کر کہ تھی تو عارف علم پیمبرؐ
ذکاوت تیرے فتووں سے عیاں ہے ذہانت تیری حق کا گلستاں ہے
ابد تک استراحت میں پیمبرؐ ترے حجرے میں ہیں اللہ اکبر
سلام جان و دل ہو عائشہ پر
جو قابل ہے حبیب حقؐ کی دلبر

حضرت عباس علمدارؓ

مرحبا ہمت کو تیری اے علمدار حسین
تو رہا دل سے شریک رزم و پیکار حسین

اے وفا پیکر رفاقت تیرے دم سے زندہ ہے
تجھ سے ایثار محبت گوہر تابندہ ہے

تو نے جب دیکھا کہ ہیں بے آب مرد و طفل وزن
تو ہوا ان کا شریک صدمہ و رنج و محن

پانی لینے کیلئے پہنچا جو تو نزد فرات
دشمنوں میں گرچہ تھی محصور تیری نیک ذات

جب کیا سادات پر اعدائے دیں نے پانی بند
ڈالی تیری ہمت عالی نے جرأت کی کمند

دشمنوں نے روکنا چاہا مگر تو کب رکا
چیر کو ان کی صفیں پانی سے مشکیزہ بھرا

تیر برسانے لگے بس جب نہ اعدا کا چلا
کر دیا بازوئے ہمت کو ترے تن سے جدا

تو نے مشکیزہ سنبھالا بڑھ کے بائیں ہاتھ میں
تیری کوشش تھی کہ پیاسے پانی حاصل کر سکیں۔

کاٹ ڈالا تیرا بایاں ہاتھ بھی کفّار نے
تو نے دونوں ہاتھوں کے کام اپنے دانتوں سے لئے

اشقیا نے اس پہ مشکیزہ کو چھلنی کر دیا
اس طرح قبضہ میں چلو بھر نہ پانی رہ سکا

تو رہا دریا کے ساحل پر بھی گو محروم آب
مٹ سکی اعدا سے کب تیرے عمل کی آب و تاب

آسماں پر مہرومہ جب تک بھی ہیں محو خرام
نقش تابندہ رہے گا دو جہاں ہیں تیرا نام

شہید کربلاؑ

شہید کربلا کی یاد دل میں جلوہ گستر ہے
غم فرقت کے پھولوں سے مشام جاں معطر ہے

قیامت، حشر میں یہ امتحان قلب داور ہے
کہ اک سائل لئے ہاتھوں میں اپنا کاسہ سر ہے

یہ تھی نمرود کا آتش کدہ شدآد کی جنت
فرات و دجلہ کی اقلیم دوزخ کے برابر ہے

سحر ان سے ہے شام ان سے ہے رات ان سے ہے دن ان سے
غم حسنین دور دو جہاں کا ایک محور ہے

شہیدان وفا یوں خاک پر ڈیرہ جمائے ہیں
نہ مسند ہے نہ تکیہ ہے نہ چادر ہے نہ بستر ہے

تصور میں وہی صورت وہی مکھڑا نگاہوں میں
جو ہے تقدیر آنکھوں کی وہی دل کا مقدر ہے

نہیں جب صدق و عدل و خیرو عرفاں کی لگن قائل
تو ہونا بھی ہمارا اب نہ ہونے کے برابر ہے

یوم علیؑ

ہوا بند آج علم و فن کا باب   کیوں نہ مغموم ہوں پھر اہل کتاب
جو نبیؐ کا تھا قوت بازو   راہ حق میں بہا یا جن نے لہو

جس سے تھے کفر و شرک لرزہ بہ تن — تھا شجاعت کا جو شگفتہ چمن
جس پہ علم و ادب کو ناز رہا — جو حقیقت سر مجاز رہا
بو ترابی تھی جس کی شان نیاز — جو صف غازیاں میں تھا ممتاز
وہی خیبر شکن علی حیدر — وا ہوا جس پہ خلد کا ہر در
جو صحابہ کا جاں نثار رہا — دوستان نبیؐ کا یار رہا
جسکو حاصل تھا اعتماد رسولؐ — تھا جو گلزار عاشقی کا پھول
نقش لوح وفا ہے جس کا نام — کیا اعدا کا جس نے کام تمام
آج یوم وفات ہے اس کا — فرض ذکر صفات ہے اس کا

اے علی تجھ پہ لاکھ بار سلام
تو جہاں کے اماموں کا ہے امام

حسینؓ

رخ پر جو زخم عشق سجایا حسین نے — احسان زندگی نہ اٹھایا حسین نے
دی راہ حق میں جان کہ تھی حق کی دی ہوئی — باطل کے آگے سر نہ جھکایا حسین نے
جس کو نہ باد تند مخالف بجھا سکے — وہ عشق کا چراغ جلایا حسین نے
ملت کے مردہ جسم میں پھونکی ہے تازہ روح — یہ زندہ معجزہ بھی دکھایا حسین نے

جو دین کا وقار ہے حق کی ہے جس سے لاج
قابل وہ درس ہم کو سکھایا حسین نے

سلام بحضور سید الشہداؑ

سلام اس پر جو بن کر دین حق کا پیشوا آیا
سلام اس پر برہنہ سر جو پیش کربلا آیا

سلام اس پر کہ جس نے لاج رکھ لی دین و ایماں کی
سلام اس پر کہ جس پر جان صدقے ہر مسلماں کی

سلام اس پر نبیؐ کے دوش پر جس نے سواری کی
سلام اس پر کہ جس نے حق کی خاطر جاں نثاری کی

سلام اس پر جو تھا محبوب حقؐ کی آنکھ کا تارا
سلام اس پر کہ جس کی دید تھی خالق کا نظارہ

سلام اس پر جو پیکر تھا صداقت کا امانت کا
سلام اس پر کہ جس سے ہو گیا عرفاں امامت کا

جوانان بہشتی کا جو ہے سردار اور آقا
نگاہ فاطمہ میں لعل اور گوہر ہے سرتا پا

سلام اس پر کہ جس سے ملت اسلام ہے زندہ
سلام اس پر شہادت جسکی ہے اک نقش تابندہ

حسین ابن علی ملت ترے ایثار کے صدقے
مقدر بن گئے تیرا ہم ان انوار کے صدقے

حسین پاک کا ایثار جب ہم یاد کرتے ہیں
ہمارے ساتھ ملکر دو جہاں فریاد کرتے ہیں

حسینؑ

جب خون پاک سر سے گرایا حسین نے — مٹی میں آسماں کو ملایا حسین نے
اے طلعت شہادت عظمیٰ ترے نثار — تجھ کو عروس خلد بنایا حسین نے
تھا انبیاء کو جس کا تصور پس حیات — وہ خواب زندگی میں دکھایا حسین نے
جوش جہاد بھی اسی نعرے کے دم سے ہے — بخشی ہے ولولوں کو قبا "یاحسین" نے
یوں بندگان حق پہ کھلی وصل حق کی راہ — وہ حق کو پا گئے جنہیں پایا حسین نے
اب تک ہے جسکی گونج دل کائنات میں — اللہ کیسا گیت یہ گایا حسین نے

قابل نہال خلد کا ہے فیض حشر تک
ایک اک شجر کو بخشا ہے سایا حسین نے

حسینؑ

اس کو شفق نصیب بنایا حسین نے — جس سرزمیں پہ خون گرایا حسین نے
گر کربلا کی خاک ملی چرخ سے تو کیا — انسان کو خدا سے ملایا حسین نے
بنیاد اقتدار نہ اب تک جما سکا — وہ قصر کربلا میں جو ڈھایا حسین نے
خود پاؤں جس کا بن کے رہا آسماں کا سر — اونچا کیا وہ خاک کا پایا حسین نے
نظارہ ہی سے کانپ گئی روح جبرئیل — دی کیسے جان میرے خدایا حسین نے
رو رو کے موج موج نے دریا بہا دیئے — اک قطرہ آب کا جو نہ پایا حسین نے

نسبت یہ کم امامت کو نین سے نہیں
قابل کو خاک پا جو بنایا حسین نے

علیؓ

عقل کی آگہی علی عشق کی روشنی علی
ضیغم کبریا علی زور یداللہی علی

قوت بازوئے نبیؐ سطوت ہر ولی علی
دونوں جہاں کی زندگی کون فقط علی علی

حسن امارت نبیؐ شان قلندری علی
ظلمت عقل و ہوش میں عشق کی روشنی علی

آئینہ زار نیست میں صورت زندگی علی
تیرگی حیات پر نور کی برتری علی

عالم ہست و بود میں کون اسے سمجھ سکے
مائل بندگی علی حاصل بندگی علی

اسکا کلام تیغ حق اسکی نگاہ ذوالفقار
پھر بھی ہے رزم گاہ میں پرچم آشتی علی

کعبہ کی گود کا پلا نور نگاہ مصطفیٰؐ
گلشن معرفت میں ہے پھولوں کی تازگی علی

ہے اسی دن سے قسمت بندہ خدا کی معرفت
دے گیا جب سے عشق میں درس خود آگہی علی

آئینہ وصال میں کیوں نہو وہ رسولؐ کے
جبکہ ہے خواب ناز کے راز کا خلوتی علی

بدر و احد کے معرکے اسکے ثبات کا ثبوت
تھا کف مصطفیٰؐ میں بھی زور یداللہی علی

حسن قضا رخ قدر دونوں اسی کی ذات میں
ساز الست بھی علی نغمہ ساز بھی علی

ہے سر جادہ فنا نقش بقا کا آئینہ
بحر سکوت نیست میں شورش زندگی علی

قائل وحدت آشنا حسن دوئی پہ ہے فدا
ہونٹوں پہ ہے خدا خدا دل میں مگر علی علی

حضرت غوث پاکؒ

لب پہ ایک اک موئے تن کے ہے جونام غوث پاک
دل کی دنیا کر رہی ہے احترام غوث پاک

ہاں وہ محبوب خدا ہیں رحمت اللعالمینؐ
جن کی مدحت سے مرصع ہے کلام غوث پاک

معرفت حق اور نبیؐ کی ہو گئی حاصل اسے
ہو گیا جس دل کو عرفان مقام غوث پاک

انکا ایک اک سانس ہے رشک حیات جاوداں
جن کو حاصل ہو گیا عشق دوام غوث پاک

حسن اور الفت کو انکے دم قدم سے ہے فروغ
دونوں عالم کی بہاریں ہیں بنام غوث پاک

مہر سوز دل کا مظہر ماہ حسن رخ کا عکس
رات دن گردش میں ہیں دونوں بجام غوث پاک

ہند سے بغداد تک کی بزم دل آراستہ
دیکھنے والوں نے دیکھا اہتمام غوث پاک

آپکے قدموں میں دنیا آپکے دامن میں دیں
فصل ہست و بود ہے فصل دو گام غوث پاک

بعد حمدؐ و نعت لطف منقبت ہے جزو دیں
میرے قلب و جاں ہیں یوں آسودہ کام غوث پاک

حرز جاں ہے یاد انکی ورد لب ان کا بیاں
میرے روز و شب ہیں قابل صبح و شام غوث پاک

سلام بحضور حضرت امام حسینؓ

سلام اس پر کہ جس کے گھر کی پروردہ رسالت تھی
سلام اس پر کہ ادنیٰ خادمہ جس کی ولایت تھی
سلام اس پر کہ جسکی زندگی یکسر عبادت تھی
صداقت جس کی فطرت تھی شہادت جسکی خدمت تھی
سلام اس پر کہ تھی آغوش زہرا جس کا گہوارہ
سلام اس پر کہ ہے حق کی تجلی جس کا نظارہ
سلام اس پر کہ جس نے مر کے دین حق کیا زندہ
سلام اس پر کہ ہے امر الٰہی جس سے تابندہ
سلام اس پر نبیؐ کے شانے پر جس نے سواری کی
سلام اس پر علی کے دل پہ جس نے نقش کاری کی
سلام اس پر جو تھا اللہ کے محبوبؐ کا دلبر
سلام اس پر جو تھا تصویر حسن مصطفےٰؐ یکسر
سلام اس پر جسے حق نے حیات جاوداں بخشی
سلام اس ناتواں پر موت نے جسکو تواں بخشی

سلام اس پر کہ جس کے عشق پر ہے ناز قابل کو
سلام اس پر عطا جس نے کیا اعزاز قابل کو

حب اہل بیت

حبُ اہل بیت کے نشہ میں قابل چُور ہے
آنکھ ہی کیا دل بھی کیف عشق سے مخمور ہے
آنکھ سے روئے حسین ابن علی مستور ہے
طور کی شمع تجلی اس لئے بے نور ہے
حضرت موسیٰ کی قسمت ایک شمع طور ہے
کربلا کے ذرہ ذرہ میں خدا کا نور ہے
اس مہ طیبہ کے سر ہے ظلمت شام فراق
ہر کرن میں جسکی تاباں مصطفےٰؐ کا نور ہے
اے شہید کربلا تو ہے وہ حسن حق فروز
تیری شمع کشتہ سے روشن چراغ طور ہے

ان کی الفت ان کا غم ان کا تصور ان کی یاد
دل کی دنیا قابل ان انوار میں محصور ہے

حسینؑ

کوئی ہوا نہ ہو سکے جیسا ہے حق نما حسین   شکر کا ارتقا حسین صبر کی انتہا حسین
حق کے حبیبؐ کا حبیب ہے یہی شاہ کربلا   کیوں نہ ہو حق کا دلربا جسکا ہو دلربا حسین
حکم خلیل کو ملا کیجئے بیٹے کو فدا   ذبح عظیم کا مگر کر گیا تکملا حسین
گلشن خاک و باد میں کھل نہ سکی تھی یہ کلی   کرب و بلا کے دشت میں جلوہ نما ہوا حسین
اس کی شہادت سعید دین کے حق میں وصل عید   مٹ گئے سب شمر یزید زندہ مگر رہا حسین
اس کی قضائے ہست وبود جلوہ حق کی ہے نمود   دے گیا دین کو بقا یوں ہوا خود فنا حسین
نور نگاہ مصطفیٰؐ دلبر دلبر خداؑ   حیدر و فاطمہ ہی کا اک نہیں لاڈلا حسین
شان حبیب کردگارؐ حسن وقار ذوالفقار   صورت مصطفیٰؐ حسین سیرت مجتبیٰؑ حسین
روح حیات کائنات جلوہ فروز شش جہات   حسن کی آرزو حسین عشق کا مدعا حسین

قابل زار پہ ہے یوں شافع حشرؐ کی نظر
یہ وہ گناہگار ہے جس کا ہے آسرا حسین

دھوپ میں

ایک اک ذرہ ہوا خونابہ افشاں دھوپ میں   تھا جو سرو گلشن زہرا خراماں دھوپ میں
دیکھنے آئی ہے کیا شام غریباں دھوپ میں   کھلنے والا ہے شہادت کا گلستاں دھوپ میں
پھول سے رخ کا پسینہ ہے دُر افشاں دھوپ میں   پنجتن کے باغ کا ہے شبنمستاں دھوپ میں
شوق دیدار شہید کربلا تھا حشر خیز   نور و ظلمت کا امڈ آیا تھا طوفاں دھوپ میں
ایک شمع حق نے روشن کر دیئے لاکھوں دیئے   وہ ہوا خون شہیداں سے چراغاں دھوپ میں
کربلا کی دوپہر نکلی قیامت کی گھڑی   ہو گئی خود گرمئی محشر پریشاں دھوپ میں

کیوں نہ برسائے جہنم دشمنوں پر کربلا　　جنت الفردوس کا ہے جان خوباں دھوپ میں
کربلا کی دوپہر اور فاطمہ زہرا کا چاند　　کیا قیامت ہے جمال ماہ تاباں دھوپ میں
خیر مقدم کو شہید کربلا کی روح کے　　تھے بگولے صورت تخت سلیماں دھوپ میں
رہگزار کربلا اور ہم شبیہ مصطفیٰؐ　　صورت انساں میں ہے تقدیر انساں دھوپ میں
دشت غربت میں یہ ہے دیوانہ حق کا مقام　　خضر کے انفاس ہیں تار گریباں دھوپ میں
اے جفا مظلوم! اشک ہر دو عالم تیرا حق　　تجھ پہ ہے ماتم کناں شام غریباں دھوپ میں
ساجد حق نے رکھا تپتی زمین پر اپنا سر　　پاؤں رکھنے کا بھی جس دم تھا نہ امکاں دھوپ میں
سر تو سجدے سے اٹھا اے فاطمہ کے دل ربا　　گیسوئے خاتون جنت ہیں پریشاں دھوپ میں
اے عروس کربلا یہ ہے ترے دلہا کی شان　　جنت و کوثر ہیں اس کے زیر داماں دھوپ میں
ایک اک قطرہ ہے کس کے لب سے منہ پھیرے ہوئے　　ایک اک ذرہ ہے کس کا دشمن جاں دھوپ میں

کربلا کی خاک کے ذروں نے قابل دی صدا
شام غم کی ہے شفق خون شہیداں دھوپ میں

زندگی کو جاوداں جس نے بنایا وہ حسینؑ

جس نے ذروں کی مہ و اختر بنایا وہ حسین　　بن کے جو مُہر شہادت جگمگایا وہ حسین
دشمنوں کو جس نے خود پانی پلایا وہ حسین　　آپ جس نے ایک قطرہ بھی نہ پایا وہ حسین
خاک کو خاک شفا جس نے بنایا وہ حسین　　جس نے مُردوں کو دم عیسیٰ سکھایا وہ حسین
خضر بن کر جو رہ ہستی میں آیا وہ حسین　　جس نے باطل کو طریق حق دکھایا وہ حسین
بن کے جو ابر وفا عالم پہ چھایا وہ حسین　　جس سے ہے حق آشنا اپنا پرایا وہ حسین
سرخرو ہو کر حضور حق جو آیا وہ حسین　　جس نے شاخ آرزو پر گل کھلایا وہ حسین

راہ حق میں جس نے اپنا سر کٹایا وہ حسین   بال جس کے شیشہ دل میں نہ آیا وہ حسین
شاخ غم پر مثل گل جو لہلہایا وہ حسین   جو بہتر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسین

خود قضا کو جس نے سینے سے لگایا وہ حسین
زندگی کو جاوداں جس نے بنایا وہ حسین

حسینؑ

(بہ صنعت واسع الشفتین ___ پڑھنے میں ہونٹوں کا نہ ملنا)

وہ جیتا جاگتا اللہ کا نشاں ہیں حسین   نگاہ اہل نظر سے کہاں نہاں ہیں حسین
ہے شرح جسکی خدا خود وہ داستاں ہیں حسین   ہے جاوداں تن تخلیق جسکی جاں ہیں حسین
ازل کے حسن کا اعجاز کُن فکاں ہیں حسین   جو گل کھلاتی ہے وہ روح گلستاں ہیں حسین
شہادت دل و جاں تیرے دلستاں ہیں حسین   حیات جان چھڑکنے چلی کہاں ہیں حسین
تجلی رخ خورشید کا نشاں ہیں حسین   نہاں ہیں سارے ستارے اگر عیاں ہیں حسین
خدا کے واسطے جاں دے کے جاوداں ہیں حسین   ہزاروں سودوں کا حاصل ہیں وہ زیاں ہیں حسین
حیات خضر شہادت کے رازداں ہیں حسین   جو جاگتی ہے وہ تقدیر انس وجاں ہیں حسین
علی کے لعل ہیں زہرا کے دلستاں ہیں حسین   نہ کہئے جاں کہ حقیقت کی جان جاں ہیں حسین
جسے خدا نے اٹھایا ہے وہ نشاں ہیں حسین   صراط جس کی وفا ہے وہ کارواں ہیں حسین
توکل اور رضا کے حدیث خواں ہیں حسین   کہ سود خلق کو آسودۂ زیاں ہیں حسین

تعارف انکا ہو لائق☆ وہ شے کہاں ہیں حسین
کہ خود وفا و تجلی کا ہفت خواں ہیں حسین

☆ قابل کی جگہ تخلص ضرورتاً "لائق" استعمال کیا گیا۔

غزلیات

قابل اُس شوخ کی تحریک نظر ہے مری فکر
میں نے اُن آنکھوں سے سیکھا ہے غزل خواں ہونا

یہ کہہ کے گزرا چمن سے کوئی صبا کی طرح
کہ ایک بندہ نظر آتا ہے خدا کی طرح

دعا نہ بارگہ حق میں مستجاب ہو کیوں
یہ شرط ہے کہ دعا ہو اک التجا کی طرح

ہوا ہے وہ گل خوبی جو میرے دل میں مقیم
ہے میرا سانس بھی اک موجہ صبا کی طرح

جو سر دے اور نہ دست یزید میں دے ہاتھ
ہے کون مرد وفا شاہ کربلا کی طرح

نگاہ اس پہ اگر جم گئی تو حیرت کیا
ہے کہکشاں بھی مجھے تیری خاک پا کی طرح

ہے راہ حسن کا پھولوں کو کیا سفر درپیش
اڑی ہے نکہت گل تیری خاک پا کی طرح

بیان دل کو دی جب بھی زبان کی جنبش
لبوں پہ نام ترا آگیا دعا کی طرح

انہیں بھی کیا مرے دل کی ہے آرزو قابل
ہیں مہر و ماہ بھی اک چشم سرمہ سا کی طرح

انبساط آرزو کو تہہ نشیں رہنے دیا
ہم نے دل کو جان کر اندوہ گیں رہنے دیا

دیکھ کر بسمل کو لب پر مسکراہٹ لی بکھیر
خنجر ناز اس نے زیر آستیں رہنے دیا

بندگیٔ عمر بھی نکلی امانت دار حشر
ایک سجدہ ہم نے محفوظ جبیں رہنے دیا

تربیت گلشن کے پھولوں کی انہیں منظور تھی
اس لئے موج صبا کو نازنیں رہنے دیا

دل کو اول سے رکھا آئینہ دار حسن خلد
جس گلستاں کا یہ غنچہ تھا وہیں رہنے دیا

عمر بھر عصیاں کیے لیکن بہ امید کرم
اس خلش کو حاصل دنیا و دیں رہنے دیا

حسن والوں کی رقابت سے رہا دل کو گریز
پیش نرگس ہم نے ذکر یاسمیں رہنے دیا

ہاں وہی ہے ابتدا سے اپنا منظور نظر
جس نے اپنا نقش جلوہ ہر کہیں رہنے دیا

اپنے بارے میں رکھا اس نے تذبذب آشنا
درمیاں اک پردۂ وہم و یقیں رہنے دیا

آسمان روح پر جب اس نے فرمایا نزول   داغ دل کو صورت ماہ مبیں رہنے دیا
اس خراب آباد عالم میں بھی ہوں ممنون حسن   جس نے ویرانے میں بھی گوشہ نشیں رہنے دیا

اس نظر نے بے رخی کی بھی تو قابل کیا ہوا
دل میں تیر ناز ہم نے جاگزیں رہنے دیا

○

ہر شے میں انہیں جلوہ نما دیکھ رہا ہوں   مخلوق میں خالق کی ادا دیکھ رہا ہوں
انسان کو انساں سے سوا دیکھ رہا ہوں   نادیدہ تجلی بخدا دیکھ رہا ہوں
دل پر نگہ سرور دیںؐ کا ہے تسلط   آئینہ کو حیرت ہے کہ کیا دیکھ رہا ہوں
رخ پر نہیں مہرومہ و انجم کے تجلی   غازہ تری خاک کف پا دیکھ رہا ہوں
ٹھہرے ہوئے عصیاں میں تلاطم سا ہے برپا   بہتا ہوا دریائے عطا دیکھ رہا ہوں
اللہ کی جانب سے یہ کونین کی دولت   نذرانہ محبوب خدا[1] دیکھ رہا ہوں
ہر قطرہ میں دریا کا تلاطم سا بپا ہے   ہر ذرہ میں صحرا کی ادا دیکھ رہا ہوں
ہر کاہ میں ہے کوہ کی عظمت کی تجلی   ہر پتہ میں گلشن کی ضیا دیکھ رہا ہوں
بے صوت و صدا نغمہ ہے کیسا مرے لب پر   بے صورت و معنی میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں
زاہد نہیں دل ہی مرا دیوانہ عصیاں   رحمت کو بھی مائل بہ خطا دیکھ رہا ہوں
جسکو کبھی جانا تھا نہ پہچانا نہ سمجھا   جس کو کبھی دیکھا نہ سنا دیکھ رہا ہوں

نغمات سروشی لب قابل کی ہیں قسمت
بلبل کو میں فردوس نوا دیکھ رہا ہوں

○

حریم ناز میں رخ کیوں بدل رہے ہیں چراغ
کہ سوز قلب و نظر سے جو جل رہے ہیں چراغ

ہوا کی گود میں کیا کیا مچل رہے ہیں چراغ
نظارۂ شب غم کو سنبھل رہے ہیں چراغ

ضرور عرش بریں کی طرف ہے کوئی رواں
فصیل کا ہکشاں پر جو جل رہے ہیں چراغ

ہمارے نالہ سوزاں ہیں یہ نہ اشک فراق
ہمارے ساتھ رہ غم میں چل رہے ہیں چراغ

ضرور سوزش پروانہ سے ہے ان کو جلن
اسے جلانے کو پہلو بدل رہے ہیں چراغ

ستاروں کی طرح اشک فراق ہیں ساکت
نہ بجھ رہے ہیں شب غم نہ جل رہے ہیں چراغ

وحشت عشق نے انسان بنا رکھا ہے
ورنہ عقل و خرد و ہوش میں کیا رکھا ہے

بھولے سے بھی کبھی آتا نہیں خود اپنا خیال
دونوں عالم کو ترے غم نے بھلا رکھا ہے

میری صورت میں نظر آتے ہیں وہ دنیا کو
اک مری ذات کو آئینہ بنا رکھا ہے

ہم نے لوٹی ہے مجاز اور حقیقت کی بہار
ماسوا میں بھی بجز آپکے کیا رکھا ہے

دل کہ ہے بزم ازل کی تری نادر تصویر
ہم نے پہلو میں قرینے سے سجا رکھا ہے

تیرے بھولے ہوئے ظلموں کا تقاضا ہے فقط
ورنہ اس شیون و فریاد میں کیا رکھا ہے

ابتدا ہی سے بنا کر مجھے اپنی تصویر
دونوں عالم پہ مرا رنگ جما رکھا ہے

ان سے تجدید روابط ہے نظر کو منظور
ورنہ اس آرزوئے دید میں کیا رکھا ہے

اشک غم نے بھی کیا فاش نہ اسکو قابل
دل نے جس راز محبت کو چھپا رکھا ہے

بزم فنا میں نقش بقا کیا نہیں ہوں میں
اس درجہ آپ کا ہوں کہ اپنا نہیں ہوں میں
حسن نہاں کا کیا ترے جلوہ نہیں ہوں میں
پردے کے باوجود بھی پردا نہیں ہوں میں
صورت سے ہے مری تری تصویر جلوہ گر
حیرت یہ ہے کہ پھر بھی تماشا نہیں ہوں میں
ایک ایک کو ہے مدنظر میری جستجو
ہے کون جس کے دل کی تمنا نہیں ہوں میں
چشم جہاں میں نہیں کچھ اس کا مرتبہ
وہ دل کہ جس کا نقش سویدا نہیں ہوں میں
رگ رگ میں ہیں کھلے ہوئے حسن ادا کے پھول
گلزار عشق ہوں کوئی صحرا نہیں ہوں میں

صورت نہ دیکھ سیرت قابل پہ کر نظر
خون جگر ہوں رنگ حنا کا نہیں ہوں میں

○

غنچوں کو ناز پھولوں کو رعنائیاں ملیں
ہم کو فراق دوست میں تنہائیاں ملیں
جب آہ و نالہ عشق کی تقدیر بن گئے
بزم جمال و ناز کو شہنائیاں ملیں
جب رفعتیں ملیں تیرے حسن و جمال کو
میرے خیال و فکر کو گہرائیاں ملیں
اے دل وہی نشانہ جبر و ستم بنا
جس کو نظر میں ان کی پذیرائیاں ملیں
دونوں جہان حلقہ الفت میں آگئے
اے بحر حسن تجھ کو وہ گیرائیاں ملیں

مقبول دوجہاں ہوئے قابل تو کیا ہوا
شہرت کے بدلے ہمکو تو رسوائیاں ملیں

○

یہ کیا سے کیا مجھے غم جاناں بنادیا
ذرہ کو آفتاب درخشاں بنادیا
کیا تیرگی شام الم سحر کر گئی
ایک ایک داغ دل مہ تاباں بنادیا

اے آرزوئے جلوۂ جاناں ترے نثار — مرنا بھی راہ عشق میں آساں بنادیا
دل کو مرے کسی کی ادائے جمال نے — وسعت وہ دی کہ عالم امکاں بنادیا
اک چشم التفات نے بدلا جہاں کا رنگ — ہر ذرہ کو جو آئینہ ساماں بنادیا
ہے یادگارِ داغ فدا☆ کا یہ لطف خاص — انکی نظر نے مجھکو غزل خواں بنادیا

قابل کمال ہم نے کیا راہ عشق میں
دل کو غبار کوچہ جاناں بنادیا

☆ شاعر کے استاد حضرت فدا گلاؤٹھوی

○

تھا ازل سے جو تصوّر مرا یزداں ہونا — منحصر کر دیا مجھ پر مرا انساں ہونا
ایک افسردہ کلی کا گل خنداں ہونا — دل نے سیکھا تری نظروں سے گلستاں ہونا
بندگی تیری خدائی کا ہے عرفاں ہونا — اب مرے بس میں نہیں ہے مرا انساں ہونا
تیرے ہر جبر میں ہے بخشش قدرت پنہاں — تو نے ذروں کو سکھایا ہے بیاباں ہونا
مجھ سے دیکھا نہ گیا حسن معاصی کی قسم — بیگناہی پہ وہ رحمت کا پشیماں ہونا
اس نے تجدید تماشائے ازل کی خاطر — میری قسمت میں لکھا حشر بداماں ہونا
عشق آشفتہ کی جمعیت دل ہے منظور — حسن ایثار ہے زلفوں کا پریشاں ہونا
وجہ تسکین دل و جاں جو ہوئی شام فراق — ہم نے سمجھا ترا نزدیک رگ جاں ہونا

قابل اس شوخ کی تحریک نظر ہے مری فکر
میں نے ان آنکھوں سے سیکھا ہے غزلخواں ہونا

○

کبھی امتحان دل کا جو مقام آ گیا ہے ۔۔۔ میرے لب پہ بے تکلف ترا نام آ گیا ہے
مرا حسن آدمیت مرے کام آ گیا ہے ۔۔۔ کہ ازل کے خالقوں میں مرا نام آ گیا ہے
جنھیں کچھ شعور شرح مے و جام آ گیا ہے ۔۔۔ انہیں تشنگان غم میں مرا نام آ گیا ہے
کبھی راہ آرزو میں وہ مقام آ گیا ہے ۔۔۔ جہاں تھک کے بیٹھ جانا مرے کام آ گیا ہے
کبھی آنکھ بھر کے دیکھی کبھی پھیر لیں نگاہیں ۔۔۔ کبھی مے چھلک اٹھی ہے کبھی جام آ گیا ہے
مجھے داغ دے گیا ہے کوئی عہد وصل کر کے ۔۔۔ مرا روز تیرہ بختی سرشام آ گیا ہے
مرے اوج جستجو نے ترے چرخ کی خبر لی ۔۔۔ مرے قدموں سے الجھ کر تہہ گام آ گیا ہے
ہے چمن کا پتہ پتہ تو رہین کیف و مستی ۔۔۔ ترے میکدہ میں گل ہی تہہ جام آ گیا ہے
کبھی کام آگئے ہیں مرے جان و دل کے مونس ۔۔۔ کبھی جان و دل کا دشمن مرے کام آ گیا ہے
مری رفعت نظر نے مجھے پستیاں عطا کیں ۔۔۔ ترے جلوے کا بھکاری تہہ بام آ گیا ہے

مجھے میکدہ میں دیکھا تو کہا کسی نے قابل
ہے جو خضر کیف و مستی وہ امام آ گیا ہے

( )

ان کو ضد اشک کو آنسو کہو طوفاں نہ کہو ۔۔۔ غم کہو شوق سے غم کو غم جاناں نہ کہو
میری روداد وفا سن کے یہ کہتا ہے کوئی ۔۔۔ دل کے داغوں سے ہے سینے میں چراغاں نہ کہو
ہے ازل سے دل یزداں سے اسے نسبت خاص ۔۔۔ عشق کو سنت دیرینہ انساں نہ کہو
دل کی خاطر تو نہ لو تہمت عشق اپنے سر ۔۔۔ رخ پہ بکھری ہوئی زلفوں کو پریشاں نہ کہو
اک اشارہ بھی ہے نازک دل الفت پہ گراں ۔۔۔ ماہ روشن کو کسی کا رخ تاباں نہ کہو
چاہے کتنی بھی شگفتہ ہو کوئی صبح حیات ۔۔۔ شام کی دید سے پہلے اسے خنداں نہ کہو
بیکراں حسن کا کب سے دل انساں ہے محیط ۔۔۔ ایک قطرہ میں سما جائے جو طوفاں نہ کہو

ذوق تقصیر میں خود عفو ہے پنہاں یہ کہو　　جوش رحمت کا ہے عصیاں سے نمایاں نہ کہو

انکے جلووں کی ادا ہے جسے کہتے ہیں قضا
لذت وصل کو قابل غم ہجراں نہ کہو

○

یوں جو عمر دو روزہ پہ مغرور ہیں　　زندگی تجھ سے ہم کس قدر دور ہیں
اس قدر جبر قدرت میں محصور ہیں　　تیرے بندے خدائی پہ مجبور ہیں
نور ہے تیرگی ظلمتیں نور ہیں　　کچھ عجب حسن و الفت کے دستور ہیں
ہے تجلیٔ اکمل حجاب نظر　　اس قدر ہیں عیاں وہ کہ مستور ہیں
تم رہین بقا ہم اسیر فنا　　تم بھی مجبور ہو ہم بھی مجبور ہیں
یہ عطارد یہ زہرا یہ شمس و قمر　　سینہ چرخ گرداں کے ناسور ہیں

قابل اہل نظر کو ہیں شمع وفا
میرے اشعار الفت کا منشور ہیں

○

سوز غم سے ہیں مسلسل دیدہ و دل آگ میں　　ہو نہ ہو دریائے الفت کا ہے ساحل آگ میں
عشق نے کیسی سجائی ہے یہ محفل آگ میں　　شمع کی صورت ہے پروانے کی منزل آگ میں
سوزش حسرت تپ غم گرمیٔ آہ فراق　　طے ہوا کرتے ہیں الفت کے مراحل آگ میں
درس گاہ عشق نکلی امتحاں گاہ خلیل　　بن گئیں گل کی رتیں طوق و سلاسل آگ میں
رنگ گل شمع فروزاں موج گل دود آفریں　　اب چمن میں بلبلیں ہیں یا عنادل آگ میں
وہ نگاہ گل بداماں یہ دل آتش بجاں　　تیغ قاتل آگ میں ہے مرغ بسمل آگ میں

یہ گنہگار شکایت ہیں نہ بیمار فغاں   عشق کے تردامنوں کی کیوں ہو منزل آگ میں
عشق کی بھٹی میں سنگیں دل بھی ہو جاتے ہیں موم   سرخ رو ہوتا ہے آہن ہو کے داخل آگ میں

کس نے دیکھی قابل اپنے گریہ غم کی بہار
عشق کی ہستی ہے پانی میں مگر دل آگ میں

○

کیف جمال حسن سے معمور ہو گئے   گل یوں کھلے کہ دیدۂ مخمور ہو گئے
گمنام ہو کے اور بھی مشہور ہو گئے   ہم تجھ پہ مٹ کے عشق کا دستور ہو گئے
نازک تھے کس قدر ترے آئینہ ہائے حسن   اک ضربت نگاہ سے ہی چور ہو گئے
بخشی ترے کرم نے وہ توفیق اختیار   بندے خدائی کرنے پہ مجبور ہو گئے
میری نگاہ میرا تخیل مرا کلام   تیری تجلیات کا منشور ہو گئے
تصویر ماسوا تری صورت پہ مٹ گئی   انجم طلوع مہر سے کافور ہو گئے

خون فراق رستا ہے آنکھوں سے رات دن
کیا مہر و ماہ چرخ کا ناسور ہو گئے

○

کیوں دل کی طرف نظر نہیں ہے   کیا آئینہ معتبر نہیں ہے
ہوں خضر بقا فنا کی رہ میں   کوئی مرا ہم سفر نہیں ہے
کرتے ہیں طواف اس کا سجدے   کیا سر مرا سنگ در نہیں ہے
دنیا مرے حال سے ہے واقف   تمکو ہی مگر خبر نہیں ہے
جو تیرے سوا کسی کو دیکھے   ان آنکھوں میں وہ نظر نہیں ہے

سچ ہے کہ کوئی بھی مثل آدم وابستہ خیر و شر نہیں ہے

اس دور میں کیا غزل ہو قابل
قدر ادب و ہنر نہیں ہے

○

کیا آئی دل زار سے آواز تو دیکھو ٹوٹا نہ ہو ہستی کا کہیں ساز تو دیکھو
جیسے دل مضطر سے نہیں اسکو کوئی ربط یہ حوصلہ دیدۂ غماز تو دیکھو
ہے دونوں جہانوں میں مرے عشق کا چرچا رسوائی کا بخشا ہوا اعزاز تو دیکھو
جیسے شب غم میں بھی نہیں فرصت فریاد تم دل کی خموشی کا یہ انداز تو دیکھو
یوں گل کا نظارہ نہیں آنکھوں کو طرب خیز بلبل ہو اگر زمزمہ پرداز تو دیکھو
ہے ساز رگ جاں سے جدا سانس کی آواز نغموں کی یہ آوارگی ساز تو دیکھو

ہیں جان کے لیوا نفس ہجر ہی قابل
یہ زندگی و موت کے دمساز تو دیکھو

○

ہیں محو خیال روز و شب ہم بے خواب و سکوں مگر ہیں اب ہم
ہے وحشت عشق کا عطیہ دانش کا جو بن گئے سبب ہم
ترسیں گے خوشی کو اہل عالم اٹھیں گے جہاں غم سے جب ہم
عالم یہ تجلیات کا ہے اک بحر ہے جس میں تشنہ لب ہم
ہے ظاہر و باطن اپنا مومن رکھتے نہیں طرز بولہب ہم
ہر خار نے بڑھ کے پاؤں چومے صحرائے جنوں میں آئے جب ہم

پابند حدود جستجو تم آوارۂ منزل طلب ہم

قائل ہیں خرد کے دشمن جاں
مجنوں کے ہوں جیسے ہم نسب ہم

○

پیتے ہیں چشم ساقی کوثر سے جام ہم لیں گے نہ عمر بھر کبھی مرنے کا نام ہم
ہیں خضر علم و فن تو ادب کے امام ہم رکھتے ہیں نظم و نثر میں یوں التزام ہم
جامِ سخن میں بھر کے شراب دوام ہم کرتے ہیں زندہ حافظ و غالب کا نام ہم
ہیں گنبد حیات کی آواز باز گشت ہم ہیں جنوں طراز خرد التزام ہم
خون جگر سے خامہ مژگاں رہا ہے تر لکھتے رہے ہیں خط شب فرقت کے نام ہم
ہم ناخدا سفینۂ گم گشتگی کے ہیں کس درجہ پستیوں میں ہیں عالی مقام ہم
یہ عمر مستعار سے کیسا مذاق ہے گمنام ہونے کے لئے رکھتے ہیں نام ہم
عبرت کہ ہم سے لیتی ہے درس وفا جفا حیرت کہ عشق سے ہوئے حسن تمام ہم

ہیں لب ترے شباب تجلی سے ہمکنار
اک صبح کا ستارہ ہیں ماہ تمام ہم

○

انکو بھی انکا رازداں نہ کیا غیر کو ہم نے درمیاں نہ کیا
دل سے چھپ کر تری تمنا کی آشنا کو بھی رازداں نہ کیا
دوست نکلے گا جان کا دشمن ہم نے اے دوست یہ گماں نہ کیا
زندگی تیری آرزو میں کٹی ہم نے اک لمحہ رائیگاں نہ کیا

عشق کا رنگ احتیاط تو دیکھ　　تجھ کو بھی تیرا رازداں نہ کیا
ہم نے ہر لے کو نغمگی بخشی　　کن زمینوں کو آسماں نہ کیا
ہائے وہ بات جو نہاں نہ رہی　　آہ وہ راز جو عیاں نہ کیا
ماہ و انجم میں غنچہ و گل میں　　تم نے پردہ کہاں کہاں نہ کیا
اس خطا پر ہوا نہ سجدہ قبول　　سر کو کیوں سنگ آستاں نہ کیا
لینے والے خبر گریباں کی　　دامن زیست دھجیاں نہ کیا

ہم کہاں راز عشق کے قابل
ہم نے نالہ کہاں کہاں نہ کیا

○

ہے خزاں صورت عیار بہار　　کب ہوا سرد کاروبار بہار
موسم گل ہے خلفشار بہار　　ہوشیار اے سبک سوار بہار
چاک دل کو شگفت گل نہ سمجھ　　پھول تو ہے فگار خار بہار
غنچہ وگل کے رنگ و بو کی قسم　　جمع ہیں آج نور و نار بہار
راس آئی اسے شکست دل　　زخم دل ہے شگوفہ کار بہار
غنچہ و گل کا ساتھ کس نے دیا　　اک خزاں نکلی غم گسار بہار
اڑ گئے پھول رنگ و بو بن کر　　ہے یہی نقش پائیدار بہار
چشم بلبل نے گل کے پردے میں　　دیکھا دامان تار تار بہار

دیدہ و دل ہیں نرگس گلشن
قابل ان کو ہے انتظار بہار

○

شام فرقت ہے غم عشق کا دفتر فریاد
اضطراب دل و دیدہ کی ہے مظہر فریاد

جیسے تیرے دم رخصت کا ہو منظر فریاد
اس طرح آئی لب شوق پہ اکثر فریاد

اشک آنکھوں میں شرر ہونٹوں پہ اخگر فریاد
ہے مرے سوز دل و دیدہ کا زیور فریاد

سوز نالہ سے شب غم ہوئی کیسی روشن
جیسے سچ مچ ہو جواب مہ و اختر فریاد

لب تک آ سکتا نہیں ہجر میں بھی نالہ غم
قفس دل میں ہے اک بلبل بے پر فریاد

دل بہت مچلا گلی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی
نہ ہوئی پھر بھی حد ضبط سے باہر فریاد

چار چاند اس نے لگائے شب غم کو قابل
چرخ تک جا کے بنی ہے مہ و اختر فریاد

○

ہے ربط قلب و نظر ربط جسم و جاں کی طرح
زمین عشق کا عالم ہے آسماں کی طرح

کچھ ایسی بھول .ھلیوں میں ہے دل مضطر
یقین بھی مری نظروں میں ہے گماں کی طرح

قیادت نگہ شوق انوکھی بات نہیں
ہے ابتدا ہی سے دل میرکارواں کی طرح

نہ مرکے بھی غم الفت سے جان چھوٹ سکی
قضا بھی نکلی مری عمر رائیگاں کی طرح

کسی سے اسکی شکایت کریں کہاں جا کر
زمیں نے ہمکو ستایا ہے آسماں کی طرح

نہ اسکو چشم نظارہ طلب بھی دیکھ سکی
نگاہ شوق رہی جلوہ نہاں کی طرح

دل و نگاہ بڑی چال چل گئے قابل
سنایا حال جو اس بت کو داستاں کی طرح

○

جگر کے داغ کیوں دھندلا گئے ہیں تھے کیسے چاند جو گہنا گئے ہیں
وہ جلوے تو ہیں اب تک دیدہ افروز نظر کے پھول کیوں مرجھا گئے ہیں
وہ آئے ہیں تو بہر خیر مقدم مری آنکھوں میں آنسو آگئے ہیں
نہیں یہ بے رخی کی وجہ ہم سے وہ تیری بات اے دل پاگئے ہیں

مسیحا بن کے آئے ہیں وہ قاتل
نظر کے تیر جو برسا گئے ہیں

○

چشم مشتاق ہے دیدار کی خواہاں اے دوست شام فرقت ہے دل زار پریشاں اے دوست
جادۂ عشق میں مرنے کی ہے فرصت کس کو نہیں دیوانوں کے جینے کابھی امکاں اے دوست
آشکار عرصہ محشر میں ہوا آخر کار رازازل سے جومرے دل میں تھاپنہاں اے دوست
حشر برپا ہے مگر دیدہ و دل کو ہے سکوں جیسے ہو آج تری دید کا امکاں اے دوست

التفات نگہ ناز ہو قاتل کی طرف
کب سے ہے یہ تری فرقت میں پریشاں اے دوست

○

موت کی ہستی سے قائم ہے وقار زندگی ورنہ کب تھا چشم و دل کو اعتبار زندگی
چھا رہا ہے دونوں عالم پر غبار زندگی موت کہتے ہیں جسے ہے انتشار زندگی
آپ کے شوق تجلی نے کھلائے ہیں چمن ہے بپا صبح ازل سے کارزار زندگی
جینے والوں نے کیا ہے زندگی کو شرمسار مرنے والے بھی ہوئے کچھ کا مگار زندگی

گردش دوراں نے دم لینے کی بھی مہلت نہ دی زندگی کہیئے جسے ہے اک مزار زندگی
اک نظر کی جلوہ کاری نے کیا قصہ تمام ہو گیا اب سانس کا لینا بھی بار زندگی

عمر بھر قابل دیا ضبط وفا کا امتحاں
ہے جفائے حسن پر اب انحصار زندگی

○

پوچھنا تھا یہ نظر سے پہلے کیوں وہ جلوے نہیں برسے پہلے
کچھ نہ تھا قلب و نظر سے پہلے شام فرقت تھی سحر سے پہلے
دل مشتاق نہ تھا شعلہ بجاں تیرے انداز نظر سے پہلے
سر کو ہے رخصت سجدہ کہ نہیں پوچھنا تھا ترے در سے پہلے

وہ تجلی نظر آئے قابل
جلوۂ شام و سحر سے پہلے

○

اہل وفا کو زیب سر دار دیکھنا تم جان و دل کی گرمئی بازار دیکھنا
خون وفا کی صورت اظہار دیکھنا دل گل کا پہلے دیکھنا پھر خار دیکھنا
محشر میں راس آئیگی کیا شوخی ازل اقرار ہو نہ جائے یہ انکار دیکھنا
ہے عاصیوں کی نظروں میں رحمت کا اک پیام چشم کرم سے سوئے گنہگار دیکھنا
سوز دل و نگاہ نے عادت بنادیا اک بار ان کو دیکھ کے سو بار دیکھنا

قابل کے شعر سن کے وہ بولے زراہ طنز
شاعر ہیں آپ آپ کے اشعار دیکھنا

○

جفا کو بھی جو ترسایا گیا دل
تو کیا کچھ بیوفا پایا گیا دل
بہائے چشم نظارہ نے آنسو
جب اس محفل سے اٹھوایا گیا دل
ہوئے اب آرزو و شوق رخصت
تھا جو کچھ تیرا سرمایا گیا دل
سروش غیب کی آواز بن کر
کسی کی بزم میں گایا گیا دل

سمجھ قابل نہ اپنی جان کی خیر
ترے سینے میں گر پایا گیا دل

○

جلوۂ حسن شعلہ رو کیا ہے
جذبہ و سوز آرزو کیا ہے
دوست کیا چیز ہے عدو کیا ہے
دل کو پیہم یہ جستجو کیا ہے
اپنی ہستی کے حسن پر ہوں فدا
میں نہیں جانتا کہ تو کیا ہے
شام غم سے اگر نہیں کچھ ربط
حسرت زلف مشکبو کیا ہے
گر نہیں تیغ آزما کوئی
شور فریاد چار سو کیا ہے
سایہ افگن نہیں جو قامت ناز
سرو سا نزد آب جو کیا ہے

صدقہ ہے دید حسن کا قابل
ورنہ نظروں کی آبرو کیا ہے

○

حیات اپنی ہے ربط جسم و جاں تک
تجسس اے دل ناداں کہاں تک
یقیں کی زندگی نکلی گماں تک
مرے کام آئی عمر رائیگاں تک

ہوائے دشت پہنچی گلستاں تک　　بہاروں کی رسائی ہے خزاں تک
وہیں تک ہے نگاہ شوق اپنی　　تجلی کی تری حد ہے جہاں تک

چھڑا ہے ذکر جب پیاروں کا قابل
تو پہنچی بات یاد رفتگاں تک

○

گو ابھی نقش ابتدا ہے عشق　　حسن کافر کی انتہا ہے عشق
کیسے سمجھاؤں میں کہ کیا ہے عشق　　فہم و دانش سے ماورا ہے عشق
قبلۂ دیدۂ تحیر کوش　　کعبۂ قلب پارسا ہے عشق
ہے کبھی حسن آدم خاکی　　اور کبھی جلوۂ خدا ہے عشق
کہنے کو لاعلاج درد دل　　خود ہی اس درد کی دوا ہے عشق

ذرہ ذرہ کی روح ہو کر بھی
دشت و گلزار سے جدا ہے عشق

○

مجھے مر کے بھی جہاں میں جو سکوں جاں نہیں ہے　　تو یہ تیرا امتحاں ہے مرا امتحاں نہیں ہے
ترے جور کی خدائی یہ بتا کہاں نہیں ہے　　وہ زمین کونسی ہے جہاں آسماں نہیں ہے
نہیں خار جس کے دامن میں چمن نہیں وہ میرا　　نہیں برق کی جو زد میں مرا آشیاں نہیں ہے
جو نہ دھجیاں اڑا دے فلک ستم نما کی　　وہ نہیں ہے میرا نالہ وہ مری فغاں نہیں ہے

وہ نگاہ ناز کیا ہے وہ فسون حسن ہے کیا
مرے جذب دل کا قابل اگر امتحاں نہیں ہے

○

ہے مدعائے قلب و نظر ہر دعا کے بعد   الفت فقط نبیؐ کی ہو عشق خدا کے بعد
ہیں کشتگان راہ وفا منزل آشنا   کس نے کہا حیات نہیں ہے قضا کے بعد
دل سے کیا ہے چشم فسوں گر نے عہد عشق   دیجئے نہ کوئی اور سزا اس سزا کے بعد
بیگانگی حسن و ادا نے دیا یہ درس   اپنا نہیں کوئی دل درد آشنا کے بعد

اچھا ہے زندگی میں سمجھ لیں جو ہم یہ بات
مرنا فنا سے پہلے ہے جینا فنا کے بعد

○

ابھی گزرے ہیں وہ شاید ادھر سے   مہک آئی نفس کی رہ گزر سے
فرشتوں نے کہاں پائی یہ توفیق   بشر ہے امتیاز خیر و شر سے
یہ خوف دل کی ارزانی مبارک   ہمیں شکوہ ہے اپنی چشم تر سے
ہوا تعمیر بلبل کا نشیمن   لئے جب خار و خس برق و شرر سے
مرے آئینہ دل کی حقیقت   نمایاں ہے رخ آئینہ گر سے
جو رنگ و بوئے گل کے آشنا ہیں   انہیں کیا واسطہ برگ و ثمر سے
ہے ناحق چشم ظاہر کا تکلف   وہ دیکھے جاتے ہیں دل کی نظر سے

ہمیں مارا ہے قاتل زندگی نے
قضا سے ہے نہ شکوہ ہے قدر سے

○

خود اپنی دید کی حد سے گزر گیا کوئی   نگاہ شوق پہ الزام دھر گیا کوئی
نظر میں جلوؤں کو مستور کر گیا کوئی   گلوں سے دامن دیدار بھر گیا کوئی

قفس کے شوق اسیری نے کر دیا کیا سحر — چمن کی سمت جو بے بال و پر گیا کوئی
دل و نظر نے ہمیشہ کیا یہی ماتم — کہ ساتھ چھوڑ کے کیوں ہم سفر گیا کوئی
ضرور شوق نظارہ کی ہے یہ کوتاہی — جو راہ قلب و نظر سے گزر گیا کوئی
نہ دیکھا آئینہ دل کی سمت کیوں اپنے — تری تلاش میں کیوں در بدر گیا کوئی
جو تیرا عاشق صادق تھا روکتا اسے کون — نہ جانا تھا ترے در پہ مگر گیا کوئی
بشر پہ کھل گئی تسخیر مہر و ماہ کی راہ — کہ سوئے عرش بہ عزم سفر گیا کوئی
بنا کے دل مرا شائستہ جمال وفا — عطا نظر کو نیا حسن کر گیا کوئی

فلک کی ٹوٹی کمر عرش کانپ اٹھا قابل
کب اپنا نالہ دل بے اثر گیا کوئی

○

کب کسی سے الفت کے راز کو چھپا رکھا — روبروئے حسن دوست دل کا آئینہ رکھا
ارتباط چشم و دل حشر تو نہیں ڈھاتا — کس لئے محبت کو حسن سے جدا رکھا
موجہ صبا نے کی خاک گلشن آرائی — بوئے گل کو پھولوں کے رنگ سے جدا رکھا
منزل ایک تھی لیکن حسن نے یہ سازش کی — جادۂ وفا سے دور اپنا قافلہ رکھا

حسن کی تجلی نے حشر گو کیا برپا
دل نے آنکھ اٹھانے کا قابل حوصلہ رکھا

○

حسن کو آلودۂ شوق نظر ہم نے کیا — جلوۂ نامعتبر کو معتبر ہم نے کیا
کفر پر ایمان لائے مرمٹے تصویر پر — اپنا اس بت کو بہ انداز دگر ہم نے کیا

کس کی ہمت تھی کہ ہوتا حسن فطرت کا حریف　　کون کرتا امتیاز خیر و شر ہم نے کیا
قلب سوزاں کے جہنم کو کیا ہم نے سراب　　حسن کے جلووں کو فردوس نظر ہم نے کیا

قابل انداز فغاں میں بھی ہے روح نغمگی
اپنی آہ سرد کو بھی شعر تر ہم نے کیا

○

آنکھوں کو اشکبار کیا ہائے کیا کیا　　راز دل آشکار کیا ہائے کیا کیا
ہر ذرہ کو بنا دیا دل نے نگاہ شوق　　ارزاں جمال یار کیا ہائے کیا کیا
دیوانگان عشق و وفا نے حضور حسن　　دامن کو تار تار کیا ہائے کیا کیا
اس فتنہ گر کی چاہ میں ہم نے رقیب کو　　احباب میں شمار کیا ہائے کیا کیا

قابل نگاہ شوق و تمنا کو دل کے ساتھ
اس حسن نے شکار کیا ہائے کیا کیا

○

دے فقیری کہ دل کو شاہی دے　　لیکن انداز جلوہ گاہی دے
شب فرقت کو وہ سیاہی دے　　جو تری زلف کی گواہی دے
جلوۂ کوہ و حسن کاہی دے　　پست و بالا کی سربراہی دے
تجھ کو دیکھا ہے اب کسے دیکھے　　دل کو توفیق بے نگاہی دے
دل کو وہ حسرت نظر ہو عطا　　جو تری دید کی گواہی دے
کھینچ کر اپنے ابروؤں کی کماں　　دل کو پیکان کج نگاہی دے
لطف تو جب ہے ضبط الفت کی　　حسن کی بے رخی گواہی دے
بلبل زار تیرا گریہ ہجر　　کیا عجب پھول کو ہنسا ہی دے

اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں — اپنے بچھڑوں کو پھر ملا ہی دے
یہ بھی تھا دیکھنا حضور دوست — دل مجھے طعن کم نگاہی دے
مرتے دم موت کا نظارہ کروں — اتنی مہلت مجھے الٰہی دے

پا کے انکی نظر کی شہ قابل
اپنی روداد دل سنا ہی دے

○

نگہ ناز ہے غماز خدا خیر کرے — حسن ہے پردہ در راز خدا خیر کرے
زیست چاہو تو رہ عشق میں مرنا سیکھو — ہاتف غیب کی آواز خدا خیر کرے
میرے دل کی یہ صدا ہے مگر آواز سروش — روح ہے زمزمہ پرداز خدا خیر کرے
دیکھنا ہے کہ ہے کس کس کا سلامت ایماں — جلوہ گر ہے بت طناز خدا خیر کرے

چشم قابل میں ہے مستقبل دستور حیات
آنکھ ہے پردہ در راز خدا خیر کرے

○

کسی کی لغزش پا کا حساب ہو نہ سکا — رہ وفا میں جنوں کامیاب ہو نہ سکا
رکھا نہ دل نے شہادت گہ وفا میں قدم — اگر گدائے شہ بوتراب ہو نہ سکا
رہا حجاب عناں گیر چشم جلوہ طراز — تری نگاہ کا دل سے خطاب ہو نہ سکا
ہے یادگار گلستان عشق سینے میں — وہ ایک پھول جو کھل کر گلاب ہو نہ سکا

وہ باد و نار کے دوزخ کدے میں جھونکا گیا
جو رہن کشمکش خاک و آب ہو نہ سکا

○

دل و دیدہ کی تابانی مرے سوز نہاں تک ہے　　محبت کی گل افشانی مری آہ و فغاں تک ہے
جمالِ نالہ سوزاں زمیں سے آسماں تک ہے　　خدا جانے ترے غم کی فراوانی کہاں تک ہے
اجل کی تاک جھانک اک ربط جسم و قلب و جاں تک ہے　　تگ و تاز شرار و برق شاخ آشیاں تک ہے
نہ سوزدیدہ و دل تک نہ ربط جسم و جاں تک ہے　　محبت کی جہانگیری حیات جاوداں تک ہے
گلوں کی داستاں کب بلبل رنگیں بیاں تک ہے　　چمن کی خلد آرائی قفس سے آشیاں تک ہے

بقا شعر و ادب کی قابل شیریں بیاں تک ہے
فصاحت کی تجلی اس کے انداز بیاں تک ہے

○

کب وہ رحمت شریک حال نہیں　　ہم کو عصیاں پہ انفعال نہیں
انکی فرقت میں جینا ہے اعجاز　　جان دنیا تو کچھ کمال نہیں
موت آسان کرتی ہے مشکل　　زندگی کیا ہے گر وبال نہیں
دل پہ چوٹ اس نظر کی پڑتی ہے　　پھر بھی اس آئینہ میں بال نہیں
گر نہیں حسن کا جواب ترے　　عشق کی بھی مرے مثال نہیں
عشق کی پاکبازیاں تو دیکھ　　نظر آلودۂ جمال نہیں

عقل و دانش کو ہے فنا قابل
وحشت عشق کو زوال نہیں

○

سرشک غم میں بھی اس درجہ التہاب نہ ہو　　یہ دل کا داغ محبت ہی آفتاب نہ ہو
یہ پردہ داری بھی اعجاز جلوہ کاری ہے　　کشش ہو حسن میں کیونکر اگر حجاب نہ ہو
یہ سوچتا ہوں تو لگتی ہے دل پہ مہر سکوت　　مرے سوال سے پیدا ترا جواب نہ ہو

قیامتیں مری جان حزیں پہ ڈھاتا ہے دل اس نگاہ فسوں گر کا انتخاب نہ ہو
جناب شیخ کو رشک آئے میرے عصیاں پر بڑا مزہ ہو اگر حشر میں حساب نہ ہو
حجاب حماں عیسیٰ سے کس نے دی یہ صدا ہے کامیاب محبت جو کامیاب نہ ہو

خفا ہوئے ہیں وہ قابل سے بزم میں کہہ کر
یہ تجھ سے کہدیا کس نے کہ باریاب نہ ہو

○

شکوہ اس بت سے جفا کا دل ناشاد نہ کر صبر ہے عشق کی دولت اسے برباد نہ کر
کب کہا دل نے کہ تازہ ستم ایجاد نہ کر تو مری آہ کو ہمرشتہ فریاد نہ کر
بجلیوں کو خس و خاشاک نشیمن نہ بنا اپنی تخریب کو تعمیر کی بنیاد نہ کر
رہنے دے دل کو اسیر خم گیسو اپنا جو گرفتار ہوا خود اسے آزاد نہ کر

بزم میں کیوں ہے رقیبوں سے یہ ذکر قابل
جس کو تو دل سے بھلا بیٹھا اسے یاد نہ کر

○

جلتی ہے شب فرقت شمع زندگی تنہا جسکو تکتی رہتی ہے میری بے بسی تنہا
گرچہ ہے معاون کچھ جلوۂ بصارت بھی رہبر دو عالم ہے دل کی روشنی تنہا
ہے جنون الفت بھی منزل آشنائے حسن راہبر نہیں ہوتے ہوش و آگہی تنہا
گیسوؤں کے سائے میں ہے مزاج جاناں بھی باعث جفا نکلی انکی برہمی تنہا

اب رضائے دلبر سے کیوں نہ ہو غرض قابل
جب سکون جاں بخشے حسن کی خوشی تنہا

○

ہیں صبح کے ستارے نہ یہ شام کے چراغ　　شبنم سے پر ہیں پھول مے و جام کے چراغ
جیسے ہوں سب حرم کے دروبام کے چراغ　　شاعر کے دل میں جلتے ہیں الہام کے چراغ
پھر ظلمت گناہ محیط نظر ہو کیوں　　ہر سو فروزاں ہیں کرم عام کے چراغ
ایک اک ستارہ دل کی تباہی پہ ہے مصر　　کیا ہیں نجوم گردش ایام کے چراغ

کافور ہو گئیں شب فرقت کی ظلمتیں
آنکھوں میں اشک تر ہیں بڑے کام کے چراغ

دست ہر گل میں مئے حسن کا پیمانہ سہی　　غنچہ لب بستہ سہی بزم میں مینا نہ سہی
انکے لب پر دل پر شوق کا افسانہ سہی　　شمع کی نظروں میں سوز دل پروانہ سہی
برق کی زد پہ چمن میں مرا کاشانہ سہی　　لب گل پر مری بربادی کا افسانہ سہی
کم نہیں یہ کہ مجھے حق کی رضا ہے حاصل　　قلب و جاں بھی مرے ایمان کا نذرانہ سہی
غیر کے ساتھ نباہیں جو وفا تو جانوں　　آپ میرے نہیں ہوتے ہیں تو اچھا نہ سہی
آپ کے حسن تصور سے بہلتا ہے دل　　شام فرقت کے لبوں پر مرا افسانہ سہی

پھر بھی کہتا ہے محبت میں پتے کی باتیں
قابل زار ترے عشق میں دیوانہ سہی

مرا ہر سانس ہے اس کا پیامی　　عطا کی زندگی جس نے دوامی
حضور ساقی اپنی تشنہ کامی　　بنی الفت کا داغ ناتمامی
بڑی شے ہے جمال خوش کلامی　　کہ انساں کی ہے اس سے نیک نامی
فقط پروانہ اسلام ہے دل　　عراقی ہے نہ ایرانی نہ شامی

وہ جلوہ کیوں دکھائیں ہر کسی کو　　نہیں کچھ دولت دیدار عامی
تری ہمت پہ اے دل آفریں ہے　　یہ صحرائے جنوں اور تیزگامی
ہے دیوانہ جو دل ہوش و خرد کا　　جنون عشق میں شاید ہے خامی

مگر قابل کا ہے انداز اپنا
نہ وہ خاقانی و حافظ نہ جامی

○

ہر ایک اشک نے انداز اب گہر کے لئے　　ملی یہ دولت نو اپنی چشم تر کے لئے
نہ صبح شام کی خاطر نہ شب سحر کے لئے　　یہ سب بنے ہیں ترے عشوہ نظر کے لئے
اک اور منزل حسن عشق معتبر کے لئے　　جہان نو کی ضرورت ہے چشم تر کے لئے
کسی نے زخم وفا کی وہ چارہ سازی کی　　کہ درد دل کے لئے ہے نہ اب جگر کے لئے
یہ اشتہار کسی آستاں کی زینت ہے　　جبین شوق ہے درکار سنگ در کے لئے

دل اپنا سینہ حرماں نصیب ہے قابل
لگا رکھا ہے کسی کی نظر گزر کے لئے

○

ساعت شام ہجر حشر انگیز　　غم بھی کس درجہ ہے مسرت خیز
اشک بار آنکھیں ہیں بخوف خزاں　　عارض گل نہیں ہیں شبنم ریز
آبلہ پائی کا یہ دیکھ اعجاز　　دشت فرقت کے کانٹے ہیں گل ریز
کس نے کھولی چمن میں زلف دراز　　نکہت گل ہے کیسی عطر آمیز
میں ہوں اپنے نفس کا رم خوردہ　　کر نہ اے میری جان مجھ سے گریز

دیکھ وہ سامنے ہے کوچہ دوست　　اے مری ہمت جواں برخیز
نگہ فتنہ ساز کا عالم　　سم قاتل ہو جیسے شہد آمیز
دم آخر سنبھل کے رکھنا قدم　　ہے ہوا دشت زندگی کی تیز
ساز کیوں کر کرے زمانے سے　　جسکو خود اپنی ذات سے ہو گریز
جانے کیا بیتی شام غم دل پر　　آئی کیسی صدا یہ درد انگیز
صبح محشر کا منتظر ہے دل　　شام ہی سے ہے شب بلا انگیز

رحمت حق کی پا کے شہ قابل
کیجئے کس طرح گنہ سے گریز

○

آئی ہے دل میں یاس بھی ارمان کی طرح　　رکھوں نہ کیوں عزیز اسے جان کی طرح
توریت ہو زبور ہو انجیل ہو کوئی　　کوئی کتاب بھی نہیں قرآن کی طرح
دل میں اگر خشوع کی نیت بخیر ہو　　الحمد بھی ہے سورۂ رحمان کی طرح
فطرت بشر کی جس پہ کھلی اس سے پوچھئے　　حیوان بھی نہیں کوئی انسان کی طرح
جو ذوق عشق کو نہیں عادت سوال کی　　دامن ہے چاک چاک گریبان کی طرح

وہ کفر جس سے حسن حقیقت ہو آشکار
قابل مری نظر میں ہے ایمان کی طرح

○

جس کا بندہ ہوں اسی کا آسرا رکھتا ہوں میں　　کب یقین التفات ماسوا رکھتا ہوں میں
جو نگاہوں سے ادا ہو دل کا وہ طرز کلام　　کس سے کہیئے ایک حرف التجا رکھتا ہوں میں

آنکھ کہتی ہے نظر میں ہے مصور کی شبیہ　　دل یہ کہتا ہے جمال مصطفٰےؐ رکھتا ہوں میں
میں وہ اک مجموعہ ذات و صفات حسن و عشق　　جنت و دوزخ کی ہر آب و ہوا رکھتا ہوں میں
ابن آدم ہوں تو ہے معراج عشق اپنا نصیب　　یہ زمیں کیا آسماں تک زیر پا رکھتا ہوں میں

انکی الفت انکا غم انکی طلب انکا خیال
قابل اپنے دل میں اک محشر بپا رکھتا ہوں میں

○

یہ کم نہیں ترے وعدے کا اعتبار تو ہے　　نہ ہو جو گل نہیں قسمت میں اپنی خار تو ہے
شکستہ دل ہی سہی پھول ہیں تو زیب چمن　　خزاں بدوش سہی موسم بہار تو ہے
پسند ہے انہیں دیوانگی محبت میں　　نظر میں میرا گریباں تار تار تو ہے
ہے ربط حسن و وفا ضامن بہار چمن　　کہ گوش گل میں ابھی نغمہ ہزار تو ہے
یہ مجھکو چھوڑ کے تنہا کہیں نہیں جاتی　　شب فراق سہی میری غم گسار تو ہے

فنا کے بعد بھی ہے ربط جان و دل تجھ سے
دل اپنا مٹ کے تری خاک رہگذار تو ہے

○

ہجر میں ہے نہ وصل یار میں ہے　　بات جو کیف انتظار میں ہے
کیوں ہو خمیازہ کش شب غم کی　　چشم مشتاق جو خمار میں ہے
آ بتاؤں تجھے میں دل کا پتہ　　دام گیسوئے تابدار میں ہے
اچھے اچھوں نے کھائی حسن سے مات　　دل دیوانہ کس شمار میں ہے

نہیں طول کلام میں وہ بات جو اثر حسن اختصار میں ہے
حشر آکر گزر گیا کب کا دل ابھی تیرے انتظار میں ہے

کیا بھروسہ حیات کا قائل
ہر گھڑی موت انتظار میں ہے

○

حسن پر نظریں لبوں پر عشق کا افسانہ تھا ہائے کیا دن تھے کہ دل ہر چیز سے بیگانہ تھا
دل کا یہ عالم کہ بزم حسن میں بھی تھا اداس پھول اپنے گلستاں میں بھی ترو تازہ نہ تھا
موت کے آنے سے پہلے ہی چھلک کر رہ گیا کس قدر لبریز اپنی زیست کا پیمانہ تھا
عشق کے صدقے مری رسوائی نے پایا عروج دونوں عالم کے لبوں پر اک مرا افسانہ تھا
سادگی حسن اس پر تلملا کر رہ گئی دل کا انداز ان سے اول ہی سے بیباکانہ تھا
آرزو و شوق وارماں بہہ گئے شام فراق کونسا تھا اشک غم آنکھوں میں جو دریانہ تھا
ایسے دیوانوں کو کیوں صحرا میں آئے یاد گل آشنا جن کا فقط اک سبزۂ بیگانہ تھا
کیوں نہ مرغان ازل ہوتے اسیر رنگ و بو جب نہاں دام قضا میں زندگی کا دانہ تھا
مٹ کے بھی کوئے وفا کی خاک بن کر رہ گیا دل کو یہ دیوانہ سمجھے تھے بڑا فرزانہ تھا
زندگی بھر ان کے دیدار ازل کا تھا اثر سانس کا انداز اول ہی سے بیتابانہ تھا

دل تو کیا خود جان تک کردی نثار حسن دوست
عاشقوں میں ان کے قابل ایک ہی دیوانہ تھا

○

میکدہ بن گیا گلزار یہ منظر دیکھو ایک اک پھول کے ہاتھوں میں ہے ساغر دیکھو
جس پہ ہوتی تھی کبھی بارش انوار جمال اب وہی آئینہ دل ہے مکدّر دیکھو

کس کی الفت ہے طلب کس کی ہے حسرت کس کی　　لوح قسمت مری کیا کہتی ہے پڑھ کر دیکھو
حسرت و یاس و محبت کا ہے طوفاں دل میں　　بند اک قطرہ میں ہے کیسا سمندر دیکھو
تم نے دیکھا بھی کبھی قلب کا عالم کیا ہے　　آئینہ دیکھ کے تم کو ہوا ششدر دیکھو
اپنے دیوانے کی معراج محبت پہ نظر　　آستاں کا ہے گدا شاہ سے بڑھ کر دیکھو

منتظر کب سے ہیں بنگال کے منظر قابل
ہو جو فرصت تو پھر اک بار سفر کر دیکھو

○

جادۂ دل ہے خار زار بہت　　راہ الفت میں ہے غبار بہت
دل کی غماز ہے نگاہ ناز　　تیری آنکھوں میں ہے خمار بہت
فیصلہ ہو گا اب قیامت میں　　کر لیا ہم نے اعتبار بہت
جو گناہوں سے ہو گئے تائب　　ان پہ ہے لطف کردگار بہت
ہم سے کترا کے وہ گزرتے ہیں　　کبھی ہوتے تھے جو نثار بہت
کس نے دیکھا ہے دن قیامت کا　　جاں گسل ہے یہ انتظار بہت

عاشق زلف بنگلہ کیوں قابل
مجھکو پیارا ہے یہ دیار بہت

○

کیوں ہوا دونوں جہاں میں ایک دیوانے کا نام　　حسن نے رکھا محبت دل کے افسانے کا نام
جس طرح شبنم شراب ناب چھلکانے کا نام　　ہے شگفت گل یونہی ساقی کے پیمانے کا نام
چشم بینا کی ہے یکسوئی رخ دیدار حسن　　عشق ہے راہ طلب میں دل کے تڑپانے کا نام

جب سے دیکھا شیخ صاحب کو اسیر جام ہے — رکھدیا فردوس ہم نے اپنے میخانے کا نام
موج رنگین تبسم حرف شریں وفا — ہے لب نازک سے تیرے پھول برسانے کا نام
ہے تجلی حسن کی اپنی نظر کی روشنی — انکا پردہ دل کے آئینے میں چھپ جانے کا نام
موت کیا ہے حسن پنہاں کا جمال بے رخی — زندگی ہے دل میں اسکے جلوہ فرمانے کا نام
چاہنے والے کے سوز عشق کا اعجاز ہے — شمع کے جلنے سے ہوتا ہے جو پروانے کا نام
دل میں الفت کی خلش ہے جنبش مژگان دوست — جلوہ کاری اس نظر کی تیر برسانے کا نام

ہے اسے دیوانگی عشق ہی وجہ سکوں
حضرت ناصح نہ لیں قابل کو سمجھانے کا نام

فسانۂ غم ہستی اگر تمام ہوا — نشاط روح کا سمجھو کہ اختتام ہوا
چمن میں یوں مرے ساقی کا اہتمام ہوا — کلی کلی بنی مینا تو پھول جام ہوا
نفس نے کیا کیا عناں گیریٔ حیات نہ کی — یہ راہوار نہ شرمندۂ زمام ہوا
بتاؤں کیا لب رنگیں نے کیا کھلائے گل — کہ حرف حرف ترا تیغ بے نیام ہوا
یہ دیکھا آپؐ کی انگشت پاک کا اعجاز — اشارہ پا کے دو پارہ مہ تمام ہوا
ضرور آدم خاکی میں نور ہے حق کا — ملک بھی اسکا جو پابند احترام ہوا
یہ چار چاند فلک کو لگے سفر سے ترے — کہ ذرہ خاک قدم کا مہ تمام ہوا
ہیں تیرے عدل تماشا کے بھی عجیب انداز — خطا نگاہ کی تھی پھر بھی دل کا نام ہوا

جفا بھی اس پہ ہوئی اور ستم بھی اس پہ ہوئے
یہ فخر کم ہے کہ قابل پہ لطف عام ہوا

بتوں نے کیا ہے خدا کے حوالے
پڑے عشق میں ہم کو جینے کے لالے

ترے گیسو و رخ کے ہیں یہ شوالے
یہ اپنے اندھیرے کہ اپنے اجالے

جسے کعبہ دل میں پوجا ہے ہم نے
اسی کی ہے مسجد اسی کے شوالے

اجازت کہاں عاشقوں کو فغاں کی
محبت نے ڈالے ہیں ہونٹوں پہ تالے

دل و دیدہ وہ مرد میداں ہیں قابلؔ
نہ دیکھے محبت نے ایسے جیالے

گلشن عشق پہ طاری ہے شب تار ابھی
نظر آتے ہی نہیں صبح کے آثار ابھی

تشنۂ ذوق وفا ہے ترا کردار ابھی
جان دینا ہے محبت میں گرانبار ابھی

امتحاں گاہ وفا ہے گل و گلزار ابھی
ہیں رہ عشق میں باقی رسن ودار ابھی

زینت گوش ہوا تھا جو سر بزم ازل
چلی جاتی ہے اسی حرف کی تکرار ابھی

ابھی ہے تکملۂ غم کو قیامت باقی
اٹھ نہیں سکتا ترا پردۂ اسرار ابھی

قطرۂ خوں ابھی گوہر نہیں بننے پائے
دل کا لازم ہے بھرم دیدۂ خونبار ابھی

کیسے مانوں کہ ہے شاداب وفا گلشن عشق
چشم و دل دونوں ہیں لذت کش آزار ابھی

نازو پندار کی دنیا میں مقید ہیں حضور
عشق آگاہ نہیں ہیں مرے سرکار ابھی

جس میں صحرائے جنوں کا ہے شگفتہ گلشن
سینۂ دل میں ہے پنہاں وہی گلزار ابھی

دھجیاں دامن انفاس ہوا دست جنوں
ہاتھ آیا نہ گریباں کا مگر تار ابھی

کفر الفت ہے ترے قابلؔ دیوانہ کا دیں
قشقہ پیشانی پہ ہے دوش پہ زنّار ابھی

جس دل میں سوز عشق نہ ہو مدعا نہ ہو — بہتر ہے اس جہان میں پیدا ہوا نہ ہو
تیرا خیال تیری طلب تیری آرزو — وہ قرض ہے کہ جان بھی دیکر ادا نہ ہو
ہے سب کو یاد خضر و سکندر کی داستاں — بہتر یہ ہے کسی کا کوئی رہنما نہ ہو
حد چاہیئے غرور و تکبر کے واسطے — ایسا بتوں میں کوئی نہیں جو خدا نہ ہو
ہے بحر غم میں ڈوبنے والوں کی آرزو — طوفاں میں ہو سفینہ مگر ناخدا نہ ہو
شام فراق سے بھی بہلنے لگا ہے جی — یہ تیرگی بھی ظلمت زلف دوتا نہ ہو

قابل محال ہے کہ ہو طے ہفت خوان عشق
دل درد و رنج ہجر میں گر مبتلا نہ ہو

○

زندگی وحشت دل کی مرے امکاں میں نہیں — نام کو بھی تو کوئی تار گریباں میں نہیں
ماہ تاباں میں نہیں مہر درخشاں میں نہیں — پھول جلووں کے ترے اب کسی داماں میں نہیں
یہ تو پرتو ہے مرے دل کی سیہ بختی کا — تیرگیٔ شب غم زلف پریشاں میں نہیں
حسن تخلیق نے بخشا تری صورت کا حجاب — کونسی شان ترے حسن کی انساں میں نہیں
جگر و دل ہوئے کیا خون وفا سے محروم — اشک کیوں نام کو بھی دیدۂ گریاں میں نہیں
دل میں الفت کی حرارت ترے انکار سے ہے — بات جو تیری "نہیں" میں ہے تری "ہاں" میں نہیں
جو ازل سے ہے ترے گیسو و رخ کی قسمت — حسن کیا وہ مرے افکار پریشاں میں نہیں
دل ہے لذت کش آزار محبت یعنی — جو ترے جبر میں ہے لطف وہ احساں میں نہیں

ان کے انداز تغافل کا کرم ہے قابل
پھول کیا خار بھی اب عشق کے داماں میں نہیں

○

واقف نہ کیوں ہوں مرتبۂ آدمی سے ہم — افضل ہیں دو جہاں میں تری بندگی سے ہم
کھیلے ہیں ترے گیسوؤں کی تیرگی سے ہم — خیرہ نگاہ کیوں نہ ہوں پھر روشنی سے ہم
ان سادہ لوحوں کو نہیں انجام کی خبر — ہیں دل شکستہ پھولوں کے لب کی ہنسی سے ہم
اے موت تو ہی آکے ہو عقدہ کشائے زیست — تنگ آگئے ہیں کشمکش زندگی سے ہم
صدقہ نہ ہم اتار سکے چشم لطف کا — شرمندہ ہو کے رہ گئے جیب تہی سے ہم
ہم جس کے آستانے کے تھے بینوا فقیر — نکلے ہیں شاہ بن کے اسی کی گلی سے ہم

قابل ہے ہم سے لازم و ملزوم فکر شعر
اب ہم سے شاعری ہے تو ہیں شاعری سے ہم

○

کشتۂ جلوۂ مجاز ہے دل — کیا حقیقت سے بے نیاز ہے دل
شعبدے ہیں یہ سب تجلی کے — آپ سمجھے نظر طراز ہے دل
خم ہے اس کے حضور فرق نظر — حسن کا آستان ناز ہے دل
کیا ملائے نظر حقیقت سے — دامن آلودۂ مجاز ہے دل
نغمہ حسن و عشق کا ہے امیں — گو بظاہر شکستہ ساز ہے دل
سخت طوفان یاس و غم میں بھی — جو نہ ڈوبے وہی جہاز ہے دل
اس کی تصویر کوئی کیا دیکھے — جلوۂ آئینہ گداز ہے دل

مجھکو قابل ہے اپنے عشق پہ ناز
درد الفت سے سرفراز ہے دل

○

بھر دی ہے سوز دل نے مری چشم تر میں آگ اس شمع رو کو دیکھا تو بھڑکی نظر میں آگ
دل ہی پہ کچھ کرم نہیں سوز فراق کا بھردی جنون عشق و محبت نے سر میں آگ
انکے قدم جہاں بھی پڑے کھل گئے ہیں پھول دیوانوں نے لگائی ہر اک دشت و در میں آگ
جیسے ہو رنگ و بو بھی فقط آگ ہی کا کھیل شاخ و شجر میں آگ ہے برگ و ثمر میں آگ
ہے یہ بھی اک کرامت دشت جنون عشق دیوانے ساتھ رکھتے ہیں اپنے سفر میں آگ
اب کاٹتے ہیں خار جلاتی ہے شاخ گل بھر دی یہ کس نے سبزہ و برگ و ثمر میں آگ

نا قدریٔ زمانہ کا صدقہ ہے سوز فکر
قابل مری زباں سے لگی شعر تر میں آگ

○

ہے جانکاہی محبت کی یہاں تک کہ ہیں آسودۂ غم جسم وجاں تک
ہے کس حد تک جفا کی جلوہ کاری چمک ہے بجلیوں کی آشیاں تک
ہے ایک اک رگ اسیر دام الفت مقید اپنے قالب میں ہے جاں تک
مٹا ڈالا ترے طرز جفا نے وفا کا دونوں عالم سے نشاں تک
بڑی مہنگی پڑی بلبل کی الفت مکدّر ہے گلوں سے باغباں تک
وہی جلوے ہین فردوس نظارہ نظر اب اپنی جاتی ہے جہاں تک
کریں کس دل سے خار و گل کا شکوہ کہ بدلا ہے مزاج باغباں تک
وہیں تک ہے نگاہ شوق کی حد تجلّیات کی حد ہے جہاں تک

مری فکر سخن ہے دل کی خاطر
ہے قابل شاعری آہ و فغاں تک

○

اب نہ جنوں کا ہے مقام اب نہ کہیں دیار عشق — سینے میں ہے دل حزیں اجڑا سا اک مزار عشق
دیدۂ جلوہ باز ہے حسن کے غم میں مبتلا — دام جفا میں ہے اسیر دل سا وفا شعار عشق
تجھ سے سکون جاں ہے دل تومرا رازداں ہے دل — اے مرے مونس جنوں اے مرے غم گسار عشق
آنکھ ہے مبتلائے غم دل ہے اسیر صد الم — روز ازل سے ہے شعار اپنا جو کاروبار عشق

طرز جفا کچھ اور ہے رسم وفا کچھ اور ہے
ہو اگر اضطرب شوق سمجھو کہ ہے قرار عشق

جس کو کرتی نہیں تقدیر معاف — اسکی ہوتی نہیں تقصیر معاف
آپ کے غم میں جو نکلیں دل سے — ان دعاؤں کو ہے تاثیر معاف
دل ہے آسودۂ شام فرقت — اسکو ہے نالہ شب گیر معاف
تمکو چاہا ہے ازل سے دل نے — یہ خطا ہے تو ہو تقصیر معاف
ہم وہ مردان جنوں پیشہ ہیں — جن کو ہے عزت و توقیر معاف
غیر کی آنکھ کے تنکے پہ نظر — اپنی آنکھوں کا ہے شہتیر معاف
فکر غالب کا ہے ہم پایہ کون؟ — سادگیٔ سخن میر معاف
کس سے بدلی ہے بھلا حالت دل — اس خرابے کو ہے تعمیر معاف

دل سے دشمن کو بھی ہم نے قاتل
کر دیا ہو کے بغلگیر معاف

لے گئی دل جو چرا کر وہ نظر کیا ہو گی   ہم سے اب بندگیٔ برق و شرر کیا ہو گی

جس پہ تھا ناز وہ آئینہ دل ٹوٹ گیا   جلوہ فرما تری دزدیدہ نظر کیا ہو گی

اپنی منزل پہ نہ پہنچے گی فغان درویش   جو نہ دل کی ہوئی ممنون اثر کیا ہو گی

جیسے ایک ایک نفس میں ہو قیامت پنہاں   جب یہ عالم ہے تو پھر زیست بسر کیا ہو گی

مسلک وقت ہے بس کور نگاہی قابل
جب یہ عالم ہے تو پھر قدر ہنر کیا ہو گی

دولت درد و غم ہے دل کے پاس   اب نہیں خوف ہے نہ کوئی ہراس

عشق کی راہ میں ہیں سب یکساں   اس میں آقا کوئی نہ کوئی داس

اب جنوں ہی ہو خضر راہ طلب   دل تو کھو بیٹھا اپنے ہوش و حواس

ہیں تیرے التفات کے ممنون   دیدہ و دل ہیں دونوں محو سپاس

ہے یہ دنیا امید پر قائم   زندگی ہے تو دید کی ہے آس

ہم وہ دیوانے ہیں کہ ہے جن کو   جان سے بڑھ کے تیرے عشق کا پاس

شکوۂ جور کی نہ تاب رہی   گم ہوئے انکو دیکھتے ہی حواس

کب کے مایوس ہو چکے تھے ہم
اس نظر نے بندھائی قابل آس

دل کو یہ دی کس نے آواز   کر گئے ہوش و خرد پرواز

صبح ازل مقسوم ہوا   آپ کو ناز اور ہمکو نیاز

عشق کی دنیا بھی ہے عجیب ہمدم ہے نہ کوئی ہمراز
تجھ سے نشاط جاں ہے نصیب اے غم دل تری عمر دراز
جب بھی ادھر سے گزرا کوئی ہم نے سنی دل کی آواز
آئی شکست دل کی صدا ٹوٹ گیا کیا عشق کا ساز

لے دے کر قابل غم دوست
دل کا ہے مونس اور دمساز

○

دشت غم میں کوئی مجنوں نہ ہوا میرے بعد گلشن حسن میں لٹکی نہ صبا میرے بعد
گلشن دیدہ و دل میں نہ بہار آئیگی گل کھلائے گی نہ الفت کی ہوا میرے بعد
شوخی و حسن و ادا ناز کرے گی کس پر کون پائے گا محبت کی سزا میرے بعد
برق جلوہ تری ڈھائے گی قیامت کس پر کس سے ہو گی نگہ ناز خفا میرے بعد
ہونگے کس کے دل و جاں کشتہ پیکان نظر کس سے حق ہو گا محبت کا ادا میرے بعد
کس کی صورت میں نظر آئے گی تیری تصویر کون ہو گا ترا آئینہ نما میرے بعد

اٹھ گیا پیکر اخلاص و وفا دنیا سے
لب احباب پہ ہو گی یہ صدا میرے بعد

○

شبیہ حسن یزدانی بہت ہے یہ رنگ روئے انسانی بہت ہے
گدائی میں بھی دل کا ہے یہ عالم کہ خوئے طرز شاہانی بہت ہے
شب غم پر ہے کیا زلفوں کا سایہ کہ اس ظلمت میں تابانی بہت ہے

کریں مشکل کشائی روح کی کیا　　جنہیں فکر تن آسانی بہت ہے
ہمیں تعمیر قصر عاشقی کو　　خود اپنے دل کی ویرانی بہت ہے
ہو تکمیل جہانگیری تو کیونکر　　کہ سودائے جہاں بانی بہت ہے
مسلماں کیلئے ہے درس عبرت　　کہ کافر میں مسلمانی بہت ہے
نہ ہو محو تبسم پھر بھی وہ شوخ　　اگر ہے خندہ پیشانی بہت ہے
برائے ہفت خواں عقل و دانش　　دل وحشی کی جولانی بہت ہے
ترے ہر اشک تر میں چشم فرقت　　جمال سوز پنہانی بہت ہے
تو کیا داغ جگر لو دے اٹھا ہے　　نفس میں شعلہ سامانی بہت ہے
بشر وہ آئینہ دار بقا ہے　　جو باقی کم ہے اور فانی بہت ہے
گلوں کا پردہ دار راز الفت　　جمال چاک دامانی بہت ہے
جو آنکھیں بھر سکیں جلوؤں سے دامن　　تو نظروں کی گریبانی بہت ہے
جنون عشق کی تکمیل غم کو　　خرد کا ذوق نادانی بہت ہے
ہم انکے آستانے کے گدا ہیں　　ہمیں اعزاز دربانی بہت ہے
نسیم گلستاں سے کوئی پوچھے　　گلوں کی کیوں نگہبانی بہت ہے
نظر نے بے محابا تجھ کو دیکھا　　ترے جلوؤں کو حیرانی بہت ہے

نظر کو تاب جلوہ ہے تو قابل
مجھے آنکھوں پہ حیرانی بہت ہے

○

ترے فراق میں ایسی بھی اک گھڑی آئی　　کہ اپنے حال پہ بیساختہ ہنسی آئی
تری نظر نے رکھا مرے چاک دل کا بھرم　　اٹھی اور اٹھ کے محبت کے زخم سی آئی
کیا خزاں کے حوالے بہار نے ان کو　　گلوں کو گریہ شبنم پہ جو ہنسی آئی

جفائے حسن نے ڈھائیں قیامتیں لیکن — وفائے دیدہ و دل میں نہ کچھ کمی آئی
یہ کیسا درد محبت عطا کیا مجھکو — سرور دل میں تو آنکھوں میں روشنی آئی
دل ان کو دیکھ کے بیساختہ امڈ آیا — لبوں پہ آیا جو شکوہ تو آہ بھی آئی
ہمیں تو موت نے بھی کیف سرمدی بخشا — قضا بھی اپنی بہ انداز دلبری آئی
تھی شام غم بھی حسیں دیدۂ تصور میں — کہ جیسے زلفوں کو کھولے ہوئے پری آئی
تضاد کا ہے جہان نمود آئینہ دار — کہ روشنی کا نقاب اوڑھے تیرگی آئی
تصورات نے بخشی مری نظر کو جلا — ترے خیال سے آنکھوں میں روشنی آئی
ہمارا حاصل علم و کمال کیا کہنا — ہوئے جو جہل سے واقف تو آگہی آئی
جنون عشق نے کیا کیا نہ خیریت پوچھی — خرد کا بھیس بدل کر جو ابلہی آئی
گدائے عشق کی عظمت جہاں پہ ہے روشن — کہ پاؤں فقر کے چھونے سکندری آئی
بہار آکے گلستاں پہ اوس ڈال گئی — گلوں کے روپ میں اک چشم شبنمی آئی
رہے اسیر مہ و سال کے قوافی میں — کہ جنوری ہوئی رخصت تو فروری آئی
جہاں کی تربیت چشم و دل کا کیا کہنا — کہ دوستی میں نظر شان دشمنی آئی
ہمارے دل سے نہ بیزاریاں گئیں انکی — اس آئینہ میں وہ صورت کھنچی کھنچی آئی

میں اپنے پیاروں کا ممنون کیوں نہ ہوں قابل
پسند یاروں کو میری قلندری آئی

○

کیا نہ دست طلب کو بھی خوشہ چیں میں نے — تراشی اپنے گریباں سے آستیں میں نے
ملک نے ذرہ ناچیز کو کیا سجدہ — وصول عرش سے کی قیمت زمیں میں نے
ہر ایک وار پہ قاتل کی دل نہادی کی — کٹا جو سر تو کہی دل سے آفریں میں نے
بنے وہ راہ محبت کے مہر و ماہ و نجوم — جو نقش قدموں کے چھوڑے کہیں کہیں میں نے

حجاب حسن کو تعبیر شوخیوں سے کیا — رکھا بھرم ترا اے چشم سرگیں میں نے
مری انا نے دو عالم میں سر بلند رکھا — حضور حسن جھکائی فقط جبیں میں نے
اگرچہ قطع برید ان سے ہے گریباں کی — نہ کی شکایت دامان و آستیں میں نے
جہاں جہاں نظر آئے ترے نقوش قدم — سجود شوق لٹائے وہیں وہیں میں نے
نہ بات آنے دی خود داری محبت پر — کہ رکھ لی جیب قناعت میں آستیں میں نے
کیا ہے یوں غم دوراں کو ساز گار حیات — بنایا زہر ہلاہل کو انگبیں میں نے
مری نظر نے غلاموں کو سرفراز کیا — کیا ایاز کو ابن سبکتگیں میں نے
مری محبت آوارہ کا بنا محبوب — وہ لامکاں جسے دل کا کیا مکیں میں نے
نہ پائی راہ محبت کی جب کوئی منزل — گمان کو کیا آسودۂ یقیں میں نے
تصرفات محبت کا شاہکار ہیں بت — کہ پتھروں کو بنایا ہے نازنیں میں نے

ضیائے شمس و قمر ہے نہ رنگ لالہ و گل
نظر کے سانچے میں ڈھالے ہیں سب حسیں میں نے

پیوستۂ خیال جو پایا گیا ہوں میں — دانستہ یاد کر کے بھلایا گیا ہوں میں
ناآشنا خوشی سے جو پایا گیا ہوں میں — پہروں ہنسا ہنسا کے رلایا گیا ہوں میں
دل سوز و دل گداز جو پایا گیا ہوں میں — نوحہ ہوں مثل نغمہ سنایا گیا ہوں میں
آنکھوں سے مثل اشک بہایا گیا ہوں میں — جیسے کسی نظر سے گرایا گیا ہوں میں
میرا نفس نفس جو خزانہ خودی کا تھا — کیوں راہ بیخودی میں لٹایا گیا ہوں میں
صدقے ہزار جان اس اک التفات پر — کس پیار کی ادا سے ستایا گیا ہوں میں
ہوں اپنی ہی لطافت ہستی کا پردہ دار — مثل نظر، نظر سے چھپایا گیا ہوں میں
تھا میں بھی ایک خامہ فطرت کا شاہکار — حرف غلط نہ تھا جو مٹایا گیا ہوں میں

تکمیل آفرینش ہستی ترے لئے
پیہم بنا بنا کے مٹایا گیا ہوں میں

اے جدّت فنا ترے قربان جایئے
چادر میں زندگی کی چھپایا گیا ہوں میں

الفاظ میرے نام کے ہیں موت و زندگی
معنی کی طرح جن میں چھپایا گیا ہوں میں

ہے منتشر وجود مرا کائنات میں
ہر فکر ہر نگاہ میں پایا گیا ہوں میں

مشق فنائے ذات کا روشن ہے اک چراغ
یعنی جلا جلا کے بجھایا گیا ہوں میں

قابل ہے جوش رحمت حق کا کھلا ثبوت
دامان ترکے ساتھ اٹھایا گیا ہوں میں

○

دل بند تجلی ہیں نہ پابند نظر ہم
بھٹکے ہیں نہ جانے رہ الفت میں کدھر ہم

جز اپنے کسی اور پہ کیا ڈالیں نظر ہم
آئینہ و آئینہ نگر آئینہ گر ہم

کھلا یہ فرشتوں سے کہ ہیں نوع بشر ہم
ہے کون امین خلش عشق مگر ہم

رکھیں تجھے قابو میں جو نہ دیدۂ تر ہم
پہنائے دو عالم کو کریں زیروزبر ہم

کس حال میں کرتے ہیں دعا شام و سحر ہم
ممنون اثر ہم ہیں نہ محروم اثر ہم

ارباب مروت کے ہیں ممنون نظر ہم
جز بے ہنری رکھتے نہیں کوئی ہنر ہم

بس کر کے رہے شام تمنا کی سحر ہم
گزرا نہ کوئی دشت قیامت سے مگر ہم

حیرت کدۂ دل سے ہیں آسودۂ نظر ہم
ہیں آئینہ گر آپ تو آئینہ نگر ہم

گر جادۂ انفاس سے کرتے نہ سفر ہم
اے موت نہ رکھتے تری دہلیز پہ سر ہم

○

تم وہ گل ہو کہ جو کھلتا ہے ثمر سے پہلے کس نے دیکھا تھا تمہیں میری نظر سے پہلے
گردش نرگس میگوں نے جو کی ساقی گری گوشے گوشے سے صدا آئی ادھر سے پہلے
دل پرسوز کی تنویر ہے خلّاق نجوم تھی ستاروں کی ضیا شمس و قمر سے پہلے
ہے ترے سائل الفت کا نرالا انداز کہ طلبگار دعا ہے وہ اثر سے پہلے

دل کو خلّاق دو عالم کی طرف مائل کر
روشناس آئینہ ہو آئینہ گر سے پہلے

○

آنکھ اس نے جفاؤں پرنم کی اب تو صورت بدل گئی غم کی
وہیں ابھرا وہ آستان ناز ہم نے اپنی جبیں جہاں خم کی
اب یہ تفسیر قلب سوزاں ہیں اشک ہیں شرح دیدۂ نم کی
کون آیا مرے تصور میں کس نے بزم خیال برہم کی
آئے دنیا میں ہم گھڑی بھر کو فرصت زندگی ہے دو دم کی
اسکو ہر سانس کا امیں پایا ہم نے جس کی تلاش ہر دم کی

آہ تھا ایک اک نفس قاتل
ہم نے یوں ان سے بات بھی کم کی

○

وہ سر مژگاں اک اشک آرزو یاد آگیا پھولوں کا شبنم سے انداز وضو یاد آگیا
چاند تارے مسکراتے ہیں حضور چشم شوق ظلمت شب میں کوئی آئینہ رو یاد آگیا
دیکھ کر چشم طلب سے مہ رخوں کی چھیڑ چھاڑ پھر مجھے اپنا دل دیوانہ خو یاد آگیا

عشق وحشی کا تصور لوح دل سے کب مٹا گلستان خلد میں بھی دشت ہو یاد آگیا

عالم غریب میں قابل گم کیے جس نے حواس
مجھ کو بنگلہ دیش کا ہر خوبرو یاد آ گیا

○

گردش روزگار نے مارا اس چمن کی بہار نے مارا
جلوہ صبح و شام نے لوٹا حسن لیل و نہار نے مارا
رخصت شکر جور بھی نہ ملی کس محبت سے یار نے مارا
شوق پیمان حشر نے لی جان زحمت انتظار نے مارا
شکوۂ جبر دوست کیا کہ مجھے خود مرے اختیار نے مارا
جس کو سمجھے تھے ہم دل مجروح اس غریب الدیار نے مارا
اشک فرقت نے جان لی دل کی اس در شاہوار نے مارا
ہجر میں پرسکون تھا دل زار چشم اختر شمار نے مارا
ہم خداوند جبر تھے کہ ہمیں جبر بے اختیار نے مارا
ہم وہ گلشن شناس ہیں کہ جنھیں پھول بن بن کے خار نے مارا

دل ہی نکلا نہ جوہر قابل
گوہر کم عیار نے مارا

○

دونوں عالم ہیں غبار انقلاب الاماں اے کردگار انقلاب
دور گردوں پر بھروسہ ہے عبث آسماں ہے خود شکار انقلاب
دل جو ہے گہوارہ عزم و عمل بحر ناپیدا کنار انقلاب

رہن گردش ہیں زمین و آسماں چپہ چپہ ہے دیار انقلاب
آدمیت کی یہی پہچان ہے ہر نفس ہو شہر یار انقلاب
دیدۂ بینا میں بن جاتا ہے عشق نور کا جلوہ بنار انقلاب
عشق ہے تخریب کار جزوکل عشق ہی پر ہے مدار انقلاب
یہ مہ و خورشید و نجم و کہکشاں ہیں فقط مشت غبار انقلاب

بے جرس ہے کارواں قابل ابھی
اور کچھ دن انتظار انقلاب

○

روح نگاہ شوق بنے جا رہے ہیں آپ آنکھیں ہیں بند پھر بھی نظر آ رہے ہیں آپ
دل کا قصور ہے نہ نگاہوں کی کچھ خطا ہم سیل آرزو میں بہے جا رہے ہیں آپ
آئینہ خیال پہ حیرت ہوئی محیط میں خود کو دیکھتا ہوں نظر آ رہے ہیں آپ
کیا یہ بھی ہے ادا کوئی منجملۂ جفا مجبوریوں پہ کیوں مری اترا رہے ہیں آپ
برسا کے ان پہ عارض و گیسو کی تابشیں کیا کیا مہ و نجوم کو چمکا رہے ہیں آپ
ہر موجۂ نفس ہے نسیم بہار خلد دل میں خرام ناز سا فرما رہے ہیں آپ
جتنا شکست عشق پہ اترا رہا ہے دل اتنا ہی فتح حسن پہ بل کھا رہے ہیں آپ
کوتاہ قسمتان وفا پر بھی اک نظر کب سے فراز عالم بالا رہے ہیں آپ
ہم بندگان عشق و وفا صورت خلیل آگ اپنے سوز عشق کی بھڑکا رہے ہیں آپ
خاک مزار ساتھ نہ چھوڑے گی حشر تک دامن چھڑا کے مجھ سے کہاں جا رہے ہیں آپ

قابل کو دشت غیر میں بھی ہے سکوں نصیب
اس بے وطن کے دل کا سہارا رہے ہیں آپ

○

ہیں اسیر مجاز کیا جانیں
ہم حقیقت کے راز کیا جانیں

تیری نظروں کی بات کیا سمجھیں
ہم ترے دل کا راز کیا جانیں

جلوۂ روئے ناز کیا دیکھیں
خم زلف دراز کیا جانیں

ہم کہ ہیں ناشناس غیب و حضور
تیری حکمت کے راز کیا جانیں

کشتۂ غمزۂ ازل ہیں ہم
ان سے عشوہ طراز کیا جانیں

ایک لمحہ تری جدائی کا
کیوں ہے عمر دراز کیا جانیں

یہ خروش نفس کے پردے میں
کون ہے نے نواز کیا جانیں

○

سحر و شام ہیں نگاہ میں ہم
اپنے مالک کی ہیں پناہ میں ہم

شب غم ہم یہی سمجھتے ہیں
قید ہیں گیسوئے سیاہ میں ہم

یوں تو چاہا تجھے زمانے نے
پورے اترے مگر نباہ میں ہم

لائے ہیں صدقہ دل و دیدہ
زندگی تیری بارگاہ میں ہم

اے کمند افگن خیال و نظر
کب سے ہیں تیری صیدگاہ میں ہم

معصیت دوجہاں کی سر لیکر
مر گئے حسرت گناہ میں ہم

درجانان حسن تک پہنچے
جستجوئے دل تباہ میں ہم

موت کو ہم گلے لگا بیٹھے
زندگی تیرے اشتباہ میں ہم

گرمئ بزم حشر تو ہی بتا
پکڑے جاتے ہیں کس گناہ میں ہم

گوہر عقل جس کو کہتے ہیں
رکھتے ہیں طرۂ کلاہ میں ہم

قابل آتی ہے یاد صبح وطن
روشنی رکھتے ہیں نگاہ میں ہم

○

نادیدہ ظلمتوں کی تجلی ہے نور بھی — اے چشم دیدہ ور نہیں اتنا شعور بھی
سجدہ کش نیاز فرشتوں سے پوچھیے — ابلیس کی متاع زبوں ہے غرور بھی
اک انکی بے رخی ہی نہیں دشمن وفا — ہے سدّ راہ عشق دل ناصبور بھی
اپنی خوشی سے ہم سر ساحل ہوئے ہیں غرق — اے بحر عشق! تجھ کو کیا ہے عبور بھی

اک دل کی دھڑکنیں ہی نہیں سامعہ نواز
کانوں میں گونجتا ہے قیامت کا صور بھی

○

زیست کی شام ہونے والی ہے — صبح انجام ہونے والی ہے
رند کہتے ہیں خلد کی جاگیر — شیخ کے نام ہونے والی ہے
ہوش میں آ اسیر صبح حیات — یک بیک شام ہونے والی ہے
بلبلان چمن نواسنجی — حسن ابہام ہونے والی ہے
ابتو گلشن کی فکر دیوانو — دشت میں شام ہونے والی ہے
للہ الحمد ہر مسرت زیست — صرف آلام ہونے والی ہے

قابل اپنی نوشت لوح جبیں
اک خط جام ہونے والی ہے

○

اللہ رے تجلی کا انداز حریفانہ — دامان نظر میں ہیں صد کعبہ و بت خانہ
دل سے تری نظروں کا یہ ربط معاذ اللہ — بت خانے میں کعبہ ہے کعبے میں ہے بت خانہ
ہم راز کروں کس کو دمساز کہوں کس کو — مانوس غم دل سے اپنا ہے نہ بیگانہ

اے حسن نہاں تیرے نظارہ کا کیا کہنا یا دل کی کہانی ہے یا آنکھوں کا افسانہ

کیوں ہے دل قابلؔ کے سر حسن جفا پیشہ
دیوانے کو کیا کہیے دیوانہ ہے دیوانہ

○

آپکا راز محبت آپکا افسانہ ہم اب ہمارا پوچھنا کیا شمع ہم پروانہ ہم
عشق کی تنویر ہم حسن رخ جانانہ ہم دونوں عالم میں ہیں راز دوست کا افسانہ ہم
لب پر آہیں ہیں کہ سوز دل کی ہیں چنگاریاں رکھتے ہیں اک برق سوزاں زینت کاشانہ ہم
کس کی ہمت ہے کہ آنکھوں سے پئے صہبائے عشق ہیں ترے ساغر کے میکش نرگس مستانہ ہم
تیری زلفوں کے لئے اے دلبر گیسو بدوش لائے ہیں اپنے دل صد پارہ کا اک شانہ ہم

بے نیاز آرزو ہیں بے نیاز مدعا
رکھتے ہیں انداز قابلؔ فقر میں شاہانہ ہم

○

یہ تری دنیائے خار وخس گلستاں ہم سے ہے حسن پنہاں ہم سے ہے عشق نمایاں ہم سے ہے
ہم سے ساحل ہم سے دریا موج طوفاں ہم سے ہے تیرے ہر ذرہ کے دامن میں بیاباں ہم سے ہے
ہے ہمارے دم سے جنت لالہ زار رنگ و بو غنچہ سرگشتہ و بوئے گل پریشاں ہم سے ہے
گریہ یعقوب ہم سے ہم سے ہے یوسف کی چاہ یعنی حسن ارتباط مصر و کنعاں ہم سے ہے
خیروشر دنیائے دوں کے ہیں ہماری ذات سے ہم سے شبنم اشک بار اور پھول خنداں ہم سے ہے
ہم ہیں ذوالقرنین و اسکندر جہان عشق کے خضر ہم سے ہے طلسم آب حیواں ہم سے ہے
شاہد و مشہود ہم ہیں عابد و معبود ہم جلوۂ نظارہ سوز و چشم حیراں ہم سے ہے

ہر سواد شام ہم سے ہے شفق ساز حیات   یہ طلوع صبح محشر کا گریباں ہم سے ہے

حامد و محمود ہم ہیں قاتل و مقتول ہم
کربلا کی خاک گلزار و گلستاں ہم سے ہے

○

ایک اک نفس کو آہ کئے جا رہا ہوں میں   غم سے ترے نباہ کئے جا رہا ہوں میں
آبادی جنون محبت ترے لئے   دونوں جہاں تباہ کئے جارہا ہوں میں
کرتا ہوں خشک دامن فرقت سے اشک غم   یہ آخری گناہ کئے جا رہا ہوں میں
اتنا ہی پا رہا ہوں دل زار کو ملول   جس درجہ آہ آہ کئے جا رہا ہوں میں
تقدیر کچھ ہو سعی مسلسل ہے زندگی   فرد عمل سیاہ کئے جا رہا ہوں میں
اے برق چشم ناز تری برّش جمال   نذر دل و نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

اصل شہود و شاہد مشہود ہے جب ایک
کیوں فرق کوہ و کاہ کئے جا رہا ہوں میں

○

تجلیات کے معیار ایک جیسے ہیں   خدا شناس و گنہگار ایک جیسے ہیں
ہیں تیرے عابد و زاہد گناہگار ترے   ترے چمن کے گل و خار ایک جیسے ہیں
جو ذرہ ذرہ نظر ہے تو جلوہ جلوہ ارم   مدینے کے در و دیوار ایک جیسے ہیں
ہوں تیرے نجم و قمر یا مری فغاں کے شرر   زمین چرخ پہ ضوبار ایک جیسے ہیں
وہ ہوں عمرؓ کہ ابوبکرؓ علیؑ ہوں یا عثمانؓ   یہ چاروں یار وفا دار ایک جیسے ہیں
میں اپنی آنکھوں کو روؤں کہ دل کو یاد کروں   یہ درد وغم کے علمدار ایک جیسے ہیں

ہر ایک جوہر قابل ہے چشم رحمت میں
کہ سجدہ ساز و خطا کار ایک جیسے ہیں

○

کار فرما ہو غم عشق قضا سے پہلے　مانگ لوں تجھ کو نہ کیوں اپنے خدا سے پہلے
مشت خاکی کو بنایا تھا جو مسجود ملک　ارض پیدا ہوئی تخلیق سما سے پہلے
اسکی رحمت کا یہ ایثار کرم تو دیکھو　مدعا پورا ہوا عرض دعا سے پہلے
حسن ظالم کو رہا پاس و لحاظ الفت　وہ جفا گر نہ ہوا میری وفا سے پہلے
نگہ شوق سے تعین تجلی تو ہوئی　قبلہ ثابت نہ ہوا قبلہ نما سے پہلے

متحرک دل و دیدہ ترے جلوؤں سے ہوئے
میں تھا بے عزم ترے حسن رضا سے پہلے

○

قضا جو آئی تو قابو میں زندگی آئی　خزاں کے ساتھ چمن میں بہار بھی آئی
ہمارا سوز وفا جلوہ تاب عشق ہوا　جو دل جلا تو نگاہوں میں روشنی آئی
شکست دل دل نازک پہ کب گراں گزری　جگر کے ٹکڑے ہوئے پھولوں کو ہنسی آئی
خطا معاف خطائے دل و نظر تو بتا　کہ ساتھ پیار کے نظروں میں برہمی آئی
دل و نظر کو جو نادانیوں نے بخشا سکوں　تو مجھکو جہل سکھانے کو آگہی آئی
تکلفات خزاں و بہار سے گزرے　گلوں کو راس گلستاں میں سادگی آئی

وہی چمن وہی قابل رہی بہار چمن
ہم اٹھ گئے بھی تو دنیا میں کیا کمی آئی

○

بہار دور خزاں میں نوید لائی ہے　نہ مسکرائے جو غنچے تو جگ ہنسائی ہے
عجیب طرز پہ اب کے بہار آئی ہے　لبوں پہ پھولوں کے نغمہ نہیں دھائی ہے
مجاہدین وفا سے گلہ ہے یہ ہم کو　شکست قلب کا باعث شکستہ پائی ہے

سکوت دیدۂ پرشوق پر نہ ہوں ششدر   یہ حیرت آپ کے جلووں کی رونمائی ہے
کم التفاتی جلوہ پہ جان و دل صدقے   کہ بے رخی ترا انداز دلربائی ہے
بتوں نے لوٹ لیا راہ عشق میں دل کو   دہائی ہے مرے اللہ کی دہائی ہے

ہے دوجہاں میں گنہگار منفرد قابل
ازل سے جس کے مقدر میں پارسائی ہے

○

حجت دل تمام ہو ہی گئی   عاشقی اپنے نام ہو ہی گئی
عشق میں رنج و غم کی ارزانی   وجہ عیش دوام ہو ہی گئی
موت پروردہ زندگی کی نمود   باعث اہتمام ہو ہی گئی
مڑکے آخر کسی نے دیکھ لیا   حسرت دل تمام ہو ہی گئی

آج رفعت☆ کی یاد میں قابل
غزل اپنی تمام ہو ہی گئی

☆ علی احمد رفعت مرحوم (بہاولپور)

○

پروردۂ تکلف ناز و نعم رہے   جو تیرے ہاتھوں کشتہ جور و ستم رہے
مانا دیار غیر میں رہن ستم رہے   صد شکر تیری راہ میں ثابت قدم رہے
احسان تیرے جلووں کے کب ہم پہ کم رہے   دونوں جہاں میں دیدہ و دل محترم رہے
لوح و قلم نے عرش پہ انکا کیا طواف   جو سر کہ راہ عشق و محبت میں خم رہے
تھے امتحان عشق میں جن و ملک شریک   لیکن نگاہ ناز کے محبوب ہم رہے
حسن تضاد عشق و محبت بھی دیکھئے   سوزاں ہو دل تو دیدۂ پر شوق نم رہے

وحشت زدہ رہے دل و دیدہ تمام عمر یہ دو غزال دشت میں مصروف رم رہے
اس قلب مضطرب کی امنگیں نہ پوچھیے تھک تھک کے راہ عشق میں جو تازہ دم رہے

قابل سرور جام محبت سے بے خبر
ہم مبتلائے کشمکش کیف و کم رہے

○

بہ قتل گاہ وفا دلبری کا منظر کھینچ جو جان لینی ہے دل کی نظر کا خنجر کھینچ
ہے انکا دامن رحمت اسے برابر کھینچ در قبول سے فرق وفا نہ باہر کھینچ
نہاں ہے دولت دنیا ودیں درون دل تو اپنا سانس نہ کشکول دل سے باہر کھینچ
ترا نصیب ہے روز ازل سے یہ پونجی بڑھا کے دست طلب دولت تونگر کھینچ
ادب ہے شرط وفا پیشانِ الفت کو نگاہ شوق سے جلووں کا پردہ در کھینچ
متاع دل رہے دل ہی کی خاک میں پنہاں نفس نہ قتل گہہ آرزو سے باہر کھینچ
نہ ٹوٹے رشتہ طلب کا جمال فطرت سے ملے نہ موتی تو پھر آرزوئے گوہر کھینچ
یہ قطرہ بحر میں ملکر بنے گا گوہر جاں تو اپنی روح بدن کے قفس سے باہر کھینچ
نگاہ حسن میں کیوں دل ہے انفعال پذیر یہ انکا دست کرم ہے نہ دامن تر کھینچ
ہجوم یاس میں تدبیر سے نہ ہو غافل یہی تو ہے خط قسمت سر مقدر کھینچ
نفس کے طول میں پنہاں ہے داستان حیات یہ انکا دامن رحمت ہے اسکو اکثر کھینچ

خزانہ جلووں کا ہے کب سے، مختصر قابل
تو دل کا ہاتھ تو جیب نظر سے باہر کھینچ

○

کون ہے خنجر ادا کی طرح
دل کے حق میں ہے جو قضا کی طرح

اپنی دنیا کا انقلاب تو دیکھ
ارض بھی آج ہے سما کی طرح

دل و جاں ہاتھ سے نہ جانے پائیں
دلبری کیجئے دلربا کی طرح

ہے ادب شرط بہر حسن طلب
التجا کیجئے التجا کی طرح

کیوں ہے غرق سفینہ کا خطرہ
کیا خدا بھی ہے ناخدا کی طرح

خاموشی میرے دل کی ہے آواز
مانگتا ہوں دعا دعا کی طرح

دامن تر پہ رحمتیں صدقے
ہم نے کی ہے خطا خطا کی طرح

حشر ہے اک رخ ازل قابل
انتہا بھی ہے ابتدا کی طرح

گلشن عشق کی بدلی ہے ہوا میرے بعد
اک سفینہ ہے ہر اک موج بلا میرے بعد

بندگی مجھ سے تھی معراج عبادت مجھ سے
چھو سکی باب اثر کو نہ دعا میرے بعد

اب کوئی مرد خدا ہے نہ کوئی مرد خطا
عالم آوارہ ہوا ذوق خطا میرے بعد

اشک تر ہیں ترے دامان تجلی کے پھول
نرگس ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد

بن گئی عادت عالم مری تسلیم کی خو
ایک اک بندہ ہے راضی برضا میرے بعد

رحمتیں ڈھونڈتی ہیں دامن عصیاں قابل
کہ سیہ پوش ہوئے جرم و خطا میرے بعد

تبسم کی ادا منہ چوم لے گی
نہ شرماؤ حیا منہ چوم لے گی

شہیدان وفا تیرے جہاں سے
جب اٹھیں گے قضا منہ چوم لے گی

اٹھاؤ زلف شب گوں رخ سے ورنہ   یہی کالی بلا منہ چوم لے گی
لب نازک کی گر تصویر کھینچی   تو پھولوں کا صبا منہ چوم لے گی
میں یوں نغمہ سرا طوفاں میں ہونگا   کی ہر موج بلا منہ چوم لے گی
نگاہ لطف سے گر دیکھ لو گے   مریضوں کا شفا منہ چوم لے گی
یہی عالم ہے گر جور ستم کا   جفاؤں کا وفا منہ چوم لے گی
تڑپ دیکھے گی جب بسمل کی تیرے   تری تیغ ادا منہ چوم لے گی

بکھیرے تو نے ایسے گیت قابل
کہ نغموں کا فضا منہ چوم لے گی

○

میری نظروں سے کیا حجاب کیا   آپ نے خود کو بے نقاب کیا
خون دل غم نے کر دیا پانی   چشم پُر شوق کو پُر آب کیا
دل نے چاہا کرے سوال وصل   چشم میگوں نے لاجواب کیا
دل مضطر بنا بنایا کام   تیری بیتابی نے خراب کیا
دے کے درس جنوں محبت نے   عقل کو خارج از نصاب کیا
بیخودی کو بنا کے روح حیات   بند ہم نے خودی کا باب کیا
گیسوئے تابدار کے صدقے   ظلمت غم کو جلوہ تاب کیا
حق نے روشن رکھی رہ منزل   ماہ و انجم کو ہمرکاب کیا
کسی خورشید رو کے جلوؤں نے   ہر ستارے کو ماہتاب کیا
چشم ساقی تری نظر کے نثار   ہر نفس کو شراب ناب کیا

اپنے قابل کی چشم شوق سے بھی
آپ نے کیا کیا حجاب کیا

○

کھل گیا آپ کا اعجاز مسیحائی بھی　　آپ کے آگے غم عشق کی بن آئی بھی
حسرت دید بھی ہے آپکی تحریک نظر　　آپ ہی کا ہے عطیّہ مری بینائی بھی
سب کو حیرت ہے کہ کیوں حسن نہاں کو ہے پسند　　دل کہ رسوا سر بازار ہے سودائی بھی
ضبط نے مہر لگا دی جو لب الفت پر　　زیب دیتا نہیں شغل سخن آرائی بھی
پردہ کرتے ہی رہے دیدۂ پرشوق سے آپ　　دل کے آئینہ میں تصویر اتر آئی بھی

سرکشی عشق میں ہے عین عبادت قابل
اس سے روشن ہے رخ ناصیہ فرسائی بھی

○

حشر بھی ایک رخ گردش ایّام نہ ہو　　یارب اس صبح قیامت کی کبھی شام نہ ہو
کوئی بھی اپنی طرح عشق میں ناکام نہ ہو　　جس طرح ہم ہوئے یوں بھی کوئی بدنام نہ ہو
دل مضطر ہدف گردش ایام نہ ہو　　مطمئن ہو مگر آسودۂ آلام نہ ہو
اس لئے مشق جفا کرتے ہوئے ڈرتے ہیں　　انکو خطرہ ہے یہ انداز وفا عام نہ ہو
تابش مہر ہے نظروں کے لئے آپ حجاب　　یہ بھی انکی ہی تجلیٔ لب بام نہ ہو
لے اڑیں حسرت وحرماں کی ہوائیں مجھ کو　　عشق کی راہ میں دل اتنا سبک گام نہ ہو

اس کو قابل تری الفت کا یقیں آ جائے
تیرے ہر شعر میں پنہاں اگر الہام نہ ہو

○

اب خط میں کیا لکھوں میں تری بے رخی کے نام　　لکھدی مری قضا بھی مری زندگی کے نام
یارب رکھوں میں کیا تیری دریا دلی کے نام　　ہیں دوجہاں کی نعمتیں اک آدمی کے نام

وحشت جنون شوق تمنا و اضطراب تسکین دل کو رکھے ہیں یہ آگہی کے نام
اپنے پرائے سب سے ہے اسکی مراسلت اک خط کسی کے نام ہے اک خط کسی کے نام

قابل محبت و طلب و شوق و آرزو
کیا کیا رکھے نہ اک خلش بندگی کے نام

○

گل سے تاب و تب بہار نہ مانگ ہے چمن کا جو افتخار نہ مانگ
قدم ناز حشر اٹھانے کو میری خاکستر مزار نہ مانگ
نرگس ناز کی جو ہے قسمت دل وہ کیفیت خمار نہ مانگ
عمر بھر کا حساب داور حشر ہوں سراپا گناہگار نہ مانگ
ضبط غم سے ہیں شبنمی آنکھیں ان سے انداز آبشار نہ مانگ
یہ بھی خوددار عشق ازل سے ہے روٹھنے والے دل سے پیار نہ مانگ

ان کو ہو زحمت کرم قابل
یہ سزا اے خطا شعار نہ مانگ

○

عشق ظالم عذاب ہے کہ نہیں دل کا خانہ خراب ہے کہ نہیں
خاک دل پر رکھا قدم تم نے اب یہ مٹی گلاب ہے کہ نہیں
جس کو کہتے تھے لوگ قلزم عشق اب وہ دریا سراب ہے کہ نہیں
دل کو خورشید رُو سے ہے چشمک ذرہ اب آفتاب ہے کہ نہیں
عاصیوں پر نظر ہے رحمت کی معصیت اب ثواب ہے کہ نہیں
ایک اک ذرہ دیکھ کر ان کو روکش آفتاب ہے کہ نہیں

کل جو یاد بتاں کی صورت تھا وہ خیال آج خواب ہے کہ نہیں
تیری دنیا میں جیتے جاگتے بھی ہر بشر محو خواب ہے کہ نہیں

رند میخانہ ہی سہی قابل
وہ فضیلت مآب ہے کہ نہیں

○

دل اس کافر کا دلدادہ ہے ابتک در کعبہ پہ افتادہ ہے ابتک
انہیں دیکھا نہیں تو کچھ نہ دیکھا نظر کا ہر ورق سادہ ہے ابتک
کہاں آئینہ دل میں تجلی یہ جام شوق بے بادہ ہے ابتک
جناب شیخ پر رندوں نے کی طنز زمیں پر اک فلک زادہ ہے ابتک

دل قابل کا مقصود سفر ہے
وہی منزل جو بے جادہ ہے ابتک

○

سنادی دل نے غم کی داستاں تک نہ پہنچے پھر بھی وہ راز نہاں تک
شہید شام فرقت انکے رخ پر تصدق کر حیات جاوداں تک
زمیں ہی کچھ نہیں اس بت سے لرزاں کہ گردش میں ہیں ساتوں آسماں تک
نشیمن کی ہو میرے خیر یارب اداسی ہے قفس سے گلستاں تک
انہیں کی یاد میں آخر دیا دم مرے کام آئی عمر رائیگاں تک
چلا قلب و جگر پر تیر ظالم میں دیکھوں ہے ستم کی حد کہاں تک

سپاس جور فرض دل ہے قابل
نہ آئے حسن کا شکوہ زباں تک

○

دیتی ہے گلستاں کو دعائیں اٹھا کے ہاتھ — پھولوں کا رنگ لگ گیا شاید صبا کے ہاتھ
کی کیسی چھیڑ چھاڑ مری چشم شوق نے — آنکھوں پہ اس نے رکھ لئے کیوں مسکرا کے ہاتھ
جس کی ہتھیلیوں میں مرے دل کا ہے لہو — اب میری جان ہے اسی رنگیں ادا کے ہاتھ
اے قلب زار جس سے تغافل کا ہے گلہ — الفت کی ہے سزا اسی ناآشنا کے ہاتھ
آئی نگاہ میں نہ وفا کی کوئی لکیر — دیکھے ہیں ہم نے غور سے اس بیوفا کے ہاتھ
یاس و امید ایسی ہوئیں ہیں گلے کا ہار — جیسے حیات و موت ہو بیم ورجا کے ہاتھ

قابل خدا کا شکر کہ قسمت کا ہے لکھا
بخشش گناہگار کی نعت و ثنا کے ہاتھ

○

اس بت کو اپنی یاد دلانے سے فائدہ — فتنے جو سو گئے ہیں جگانے سے فائدہ
بلبل کی طرح سوختہ جاں ہوں تو بات ہے — پھولوں کی طرح خوں میں نہانے سے فائدہ
اس بزم ناز کا ہے تعلق بھی دلگداز — آنے سے فائدہ ہے نہ جانے سے فائدہ
رحمت جو عاصیوں کا مقدر نہیں تو پھر — ہم کو گناہگار بنانے سے فائدہ

قابل ہے اس جہاں سے امید فلاح کیوں
پہنچا بھی ہے کسی کو زمانے سے فائدہ

○

بند کیں آنکھیں تو طوفانوں کے دھارے کھو گئے — اشک اگر روکے تو دریا کے کنارے کھو گئے
جستجو میں آپ کی فرقت کے مارے کھو گئے — اپنی نظروں سے شب غم چاند تارے کھو گئے

تھے جو فردوس نظر وہ سب نظارے کھو گئے   چرخ دل کے آکے پلکوں تک ستارے کھو گئے
جو نگاہوں کا سہارا تھے مری شام فراق   ماہ و انجم بن کے وہ ظلمت کے دھارے کھو گئے
دل سے نظریں کیا ملیں انکی نگاہیں جھک گئیں   دیکھتے ہی دیکھتے کیسے نظارے کھو گئے
نرگس شہلا کو پردے میں چھپایا کس لئے   دل تڑپتا ہے کہ جنت کے کنارے کھو گئے

آج یاد رفتگاں قابل ہے اپنے دل کا داغ
آہ اس آئینے سے کیسے نظارے کھو گئے

○

ساتھ آغاز کے انجام لئے پھرتے ہیں   اپنی منزل بھی سبک گام لئے پھرتے ہیں
میرے صورت کدۂ دل کا بھی نظارہ کریں   جو تجلیٔ لب بام لئے پھرتے ہیں
یہی لے دے کے اثاثہ ہے فقیروں کا ترے   کچھ نہیں صرف ترا نام لئے پھرتے ہیں
مثل مہ داغ کو سینے سے لگا رکھا ہے   آپ کے عشق کا انعام لئے پھرتے ہیں
بادۂ حسن کا صدقہ ہو غریبوں کو عطا   مہرومہ کب سے تہی جام لئے پھرتے ہیں

اپنے انفاس کے کندھوں پہ جنازہ دل کا
کشتگاں سحر و شام لئے پھرتے ہیں

○

کمتر نہیں ہیں راہ وفا میں کسی سے ہم   سہتے ہیں انکے ہجر کا غم بھی خوشی سے ہم
یہ سوچنے کی بھی تو نہ فرصت ہوئی نصیب   یہ بیخودی ہے ہم سے کہ ہیں بیخودی سے ہم
ہے امتیاز خیر و شر اپنے لئے عذاب   مستوجب سزا ہیں فقط آگہی سے ہم
دنیا و دیں کے خضر ہیں محبوب کردگارؐ   پہنچے ہیں حمد تک رہ نعت نبیؐ سے ہم

صرف اس امید پر کہ نہ ہو تجھ سے ربط ختم   کرتے رہے ستم بھی گوارا خوشی سے ہم
حیرت کہ خیر مقدم شام فراق کو   اشکوں کے دُرلٹاتے ہیں دریا دلی سے ہم

تنہائی اپنی صدقہ ہے عرفان ذات کا
قابل وطن میں بھی تو رہے اجنبی سے ہم

○

تیغ ہے یوں قاتل کے پاس   جیسے تمنا دل کے پاس
آکے پلٹ جاتے ہیں ہم   شام و سحر منزل کے پاس
حسن نہاں کو ہے معلوم   آئینہ ہے ہر دل کے پاس
موج تبسم اس لب پر   سبزہ ہے ساحل کے پاس

دل ہے انکی جلوہ گاہ
خلوت ہے محفل کے پاس

○

ہے یہ مشت خاک عالم کا نگہباں دیکھئے   آدمی کے روپ میں تقدیر یزداں دیکھئے
انکی صورت گوشہ دل سے نمایاں دیکھئے   صبح محشر ہے مرا چاک گریباں دیکھئے
دل ہے فرقت میں اسیر سوز پنہاں دیکھئے   آپکی جنت بھی ہے دوزخ بداماں دیکھئے
اپنا داغ دل دکھانے کیلئے بیتاب ہے   آپکے منہ آرہا ہے ماہ تاباں دیکھئے
ہے سرشک شام غم میں بھی ستاروں کی جھلک   دل کے ٹکڑے ہی نہ ہوں آنکھوں میں رقصاں دیکھئے
پھر مری سمت آپکے صدقے وہی ترچھی نظر   پھر اسی صورت مری صورت مری جاں دیکھئے

ہے وطن کی صبح کی حسن تصور میں ضیاء — کس قدر پر نور ہے شام غریباں دیکھئے
لالہ و گل کی جنوں انگیزیاں پڑتی ہیں پاؤں — خار صحرا میں بھی ہے روح گلستاں دیکھئے
کیجئے عجز مسیحائی پہ بھی اپنے نظر — چارہ گر کو بھی نہیں توفیق درماں دیکھئے
دیکھئے ہست و عدم سے اپنے دیوانے کا کھیل — میرا ایک اک سانس ہے تار گریباں دیکھئے
اسکے ایک اک تار سے خورشید نو کا ہے طلوع — ماہ نو کیا دیکھنا میرا گریباں دیکھئے
ماورائے حسن بھی دیجئے نظر کو اذن دید — شمع عشق ایک ایک ذرہ میں فروزاں دیکھئے
گل کے اوراق پریشاں عندلیبوں کی فغاں — ہے خزاں پروردہ ہر رنگ بہاراں دیکھئے
شام فرقت تشنہ کامی کا ہے رونا بے محل — بند دو آنکھوں میں دنیا بھر کے طوفاں دیکھئے
دل کی جانب یہ محبت کی نظر اچھی نہیں — دیکھ کر طرز نگاہ فتنہ ساماں دیکھئے
میرے عجز بندگی کو اپنی قدرت دی تو کیا — اپنی صورت بھی مری صورت میں پنہاں دیکھئے

گیسوئے پیچاں کو سلجھانے سے فرصت ہو اگر
اپنے قابل کا ذرا حال پریشاں دیکھئے

دیدار کی حسرت ہے مجھے شام و سحر اور — آئینہ کوئی دل کی طرح آئینہ گر اور
دیکھوں تو کھلیں ہفت سمٰوات کے در اور — اللہ نے بخشی ہے مرے دل کو نظر اور
کہتے ہیں کہ اس گل میں نہیں پہلی سی خوشبو — مطلوب انہیں دل ہے بہ الفاظ دگر اور
کچھ اور عطا مغفرت حشر سے بڑھ کر — رحمت کا طلبگار ہے کچھ دامن تر اور

دل مطمئن ابتک جو نہیں نظم جہاں سے
کیا ہونا ہے دنیا کو ابھی زیر و زبر اور

اگر ہو فصل گل کا مدعا یاد کرے پھولوں کو خود باد صبا یاد
رہی ہم کو نہ دل کی التجا یاد اٹھائے ہاتھ تو آئی دعا یاد
خیال غیر بھی ہمراہ لائی ہے تیری یاد بھی طرفہ بلا یاد
وہ جلوے آج کیسے در بدر ہیں انہیں آتا ہے دل کا آئینہ یاد
ہے یوں تشنہ لبی پر ناز دل کو کہ آتے ہیں شہید کربلا یاد

خبر ملتان کی سنتے ہی قابل
مجھے بےساختہ آئے ضیا☆ یاد

☆ منظور الحسن ضیاء

○

نہ جنون دیدہ وری رہا نہ ہوائے جلوہ گری رہی
مری چشم شوق کو کیا ہوا کہ اسیر بے خبری رہی
وہ تجلی ازل آشنا جو جمال رہگزری رہی
مری آرزوئے نظارہ تھی جو بشان درد سری رہی
ہوا کور دیدہ فکر و فن جو رہی سو بے بصری رہی
نہ فصاحت سخنی رہی نہ بلاغت ہنری رہی
رہ عشق میں تری آرزو بنی قلب و دیدہ کی راہبر
جو میں مضمحل بھی ہوا کبھی مری ہمت اور جری رہی
نہ میں جنس حسن خرید ہوں نہ ہلاک حسرت دید ہوں
مری چشم بینا اگر رہی تو رہین خود نگری رہی

کبھی درد دل کا ہوا فزوں کبھی دل ہوا ترے غم سے خوں
مرے حال پر یونہی ملتفت تری شان فتنہ گری رہی

یہی رنگ و بو کا مآل ہے تو چمن کی فکر محال ہے
نہ وہ بلبلوں کی نوا گری نہ گلوں کی جامہ دری رہی

ترے جلووں پر جو فدا ہوئی یہ فنا ہوئی کہ بقا ہوئی
مری جان صرف وفا ہوئی مری کشت عشق ہری رہی

ترے حسن کا ہے زوال کیا میرے عشق کا ہے کمال کیا
ہے دل و نظر کا سوال کیا تجھے پھر بھی بے خبری رہی

نہ وفا کا غنچہ کھلا کوئی نہ نظر کا زخم سلا کوئی
مرے باغ عشق کو کیا ہوا کہ نصیب بے ثمری رہی

وہی تیرا قابل زار ہے جو اسیر لیل و نہار ہے
نہ سکون ہے نہ قرار ہے یہ کہاں کی چارہ گری رہی

ہمکو چھوڑا عدو سے یاری کی آپ نے خوب دوست داری کی
آپ ہی کہئے ہم سے چھپ چھپ کر دل نہادی کہ دل فگاری کی
جب بتوں نے کئے ستم ہم پر ہم نے حمد خدائے باری کی
ہم نے ٹھکرا دیا زمانے کو یوں فقیری میں تاجداری کی

قابل الفت میں ہوش کا کیا کام
ہے یہ منزل وفا شعاری کی

دوستی کر کے وہ انجان ہوئے جاتے ہیں   جیتے جی موت کے سامان ہوتے جاتے ہیں
باغ کے پھولوں نے دیکھی ہے یہ کس کی صورت   چاک چاک ان کے گریبان ہوئے جاتے ہیں
آپکو دیکھنے والوں کا یہی ہے انجام   آپ دل دیکھ کے حیراں ہوئے جاتے ہیں
جن اشاروں نے نگاہوں کی قیامت ڈھائی   اب وہی دل کے نگہبان ہوئے جاتے ہیں

قابل اس نے لب نازک سے کیا ہے ارشاد
آج ہم آپ کے مہمان ہوئے جاتے ہیں

شمار اپنے گناہوں کا کر رہا ہوں میں   یہ جیتے جی جو قیامت سے ڈر رہا ہوں میں
ہمیشہ بسمل فکر و نظر رہا ہوں میں   جنون ہوش و خرد تجھ پہ مر رہا ہوں میں
قدم جمائے ہوئے ہوں اگرچہ منزل پر   مگر مراحل غم سے گزر رہا ہوں میں
تری نگاہ کی گردش ہے میرا حلقہ زیست   جدھر پھریں تیری نظریں ادھر رہا ہوں میں

مرا نصیب ہے قابل جہاں کی ناقدری
کہ نوحہ خوان کمال ہنر رہا ہوں میں

مہرومہ یوں جو تہی جام لئے پھرتے ہیں   شکوۂ ساقی گلفام لئے پھرتے ہیں
راہ الفت میں دل و دیدہ کا عالم دیکھا   کوہ غم تیرے سبک گام لئے پھرتے ہیں
موت کو انکے قریب آتے تکلف کیا ہے   سر پہ جو زیست کا الزام لئے پھرتے ہیں
راہ الفت میں تری جاں سے گزرتے بھی نہیں   تہمتیں عاشق بدنام لئے پھرتے ہیں

پیچ و خم اپنے تصور کے نکالیں کیونکر ہم تجھے گردش ایام لئے پھرتے ہیں
چھوڑتے ہی نہیں دامن نفس اپنا قابل
انکا بخشا ہوا انعام لئے پھرتے ہیں

○

رہتے ہیں رات دن مری بزم خیال میں فرق آ نہ جائے آپکے حسن و جمال میں
پیوست تیری زلفوں کے ہے بال بال میں سرخاب کے ہیں پر دل آشفتہ حال میں
للہ اپنے رخ سے پسینہ نہ پوچھئے روح وصال ہے عرق انفعال میں
جو ماسوائے عشق ہے جو ماورائے حسن اک ایسی کیفیت ہے مرے حال و قال میں

قابل عروج پا کے بھی انسان ہے بشر
ہر طرح کے ہیں نقص ہمارے کمال میں

○

راس آئی دل مہجور کو فرقت اچھی ہر تصور میں نظر آتی ہے صورت اچھی
طاری آئینہ دل پر ہوئی حیرت اچھی آج ہے حسن مجازی کی حقیقت اچھی
رنگ اچھا ہے نہ پھولوں کی نزاکت اچھی گل وہی اچھا ہے جس گل کی ہے نکہت اچھی
داغ دل سوز محبت سے جلا دیتا ہے ہے مرے چاند کی قسمت میں تمازت اچھی
عقل کے بندو محبت میں بنو دیوانے عشق کی راہ میں دانش سے ہے وحشت اچھی
حور کے ساتھ رہا مدنظر جام طہور شیخ نے کی مئے انگور کی حرمت اچھی

بعد اسکے نہیں دل کو کسی غم کا دھڑکا — وصل کی صبح سے میری شب فرقت اچھی
دھجیاں حشر میں اڑجائیں گریبانوں کی — آپ آجائیں تو برپا ہو قیامت اچھی
جس قدر جلد ہو آئینہ دل صاف اچھا — جتنی جلدی بھی نکل جائے کدورت اچھی
چشم قاتل ہی میں تھا چارہ گری کا اعجاز — دیکھتے ہی ہوئی بیمار کی حالت اچھی
نگہ شوق کو حیرت ہی نہیں سکتہ ہے — کی کسی مصحف عارض کی تلاوت اچھی
عشق کا دل سے تعلق ہے نگاہوں سے نہیں — کیا ضروری کہ ہو معشوق کی صورت اچھی
پاس ناموس وفا صرف اسی کا ہے نصیب — آج کے دور میں مردوں سے ہے عورت اچھی
دل کی باتوں کا برا مانے نہ کوئی کہ مدام — اچھے اچھوں کی نہیں ہوتی طبیعت اچھی
اور ہی حال میں ہیں انکی تمنا کے ہدف — اہل الفت کو غم اچھا نہ مسرت اچھی
بندگی جس سے ترشح ہو وہ عجز اچھا ہے — جس میں خودداری ہو شامل وہ حمیت اچھی

دل کو اسباب طرب سے نہ سروکار رہا
زندگی گزری ترے غم کی بدولت اچھی

○

عمر فانی میں ہے مرجانے کی صورت اچھی — ہم کو دشواری میں حاصل ہے سہولت اچھی
شب تاریک کے دم ہی سے تو ہے قدر سحر — زندگی اپنی قضا کی ہے بدولت اچھی
دشت آوارگی سے کم نہیں پہنائے حیات — تیرے جلووں کی مرے دل میں سکونت اچھی
عبد بیچارہ خدا تو نہیں بن سکتا ہے — ناز اچھا نہ تکبّر نہ رعونت اچھی
تم مجھے چاہو نہ چاہو مری تقدیر میں ہو — کس طرح مانوں نہیں ہے مری قسمت اچھی
تجزیہ ہست و عدم کا جو کیا تو یہ کھلا — زیست ہے موت کا پیکر تو قیامت اچھی

انکی پیشانی کے بل ہیں خط تقدیر وفا   دل کی قسمت میں ہے تحریر عبارت اچھی
ہم کو تو مضطرب الحال محبت نے رکھا   ہو گی جن کے لیے ہو گی تری قربت اچھی
عیش و راحت سے کہیں روح نے پایا ہے سکوں   کون کہتا ہے کہ ہے غم سے فراغت اچھی

اس نے قابل مری نظروں سے پڑھا حال وفا
کی مرے دل کی نگاہوں نے نیابت اچھی

○

نوبت مری محرومی کی پہنچی ہے یہاں تک   دیتے نہیں اب ساتھ مرا اشک رواں تک
یوں ضبط غم عشق ہوا جان کا دشمن   ہونٹوں پہ مرے آتی نہیں آہ و فغاں تک
چشم و لب و دل کا تو بھلا ذکر ہی کیا ہے   جپتا ہے ترا نام مرا درد نہاں تک
گر جادۂ ہستی میں یہی مشق فنا ہے   مٹ جائیگا اک روز عدم کا بھی نشاں تک
یوں عشق کو مستور کیا آہ و فغاں نے   نظروں میں نہیں شمع محبت کا دھواں تک
ہر شخص ہے اب مدعی عشق و محبت   افسوس کہ سستی ہوئی یہ جنس گراں تک

مضمون کی چوری کا تو کیا ذکر ہے قابل
کچھ لوگ اڑاتے ہیں میرا طرز بیاں تک

○

اے سوز آرزو تجھے اپنا بنائیں ہم   آہ و فغان ہجر کو بھی بھول جائیں ہم
اصنام رنگ وبو سے نہ دل کو لگائیں ہم   اے شاہد ازل تجھے اپنا بنائیں ہم

اس خاک در کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں ہم   حسرت یہ ہے کہ پھر ترے کوچے میں جائیں ہم
ہے منزل حیات نظر میں تو پھر نہ کیوں   راہ فنا میں خضر کو رستہ بتائیں ہم
اے رحمت تمام تری نذر کے لئے   محشر میں ساتھ لائے ہیں ساری خطائیں ہم
تیری طلب میں کعبہ ایمان آرزو   ایک ایک در پہ آئے ہیں دیکر صدائیں ہم
یہ داستان عشق و وفا قصہ الم   ہو درد آشنا تو کسی کو سنائیں ہم
اے بیخودیٔ عشق یہ ہے دل کی آرزو   اس طرح گم ہوں اپنا پتہ بھی نہ پائیں ہم

ہر لحظہ ہو وہ چاند سی صورت نگاہ میں
آئینہ اپنے دل کو جو قابل بنائیں ہم

○

قلب نگاہ ناز پر نقش ہوئی وفائے دل   شکر کہ راہ عشق میں پوری ہوئی دعائے دل
کاش رہ وفا میں ہو حسن بھی مبتلائے دل   ہے یہی آرزوئے جاں اور یہی مدعائے دل
چاہا ہزار ضبط نے راز وفا نہ فاش ہو   آتے ہی انکے سامنے آگیا لب پہ ہائے دل
کیوں نہو بیخود جمال اپنی نگاہ آرزو   جب ہوں تری تجلیاں خود نظر آزمائے دل
انکی فقط نگاہ شوق سے ہے شکایت نظر   ورنہ دل جمال پر نقش ہے ہر وفائے دل
چشم طلب ہے اشکبار ہجر کی شب نہیں قرار   بیڑا ہو بحر غم سے پار اے مرے ناخدائے دل
گو اسے لے اڑی نظر اے زہے عشق معتبر   آتی ہے ہر نفس کے ساتھ اب بھی مگر صدائے دل
ہجر میں کیا ہوا یہ حال زندگی ہو گئی وبال   قلب ہے بے نگاہ شوق آنکھ ہے بینوائے دل

دیکھا انہیں جو دلنشیں دولت عشق کا امیں
بن گئی قابل آنکھ بھی سرمہ خاک پائے دل

○

دل کا عالم یہ شب کے ڈھلتے ہی — جیسے بجھ جائے شمع جلتے ہی
اشک امڈ آئے دل پگھلتے ہی — کیا ہوا تیرا رخ بدلتے ہیں
چشم مشتاق نے بھی بدلا رنگ — غم کے سائے میں دل کے ڈھلتے ہیں
نگہ شوق ہو گئی بے ہوش — ابر سے چاند سا نکلتے ہی
آنکھ کو اضطراب سا ہے کیوں — دل میں ارمان کے مچلتے ہی
جانے کس مرحلے میں ہو گئے گم — سانس بھی ساتھ ساتھ چلتے ہی
رہ گئے جم کے حشر کے دن تک — پاؤں اس کوچے میں پھسلتے ہی
دل کو کیا ہو گیا خدا جانے — مضطرب اور ہے بہلتے ہی

ہے یہ معمول حضرت قابل
شعر کہتے ہیں دن نکلتے ہی

○

وابستہ موت بھی جو ہوئی زندگی کے ساتھ — اچھا مذاق تم نے کیا ہے کسی کے ساتھ
اس نے کیا ہے عہد وفا بے دلی کے ساتھ — میلان دشمنی بھی ہے کچھ دوستی کے ساتھ
اچھا ہوا نہ دل کو ہوئی کوئی آرزو — گزری حیات عشق میں آسودگی کے ساتھ
سینے سے اپنے دل کو لگائے ہوئے ہوں یوں — جینا اسی کے ساتھ ہے مرنا اسی کے ساتھ
تحریک چشم ساقی کے انداز دیکھنا — بڑھتا ہے شوق بادہ کشی تشنگی کے ساتھ
یوں جوش انبساط بنا عمر بھر کا غم — دل پاش پاش گل کا ہوا ہے ہنسی کے ساتھ
کس طرح جیتے جی غم ہستی سے ہو نجات — جب زندگی قبول کی آزردگی کے ساتھ
بدلا وفائے عشق کا ہے یوں جفائے حسن — لازم ہے تیرگی کی جھلک روشنی کے ساتھ

قابل کو ہے گماں بت کافر نہ ہو کہیں
دیکھا تھا رات شیخ کو اک اجنبی کے ساتھ

○

دل ترے غم سے داغدار رہا عمر بھر موسم بہار رہا
چرخ پہ بن کے کہکشاں و نجوم آپ کی راہ کا غبار رہا
دل کو کیونکر سکوں گوارا ہو عمر بھر جب یہ بیقرار رہا
حشر میں بھی ہو کس طرح زندہ عمر بھر دل تہہ مزار رہا

کئے احساں جفائے اعدا پر
قابل اپنا یہی شعار رہا

تری محفل میں ساقی جب مرے ہاتھوں میں جام آیا میں سمجھا میرے قبضہ میں دوعالم کا نظام آیا
ازل کے سونے والوں کو اچانک یہ پیام آیا اٹھو محشر ہوا برپا کہ وہ مست خرام آیا
سمجھ لو راہ سے بھٹکے ہوئے کو مل گئی منزل ازل کی صبح کا بھولا جو واپس وقت شام آیا
قیامت کا پتہ جسکو نہ ہو خوف اسکو ہو لاحق دل و دیدہ سمجھتے ہیں کہ وقت لطف عام آیا
اسی کی بیکسی پر ترس آیا چشم خوباں کو محبت میں خدا رکھے دل ناکام کام آیا

عدو کی بزم میں کیوں تذکرہ میرا ہوا قابل
ثبوت ربط الفت ہے جو لب پر میرا نام آیا

وہ جمال رخ دکھاتے تو کچھ اور بات ہوتی مجھے آئینہ بناتے تو کچھ اور بات ہوتی
مجھے بزم دشمناں میں کیا یاد یہ نوازش مرے گھر پہ آپ آتے تو کچھ اور بات ہوتی
ہے شراب چشم میگوں بڑی دل نواز لیکن مئے لعل لب پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی
مرا روٹھنا بھی بیجا مری ضد بھی نا مبارک مجھے آ کے وہ مناتے تو کچھ اور بات ہوتی

ہے کلام میر و غالب تو پسند سب کو قابل
وہ مری غزل سناتے تو کچھ اور بات ہوتی

کہتے ہیں ہم نہیں زمانے کے
ہیں یہ انداز دل لبھانے کے

سحر و شام رت بدلتی ہے
ہم ہیں عادی فریب کھانے کے

کیا قیامت ہے کیف نظارہ
سانس آنے کے ہیں نہ جانے کے

ازل و زندگی و موت و ابد
ہیں یہ ٹکڑے مرے فسانے کے

ان سے قابل کو ہے امید وفا
ہیں یہ حضرت بھی کس زمانے کے

شب غم عشق کی افتاد دیکھی
قیامت بے وفا کی یاد دیکھی

ہوا ہم پر چمن کا حال روشن
قفس میں صورت صیاد دیکھی

پس ہر پردۂ ناز تبسم
مچلتی لب پہ اک فریاد دیکھی

رہا ساحل سے ٹکرا کر سفینہ
یہ طوفاں میں شکست باد دیکھی

شب غربت تھی قابل نغمہ سنجی
طبیعت کی تری افتاد دیکھی

اک قیامت سی دل پہ ڈھائی ہے
نگہ شوق کی دہائی ہے

خار غربت ہیں یا وطن کے پھول
یوں جو شوق برہنہ پائی ہے

ہے خدا پر تو حال سب روشن
تنگ ہم پر اگر خدائی ہے

کیوں نہ دمساز ہم اجل کو بنائیں
زندگی کس کو راس آئی ہے

لے اڑی حلقۂ حیات سے موت
یہ اسیری نہیں رہائی ہے

جن کا ایماں نہیں خدا پر بھی انکے قبضے میں اک خدائی ہے

تیرے پرسوز نالے نے قابل
آگ افلاک میں لگائی ہے

○

آپ کا طرز محبت ہمیں معلوم تو ہو کیوں ہوئی ہم سے عداوت ہمیں معلوم تو ہو
ہمکو پیدا کیا مرنے کیلئے آخر کیوں کیا ہے اللہ کی حکمت ہمیں معلوم تو ہو
دل مصفا ہے تو پھر کیوں ہے تجلی سے حجاب آئینہ میں تری صورت ہمیں معلوم تو ہو
زندگی مقصد حق ہے جو عبادت کیلئے موت کی کیوں ہے ضرورت ہمیں معلوم تو ہو
جنکو تقدیر نے پابند سلاسل رکھا کیا ہے ان لوگوں کی قسمت ہمیں معلوم تو ہو

کیجئے ہفت سمٰوٰت مسخر قابل
تاکہ انسان کی عظمت ہمیں معلوم تو ہو

○

جو آنکھ ہے پر آب ہے معلوم نہیں کیوں جو دل بھی ہے بے خواب ہے معلوم نہیں کیوں
اک جلوۂ بے نام ہے معلوم نہیں کیا جو ذرہ ہے مہتاب ہے معلوم نہیں کیوں
جو دل کا سفینہ تھا سر بحر حوادث کشتی وہ تہہ آب ہے معلوم نہیں کیوں
میں چاند کا منہ دیکھ رہا ہوں شب غربت اک دیدۂ بے خواب ہے معلوم نہیں کیوں
شاید ہو مری مشق تصور کا یہ اعجاز ظلمت بھی نظر تاب ہے معلوم نہیں کیوں
ہر شے ہے پے بے سبی دہر میں لیکن عالم ہمہ اسباب ہے معلوم نہیں کیوں
اب ساز دل و جاں کا خدا حافظ و ناصر جو سانس ہے مضراب ہے معلوم نہیں کیوں

ناپیدا کنارئ محبت کا تھا دریا   اب بحر وہ پایاب ہے معلوم نہیں کیوں
ہے سانس کی بھی آمد و شد طرفہ قیامت   اک تیغ گلو تاب ہے معلوم نہیں کیوں

قابل ہے جہاں برسر جنگ امن کی خاطر
اور امن کہ نایاب ہے معلوم نہیں کیوں

○

میری تری نبھے گی کیا واعظ خانماں خراب   میری نظر میں روئے دوست تیری نگاہ میں کتاب
کیا یہی کیف وصل ہے اے مرے شوق کامیاب   حسن مجسم التفات عشق سراپا اضطراب
میری عدوئے جاں بنیں حشر میں بے نیازیاں   پرسش دل کبھی کبھی پرسش جاں علی الحساب
ہجر میں سمجھے کوئی کیا ربط عناصر حیات   قلب ہے شعلہ و شرر چشم مگر ہے آب آب

قابل سوگوار پر حسن کی چشم التفات
اب نہ وصال کی مجال اب نہ فراق کی ہے تاب

○

یہ شمع زیست کا بس آخری اجالا ہے   اب آکہ ساغر ہستی چھلکنے والا ہے
ہزار بار گرایا ہے عقل نے مجھکو   ہزار بار جنوں نے مجھے سنبھالا ہے
ہے علم عظمت تخلیق ہی حجاب خرد   نظر کے آگے جو ذرہ ہے وہ ہمالا ہے
مرے لئے دل طوفاں شناس کی ہستی   ہے وہ گہر جو تہہ بحر نے اچھالا ہے

حقیقت آج نظر آئی حسن کی قابل
وہ رخ ہے چاند تو دل میرا اسکا ہالا ہے

○

مجھ سے نظر ملا کے جو شرما رہے ہیں آپ — غیروں پہ اور طرفہ ستم ڈھا رہے ہیں آپ
تصویر عشق کیوں یہ بنے جا رہے ہیں آپ — میں دیکھتا ہوں خود کو نظر آرہے ہیں آپ
میں شکوۂ رقیب کروں بھی تو کیا کروں — بنتی نہیں ہے بات تو شرما رہے ہین آپ
ہر ذرہ اک ستارہ ہے ہر تارا چشم شوق — رخ پھیر کر نظر سے کہاں جا رہے ہیں آپ

یہ اچھا آئینہ ہے یہ اچھا جمال ہے
قابل کی ہر نظر میں نظر آ رہے ہیں آپ

○

کھیل ہے کیا تری صورت کا نظارہ کرنا — جو تجھے دیکھ رہے ہیں انہیں دیکھا کرنا
سوچ کر اے مرے دل انکی تمنا کرنا — زندگی چاہے تو الفت کا نہ سودا کرنا
آپ ہی کاٹنا چکر ترے کوچے کے ہمیں — آپ ہی اپنے دل و دیدہ کو رسوا کرنا
کیا ضروری ہے ہر اک بات کی تکمیل ابھی — آپ نے وعدہ کیا ہے تو نہ ایفا کرنا
انکے دیدار کی منزل نہیں آساں اے دل — اپنی جاں کا کہیں آسان ہے سودا کرنا
چال محشر میں وہ چلنا کہ دو عالم دیکھیں — اک قیامت سر حشر اور بھی برپا کرنا

جان دی آپ نے تو شکوہ ہے کیسا قابل
درد الفت کا تھا کیا سہل مداوا کرنا

○

کسی کے غصے کے پردے میں پیار دیکھا ہے — تجلیوں کا یہ رخ لاکھ بار دیکھا ہے
ہزار بار نہ کیوں دیکھنے کا ہو مشتاق — وہ جس نے تم کو فقط ایک بار دیکھا ہے
شب فراق سے ہم کیوں ڈریں کہ اس کا منہ — برنگ ظلمت گیسوئے یار دیکھا ہے

فنا کے ڈوبنے والوں نے زیست کا ساحل — تعینات کے دریا کے پار دیکھا ہے
وہ لاکھ بار ہوئے ہیں خجل جفاؤں پر — جو ایک بار مرا حال زار دیکھا ہے
بتائیں وہ جو مری بے بسی پہ ہیں مسرور — بغیر جبر کوئی اختیار دیکھا ہے
وہ قبر میں بھی جلانے کا کر گئے ساماں — کہ پیار سے رخ شمع مزار دیکھا ہے

بسر ہوئی یونہی قابل حیات الفت میں
شکست و فتح کا منہ لاکھ بار دیکھا ہے

○

دل کا منشا نہیں کہ تم سے کہوں — درد ایسا نہیں کہ تم سے کہوں
غم تماشا نہیں دکھاؤں جسے — دکھ فسانہ نہیں کہ تم سے کہوں
چشم و دل دونوں ہو چکے ہیں خوں — ایک رونا نہیں کہ تم سے کہوں
تم نگاہوں سے دور ہو تو کیا — دل کا پردہ نہیں کہ تم سے کہوں
دل میں اور سر میں ہے فقط سودا — عشق رسوا نہیں کہ تم سے کہوں
نگہ ناز نے جو چھیڑا دل — زخم ایسا نہیں کہ تم سے کہوں

سن لی قابل کے منہ سے دل نے غزل
سخن ایسا نہیں کہ تم سے کہوں

○

تدبیر کے بندوں نے تقدیر بنالی ہے — اشکوں سے تری ہم نے تصویر بنالی ہے
فردوس تو زاہد نے جاگیر بنالی ہے — ہر بات مقدر کی تحریر بنالی ہے
گل کیسا کھلایا ہے یہ واعظ ناداں نے — قرآن کو چھوڑا ہے تفسیر بنالی ہے

دل تیری جبیں سائی کام آہی گئی آخر   خاک در جاناں ہی اکسیر بنائی ہے

اک مشق تصور نے وہ کام کیا قابل
ظلمت ہی شب غم کی تنویر بنائی ہے

○

کبھی آنکھوں میں رہتے ہیں کبھی وہ دل میں رہتے ہیں   بتان ماہ وش ہر نور کی منزل میں رہتے ہیں
پلٹ کر آتی ہے جو موج یہ پیغام لاتی ہے   کہ ارماں قلب طوفاں کے دل ساحل میں رہتے ہیں
نہ آئے رشک ہم کو کیوں نہ غیروں پر رقیبوں پر   مقدر کے دھنی ہیں جو تری محفل میں رہتے ہیں
تری الفت نہیں دشوار یہ کیا کم قیامت ہے   سہولت کی بدولت ہم بڑی مشکل میں رہتے ہیں

ہمیں دیکھو ہماری آفرینش کو ذرا سمجھو
کبھی تھے نور کے پیکر اب آب و گل میں رہتے ہیں

○

اک حرف محبت کا وہ افسانہ بنا ہے   عالم طلب دید میں دیوانہ بنا ہے
یوں عشق کا انداز فقیہانہ بنا ہے   جس کو ہے ذرا ہوش وہ دیوانہ بنا ہے
سوز غم فرقت نے یہ معراج عطا کی   ہر اشک مرا گوہر یک دانہ بنا ہے
ہر ذرہ ہے معمور تمنائے تجلی   عالم دل بیتاب کا افسانہ بنا ہے
کثرت میں نظر آتی ہے وحدت کی تجلی   اک حسن کی یکتائی کا افسانہ بنا ہے

قابل کی طرف دیکھ کے غیروں سے یہ پوچھا
دیوانہ ہوا ہے کہ یہ دیوانہ بنا ہے

○

ان کا خیال ہے کسے اپنی خبر ہے آج
ایک ایک آہ و نالہ اگر بے اثر ہے آج

سچ تو یہ ہے فلک پہ دماغ نظر ہے آج
ان کو ضرور دیدہ و دل کی خبر ہے آج

وہ خواب میں بھی آئے نظر میں بھی بس گئے
منزل پہ اختتام کی اپنا سفر ہے آج

ان کو مری وفا کا یقیں آگیا تو پھر
ہلکی سی آہ دل بھی بڑی کارگر ہے آج

بعد شب وصال جو آئی ہے صبح ہجر
شام فراق ہم کو نمود سحر ہے آج

دیوار و در پہ جلوۂ رخ سے ہے روشنی
چھٹکی ہے چاندنی مرے گھر میں قمر ہے آج

یہ صبح حشر ہے تو ہے دیدار کی گھڑی
روداد شام ہجر مری مختصر ہے آج

یوں ہے تصورات پہ قابض جنون عشق
قبضے میں دست دل کے کمان نظر ہے آج

قابل صبا نے دی ہے گل ناز کی خبر
یہ کیوں قفس میں بھی خلش بال و پر ہے آج

اشکوں میں رنگ ہے دل پُر اضطراب کا
صدقہ اتر رہا ہے کسی کے شباب کا

ہے سلسلہ وہ زلف سیہ پیچ و تاب کا
حافظ ہے اب خدا دل حسرت مآب کا

پنہاں نفس نفس میں ہیں لاکھوں قیامتیں
عالم سکون دل میں بھی ہے اضطراب کا

ہے عالم جہات بھی دنیائے بے ثبات
بیداریوں پہ بھی ہمیں، دھوکا ہے خواب کا

ڈالی چمن پہ نرگس میگوں نے یوں نظر
ایک ایک پھول بن گیا ساغر شراب کا

سچ مچ ہیں کیا وہ چشم تصور میں جلوہ گر
طاری مرے خیال پہ ہے رنگ خواب کا

ہے دید حسن ہی تو کلید فروغ حسن
موقع نگاہ سے یہ نہیں اجتناب کا

قابل جنون شوق کی وسعت نہ پوچھئے
بحر روان غم پہ ہے دھوکا سراب کا

کیسے مانوں رخ زیبا کا تماشا ہوگا ‌ کیا مرا پردہ نشیں حشر میں رسوا ہو گا
حشر تک حسن کا گو آنکھوں سے پردہ ہوگا ‌ دیکھنے والوں نے پھر بھی اسے دیکھا ہوگا
خواب میں بھی نہ نظر آئی جو وہ چاند سی شکل ‌ کیا کہوں کیا نگہ شوق کا نقشا ہوگا
حسن پنہاں! جو ازل سے ہے ترا آئینہ ‌ کیا خبر تھی اسی دل سے ترا پردا ہوگا
خواب میں بھی نظر آنے سے جو ہے انکو حجاب ‌ یہی شاید مری تقدیر کا لکھا ہو گا
آپ جب تک ہیں نہاں ہم سے قیامت ہے دور ‌ سامنے آئے تو پھر حشر ہی برپا ہو گا
تو ہے قدرت کا وہ شہکار بت آئینہ رو ‌ تجھ کو چاہے گا جو اللہ کا بندہ ہو گا
آیا خورشید بکف چاند مرا محشر میں ‌ معجزہ موسیٰ کا اب کیا یدبیضا ہو گا

قابل آسان نہیں ہے رہ الفت سے گریز
موت بھی آئی تو اس شوخ کا چاہا ہو گا

○

عظمت میخانہ صہبا سے نہ پیمانے سے ہے ‌ ساری رنگینی تری آنکھوں کے افسانے سے ہے
حسن کا عرفان کعبے سے نہ بت خانے سے ہے ‌ تیرا گھر آباد میرے دل کے کاشانے سے ہے
اب کسی باہوش سے مطلب نہ دیوانے سے ہے ‌ عشق کی جمعیت دل' دل سے دیوانے سے ہے
شمع سے ہے گرمیٔ محفل نہ پروانے سے ہے ‌ جان کچھ ہست وعدم میں میرے افسانے سے ہے
چشم صورت بیں کا جلوہ دل کے کاشانے سے ہے ‌ کیا قیامت ہے حرم کی راہ بت خانے سے ہے
کفر و ایماں کی بہار الفت کے افسانے سے ہے ‌ شمع سے کچھ بھی ہو لیکن شمع پروانے سے ہے
عشق ہے آغاز ہستی عشق انجام عدم ‌ دین اور دنیا کی رنگینی اس افسانے سے ہے
حسن کا ناز جفا ہے طرز اظہار وفا ‌ شمع لو رکھتی ہے لیکن لاگ پروانے سے ہے
کفر ہی تنویر ایماں کفر ہی تصویر دیں ‌ ہو نہ ہو بنیاد کعبے کی صنم خانے سے ہے

عشق کی آسودگی ہے عقل کا درماں شراب
حلّ ہر مشکل جو ممکن ہے تو پیمانے سے ہے

ربط آلودہ ہو کیونکر حسن یکتائی پسند
گیسوئے برھم میں جوالجھن بھی ہے شانے سے ہے

تابش رخ یک نفس تھی دل کی دھڑکن تا ابد
شمع سے تیری تجلی تھی کہ پروانے سے ہے

کفر کو آرائش ایمان و دیں سے واسطہ
رشتہ کیوں زنار کا تسبیح کے دانے سے ہے

اب تری تصویر کو دیکھا کریں دیر و حرم
ربط اس کا میرے دل کے آئینہ خانے سے ہے

عشق کی آشفتگی ہے حسن کی آسودگی
کشت غم سرسبز قابل دل کے ویرانے سے ہے

○

دل ہے وحشت شکار کس سے کہوں
آنکھ ہے اشکبار کس سے کہوں

حسن کی بے رخی کے پردے سے
عشق ہے آشکار کس سے کہوں

واہ ری غیر آشنا دنیا
کون ہے کس کا یار کس سے کہوں

وصل پر جان دینے والوں کو
ہجر ہے سازگار کس سے کہوں

اب تو سینے میں میرے دل کی جگہ
درد ہے یادگار کس سے کہوں

وہ جو ہر بات پر بگڑتے ہیں
ان پر آتا ہے پیار کس سے کہوں

وہ نہیں تو وطن میں بھی قابل
ہوں غریب الدیار کس سے کہوں

○

وہ زلف رسا جو لہکتی رہی
محبت کی دنیا مہکتی رہی

کبھی چشم انجم جھپکتی رہی
کبھی دل کی دنیا چمکتی رہی

تجلی جو ان کی رہی بے نقاب پلک مہوشہ کی جھپکتی رہی
دل مضطرب کو خبر ہی نہیں نظر کیا شب ہجر تکتی رہی
تصور سے دل میں مرے شام غم کوئی چاندنی سی دمکتی رہی

ہوئی رخ سے قابل نمود سحر
شب زلف جاناں مہکتی رہی

○

عشق کے اسرار ہم ہیں حسن کا افسانہ ہم شمع ہیں لیکن نظر میں ہیں پر پروانہ ہم
برہمن ہم شیخ ہم کعبہ ہیں ہم بت خانہ ہم اب ہمارا پوچھنا کیا راز ہم افسانہ ہم
لب کشائی کی نہیں محتاج شرح آرزو چپ ہوئے تو بن گئے گویا ترا افسانہ ہم
ہیں نہاں آئینہ دل میں قیامت صورتیں اپنے سینے میں لئے بیٹھے ہیں اک بت خانہ ہم
شام غم مایوسی چشم تماشا دیکھ کر دل کے جلووں سے لپٹ جاتے ہیں بیتابانہ ہم
دل کی صورت دیکھ کر دل کی تجلی دیکھ کر اپنی نظروں کو بنا بیٹھے ترا دیوانہ ہم
جان و تن میں اور جلووں کی ہے گنجائش ابھی ہیں کناروں سے بہت اترا ہوا پیمانہ ہم
دین و دنیا ہم سے پاتے ہیں محبت کی ضیا جیسے سچ مچ ہوں ازل سے ایک صورت خانہ ہم
دستگیری کے لئے نظریں ہیں ساقی کی طرف اپنے ہاتھوں سے چلے اے لغزش مستانہ ہم
اب کہیں شمع تجلی کی جھپکتی ہے پلک شعلہ برق تپاں ہیں صورت پروانہ ہم
کھیلیں گے جلووں کا تیرے تیر ارماں سے شکار اب تجھے چاہیں گے ظالم دل سے سفاکانہ ہم

غیرت آدم ہے قابل خاکساروں کی شکست
ان کے در سے واپس آئے آبرو مندانہ ہم

○

گل کو ممنون لطف خار نہ کر — اس کو شرمندۂ بہار نہ کر
صبح محشر کا انتظار نہ کر — دامن ہجر تار تار نہ کر
اپنے خورشید رو کو چاند نہ کہہ — اے دل اس بت کو داغدار نہ کر
ہے قیامت نشان قامت ناز — تو اسے سرو جوئبار نہ کر

مان قابل عذاب جاں ہے دل
اس کو اپنے گلے کا ہار نہ کر

○

ہے شام ہجر میری دعا کو اثر پہ ناز — جیسے ہو راہ رو کو خود اپنے سفر پہ ناز
تیری طلب میں میں نے اڑائی جہاں کی خاک — دیوانگی کو میری رہا دشت و در پہ ناز
ہے میرے دل کو یوں نگہ شوق پر یقیں — جس طرح مبتدا کو ہو اپنی خبر پہ ناز
اس کی طلب میں چھانی ہے دونوں جہاں کی خاک — ہے دل کو تیرے جلوۂ دیوانہ گر پہ ناز

قابل یہ کائنات میں انساں کا مرتبہ
ہے خالق جمال کو حسن بشر پہ ناز

○

جیسے کوئی مسل دے پاؤں سے پھول — موت کا قاعدہ نہ کوئی اصول
تیرا حسن قبول کیا کہنا — عشق مردود عشق ہی مقبول
ان کو چاہو مگر نہ بہر وصال — دل نے کی ایک بات تو معقول
بندہ و حق کے ربط کی خاطر — بھیجے جاتے رہے جہاں میں رسول

دل میں پھوٹی تھی جو نظر سے تری وہ کلی کھل کے ہو گئی ہے پھول
اس کی رحمت کے دونوں رخ ہیں حسیں آپ سائل ہے آپ ہی مسئول
کیوں غضبناک ہے رخ خورشید چاند کا چہرہ کس لئے ہے ملول
غیر ہیں خوش نصیب جن کے لئے توڑ دیتے ہیں وہ جفا کے اصول
تم جو قاتل بنے تو دنیا نے جان دینا کیا خوشی سے قبول
مجھ سے نفرت کا جب خیال آئے کیجئے میرے عشق پر محمول

مرد الفت تھے قابل مرحوم
ان کی تربت پہ رحمتوں کا نزول

○

قضا ایک ایک کو تہہ کرکے زیر خاک دھرتی ہے
مگر نادان دنیا ہے کہ پھر جینے پہ مرتی ہے

تری چشم فسوں گر کب کسی کا پاس کرتی ہے
جو کچھ آتا ہے اس کے جی میں ظالم کر گزرتی ہے

لگایا جام زاہد نے جو منہ سے چوٹ کی میں نے
تری جنت کی یہ رنگیں پری رندوں کی برتی ہے

وجود آب و گل کو حق نے یہ اعجاز بخشا ہے
کہ مل کر خاک و خوں میں اس کی صورت کچھ نکھرتی ہے

ہے چشم شوق سے اک جوئبار خون دل جاری
یہ طوفانی ندی چڑھ جائے جب تو کب اترتی ہے

یہ سرشاری و ہشیاری یہ مدہوشی و بیداری
نگاہ ناز شاید دم مری الفت کا بھرتی ہے

پڑا ہے جب سے سایہ ان کی زلف ناز کا اس پر
نگاہ شوق سائے سے بھی شام غم کے ڈرتی ہے

یہ کوتاہی نہیں ہے ہمت پرواز میں قابل
ہے اک قینچی جو ہر مرغ قفس کے پر کترتی ہے

○

ایک اک عاصی کی قسمت ہے اللہ کی رحمت کیا کہنا
خالق کا اپنے بندوں پر یہ لطف یہ شفقت کیا کہنا

جس گل میں ہو نکہت حسن و وفا اس پھول کی عظمت کیا کہنا
انسان ہے محبوب یزداں یہ اوج یہ رفعت کیا کہنا

وہ آئے جدا ہونے کے لئے جب ہم تھے فنا ہونے کیلئے
نازل ہوئی ہم پر جیتے جی یہ طرفہ قیامت کیا کہنا

ہر ذرہ میں ہیں آپ مکیں ہر قطرہ سمندر کا ہے امیں
یہ کثرت وحدت کیا کہنا یہ وحدت کثرت کیا کہنا

ہے یہ بھی وفاداری کا نشاں تم ہو جو عدوئے قلب و جاں
پنہاں ہے جفا کے پردے میں تصویر محبت کیا کہنا

ہے صبح قیامت سے بھی سوا اس کی شدت اس کا جلوہ
جیسے ہو کوئی تیرا عشوہ میری شب فرقت کیا کہنا

ہے دشمن جاں ایک ایک صنم پھر بھی ہیں حضور ان کے سرخم
قابل ہے پرستش کے لائق اللہ کی صنعت کیا کہنا

○

کہتے ہیں نظر کا دھوکا ہے یہ عشق و محبت کچھ بھی نہیں
حالانکہ غم دل کے آگے انداز قیامت کچھ بھی نہیں

یہ سنگ و شجر یہ برگ و بر سب ہیں ترے حسن کے پردہ در
پابند محبت ہے ہر شے دستور محبت کچھ بھی نہیں

ہستی کا عدم پر ہے دھوکا ہے نقش فنا میں رنگ بقا
ہر سانس قیامت سے ہے سوا کہنے کو قیامت کچھ بھی نہیں

ہیں وہم و نظر کی تصویریں یہ حسن نہاں کی تنویریں
تاب مہ و انجم کچھ بھی نہیں پھولوں کی نزاکت کچھ بھی نہیں

کیوں بحر کرم کو جوش آیا کیوں رحمت حق کو ہوش آیا
پھر کہیئے ذرا بندہ پرور یہ اشک ندامت کچھ بھی نہیں

آباد ہو دل برباد ہو دل مسرور ہو دل ناشاد ہو دل
تکمیل محبت کی رہ میں یہ فتح و ہزیمت کچھ بھی نہیں

○

دشت ویراں بھی نہیں صحن گلستان بھی نہیں — میری تفریح جنوں کا کوئی ساماں بھی نہیں
عشق اصنام نہیں الفت یزداں بھی نہیں — دل ہے کمبخت وہ کافر کہ مسلماں بھی نہیں
تیرا پابند نہیں تجھ سے گریزاں بھی نہیں — دل کا عالم کہ تجھے دیکھ کے حیراں بھی نہیں
بے رخی کا کیا شکوہ تو وہ ہنس کر بولے — دل کے سر پر ترے کیا جور کا احساں بھی نہیں
ان کے جلوؤں کے بتوں ہی کا پجاری بن جائے — کافر عشق ہے دل قوت ایماں بھی نہیں
باوجود غم فرقت ہے ہمیں شوق وصال — سخت مشکل ہے کہ مشکل کوئی آساں بھی نہیں

تیرے ملنے کی تمنا ہے ترے وصل کی دھن
اور پھر تجھ سے جدا ہونے کا امکان بھی نہیں

○

میں ہوں زاہد ترے جناں کی طرح   دل ہے داغوں سے گلستاں کی طرح
جذبہ عشق کو خدا رکھئے   پیر ہو کر بھی ہوں جواں کی طرح
سجدۂ شوق کی کرامت دیکھ   سر ہوا سنگ آستاں کی طرح
دل کی کشتی بھرے تلاطم میں   ہے رواں موجۂ رواں کی طرح

تیرے قابل کے درپے ہے یہ بھی
ہے زمیں بھی اب آسماں کی طرح

○

نامہ بر حال نہ کہنا کہ پریشاں ہونگے   اور یہ زخم دل و دیدہ کے ساماں ہونگے
جن کو عرفان تجلی ہے انہیں ہجر بھی وصل   اور ہونگے جو ترے غم سے پریشاں ہونگے
یہی ایمائے حقیقت ہے یہی راز مجاز   ہم اگر سامنے آئے تو وہ پنہاں ہونگے
یہ مرے قلب و جگر اور یہ مری چشم و نظر   آج دامن ہیں کسی روز گریباں ہونگے
انکو بھی ہو گا کبھی میری نظر کا عرفاں   وہ بھی آئینہ بنیں گے رخ حیراں ہونگے
بے طلب ہم نہیں محشر میں بھی جانیوالے   آپ اگر ہم کو بلائیں گے تو مہماں ہونگے

ارتقائے بشری دور نہیں ہے قابل
خاک کے ذرے ہی مہرومہ تاباں ہونگے

○

حقیقت جو تم پر کھلی ہو تو جانو   مری طرح الفت جو کی ہو تو جانو
محبت جو دل میں بسی ہو تو جانو   کلی آرزو کی کھلی ہو تو جانو
گزرتی ہے کیا جان و دل پر تمہیں کیا   شعور غم عاشقی ہو تو جانو

محبت میں کیا کام کرتی ہے وحشت جنوں سے اگر آگہی ہو تو جانو

جو ہے قلب مضطر کی قسمت ازل سے
تمہیں بھی وہی بے کلی ہو تو جانو

○

شب غم کی سحر ہوتی نہیں ہے یہ ظالم مختصر ہوتی نہیں ہے
نگاہ اولیں کی قدر کر دل کہ یہ بار دگر ہوتی نہیں ہے
دعا سے اپنی یہ شکوہ ہے مجھکو کہ ممنون اثر ہوتی نہیں ہے
سنبھل اے دل کہ ہر چشم تلطف محبت کی نظر ہوتی نہیں ہے

ہے دل کو حسن سے نادیدہ الفت
یہ پابند نظر ہوتی نہیں ہے

○

جہان عشق کا ہم نے عجب چلن دیکھا کہ تار تار تجلی کا پیرہن دیکھا
دیار عشق عجب شہر ہے کہ ہم نے وہاں خوشی کے بندوں کو بھی طالب محن دیکھا
جو سانس آیا ترا حمد خواں نظر آیا ثنا بلب ترا ایک ایک موئے تن دیکھا
چمن میں عشق ستمگر نے کیا کھلائے پھول کہ تار تار ہر اک گل کا پیرہن دیکھا

ہے لکھنؤ کی ادا اور زبان دلی کی
سخن میں حضرت قابل کے بانکپن دیکھا

○

کبھی آہیں اشکوں میں ڈھل گئیں کبھی نالے لب پہ مچل گئے
ترے عشق کے تھے یہ راہرو جو دل و نگاہ کے بل گئے

کبھی ابروؤں کی کماں کھنچی کبھی تیر نظروں کے چل گئے
یہ فقط ہمارے تھے چشم و دل کو جو زخم کھا کے سنبھل گئے

گو سر نیاز تھا سدّراہ مگر انکا حسن گریز پا
ہمیں ٹھوکروں سے نواز کر جو چلا تو قلب کے بل گئے

مرے داغ دل نہ جما سکے کوئی رنگ شام فراق پر
غم عشق کے وہ دیئے تھے جو مری چشم شوق میں جل گئے

جنہیں قابل اپنی حیات کا کوئی رہنما نہ بنا سکا
وہی حادثات رہ وفا مری زندگی کو بدل گئے

○

مل جائے کیا خدا کا پتہ اپنے آپ سے
میں آجتک ہوا نہ جدا اپنے آپ سے

دل کا ہمارے راز کھلا اپنے آپ سے
عشق آشکار ہو کے رہا اپنے آپ سے

تو نے گرا دیا جو نظر سے تو حال دیکھ
میں ہو گیا ہوں آپ خفا اپنے آپ سے

کیا شعبدہ ہے عشق بھی تیرے جمال کا
ملتی ہے چشم و دل کو سزا اپنے آپ سے

ہر چند تیرے شکر کے عادی ہیں چشم و دل
آج آ گیا لبوں پہ گلا اپنے آپ سے

○

اٹھتے ہیں دست دعا جذب اثر کی خاطر
لوگ اب دل کو بدلنے لگے سر کی خاطر

انقلاب دل ارباب نظر کیا کہیئے
آج کل خیر بھی متروک ہے شر کی خاطر

کوئی دلگیر سی صورت ہو تو صدقے کریں جاں   دل لئے بیٹھے ہین ہم ایک نظر کی خاطر
ہر کسی کی نہیں تقدیر مآل ہستی   کتنے افسردہ ہوئے پھول ثمر کی خاطر

یہی ہوتا ہے یہی حاصل ہستی قابل
چمن آرائی ہے صرف اک گل تر کی خاطر

○

اے عشق تیری راہ پہ چلنے لگاہوں میں   اپنی نظر میں آپ بدلنے لگاہوں میں
تھا سنگ صبر عشق مگر واہ رہی نظر   ڈھلتی ہے دھوپ غم کی پگھلنے لگا ہوں میں
مجھ پر بھی آشکار ہے ہر رنگ معصیت   رحمت کے آسرے پہ مچلنے لگاہوں میں
اے لغزش نگاہ مرے دل کی لاج رکھ   پھر راہ زندگی میں سنبھلنے لگاہوں میں
کب تک یہ سوز عشق امانت حیات کی   پختہ ثمر ہوں شاخ پہ گلنے لگا ہوں میں
دوزخ یہ دیکھ پائے تو مجھ سے کرے گریز   یوں اپنے دل کی آگ میں جلنے لگاہوں میں

اب حسن بن کے دور سے دیکھونگا حال دل
قابل مذاق عشق بدلنے لگاہوں میں

○

نئے انداز سے اس بار بہار آئی ہے   پھول کا شق ہے جگر غنچہ تماشائی ہے
دل کی حسرت جو تم آئے ہو تو بر آئی ہے   نگہ شوق مگر شائی تنہائی ہے
تیری رحمت مرے احوال پہ اترائی ہے   میں نے بس جرم نہ کرنے کر سزا پائی ہے
اس حقیقت کو سمجھتے ہیں سمجھنے والے   حسن کے پردے میں بھی عشق کی دارائی ہے
میری نظروں میں یہ ہے حاصل ہر اصل و مجاز   کائنات آپ کا انجام خود آرائی ہے

تیری دھڑکن کی صدا انکی نظر سے ہے عیاں   خوش ہو اب اے دل مضطر تری بن آئی ہے

خسرو علم و ادب کون ہے قابل کے سوا
نقش ہر قلب پہ اسکی سخن آرائی ہے

○

مانا نفس نہیں مرے لب پہ فغاں تو ہے   یعنی غم حیات کی اک داستاں تو ہے
مانا کہ تیرا راز محبت ہے دلنشیں   لیکن نگاہ شوق سے سب کچھ عیاں تو ہے
ضبط وفا کی میرے سہی آزمائشیں   پردے میں ہر ستم کے ترا امتحاں تو ہے
موجود تو ہے اہل چمن کا شریک غم   گلشن میں گر بہار نہیں ہے خزاں تو ہے

قابل تری بلندی افکار کے نثار
تجھ ہی سے زندہ دہلی کی پیاری زباں تو ہے

○

کاٹنی ہے دنیا میں زندگی بہر صورت   دل کے پیش و پس رکھیے بیخودی بہر صورت
اولیں نظر نکلی آخری بہر صورت   مجھ سے کر گئی مجھ کو اجنبی بہر صورت
دشمنوں سے کرنی ہے دوستی بہر صورت   پوری کرنی ہے تیری ہر خوشی بہر صورت
خواہ وہ بنے شیطاں یا خدا کا ہو مظہر   آدمی کو ہونا ہے آدمی بہر صورت
آنکھ ہو اگر بینا دل کو ہو اگر عرفاں   جلووں کا ہے آئینہ تیرگی بہر صورت
انکی بے رخی تسلیم جبر بھی قبول انکا   بندگی تو ہوتی ہے بندگی بہر صورت

قابل ہو وہ حسن گل یا جمال مہر و ماہ
سادگی میں ہوتی ہے دلکشی بہر صورت

○

نہ مجھے خمار صہبا نہ مجھے سرور بادہ — ترے غم کا جان قابل ابھی کیف ہے زیادہ
مرے صبر و ضبط دل کا نہیں کچھ قصور اس میں — شب ہجر آہ نکلی مرے لب سے بے ارادہ
مجھے خاک پر بھی راحت وہی عرش کی ہے حاصل — مرے پائے دل کے نیچے ہے زمیں فلک نہادہ
نہ منازل و مراحل نہ ہے کارواں ہی کوئی — تیرے عشق کو کہوں کیا نہ طریق ہے نہ جادہ

ہاں وہی خدا کا مظہر سر فرش بھی ہے قابل
وہ بشر جو ہے ازل سے سر عرش پا نہادہ

○

اب خیالوں کی ہیں زینت جو کبھی خواب میں تھے — "ہائے کیا لوگ مرے حلقہ احباب میں تھے"
نقش باقی تھے مگر عالم نایاب میں تھے — ہم بھی اے حسن حقیقت ترے ارباب میں تھے
جس کو سمجھے ہیں فنا جسکو عدم کہتے ہیں — یہ عناصر بھی تری زیست کے اسباب میں تھے
ہائے کیا عالم ہستی تھا تری فرقت میں — حشر میں آنکھ جو کھولی تو کھلا خواب میں تھے
تھی ترے عالم فرقت کی تجلی مقصود — مہرومہ میری طرح محو تب و تاب میں تھے
خود انہیں مطرب مجبور سمجھ بھی نہ سکا — ہچکیاں لیتے ہوئے نغمے جو مضراب میں تھے

اب خدا جانے کہاں اسعد بیچارہ ہے
قابل اک دوست محمد علی ترناب☆ میں تھے

☆ پشاور کے قریب ایک بستی

○

عیاں ہو کر نگاہوں سے چھپا ہوں — ترے جلوے کا میں حسن ادا ہوں
حیات جاوداں کا آسرا ہوں — مگر دنیا سمجھتی ہے قضا ہوں

وہ بندہ ہوں کہ شان کبریا ہوں   حقیقت کیا حقیقت سے سوا ہوں
ہے میری بیخودی طرز ارادی   میں خود دیوانگی میں مبتلا ہوں
نہ نکلے دل سے جو ہوں بددعا وہ   نہ آئے لب پہ جو ایسی دعا ہوں
ہدایت ہوں سراپا بہر عالم   میں فرمان شہ کرب و بلا ہوں

نہیں قابل پہ اپنے کیا بھروسہ
ازل سے آپ کا ہوں آپ کا ہوں

اپنے ہاتھوں دامن ہستی تہی کرتے رہے   ہم خدا بننے کو حق کی بندگی کرتے رہے
اپنی ہر حسرت کو نذر بے دلی کرتے رہے   جان کر رنج محبت کی ہنسی کرتے رہے
عالم دیوانگی میں دل کا پنہاں تھا سکوں   یوں حواس و ہوش نذر بے خودی کرتے رہے
ان کے امکاں میں تھا ہو جاتے ملائک سے سوا   زندگی بھر کیا یہ تیرے آدمی کرتے رہے
زندگی انکی حیات انکی بقا انکی کنیز   ہر نفس جو تیری رہ میں خود کشی کرتے رہے
پھر بھی تیری آرزوؤں کا نہیں کوئی شمار   زندگی بھر گو تمنا میں کمی کرتے رہے

ہم رہے' بے واسطہ قابل بہ انداز حیات
تھے عزیز اپنے جو نسبت واسطی☆ کرتے رہے

☆ شاعر کے اکثر اعزاء اپنے نام کے ساتھ واسطی لکھتے ہیں۔

گم ہو کے میں تجھ کو پا رہا ہوں   میں ہوش میں اپنے آ رہا ہوں
تا عمر بجھا بجھا رہا ہوں   میں غم کا دیا جلا رہا ہوں

دانستہ ہوا ہوں مست ہر شے   سرگشتہ ارتقا رہا ہوں
تجھ سے ہی سنے تھے یہ ازل میں   جو نغمے تجھے سنا رہا ہوں

قابل میں غم حیات میں آج
اک لطف عجیب پا رہا ہوں

○

جان میری فغاں میں نہیں   یا سکت قلب و جاں میں نہیں
جو مرے دل کو بخشی گئی   شے وہ دونوں جہاں میں نہیں
وہ سمجھ جائیں گے اس کو بھی   بات جو داستاں میں نہیں
دل تھا منزل شناس وفا   اب وہی کارواں مین نہیں

کونسا حسن شعر و ادب
قابل اپنی زباں میں نہیں

○

جلوہ محیط گردش ماضی و حال ہے   پھر بھی تعارف غم الفت محال ہے
جب بھی نگاہ کی وہی جلوہ نظر میں تھا   جب بھی خیال ہے فقط ان کا خیال ہے
ہے صبر عشق سے فلک پیر منفعل   بارش بھی چرخ کا عرق انفعال ہے
حسن اور عشق دونوں سے ہم آشنا ہوئے   دھوکہ نظر کا وہ یہ فریب خیال ہے
شبنم ندامت ستم ناروا ہے کیا   پھولوں کے رخ پہ یہ عرق انفعال ہے
ہے خواب میں تصور ناپیدا کی بہار   حسن اور عشق جلوہ حسن خیال ہے

پردے میں گفتگوئے دوعالم کے ان سے بات
قابل ترے سخن کا سمجھنا محال ہے

○

اے حسن جب بھی تیرا قصیدہ لکھا گیا — اہل نظر کو خلد رسیدہ لکھا گیا
کیوں ان کی ابروؤں کو کشیدہ لکھا گیا — کہتے ہیں کیوں نہ دل کو ندیدہ لکھا گیا
وہ بھی تو حسن سے نہ نگاہیں ملا سکے — وہ جن کو لطف دید چشیدہ لکھا گیا
لطف و کرم کی ان کے اہانت نہ ہو سکی — دامن نہ ہم سے اپنا دریدہ لکھا گیا
اس بات پر خفا ہیں یہ کلمہ تھا عجز کا — کیوں گیسوؤں کو ان کے خمیدہ لکھا گیا

جب تیر خوردگان نظر کا کیا شمار
قابل مجھی کو زخم رسیدہ لکھا گیا

○

یوں دیدۂ بلبل میں آئے جو بہار آئے — آنکھوں میں رخ گل کے دیکھے سے غبار آئے
ہو اس پہ اگر دھوکا شانے کا ستمگر کو — مرا دل صد پارہ وہ زلف سنوار آئے
کعبے سے بھی ہم گزرے بت خانہ بھی جا دیکھا — دیوانے تجھے جا کر ہر در پہ پکار آئے
گرویدۂ فرقت سے کچھ ربط نہیں دل کو — آنسو مری آنکھوں میں کیوں سلسلہ وار آئے
کچھ تیری تمنا کی کچھ آرزوئے اصنام — دنیا میں بنی ہم سے جس طرح گزار آئے

قابل جگر و دل کے پھر زخم ہوئے تازہ
پھر باد سحر مہکی شاید کہ بہار آئے

○

طواف کرتے ہیں عشاق کے مزاروں کا — ٹھکانہ کوئی نہیں تیرے غم کے ماروں کا
چمن کے پھولوں کا یہ حوصلہ نہ خاروں کا — کلیجہ دیکھ ذرا اپنے دل فگاروں کا
ہیں شمع بزم عزا کی طرح فسردہ سب — نہ دیکھا جائے گا حال انکے سوگواروں کا

جلا بھنا نہ ہو خورشید کی طرح کیوں کر وہ دل کہ ایک ہی مرکز ہے ماہ پاروں کا
دل و جگر میں جو تھے زخم کیوں وہ بھر آئے چمن اجڑ گیا افسوس گل عذاروں کا
نہاں ہوئے مرے دامن میں کتنے اشک فراق شمار کس نے کیا ہے بھلا ستاروں کا

ادب کے مدعی قابل غزل شناس نہیں
جہاں نے دیکھ لیا حوصلہ بھی یاروں کا

○

چین آتا ہے شب غم نہ قرار آتا ہے لب تک آ کر دل مہجور پکار آتا ہے
پوچھتے ہیں وہ بتا کتنے بہائے آنسو کون ہے جس کو ستاروں کا شمار آتا ہے
اب میں کچھ سمجھا ہوں تسلیم و رضا کا مفہوم جب بھی ناراض وہ ہوتے ہیں تو پیار آتا ہے
ہاں ترا دل تو ہے آئینہ عدو ہو کہ رقیب کس کی جانب سے بھلا اس میں غبار آتا ہے

کہیں قابل تو نہیں نالہ بلب خاک بسر
ان کے کوچہ سے کوئی زار و نزار آتا ہے

○

دل گیا حسرت حیات گئی غم گیا ساری کائنات گئی
زیب خلوت ہے دل کا آئینہ اب وہ تنویر شش جہات گئی
ظلمت ہجر نے سکوں بخشا آرزوئے تجلیات گئی
بے دلیل آپکو کیا تسلیم حرص آیات بینات گئی

عاشقی میں امر ہوئے قابل
جان جاتی رہی نہ بات گئی

○

اگر نظارہ کی اس کے نہ آرزو کرتے   تو گل نہ خون دل و دیدہ سے وضو کرتے
گلوں کو ہوتا جو اندازۂ مآل بہار   تو بھول کر نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
نقاب اگر کبھی اٹھتی رخ حقیقت سے   تری تلاش میں ہم اپنی جستجو کرتے
مجال ہوتی تو ہم تیرے شوق قربت میں   خود اپنے سانس کو تار رگ گلو کرتے

اس آرزو میں کہ قابل ملے نشان عدم
تمام عمر کٹی سیر دشت ہو کرتے

○

اک نظر سے داغ دل آئینہ ساماں ہو گیا   چاند تیرے غم کا گہنا کر درخشاں ہو گیا
دیکھتے ہی اس بت کافر کا کلمہ پڑھ لیا   دل کو کیا سوجھی کہ گھبرا کر مسلماں ہو گیا
بھینی بھینی بو کسی گل کی ہے ایک اک سانس میں   اب تو ہر تار نفس تار رگ جاں ہو گیا
دیکھنا ان کے تصور کی لطافت کا اثر   اب تو اپنا جسم بھی منجملہ جاں ہو گیا
آفتاب حشر سے کچھ کم نہیں داغ فراق   فرق اتنا ہے یہ میرے دل میں پنہاں ہو گیا

قابل الا اللہ کا پردہ ہے حسن لا الہ
کفر اپنی حد سے بڑھکر عین ایماں ہو گیا

○

کشتہ ہجر یار کو صبر و قرار دے گئے   داغ فراق شام غم کیسی بہار دے گئے
بن کے گل آئے تھے مگر شورش خار دے گئے   دشمنوں سے نہ مل سکا جو مجھے یار دے گئے
یوں کیا مرنے والے کو نزع میں شاد کام زیست   سینے پہ رکھ کے دست ناز دل کو قرار دے گئے
زندگی بھر دیا تھا ساتھ راہ حیات میں مگر   میرے نفس مجھے جواب آخر کار دے گئے

ہے دم واپسیں مرا انکی ادا کا شاہکار   جامۂ زیست سے مرے کھینچ کے تار دے گئے
میکدۂ بہار سے جیسے بہشت ہو قریب   ساقی ناز کو پتہ بادہ گسار دے گئے

قابل زار غنچہ دل مرا گل نہ بن سکا
گو مرے سانس دمبدم بانگ ہزار دے گئے

○

تجھ سے کہنے کو بات باقی ہے   رات باقی حیات باقی ہے
لاکھ کشتہ ہوئے حیات و موت   شورش کائنات باقی ہے
ہے محیط فضا فنا لیکن   جلوۂ شش جہات باقی ہے
صبح وصل آئی بھی گزر بھی گئی   تیری فرقت کی رات باقی ہے
یوں تو باتیں ہوئیں دو عالم کی   تھی جو دل کی وہ بات باقی ہے
موت آ کر پلٹ گئی شاید   اور کچھ دن حیات باقی ہے

آپ روداد دل سے ہیں بیزار
ابھی قابل کی بات باقی ہے

○

نہ وہ مکان کے اندر نہ لامکان میں ہے   تلاش حق میں دل زار کس گمان میں ہے
جبین دل غم خوددار کی امان میں ہے   نہ سر جھکائیں گے جب تک کہ جان جان میں ہے
طواف دل نہ کروں کیوں کہ حسن پنہاں کی   محل سرا اسی اجڑے ہوئے مکان میں ہے
کچھ اسکے دم سے بندھی ہے فغان دل کی ہوا   کہ شامل اشک بھی آہوں کے خاندان میں ہے

کھنچے کھنچے ترے ابرو جو دیکھے تو یہ کھلا
نظر کا تیر کشیدہ ابھی کمان میں ہے

○

مجبور اس قدر ہوئے قلب و نظر سے ہم جاتے نہیں کہیں بھی تری رہ گزر سے ہم
شرمندہ کیوں ہوں وحشت دل کے سفر سے ہم لیکر چلے ہیں دشت جنوں اپنے گھر سے ہم
مشکل ہے نکلیں دل ترے دام اثر سے ہم درد جگر ہے ہم سے تو درد جگر سے ہم
خط اسکو لکھنے بیٹھے تو گم ہو گئے حواس خود اپنا نام پوچھتے ہیں نامہ بر سے ہم
تا ہو مآل گلشن ہستی نگاہ میں تعمیر آشیاں کریں برق و شرر سے ہم
دل میں شبیہ حسن یگانہ ہے جلوہ گر لائے ہیں کیسا آئینہ آئینہ گر سے ہم

چھانی تصورات میں دشت جنوں کی خاک
گھر پر مقیم ہو کے رہے دربدر سے ہم

○

ہے گلستاں کی تمنا ترا میخانہ بنے ایک ایک پھول کی حسرت ہے کہ پیانہ بنے
انکی خاکستر دل سے خم و پیمانہ بنے رند جس مٹی میں بھی دفن ہوں میخانہ بنے
بخشی جس در نے انہیں خسروی ہر دو جہاں مقبرہ اسکے فقیروں کا بھی شاہانہ بنے
آگ پانی کی طرح مختلف انکا ہے مزاج چشم و دل دونوں کا مرقد کہیں یکجا نہ بنے
اپنی تسبیح کے جوہر جو دکھائیں ہم شیخ ایک ایک اشک محبت دُریک دانہ بنے

چشم ظاہر سے نظر آئے جمال مستور
چشم پُر شوق اگر حسن کا پروانہ بنے

○

جس نے سیکھا ہو سدا خوف و خطر میں رہنا اس کو آساں ہے تری راہ گزر میں رہنا
چاہو گر جلوہ گہ شمس و قمر میں رہنا سحر و شام اسی راہ گزر میں رہنا
دل کو آنکھوں میں جنوں کو مرے سر میں رہنا دشت کے ماروں کا ممکن نہیں گھر میں رہنا

حسن کی پختگی عشق کا ہے اک انداز چشم و دل کا کسی کافر کی نظر میں رہنا
وہ مرے قلب و نظر ہوں کہ ترے شمس و قمر مرنے والوں کا مقدر ہے سفر میں رہنا
پر تو چشم تصور ہے میرے اشکوں پر ہے یہ طوفان تجلی کا گھر میں رہنا

کاتب عشق نے لکھی شب غم کی قسمت
صبح محشر تک اسے ہے مرے گھر میں رہنا

○

اہل الفت نے جو غم دیکھا ہے اہل دنیا نے وہ کم دیکھا ہے
تیرا اعجاز کرم دیکھا ہے جو نہ ہو ختم وہ غم دیکھا ہے
عیش و عشرت کے پرستاروں نے کیا کبھی جادۂ غم دیکھا ہے
بّرش تیغ دو دم دیکھی ہے جس نے اعجاز قلم دیکھا ہے
اپنے آوارۂ منزل کی یہ قدر ایک اک نقش قدم دیکھا ہے
کاسۂ دل کو تجلی کے حضور صورت ساغر جم دیکھا ہے

قابل احساں☆ کی جدائی ہے شاق
شاعر اس رنگ کا کم دیکھا ہے

☆ احسان دانش کی رحلت کی طرف اشارہ

○

نہ پردہ ہے نہ جلوہ دیکھنے کو اٹھے ہم تو رہا کیا دیکھنے کو
چراغوں کا دھواں تھا دیکھنے کو پتنگے جل مرے کیا دیکھنے کو
مہ و انجم سے الجھی ہیں نگاہیں کوئی نقش کف پا دیکھنے کو
تڑپ کر دل نگاہوں میں سما جا وہ آئے ہیں تماشا دیکھنے کو

بنا ہے جو مری حیرت کی تصویر　　وہی تھا ایک جلوہ دیکھنے کو
انھیں نظارہ کی فرصت کہاں ہے　　نہ کر خون تمنا دیکھنے کو
ترے بسمل میں ایسی کیا ادا تھی　　امڈ آئی جو دنیا دیکھنے کو
بنی چشم طلب جو دل کا پردہ　　ابھی کی تھی تمنا دیکھنے کو
جب ان جلووں نے رخ پھیرا نظر سے　　رہا دنیا میں پھر کیا دیکھنے کو
ٹھہرتا ہوں جو دم بھر اس گلی میں　　چلی آتی ہے دنیا دیکھنے کو
تھے اک موسیٰ ہی کیا دونوں جہاں میں　　جمال طور سینا دیکھنے کو

طواف سر کیا اس درنے قابل
جبیں پر نقش سجدہ دیکھنے کو

○

ڈر ہے کہ جیتے جی کہیں محشر بپا نہ ہو　　اے چشم یار دیکھ کوئی دیکھتا نہ ہو
کیسی اجل حیات سے بھی بدگماں ہے دل　　در پردہ زندگی بھی طلسم فنا نہ ہو
گر چشم التفات کے غمزے نہ ساتھ دیں　　تجھ سے نظر ملانے کا بھی حوصلہ نہ ہو
ہو وحشت و خرد کا ذرا فاصلہ جو کم　　چشم بشر میں پھر کوئی اچھا برا نہ ہو
یہ رنگ بوئے لالہ و گل نظم مہرو ماہ　　اس پردۂ خدائی میں پنہاں خدا نہ ہو
اس کا ازل ابد سے تعیّن محال ہے　　کیوں انتہا ہو جسکی کوئی ابتدا نہ ہو

تسلیم اس کو کیسے کروں شاعر غزل
قابل جو صوت دل کا مزاج آشنا نہ ہو

○

ہے فریب دل و نظر دنیا　　ہو کے پتھر بھی ہے گہر دنیا
ہے جنم فروز و خلد افروز　　خیر و شر کے ہیں بال و پر دنیا

راہ رو کو چراغ منزل ہے   اپنے خالق کی راہ گزر دنیا
یہی بحر گناہ ہے شاید   غرق جس میں ہے تا کمر دنیا
کچھ بتائیں مسافران عدم   کیوں ہے سرگشتہ سفر دنیا
چشم تر کی فغان لا حاصل   دل کی فریاد بے اثر دنیا

اہل زر کا قمار خانۂ زیست
مفلسوں کو جہان شر دنیا

○

فغاں کا شور نہیں جشن آرزو بھی نہیں   یہ کیا ہوا دل مضطر کہ ہاؤ ہو بھی نہیں
کوئی طلب بھی نہیں کوئی آرزو بھی نہیں   میں اس مقام پہ ہوں اب جہاں کہ تو بھی نہیں
کسی کے عشق یگانہ نے یوں کیا تنہا   کہاں کے دوست کہ اپنا کوئی عدو بھی نہیں
جو چشم ساقی کے تھے جرعہ کش ہوئے رخصت   کہ بزم ناز میں اب ساغر و سبو بھی نہیں
جمال ہست و عدم سے دل اسکا کیا بہلے   وہ خود نگاہ کہ جس کی نظر میں تو بھی نہیں
نہ چھیڑ قصہ حور و قصور اے واعظ   کہ تیرے پھولوں میں باغ جناں کی بو بھی نہیں
نگاہ بلبل شیدا سے ربط کیا اسکو   وہ چاک گل کہ جو ہم رشتہ رفو بھی نہیں

میں اس کی تیغ ادا کا شہید ہوں قابل
جو میری جاں کیلئے مونس گلو بھی نہیں

○

ہم اگر آشیاں جلا دیتے   بڑھ کے پتے ہمیں ہوا دیتے
جان نثاری کا کچھ صلا دیتے   ظلم کر کے ہی دل بڑھا دیتے
تھیں جو محرومیاں مقدر میں   ہم کو مرنے کا حوصلہ دیتے

جان کر ہم اگر نہ کرتے خطا
بے گناہی کی وہ سزا دیتے

دو جہاں میں نہ وہ سنبھل پاتا
جسکو نظروں سے وہ گرا دیتے

بات جب تھی بنا کے نقش بقا
وہ ہمیں دعوت فنا دیتے

بے خطا بھی ہمیں جو کرتا قتل
اپنے قاتل کو ہم دعا دیتے

دے کے رنج جہاں دی طاقت ضبط
اپنے قاتل کو اور کیا دیتے

○

چمن زار محبت کی بیابانی نہیں جاتی
کہ صحرا میں بھی کانٹوں کی گل افشانی نہیں جاتی

حضور تیغ قاتل بھی گراں جانی نہیں جاتی
سر مقتل بھی بسمل کی .تن آسانی نہیں جاتی

شب فرقت میں غم کی حشر سامانی نہیں جاتی
ہیں آنکھیں خشک اور اشکوں کی طغیانی نہیں جاتی

مہ شام جدائی کی درخشانی نہیں جاتی
ہجوم ظلمت غم میں بھی تابانی نہیں جاتی

ہے شام وصل اور دل کی پریشانی نہیں جاتی
کوئی عالم ہو تیرے غم کی [illegible] نہیں جاتی

ادائے کفر میں بھی شان ایمانی نہیں جاتی
تری تصویر کھنچتی ہے تو پہچانی نہیں جاتی

انہیں روز ازل اک بار دیکھا تھا مگر ابتک
مری مدہوش دید آنکھوں سے حیرانی نہیں جاتی

○

گردن زیست میں جب ڈالی ہیں باہیں میں نے
دامن موت میں ڈھونڈی ہیں پناہیں میں نے

تیرے دیدار قیامت کیلئے حسن ازل
قطع کیں ہست و عدم دونوں کی راہیں میں نے

پایا ہے دل کو ہم آغوش دو عالم کیا کیا
دیکھ کر اپنے گلے میں تری باہیں میں نے

اتنا مانوس حجاب رخ جانان ہوں میں دیکھ کر ان کو جھکالیں ہیں نگاہیں میں نے
حسن مستور تری جلوہ طرازی کیلئے دیدہ و دل کی سجا رکھی ہیں راہیں میں نے
کھا کے دھوکہ تری آواز قدم کا شب غم دل جو دھڑکا ہے تو پھیلادی ہیں باہیں میں نے
ہر قدم پر حرم و دیر ہوئے دامن گیر پھر بھی نظروں میں رکھی ہیں تری راہیں میں نے
کبھی دیکھا نگہ ناز کو برگشتہ دل کبھی پھیلی ہوئی دیکھی تری باہیں میں نے
کر لیا موج تبسم کو حجاب غم عشق لب تک آنے ہی نہ دیں قلب کی آہیں میں نے
سوچ کر تیرا گماں ہو مجھے خود پر نہ کہیں پھر لیں اپنی طرف سے بھی نگاہیں میں نے
زیب آغوش چمن کرنے کو تجھ کو اے گل پھیلتے دیکھی ہیں ہر نخل کی باہیں میں نے

پا کے اس چشم فسوں گر کا اشارہ قابل
دل کے سینے میں سمو لی ہیں کراہیں میں نے

○

کہنے سے پہلے بات جو کہنی ہو تو لیئے بے غور و فکر منہ سے نہ اک لفظ بولیئے
ہم شدّت الم سے شب غم جو رولیئے دل پر جو داغ تھے تیری فرقت نے دھو لیئے
دل کا سرور کیا ہے نظر کا خمار کیا وہ راز ہائے حسن ازل ہیں نہ کھولیئے
فریاد میرے لب سے جو نکلی تو یوں کہا کہنی ہے دل کی بات تو آہستہ بولیئے
بیداری ازل تھی طبیعت پہ بار عشق بخشی گئی حیات تو جی بھر کے سو لیئے

قابل ہیں مُہر دیدہ مشتاق حیرتیں
مطلب ہے ان کو دیکھئے لب سے نہ بولیئے

○

بے خودی کا مجھ کو سودا ہے نہ وحشت کوش ہوں
ہوش سے دامن چھڑانے کیلئے مدہوش ہوں

اذن گویائی عطا کر کے تجھے خاموش ہوں
پھر وہی آواز سننے کو سراپا گوش ہوں

گم شدہ فردوس کے جلوؤں کا خواب دوش ہوں
میں زمیں افتادہ ہو کر آسماں بردوش ہوں

جلوۂ عریاں ہوں کس کا کس کا پردہ پوش ہوں
خوش نوا بلبل ہوں اور گل کی طرح خاموش ہوں

آرزوئے دید جاناں میں تمنا کوش ہوں
اب ہوں میں اندیشہ فردا نہ فکر دوش ہوں

نقش باقی حسن کا ہوں گو فنا بردوش ہوں
عشق کی نظروں سے چھپنے کیلئے رو پوش ہوں

جام برکف دربغل مینا سبو بردوش ہوں
چشم ساقی کا جو متوالا ہے وہ مے نوش ہوں

جام ہستی میں فنا کا بادۂ پرجوش ہوں
بحر الفت میں سر ساحل طلاطم کوش ہوں

حسن کے جلوں میں گم ہوں عالم خاموش ہوں
اپنے نظارہ کو قابل آئینہ بردوش ہوں

○

آشنائے درد دل غیر آشنا رکھتا ہوں میں
ایک بیگانہ یگانوں سے سوا رکھتا ہوں میں

اب یقین بخشش جرم و خطا رکھتا ہوں میں
جس سے لرزاں ہوں اسی کا آسرا رکھتا ہوں میں

میں پرستار محبت ہوں مگر اپنا طریق
حسن کے سجدہ گزاروں سے جدا رکھتا ہوں میں

پرتو صورت نمائی میری خود بینی نہیں
خود نہ صورت گر ہے ایسا آئینہ رکھتا ہوں میں

صحبت حق میری قسمت قرب حق میرا شعار
اپنے اندر اور اک قبلہ نما رکھتا ہوں میں

نقش فانی ہو کے بھی ہوں آئینہ دار بقا
ابتداء ہی سے مزاج انتہا رکھتا ہوں میں

ننگ ہے تائید اسباب فنا میرے لئے
ناخدا کو ڈوب جانے دے خدا رکھتا ہوں میں

○

ان کے جلوے ہیں چاند تاروں میں | دل کو رکھا ہے ان سہاروں میں
آب و خاک و ہوا و نارو نور | آدمی قید ہے حصاروں میں
پھول تو پھول خار بھی نکلے | دست قدرت کے شاہکاروں میں
خلش غم سے دل ہوا مایوس | عمر گزری ہے خارزاروں میں

انکے در کے ہیں جو گدا قابل
ہے شمار ان کا تاجداروں میں

○

حسن مجاز پر نظر و دل لٹائے کون | بت بھی نہ ہوں تو کفر پہ ایمان لائے کون
سوز غم فراق کی قیمت گھٹائے کون | دل بہہ سکے تو آنکھوں سے آنسو بہائے کون
دانستہ شام ہجر کے صدمے اٹھائے کون | اے غیر آشنا تجھے اپنا بنائے کون
کس نے مسافرانہ بسر کی جہاں میں زیست | دنیائے ہست و بود کو سمجھا سرائے کون

اس شوخ کو ملی جو مری موت کی خبر
بے اختیار لب سے یہ نکلا کہ "ہائے کون"

○

جیسے اک چاند ہو ستاروں میں | ہے بشر حق کے ماہ پاروں میں
جانے کیسی ہوا چلی اب کے | گلشن اجڑے بھری بہاروں میں
کل جو قاتل تھے دیدہ و دل کے | آج بیٹھے ہیں غم گساروں میں
کل جو تھے فاتحان شرق و غرب | آج شامل ہیں بے دیاروں میں
جن سے کل حشر زندگی تھا بپا | آج خوابیدہ ہیں مزاروں میں
جان دیکر گلے لگایا ہے | موت ہے زندگی کے پیاروں میں

کون سمجھے سیاست دریا کتنے طوفان ہیں کناروں میں
اپنے دل کو گلے لگائے کون ہے یہ دشمن کے دوستداروں میں
کون عناصر پہ اعتبار کرے ایک اپنا نہیں ہے چاروں میں
کل جو آنکھیں گلوں کا مسکن تھیں آج شامل ہیں آبشاروں میں
جن پہ گلشن کو ناز تھا قابل گل وہ مرجھا گئے بہاروں میں

ہائے عرفان☆ واسطی قابل
ایک ہی پھول تھا ہزاروں میں

☆ اپنے عزیز عرفان واسطی مرحوم کی رحلت کی طرف اشارہ

○

کام بن سکتا نہیں گفتار سے قدر انساں ہوتی ہے کردار سے
پرسش دل اور بزم غیر میں کہیئے کیا مطلب ہے استفسار سے
زخم دل سے اس مژہ کی چھیڑ چھاڑ رشتہ جیسے پھول کا ہو خار سے
جب نہ ہو شوخی تو چشم ناز کیا آبرو تلوار کی ہے دھار سے
ہیں رگ و پے مسکن رنج و محن ہے عبارت زندگی افکار سے

غیروں کی جانب رہے وہ ملتفت
اپنے قابل سے نہ بولے پیار سے

○

کھلے ہیں گل فسردہ گلستاں میں بہار آئی مگر دور خزاں میں
تحیّر ہے نگاہ راز داں میں مجھے کہنا ہے کچھ دل کی زباں میں

حیات نو مرے قاتل نے بخشی نئی اک جان سی آئی ہے جاں میں
جو کر دے گوش بر آواز انکو نہیں وہ بات دل کی داستاں میں

بہاروں میں جو تھے دل کے مشاغل
وہی انداز ہیں قابل خزاں میں

○

جاگ اٹھا دل جذبۂ بیدار سے دولت دارین پائی پیار سے
زخم دل سی کر نظر کے تار سے ہم نظر آئے ترے بیمار سے
مرحلہ تھا جس سے گزرے اہل عشق ورنہ کیا رشتہ رسن سے دار سے
اس قدر ہے یاس سے مانوس دل دشمنی ہے طالع بیدار سے
راز سربستہ ہے ہر شے کا وجود ہے عبارت زندگی اسرار سے
جیتنے کو دل کے لازم ہے خلوص دل میں ہوتی ہے جگہ ایثار سے
فصل گل میں ہم بھی ہیں کیا بدنصیب خار صحرا کے ملے گلزار سے
جس طرح ہے رات کو دن سے فروغ ظلمتوں کا ہے بھرم انوار سے
مر کے پائی عشق میں عمر ابد فتح کی صورت یہ نکلی ہار سے
اہل دل پایاب ہے بحر فنا کس نے یہ آواز دی اس پار سے
کیا قیامت ہے ترا ناز خرام ہے جہاں زیر و زبر رفتار سے
خود حقیقت اک فسانہ بن گئی پردہ جب اٹھا رخ اسرار سے
لاکھ مسجود ملائک ہوں مگر ہم ہیں انساں پائۓ کردار سے
موت نے آ کر یہ احساں تو کیا ہیں سبک سر زندگی کے بار سے
زیست کی سوغات ہیں رنج و الم زندگی معمور ہے افکار سے
پاسبان رنگ و بو ہیں ہم نشیں کیوں رقابت ہو گلوں کو خار سے

خواب میں بھی دید ہے ان کی محال — ہم ہیں عاجز دیدۂ بیدار سے
ڈال دی طرفہ قیامت کی بنا — حشر کہتا ہے تری رفتار سے
دیکھ کر طوفان غم میں مبتلا — خندہ زن احباب ہیں اس پار سے
بُنتے ہیں اپنا گریبان حیات — کام لیتے ہیں نفس کے تار سے
زندگی کا تھا ازل پر انحصار — بڑھ گئی بات آپ کے انکار سے
ہیں یہ تیرے کشتگان چشم ناز — زخم سیتے ہیں نظر کے تار سے
کل فرشتے سجدہ کرتے تھے جنہیں — آج ہیں وہ کیوں ذلیل و خوار سے
نیک اعمالی فقط ہے جنس نقد — ہے بشر کی آبرو کردار سے
دیکھیں کب ہو ماہ تاباں کا نزول — چاندنی اتری تو ہے دیوار سے
ان پہ کھل سکتا نہیں راز حیات — ہیں جو غافل عشق کی اقدار سے
یوں بسر کی ہم نے دنیا میں حیات — ایک عالم سے رہے بیزار سے

ہو نہ ہو کھائی ہے قابل دل پہ چوٹ
ہے عیاں یہ آپ کے اشعار سے

اسے بھلا دیا جس نے سدا وفا کی تھی — یہ بے رخی بت کافر تری بلا کی تھی
نماز عشق جو صبح ازل ادا کی تھی — وہی تو راہ نما جادۂ بقا کی تھی
خلافت آدم خاکی کو جو عطا کی تھی — کچھ اس میں مصلحت خاص کبریا کی تھی
خدا سے شیخ نے حوروں کی التجا کی تھی — طبیعت اسکی بھی رندان پار سا کی تھی

جو دل کی رہ ہے وہی جان مبتلا کی تھی
بر آئی آپ کے قابل نے جو دعا کی تھی

دل کے آئینہ میں روشن ترا جلوہ رہتا   یوں اگر ہوتا تو پھر کاہے کو پردہ رہتا
جان و دل نذر جفا کرتے نہ گر جیتے جی   بے وفا تجھ سے وفا کا ہمیں کھٹکا رہتا
یوں ڈراتی نہ ہمیں تیرگی شام فراق   اشک کا اختر قسمت جو چمکتا رہتا
دیتے امید قیامت پہ نہ دم شام فراق   مرنے والوں کو اگر جینے کا یارا رہتا
موت دیتی نہ اگر منزل ہستی کا پتہ   مرنے والا رہ غربت میں بھٹکتا رہتا
ہوتا گر دور خزاں خانہ برانداز بہار   پھول کے دل میں کھٹکتا یہی کانٹا رہتا
پھیر لیتی نگہ شوق اگر رخ اس سے   میری نظروں کی طلب میں ترا جلوہ رہتا
تیرہ بختی محبت سے جو ہوتا مایوس   دل کی نظروں میں شب غم بھی اجالا رہتا
رہتا گر حسن تصور سے سروکار اس کو   عشق تنہائی میں بھی انجمن آرا رہتا
بے رخی کا تری اعجاز تھا یہ بھی ورنہ   بھری دنیا میں کوئی کا ہے کو تنہا رہتا
طلب حسن نہ ہوتی جو مرا مقصد زیست   میرے سینے میں مرا دل نہ دھڑکتا رہتا
خلوت آرائی کی مہلت نہ دی ارمانوں نے   دل کی اول سے تمنا تھی کہ تنہا رہتا
خلوت دید دل زار کو ہونی تھی نصیب   کب تک اس حسن پہ آنکھوں کا اجارا رہتا

پاس آداب محبت جو نہ ہوتا قابل
حسن سے بڑھ کے ترے عشق کا چرچا رہتا

○

جذب طاعت کا اگر بندوں کو یارا رہتا   سنگ در لوح جبیں سے نہ علیحدہ رہتا
دل کی حسرت تھی کہ یوں وقف تمنا رہتا   تجھ پہ مرنے کیلئے جینے کا سودا رہتا
دیکھ کر حسن دل آرا نہ اگر دیتا جاں   مجھ پہ واجب مرے قاتل کا تقاضا رہتا
آئینہ دل کو بنا کر کیا اس نے احساں   ورنہ پہلو میں کہاں حسن دل آرا رہتا
نہ کیا ہوتا اگر عہد قیامت اس نے   ہر نفس کیوں ہمیں پھر موت کا دھڑکا رہتا

ان کو مطلوب اگر ہوتی قضائے عاشق   چشم سفّاک میں کوئی تو اشارا رہتا
انقلاب آفریں ہوتا نہ اگر جلوۂ حسن   دل کی تقدیر میں تقدیر کا لکھا رہتا
غازہ روئے فنا حسن بتاں تھا ورنہ   سخت الجھن میں پڑا چاہنے والا رہتا
دل کی تدبیر تھی اک حیرت نظارہ بھی   مدعا تھا ترا عاشق تجھے تکتا رہتا
ٹالتا گر نہ قیامت پہ ترا عہد ازل   ہر گھڑی دہر میں اک حشر سا برپا رہتا
لب کشا ہو کے جو بلبل نہ قیامت ڈھاتی   لب پہ پھولوں کے محبت کا ترانا رہتا
امتیاز من و تو ہوتا نہ گر سنت عشق   کوئی بیگانہ نہ دنیا میں یگانہ رہتا
جلوہ ناکام اگر دیدہ و دل اٹھ جاتے   دو جہاں میں نہ کوئی چاہنے والا رہتا
دیکھ لیتا جو قد یار کا عالم خود میں   اپنے قدموں پہ بشر ناصیہ فرسا رہتا
عالم ہستی میں آتے نہ قیامت ہوتی   مرنے والوں سے کہاں موت کا رشتہ رہتا
بحر ناپیدا کنار آتا نگاہوں کو نظر   قطرہ حد سے جو گزر جاتا تو قطرہ رہتا
خانہ دل کو مرے رکھتے وہ خالی کیونکر   گرنہ ہوتا غم دنیا غم عقبٰی رہتا
ساتھ لاتے جو ازل ہی سے تری یاد کو ہم   عمر بھر تذکرۂ حسن دل آرا رہتا

خلش ناوک مژگاں ہی بہانہ بنتی
دل میں پنہاں تری نظروں کا کرشما رہتا

○

درد ہی درد محبت کا مداوا رہتا   تیرا بیمار جو مر جاتا تو اچھا رہتا
کفر و دیں سے تھا برابر کا تعلق اس کو   بت کدہ دل کا اگر تھا بھی تو کعبہ رہتا
سرد آہوں سے پڑی اوس دل سوزاں پر   ورنہ پہلو میں یہ انگارہ دہکتا رہتا
ٹوٹتا اشک مسلسل کا نہ آنکھوں پہ طلسم   حاشیہ بند جو دریا کا کنارا رہتا
دیکھ کر مجھ کو اگر ہوتی نہ حیرت طاری   تیرا جلوہ بھی مری آنکھوں کا پردہ رہتا

نہ سہی جلوہ تجلی کا تصور ہی سہی　　کچھ تو جینے کا شب ہجر سہارا رہتا
ہوتا ارباب محبت کو نہ گر پاس جمال　　کس کے گھر جا کے شب غم کا اندھیرا رہتا
وحشت عشق نہ رہتی جو خرد کی رہبر　　کھل کے بھی راز محبت کا معمّا رہتا
درد دیتا نہ پتہ حسن توجہ کا اگر　　ایک کانٹا سا مرے دل میں کھٹکتا رہتا
چشمۂ آب بقا ہوتا اگر جلوۂ حسن　　خضر صورت دل سیراب بھی پیاسا رہتا
مشکل آسان اجل سے ہوئی ورنہ آدم　　عقدۂ زیست کے سلجھانے میں الجھا رہتا
دیکھ کر ان کے خدوخال میں صورت اپنی　　بندہ بن جاتا خدا کاہے کو بندہ رہتا
یاس اگر دل کو نہ تسکین مہیا کرتی　　سدا آزردۂ ارمان و تمنا رہتا

دل اگر حسن کا آئینہ نہ بنتا قابل
عمر بھر دشت تجسس میں بھٹکتا رہتا

یہ دکھاوے کا نظر سے جو نہ پردہ رہتا　　تاقیامت دل بیتاب تڑپتا رہتا
حسن حوّا چمن آرائے فنا ہے ورنہ　　آدمی گلشن فردوس میں تنہا رہتا
صد زباں گل چمنستاں میں اگر کھولتے لب　　دل بلبل نہ چمن میں سخن آرا رہتا
ڈھونڈ لیتا دل مجبور یونہی وصل کی راہ　　شب گیسو میں شب ہجر کا مارا رہتا
عشوہ گر ہوتی نہ گر شوخی دیدار ازل　　حشر تک نظروں پہ کیوں دل کا اجارا رہتا
خیر سے اٹھ گئے اس حسن پہ مرنے والے　　ہم جو رہتے تو جہاں کا یہی نقشہ رہتا
ہم نہ ہوتے بھی تو کیا ہوتی قیامت برپا　　سکہ عشق جہاں میں یونہی چلتا رہتا
دیدہ و دل پہ جو ہوتی نہ تجلی کی نظر　　دو کناروں میں نہ بند عشق کا دریا رہتا

حسن کا ہوتا تصور ہی میں دیدار نصیب
یوں ہی پیمان ازل کا ترے پردہ رہتا

علم وفن چپ چپ ہیں قابل نوحہ خواں شعر وادب   سونی سونی سی ہے بزم دوستاں میرے بغیر
گل پریشاں بوئے گل آوارہ غنچے دم بخود   ایک دشت ہُو ہے صحن گلستاں میرے بغیر
سرد ہے بزم محبت حسن کی محفل خموش   ہیں وہ زلفیں آتش رخ کا دھواں میرے بغیر
پھولوں پر افسردگی طاری ہے کلیوں پر سکوت   بلبلوں کو تاب نغمہ ہے کہاں میرے بغیر

میں اٹھا دنیا سے کیا ساری خدائی اٹھ گئی
پا نہیں سکتا کوئی ان کا نشاں میرے بغیر

کیوں فراغت سر حیات نہ تھی   تنگ اتنی تو کائنات نہ تھی
جان کر جس نظر نے پھیرا رخ   وہ بھی کیا چشم التفات نہ تھی
موت نے حشر کیوں کیا برپا   تجھ سے وابستہ گر حیات نہ تھی
ہم سے تھا جلوہ حیات و ممات   اٹھ گئے ہم تو کائنات نہ تھی
کیا مری بندگی خدائی کا   حسن آیات بینات نہ تھی
ہر نفس جان دے کے دیکھ لیا   زندگی کچھ سہی حیات نہ تھی
حشر ٹوٹا تو کیا قیامت آئی   زیست کیا رہن حادثات نہ تھی
زندگی میں تھا کون سا وہ سانس   جس سے تخلیق سانحات نہ تھی
ایک دم بھی تو عمر فانی میں   موت سے منحرف حیات نہ تھی
آپ کی بے رخی بھی کیا مجھ سے   ایک انداز التفات نہ تھی
دل کی صورت نظر کی بزم میں بھی   نظر آتے تو کوئی بات نہ تھی

نزع میں آپ اپنے قابل کو
دیکھ جاتے تو کوئی بات نہ تھی

بے خطا تو کسی کی ذات نہ تھی
بخش دیتے تو کوئی بات نہ تھی

زیرِ تنقید میری ذات نہ تھی
ہوتی بھی گر تو کوئی بات نہ تھی

بے رخی میں بھی کیا مری ہی ذات
کشتۂ ناز التفات نہ تھی

موت آئی نہ تھی تو یہ دنیا
آشنائے رخ حیات نہ تھی

کیا مری ظلمت شب فرقت
جلوۂ حسن شش جہات نہ تھی

بت کافر میں جو تھی معصومی
کسی مومن میں بھی وہ بات نہ تھی

موت نے جو سکون بخشا ہے
زندگی تجھ میں بھی وہ بات نہ تھی

دل کی نظروں میں ظلمت شب غم
کیا ادائے جمالیات نہ تھی

نہ ملی تھی نگاہ سے جب تک
تیری نظروں میں کوئی بات نہ تھی

پہلے اس رخ پہ سجتے وہ گیسو
پھر بگڑتے تو کوئی بات نہ تھی

فہم سے باہر ایک تو ہی نہیں
کیا طلسمات میری ذات نہ تھی

ہم کو یارائے صبر کیا ہوتا
ان کو توفیق التفات نہ تھی

خود کو کھونا تھا معرکہ قابل
ان کو پانا تو کوئی بات نہ تھی

○

جو رہین مقدرات نہ تھی
وہ تری سعی التفات نہ تھی

دل سی شے تیرے غم پہ کر کے نثار
جان دنیا تو کوئی بات نہ تھی

موت ہی اک نہیں مری کشتہ
میری مقتول کیا حیات نہ تھی

کونسی تھی وہ بے رخی کی ادا
جس کی تعبیر التفات نہ تھی

منہ لگایا نہ فتح کو دل نے
ورنہ اتنی حقیر مات نہ تھی

تیری ہو کر نہ کرتی سجدہ تجھے
اتنی کافر تو کائنات نہ تھی

ایک اک در تھا میرے سر کا عدو — کچھ ترے آستاں کی بات نہ تھی
تیرے جلوؤں کی شرم ہے مجھ کو — ورنہ محدود میری ذات نہ تھی

کونسی شے جہاں کی تھی قابل
جس میں مستور ان کی ذات نہ تھی

○

حسرت دل کا نظر اعجاز ہے — یوں مری چشم تمنا باز ہے
گرچہ ہے دونوں کی منزل مختلف — چشم و دل کا ایک ہی انداز ہے
کتنے دل ہیں آرزومند نگاہ — جو نظر ہے صاعقہ انداز ہے
ہیں پر و بازوئے شاہیں بھی قفس — جبکہ عنقا جرات پرواز ہے
کس طرح ہوں لب کشا ان کے حضور — آہ درد عشق کی غماز ہے
بے پری ہے جب مآل بال و پر — اک قیامت حسرت پرواز ہے
اپنی فطرت سے اگر ہو آشنا — کرگس مسکیں بھی اک شہباز ہے
کس طرح دیکھوں پشیمانیٔ حسن — چشم غارتگر سپر انداز ہے
بے پری میں ہے سکوں ایسا نصیب — جیسے یہ بھی عالم پرواز ہے

قابل اپنی چشم حیران فراق
اک دریچہ ہے کہ دل کا باز ہے

○

ہر تصور دل کا برہم ساز ہے — یاد ماضی مجھ کو تجھ پر ناز ہے
ذرۂ خاکی فلک پرواز ہے — ساری خلقت میں بشر ممتاز ہے

گرچہ ہے آغوش میں تصویر ناز
پھر بھی آئینہ سراپا ناز ہے

پتہ پتہ ہے زبان کائنات
ذرہ ذرہ گوش بر آواز ہے

ہر نفس دم توڑتا نغمہ ہے کیا
سینہ میں دل اک شکستہ ساز ہے

سنتا ہوں نغمات صبح وشام غم
آپ کی لے آپ کی آواز ہے

کوئی دیکھے جذب الفت کا کمال
ہر نظر اپنی تمنا ساز ہے

بعد شام غم خروش صبح حشر
اک ازل کی صبح کی آواز ہے

خویش و بیگانہ ہیں دل سوز حیات
اک خدا ہے جو مرا دمساز ہے

چشم میگوں ہم نے سمجھی تیری بات
تیرا غمزہ ہی ترا اغماز ہے

قابل ان کا عقدۂ مشکل ہوں میں
اپنی ہستی انکشاف راز ہے

گنبد افلاک کی آواز ہے
زندگی کیا ہے طلسم راز ہے

نکہت گل کا گلہ بلبل نہ کر
جان کی دشمن تری آواز ہے

عاقبت بیں ہو نہیں سکتا کبھی
جس کی نظروں میں فقط آغاز ہے

ہے مجاہد اور ملا میں یہ فرق
ایک ہے سردار اک سرباز ہے

حسن کی یہ پردہ داری کی ادا
میری چشم شوق کا اعجاز ہے

اے فنا اے نقش ہستی کی نمود
تو ازل ہی سے مری دمساز ہے

دیکھا تھا اس شوخ کو صبح ازل
دیدۂ آئینہ اب تک باز ہے

آپ ہیں میری رگ جاں سے قریب
دل کی کیوں پھر دکھ بھری آواز ہے

دل کی ہمت آپ کے دم سے بندھی
کل جو تھا دم سوز اب دمساز ہے

کتنے ہیں انجام اک آغاز کے
کتنے انجاموں کا اک آغاز ہے

آسماں سمجھے نہ آدم کو حقیر عرش تک اس ذرہ کی پرواز ہے

چھیڑوں قابلؔ کس طرح سازِ حیات
میری نظروں میں شکستہ ساز ہے

○

ہے خاکی اور خراماں عرش پر ہے خدا ہی جانے وہ کیسا بشر ہے
اگر اللہ پر تیری نظر ہے تو پھر کیا احتیاجِ بال و پر ہے
مقامِ اللہ کا اللہ جانے بشر کا عرشِ اعلیٰ مستقر ہے
ہے آزادوں کی آزادی بھی عنقا کہ شاہیں تک اسیرِ بال و پر ہے
وہ دل سے کھیلتی چشمِ جفا جو قیامت اس پہ پھر نیچی نظر ہے
وہ کب کے چل دیئے بجلی گرا کر دلِ ناداں تجھے بھی کچھ خبر ہے
قیامت کے دیئے دھوکے ازل سے مگر ہر عہد اس کا معتبر ہے
گمانِ غیر ہے مجھ پر کسی کو میں یہ سمجھا مری جانب نظر ہے
ضعیفی پر نہ کھائے خار کوئی کہ یہ نخلِ جوانی کا ثمر ہے

دُکھا اب دل نہ قابلؔ سے ولی کا
فقیروں کی دعاؤں میں اثر ہے

○

وہ جلوہ برق سوزاں ہے شرر ہے مگر پھر بھی بہشتِ ہر نظر ہے
وہ جس کی عرشِ اعظم رہ گزر ہے بشر ہے خلد کا راندہ بشر ہے
اسی پر رحمتِ حق کی نظر ہے مقدر کا دھنی دامان تر ہے

حقیقت میں ترے جلووں کے آگے
نہیں ہے عالم ہستی مگر ہے

مری ہستی حضور جلوۂ دوست
نہ ہونے کے برابر ہے اگر ہے

تصور میں ہے کیا صبح قیامت
الٰہی شام غم کیوں مختصر ہے

قناعت ہے حقیقی دولت دل
ہے مفلس جو حریص بال و پر ہے

مآل بندگی اللہ جانے
مرا سر ہے اور ان کا سنگ در ہے

یہ ہے باعث جزا کا اور سزا کا
قیامت امتیاز خیر و شر ہے

قیامت جلوہ گاہ سوز فرقت
حیات اک وقفہ رقص شرر ہے

رقابت آفریں ہے شوق دیدار
نظر پر میری دنیا کی نظر ہے

نہیں سیاح عالم آج قابل
اسے اوّل سے سودائے سفر ہے

ترے غم میں وہ چشم ناز تر ہے
تجھے بھی مرنے والے کچھ خبر ہے

جو جلوہ ہے بہ تحریک نظر ہے
یہ دل پر ان کا احساں بیشتر ہے

تری دید ازل کا یہ اثر ہے
تجلی آج تک جزو نظر ہے

خود ان کا اہتمام پردہ داری
تقاضائے نظر کا پردہ در ہے

ہوا کیا حادثہ برپا ازل میں
کہ عالم آج تک زیر و زبر ہے

اسے بخشی امامت دوجہاں کی
بشر اللہ رکھے پھر بشر ہے

شب غم سے نہ گھبرا قلب مہجور
اسی ظلمت کے دامن میں سحر ہے

ہے آمد کونسے بت کی یہ دل میں
جہان آرزو زیر و زبر ہے

ہے کن جلووں کا حامل آدم خاک
کہ اس پر ماہ و انجم کی نظر

عبادت اور بے کیف حضوری
جہان عشق میں نامعتبر ہے

ہے زخم عشق میری چشم حسرت   نگاہ شوق جس کی بخیہ گر ہے
ادب کی سرزمیں مشرق ہے لیکن   وہ مغرب ہے جہاں قدر ہنر ہے

مبارک حضرت قابل مبارک
کہ دل کا ترجماں ہر شعر تر ہے

○

اسی پر رحمت حق کی نظر ہے   مقدر کا دھنی دامان تر ہے
وہی حق آشنا ہے حق نگر ہے   نگاہ دوست میں جو معتبر ہے
مری ہستی وہ شام بے سحر ہے   شب فرقت سے بھی جو تیرہ تر ہے
بشر ہے حسن کا ناطق صحیفہ   محبت آیت قلب و نظر ہے
متاع دین و دنیا ہے محبت   مسافر کا یہی زاد سفر ہے
عزیز از جاں ہے مجھ کو چشم گریاں   اسی دریا کا دل نادر گہر ہے
عطیہ جس نظر کا درد الفت   وہی اس درد دل کی چارہ گر ہے
محبت کرنے والے جانتے ہیں   محبت زندہ تر پائندہ تر ہے
محبت میں نہیں سو و زیاں کچھ   محبت ماورائے خیر و شر ہے
لگا لے یاس کو سینے سے اے دل   ترے نخل تمنا کا ثمر ہے

ابھی تھک کر نہ بیٹھیں گھر میں قابل
ابھی اک اور قسمت میں سفر ہے

○

ترے جذب تجلی کا اثر ہے   مری چشم تماشا معتبر ہے
یہ پاس روضہ خیر البشرؐ ہے   خمیدہ آج تک گردوں کا سر ہے
رخ روشن پہ گیسو منتشر ہے   گریباں مرا دامان سحر ہے

بھروسہ کیوں کریں تجھ پر وہ اے دل　　تری بے اعتباری معتبر ہے
انہیں دیکھا تو پھر خود کو نہ دیکھا　　کہانی اپنی کتنی مختصر ہے
مری آنکھوں میں ہر شے تیرا جلوہ　　تری نظروں میں ہر ذرہ نظر ہے
ہوئی یہ بات مہر و مہ سے روشن　　دل انوار میں ظلمت کا گھر ہے
میں اس انداز الفت کے تصدق　　مجھی سے بے رخی مدنظر ہے
مئے رحمت بہ بخشش کا بہانہ　　نہ کچھ میں ہوں نہ کچھ دامان تر ہے
ہوں میں ہی نرس میگوں کا میخوار　　مرے ساقی کی یوں مجھ پر نظر ہے
نظر میں کیا سمائیں لالہ و گل　　رخ خیرالوریٰ خلد نظر ہے

ہے ان کی آرزو بھی جرم قابل
کہ ارمانوں سے الفت پاک تر ہے

○

نہ گھر میں ہے نہ وہ بیرون در ہے　　وہ ہر شے میں بہ انداز دگر ہے
نہ اشک غم نہ یہ سوز جگر ہے　　محبت ماورائے خشک و تر ہے
بتوں کے رخ پہ یوں میری نظر ہے　　کہ ان میں بھی وہ کافر جلوہ گر ہے
یہ ایثار تجلی اللہ اللہ　　کہ جو ذرہ ہے آئینہ نگر ہے
ستم ڈھائے وہ پرواز نظر نے　　کہ ارمان شکست بال و پر ہے
بچھڑتے ہیں ہمیشہ کو وہ ہم سے　　محبت تیرا قصہ مختصر ہے
کرمفرمائے دل وہ ہوں تو کیونکر　　کہ حائل راہ میں شوق نظر ہے
مہ و انجم ہوں یا ہوں غنچہ و گل　　جمال دیدہ حیرت نگر ہے

ابھی سو شعر ہی قابل کہے ہیں
ابھی فکر رسا پرواز پر ہے

○

عاشق دیدار کی یوں بھی تو رسوائی ہوئی
اپنی چشم شوق ہی اپنی تماشائی ہوئی

غنچہ و گل کیا ہے مہر و ماہ پر چھائی ہوئی
لے تری تصویر تیری طرح ہرجائی ہوئی

اک اداسی ہے زمین و چرخ پر چھائی ہوئی
کیا دو عالم پر محیط اک میری تنہائی ہوئی

کیوں قیامت میں چھڑا عہد ازل کا تذکرہ
آپ کا مطلب ہے پھر کھاؤں قسم کھائی ہوئی

اور ہوں گے صبر کرکے جن کو ملتی ہے حیات
میرے مرنے کا سبب میری شکیبائی ہوئی

نام سن کر عیش کا دل اب تو ہوتا ہے اداس
نوحہ غم مجھ کو ہر آواز شہنائی ہوئی

حشر انجام ازل ہے آج یہ عقدہ کھلا
زندگی بھر آپ ہی کے غم کی دارائی ہوئی

ہونہو انفاس کو صادر ہوا کچھ حکم حسن
سینے میں آواز دل ہے آج تھرائی ہوئی

ہاں وہی شوخ ستم آراء ہے سفاک ازل
شرم سے رہتی ہے جس کی آنکھ شرمائی ہوئی

وعدۂ فردا قیامت بن کے شاید ٹل گیا
میری شام غم نظر آتی ہے اترائی ہوئی

اس کو اک جذب محبت نے یہ بخشا مرتبہ
دل پہ ہر چشم حسیں پڑتی ہے للچائی ہوئی

برچھیاں مژگان نے تانی تیر نظروں کے چلے
ایک دل کے واسطے کیا کیا صف آرائی ہوئی

بحر سے قطرہ ہوا قابل وہ ناپیدا کنار
تنگ ہستی پر مری عالم کی پہنائی ہوئی

○

چھوٹے دنیا سے تو اس بت سے شناسائی ہوئی
دل نے ہر بیگانگی کی چوٹ ہے کھائی ہوئی

ہے لبوں پر جان ایک اک پھول کی آئی ہوئی
خوب یہ حسن تبسم کی دل آرائی ہوئی

اک قیامت چشم میگوں کی پذیرائی ہوئی
بیخودی کب سے ہے میری ہوش میں آئی ہوئی

کوئی سر جب بن سکا اس کا نہ سنگ آستاں
وقف اس در کیلئے میری جبیں سائی ہوئی

جبہ و دستار نذر جام کرتے ہی بنی
شب تھی میخانے میں شامت شیخ کی آئی ہوئی

رحمت اللعالمینؐ ہیں شافع محشرؐ تو پھر
خلق ناحق پھرتی ہے محشر میں گھبرائی ہوئی

ہے غلط انداز نظروں سے بھی اب ان کو حجاب / ہے یہ دل کی آگ انہیں آنکھوں کی بھڑکائی ہوئی
سایۂ گیسو میں ہے کیوں عارض رنگین نڈھال / چاند پر ہے آج یہ کیسی گھٹا چھائی ہوئی
ایک ہی تصویر ہے دونوں کی یکساں خدوخال / میری تنہائی ہوئی یا تیری یکتائی ہوئی
غیر پر ڈالی نگاہیں دشمنوں پر کی نظر / آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا کیا بزم آرائی ہوئی

آستان ناز پر دیکھا جو انکو روبرو
پھر مجھے قابل نہ توفیق جبیں سائی ہوئی

○

ابتدا ہی سے جنوں کی کارفرمائی ہوئی / ہے ازل ہی سے طبیعت حسن پر آئی ہوئی
ہر تجلی سے برون دل شناسائی ہوئی / خود مری آنکھوں کا پردہ میری بینائی ہوئی
التفات ناز کی سی ہے گھٹا چھائی ہوئی / آپ کے بدلے جو مونس میری تنہائی ہوئی
اس نظر نے کیا اسے ٹھکرا دیا روز ازل / چاند کی صورت ہے اول دن سے گہنائی ہوئی
کونسا عالم نہ چشم و دل پہ گزرا ہجر میں / صبح محشر سے سوا یہ شام تنہائی ہوئی
کیا نگاہوں میں سمائے گا مری حسن مجاز / ہے تجلیٔ ازل کی آنکھ ترسائی ہوئی
جب سے اس بت نے نگاہ شوق سے پھیرا ہے رخ / اک گھٹا غم کی دل و دیدہ پہ ہے چھائی ہوئی
کیوں نہ کی کمبخت کے صد چاک سینے پر نظر / جس نے دیکھی گل کے ہونٹوں پر ہنسی آئی ہوئی
ہجر میں لکھے ہزاروں خط بہ امید جواب / اک سہارا زندگی کا خامہ فرسائی ہوئی
جو طلب میں لذتیں ہیں وصل میں بھی وہ کہاں / منزل آرائی سے بڑھ کر جادہ پیمائی ہوئی

زندگی قابل ہے میری فکر کی آئینہ دار
وسعت ہستی مرے شعروں کی گیرائی ہوئی

○

دیدہ و دل کو جو توفیق خود آرائی ہوئی　　ایک دنیا تیرے جلووں کی تماشائی ہوئی
اس طرح حیرت ترے جلووں کی ہے چھائی ہوئی　　جیسے آنکھوں میں ہو نظروں کی قضا آئی ہوئی
کب ستاروں سے رخ گردوں کی زیبائی ہوئی　　چرخ کی تقدیر میری۔ آبلہ پائی ہوئی
کیا مریض ہجر نے الٹی محبت کی بساط　　نزع میں ہے سانس کی آواز بھرائی ہوئی
عالم فرقت میں بھی حسن تصور ہے انیس　　برق بھی چمکی تو دیکھی زلف لہرائی ہوئی
لی مری دیوانگی نے وحشت دل کی خبر　　دشت پیمائی کی دشمن آبلہ پائی ہوئی
میرے بعد اپنی محبت کا وہ عالم دیکھ لیں　　اک کلی ہے گلشن ہستی میں مرجھائی ہوئی
ہو گیا کیا حسن پر بھی عشق کا عالم محیط　　میری تنہائی کا خاکہ ان کی یکتائی ہوئی
ہم نے یہ عالم بھی دیکھا ان کی صورت دیکھ کر　　ہر نظر جذب تجلی کی تمنائی ہوئی
اپنی چال آخر قیامت کو بدلنی ہی پڑی　　سر اٹھاتی کیا ترے قدموں کی ٹھکرائی ہوئی

قابل ارباب نگاہ و دل کی ہے مشکل حیات
ہے دو عالم نے محبت کی قسم کھائی ہوئی

○

جان لیوا میرے حق میں کیسی تنہائی ہوئی　　کیا شب فرقت قضا کی موت ہے آئی ہوئی
حشر میں انداز فطرت کی پذیرائی ہوئی　　ہر قیامت ہے ازل کے روز کی ڈھائی ہوئی
جاذب ہر حسن یوں دل کی شکیبائی ہوئی　　دونوں عالم کی تجلی میری، شیدائی ہوئی
طور بھی میرے ہی سوز عشق کا تھا معجزہ　　جو تجلی میرے دل کی تھی وہ سینائی ہوئی
ان سے نظریں کیا ملیں دل کو ملا کیف و سرور　　چشم میگوں میرے حق میں جام صہبائی ہوئی
آپ کو دل میں جگہ دی آپ سے نظریں ملیں　　مجھ پہ اب روشن مری تصویر تنہائی ہوئی
حسن کو صبر ستم کی داد دینی ہی پڑی　　رک سکی ان سے نہ لب تک دل کی بات آئی ہوئی
دے کے درد دل کیا پھر چارہ سازوں نے نہ رخ　　مر گئے بیمار غم اچھی مسیحائی ہوئی

اس نے شدت کی نوازش میں تو ٹوٹی دل کی آس بدگمانی بڑھ گئی اتنی پذیرائی ہوئی

یوں بھی فرقت میں ہوا قائل ہمیں کیف وصال
خود تجلی دیدۂ حسرت کی بینائی ہوئی

○

دامن میں خاک کے نہ فلک کی پناہ میں ہم جب سے ہیں کسی کی کمند نگاہ میں
تنکے کا بار بھی نہ دو عالم اٹھا سکے تھا کوہ کا لہو رگ ہر برگ کاہ میں
اے تاجدار ہست و عدم روح کائنات آئے خدا کے گھر سے تری بارگاہ میں
اے حاصل لطافت عشق و تجلیات جی چاہتا ہے دل تجھے رکھ لے نگاہ میں
اس رحمت تمام کے قربان جایئے لذت ہے دو جہان کی ایک اک گناہ میں
ہے ابتداء سے آبلہ پائی نصیب دل کانٹے بچھے ہوئے ہیں محبت کی راہ میں
اللہ رے وصال کہ یہ بھی نہیں ہے ہوش وہ دل میں ہیں کہ دل ہے خود ان کی نگاہ میں
دنیا پرست کیسے جہاں سے نظر ملائیں عزت تو گم ہوئی طلب عزّ و جاہ میں

دامان آرزو کا بھی قائل رہے خیال
ہیں مرحلے جمال کے الفت کی راہ میں

○

گم ہو چکے جو جلوۂ حسن الہ میں لائیں بتان دہر کو کیونکر نگاہ میں
بے مقدرت ہیں گرنھوں حق کی پناہ میں جو بات ہے گدا میں وہی بادشاہ میں
اس نے ہی چشم و دل کو کیا دشت آشنا جس نے بچھائے خار محبت کی راہ میں
اے خود پسند اوروں کی جانب بھی اک نظر دل کو سکون ملتا ہے کار رفاہ میں

آئی ہے غیب سے مجھے ہاتف کی یہ ندا　دنیا اب آنے والی ہے دیں کی پناہ میں

قابل مری حیات ہے تاریخ عشق دوست
صبح ازل سے ہوں میں محبت کی راہ میں

○

اللہ جانے پہنچیں گے کس جلوہ گاہ میں　منزل جو چھوڑ آئے محبت کی راہ میں
دیکھا مجھے جو ہجر کی شام سیاہ میں　وہ شمع رخ لئے ہوئے آئے ہیں راہ میں
ناصح کی بات سن کے دھڑکنے لگا ہے دل　فتنہ نہاں ہے مشورۂ خیر خواہ میں
ان کی طرف کبھی کبھی دیکھا کیا کوئی　تھی داستان دل نظر گاہ گاہ میں
پاؤں کے آبلوں نے کیا مجھ کو سرخرو　بڑھ کر قدم لئے مرے منزل نے راہ میں
رحمت جو حرف حرف پہ دل سے ہوئی نثار　تھا ایسا حسن کیا مری فرد سیاہ میں

قابل تصور رخ جاناں خدا رکھے
زنداں میں ہو کے بھی ہیں کسی جلوہ گاہ میں

○

نہ مہومہ کیلئے ہیں نہ کہکشاں کے لئے　ستارے اشکوں کے ہیں چشم خونچکاں کیلئے
ہوئی ہے ندرت افکار ہی حجاب سخن　بنے ہیں لفظ معانی مری زباں کیلئے
ہے باغباں متفکر چمن خزاں آلود　گلوں کے خوں کی ضرورت ہے گلستاں کیلئے
حیات جن کی ہے تعمیل حکم رب سے دور　وہ جی رہے ہیں فقط سعئی رائیگاں کیلئے
خدنگ حسن ازل کے جو زخم خوردہ ہیں　ملی ہے فرصت ہستی ہمیں فغاں کیلئے
ابھی ہے کشور مشرق پہ قبضہ مغرب　ابھی لہو کی ضرورت ہے آشیاں کیلئے

افق سے اپنے اُبھر نیر سحر بن کر ترستی ہے شب غم صبح جاوداں کیلئے
ہے تیرا نعرہ حق برق بے اماں پئے غیر ہے کس کا دست مگر خنجر و سناں کیلئے
رخ جہاد کو یوں آشکار کر کہ ابھی زمانہ تجھ سے طلب گار ہو اماں کیلئے
ہے جب تک اقصیٰ کی مسجد پہ سایہ افگن کفر حرام نیند ہے کعبہ کے پاسباں کیلئے

نثار دین محمدؐ پہ جاں کرے قابل
پیام ہے یہ مرا امت جواں کیلئے

○

شمس و قمر کی طرح نہ کیوں عمر بھر پھرے جس سے نہ دل ملے ترا تیری نظر پھرے
سائل نہیں وہ تیرے کہ جو در بدر پھرے یوں پھرنے والے چشم جہاں میں ہیں سر پھرے
دیکھا تھا مجھ کو گوشہ چشم حیا سے کیوں تیری نظر کے تیر چلے تھے مگر پھرے
یوں ہی تمام عمر کٹی دشت شوق میں محو سفر رہے کبھی بہر سفر پھرے
اس گلستان حسن کا جب آگیا خیال کیا کیا نظر میں غنچہ و برگ و ثمر پھرے
اس حسن جلوہ تاب کی دیکھی تھی اک جھلک کیا کیا مری نظر میں نہ برق و شرر پھرے
ان کی تجلیات کے قربان جایئے حیرت شکار ہو کے بڑے دیدہ ور پھرے
کیوں ان کو تیری پشت پناہی سے ہے گریز گیسوئے ناز آکے یہ کیوں تا کمر پھرے
میرے ہی دست و بازو نے مجھ کو دیا جواب پرواز کی تو مجھ سے مرے بال و پر پھرے
اس قدر ناشناس زمانے کو کیا کہوں یوں در بدر جو صاحب علم و ہنر پھرے
اب دل نے پھیر لی تری جانب سے چشم شوق اس کی بلا سے تیری نظر اب جدھر پھرے
لے عاصیوں پہ رحمت حق کا ہوا نزول اب تیرے دن بھی اے مرے دامان تر پھرے

ان سے قضا کی تیغ بھی منہ موڑ کر چلی
قابل رہ فنا میں جو سینہ سپر پھرے

○

دل گیا تو گیا جذبات سمجھنے والا　　اب نہیں کوئی مری بات سمجھنے والا
کون کہتا ہے کسی کو نہیں عرفان ترا　　ذرہ ذرہ ہے تری بات سمجھنے والا
میں نے ہر پردہ میں پائی ترے جلوؤں کی جھلک　　ہر صفت سے ہوں تری ذات سمجھنے والا
اسی دنیا سے تو ملتی ہے ہمیں دین کی راہ　　ہے کوئی دہر میں یہ بات سمجھنے والا
ہاتھ دھو بیٹھے نہ جاں سے تو کرے اور وہ کیا　　زندگی کو تری سوغات سمجھنے والا
میری دمسازی کو پہلو میں دھڑکتا ہے یہی　　ایک دل ہے مرے جذبات سمجھنے والا
عمر بھر اپنے ہی انفاس کا کرتا ہے شمار　　ترے انعام کو صدقات سمجھنے والا
نگہ شوخ کرے شوق سے کھل کر ہر بات　　میں ہوں دزدیدہ اشارات سمجھنے والا

اس نے یہ کہہ کے کیا قابلؔ مرحوم کو یاد
اٹھ گیا' تھا جو میری بات سمجھنے والا

○

شاخ الفت کبھی ممنون ثمر بھی ہو گی　　پھرنے والی نظر اک روز ادھر بھی ہو گی
میری صورت ہے جو آئینہ ترے جلوؤں کا　　میری جانب نگہ شمس و قمر بھی ہو گی
آج جو پیچھے پڑی ہے مرے دل کے وہ زلف　　وقت آیا تو کبھی آپ کے سر بھی ہو گی
اس تصور میں انہیں دیکھتے رہنے کا ہے شوق　　قدر جلوؤں کی بہ انداز نظر بھی ہو گی
ارتقائے نظری کا ہے مجھے دل سے یقیں　　آج جو آئینہ ہے آئینہ گر بھی ہو گی
حسرت وصل میں گزرے کہ مرے غم میں کٹے　　زندگی اپنی کسی طرح بسر بھی ہو گی

نگہ دوست ہے برہم تو نہ کر غم قابلؔ
ہونہو شام کے پردے میں سحر بھی ہو گی

○

ضبط غم الفت میں عجب کام کیے ہیں
دامن کی طرح اپنے لب شوق سیئے ہیں

تھا صبر جو رسوائی ہی ہوتی تری خاطر
اغیار نے کیا کیا ہمیں طعنے نہ دیئے ہیں

یہ بھی تو مٹا سکتے نہیں دل کا اندھیرا
روشن شب فرقت میں جو اشکوں کے دیئے ہیں

ایک ایک نفس بیت گئی ہم پہ قیامت
مر مر کے ترے ہجر میں کیا کیا نہ جیئے ہیں

دیوانگی عشق میں کیا کیا نہ کیا ہے
دامن سے ترے اپنے گریبان سیئے ہیں

اغیار پرستی کا پتہ ملتا ہے اس سے
وہ شب کا خمار آپ جو آنکھوں میں لیئے ہیں

مر جاتے اگر موت کی امید نہ ہوتی
ہم اس کے سہارے ہی پہ دنیا میں جیئے ہیں

پہچانتے ہیں حسن کی نسبت سے اسے لوگ
قابل نے رہ عشق میں کچھ کام کیے ہیں

○

نغمہ عشق کوئی گاؤ کہ کچھ رات کٹے
یوں ہی اب دل ذرا بہلاؤ کہ کچھ رات کٹے

پنکھڑی جیسے لبوں کی ہے تبسم زینت
مسکرانے سے نہ شرماؤ کہ کچھ رات کٹے

ایسی ہی تم کو ستاتی ہے اگر یاد رقیب
ٹھنڈی سانوں ہی سے گرماؤ کہ کچھ رات کٹے

میں شب غم کے تصور سے ہوا ہوں بے ہوش
ہوش میں اب نہ مجھے لاؤ کہ کچھ رات کٹے

میر و غالب کے جو اشعار نہیں آتے یاد
کوئی قابل کی غزل گاؤ کہ کچھ رات کٹے

○

وہ رہ گزر کہیں ہے نہ دیوار و در کہیں
سر پھوڑتا رہے دل شوریدہ سر کہیں

صبح ازل بس ان پہ پڑی تھی نظر کہیں
پھر اس کے بعد وہ نہ ملے عمر بھر کہیں

صدقہ ہیں ان کے رخ کا مرے اشکوں کے گہر
موتی بکھیر دے نہ مری چشم تر کہیں

رحمت کے رخ پہ بھی عرق انفعال ہے اب خشک بھی ہو اے مرے دامان تر کہیں
کس طرح ہم کو عشق و ہوس میں ہو امتیاز حسن نظر کہیں ہے فریب نظر کہیں

قابل اگر ہے بے سروساماں تو غم نہیں
پھولے پھلے ہیں دہر میں اہل ہنر کہیں

○

آپ کا عرش آستاں آپ کا لامکاں مکاں آپ کا نقش پا حیات آپ کا رخ زماں زماں
آہ کہ آتش طلب سوزش غم سے دب گئی شمع ازل ترا جمال میری نظر دھواں دھواں
حشر کی جلوہ گاہ ناز بن نہ سکے گی یہ زمیں رحمت عام کا تری دیکھے گا آسماں سماں
حسن کے راز دار ہیں عشق کے پردہ دار ہیں ہوش و خرد نہاں نہاں وحشت دل عیاں عیاں
حسن و وفا ہیں روبرو جیسے گلوں کا رنگ و بو شکوۂ لب عیاں عیاں شکر نظر نہاں نہاں
ہیں ترے رازدان حسن یا مرے ترجمان عشق رشتہ دل کہن کہن ربط نظر جواں جواں
محو خرام دیکھ کر بادہ بجام دیکھ کر دل نے کہا مقام دوست اور کہاں؟ نہاں نہاں
حسن بجلوہ خود فروش عشق ہمہ نگاہ کوش زخم نظر ہمیں ہمیں تیر فگن ہماں ہماں
ہیں مرے دیدہ ہائے شوق تیری طلب میں مضطرب جیسے دو آہوئے حرم دشت میں ہوں رواں دواں
اب تری رحمتوں کے ہاتھ ہے ترے عاصیوں کی لاج ذوق خطا کھلا کھلا شوق کرم نہاں نہاں

محو سجود شوق ہے رہ میں تری نظر نظر
تجھ پہ درود اور سلام بھیجتا ہے رواں رواں

○

اصل و مجاز کی ہے یہ شرح ازل نہاں نہاں جلوۂ دل یقیں یقیں حسن نظر گماں گماں
عالم ہست و بود میں ہے یہی عالم حیات حسن و ادا کہن کہن عشق و وفا جواں جواں

جاں ہو کہ قلب باوفا دونوں ہیں تیرے جتلا
تیری نگاہ تیر تیر ابرو ترے کماں کماں

سوز غم فراق سے کیا ہوا حال جان و تن
چشم و نظر ہیں دُھول دُھول قلب وجگر دھواں دھواں

دل بھی ہے تیرا نقش پا آنکھ بھی تیری گرد راہ
جاؤں میں اب کدھر کدھر ڈھونڈوں تجھے کہاں کہاں

ہجر میں ہو گیا یہ حال ہو گئی زندگی وبال
لب پہ ہے آہ سرد سرد سینے میں دل تپاں تپاں

عالم حال و قال میں یوں ہو تو دل نہال ہو
نقش جبیں زمیں زمیں ذکر و سخن زماں زماں

ہر کوئی عشق کا اسیر ہر کوئی غم کا راہ گیر
کوئی چلا خوشی خوشی کوئی چلا کشاں کشاں

موت و حیات دو کڑی ایک ہی سلسلہ کی ہیں
نکلی اجل وہیں وہیں زندگی تھی جہاں جہاں

شمع حقیقت آفریں تجھ سے ضیائے ہست و بود
جیسے ہے کائنات کا ہستیٔ بے نشاں نشاں

کعبہ و بتکدہ ہیں کیا ایک ہی نقش کے دو رخ
تیری ادا حرم حرم جلوہ ترا بتاں بتاں

ہے یہی کائنات دل اس سے ہی ہے ثبات دل
سوز وفا نہاں نہاں ذوق نظر عیاں عیاں

اشک فراق خوش قدم نالہ ہجر تازہ دم
اے مرے سوز و ساز غم ہے ترا کارواں رواں

مانگوں بہشت کی میں بھیک شیخ حرم کا ہوں شریک
تو ہے محیط جزو و کُل حوریں فقط جناں جناں

عشق و ہوس کا در ہے باز دونوں میں کیجئے امتیاز
چشم بچشم رخ برخ قلب بہ قلب جاں بجاں

زاہد پاکباز سن تجھ میں نہیں وفا کے گُن
میری نظر یقیں یقیں فکر تری گماں گماں

نفی ثبات ہو تو کیوں موت حیات ہو تو کیوں
عشق کا گھر ہے کائنات حسن کا لا مکاں مکاں

کون ہو ان کا پردہ دار حسن و وفا ہیں آشکار
جلوہ کھلا نظر نظر بات بڑھی زباں زباں

اب لیں نظر سے کام کیا عشق ہے ذوق خام کیا
ہم کو بتا کے گم ہوا جلوۂ بے نشاں نشاں

تیرا جمال دیکھ کر صورت حال دیکھ کر
لیتے ہیں بے بصر نظر پاتے ہیں بے زباں زباں

بات بڑھی حیات کی چھپ کے جواس نے بات کی
مجھ میں ہے ایسا وصف کیا کیجئے خوبیاں بیاں

کس نے کیا یہ امتیاز سوز سے بھی سوا ہے ساز
دہر میں ہیں کہن کہن خلد میں ہیں جواں جواں

○

ہے دل خود پناہ کی صورت — آپ کی جلوہ گاہ کی صورت
قسمت اہل عشق ہے فردوس — دیکھ زاہد گناہ کی صورت
عشق بدبخت کو پسند آئی — حسن عالم پناہ کی صورت
شرمسار ان کو دیکھ کر سر حشر — چشم و دل ہیں گواہ کی صورت
ہم سے الفت نہیں تو جبر سہی — کوئی تو ہو نباہ کی صورت
جب بنے ان کے نقش پامہ و مہر — دیکھی منزل نے راہ کی صورت
پردہ میں بھی تو بے حجابی ہے — چھپ رہے ہیں نگاہ کی صورت
آمد و شد نفس کی تیرے بغیر — ہے مسلسل گناہ کی صورت

قابل اب حسن بے پناہ بھی ہے
میرے حال تباہ کی صورت

○

مٹ گئی رسم وراہ کی صورت — زندگی ہے گناہ کی صورت
خلوت دل ترے تصور سے — ہے تری جلوہ گاہ کی صورت
جان دے کر ہوئی تو ہے پیدا — حسن سے رسم وراہ کی صورت
لوح دل پر نقوش خیر و شر — ہیں سپید و سیاہ کی صورت
راہ گم کردہ ہو گئے رہرو — دیکھ کر سربراہ کی صورت
ان کے دم سے ہے جلوہ گاہ ناز — عشق کی بارگاہ کی صورت
تم نہیں ہو تو ہیں چمن میں بھی — غنچہ و گل گیاہ کی صورت
تیری زلف سیاہ کا پرتو — میری فرد گناہ کی صورت

پائی قابل نے معصیت کے طفیل
رحمتوں سے نباہ کی صورت

دیکھ کر حسنِ واہ☆ کی صورت آئینہ ہے نگاہ کی صورت
فکرِ انساں کی ارتقا کے حضور کوہ اڑتے ہیں کاہ کی صورت
متوکل ہو جو رضا پہ تری وہ گدا بھی ہے شاہ کی صورت
بحرِ غم میں نہ غرق ہو کیونکر جس نے دیکھی ہو چاہ کی صورت
طالبِ مغفرت ہوں ہستی کا زیست نکلی گناہ کی صورت
شکوہ سنجِ جفائے حسن ہے دل مدعی ہے گواہ کی صورت
سخت نازک ہے شیشہ ہستی سانس لیجئے گناہ کی صورت
اب تو دشتِ فراق کے کانٹے زیبِ سر ہیں کلاہ کی صورت
کوئی گل ہی کھلائے غنچہ دہن لب ہیں برگِ گیاہ کی صورت
تک رہی ہے رہِ شبِ معراج کہکشاں ہے جو راہ کی صورت
موت آئے تو شاید آئے نظر زندگی سے نباہ کی صورت

ہائے کیا ہو گئی محبت میں
قابلِ کج کلاہ کی صورت

☆ راولپنڈی کے نزدیک واہ کینٹ جہاں شاعر کا قیام رہا۔

○

اقربا ہیں مگر قریب نہیں دوست سب ہیں کوئی حبیب نہیں
جو گدائے درِ حبیب نہیں شاہ بھی ہو تو خوش نصیب نہیں
اہلِ غم کو شفا نصیب نہیں موت بھی زیست کی طبیب نہیں
جو سکوں موت کا مقدر ہے زندگی کو بھی وہ نصیب نہیں
اٹھ گئی رسمِ امتحانِ وفا لاکھوں عیسیٰ ہیں اور صلیب نہیں
تیرے حقدار وصل ہوں کیونکر تیری فرقت جنہیں نصیب نہیں

مجھ سے ناحق ہے باز پرس حیات　　محتسب میں ترا حسیب نہیں
آپ کے ہو کے ہیں تہی قسمت　　قطرہ تک بحر سے نصیب نہیں

زندہ رہنا ہے معرکہ قابل
عشق میں مرنا کچھ عجیب نہیں

○

زمیں پہ کون یہ ناز خرام کرتا ہے　　کہ ذرہ ذرہ کو سورج سلام کرتا ہے
جو پھول پھول کو بادہ بجام کرتا ہے　　لطافت مئے الفت کو عام کرتا ہے
ہلاک جلوۂ بالائے بام کرتا ہے　　وہ خاکساروں کو کرسی مقام کرتا ہے
جو اس جہاں میں بھلائی کے کام کرتا ہے　　حیات کا پس مرگ اہتمام کرتا ہے
ہے خال و رخ سے سوا دلربا خم گیسو　　جو دانہ کر نہیں سکتا وہ دام کرتا ہے
بہشت ہی نہیں رکھتا ہے عرش زیر قدم　　جو اس گلی میں بسر صبح و شام کرتا ہے
وہ ہست و بود جہاں کا ہے مالک و مختار　　جو خود کو تابع خیرالانامؐ کرتا ہے
کیا ہے سجدہ ملک نے انہیں تو حیرت کیا　　خدا بھی جن پہ درود و سلام کرتا ہے
خدا ہی جانے کہ کیا ہے مقام قرب حبیبؐ　　کہ جبرئیل بھی رک کر سلام کرتا ہے
خودی کو چھوڑ یہ اللہ کو پسند نہیں　　کہ مے سی شے کو بھی نشہ حرام کرتا ہے
دیار سبزہ و گل یہ دل فراق نصیب　　تصور در و دیوار و بام کرتا ہے

ادائے قابل آتش نوا کوئی دیکھے
غزل کے پردے میں ان سے کلام کرتا ہے

○

جیسے شب فرقت ہو قضا آئی ہوئی سی
رہتی ہے طبیعت مری گھبرائی ہوئی سی

ہے زلف پریشاں کی ادا بھائی ہوئی سی
بجلی ہے ترے دوش پہ لہرائی ہوئی سی

شاید ہے وہی میرے دل زار کی حسرت
ہے زیر لب اک بات جو اترائی ہوئی سی

روکو تو ذرا چشم غزالیں کے اشارے
آنکھوں میں حیا بیٹھی ہے شرمائی ہوئی سی

اس سمت لب ناز پہ شوخی بہ تبسم
اور دل میں ادھر عقل ہے چکرائی ہوئی سی

موتی چنے اشکوں کے مرے دل نے شب غم
دیکھی ترے ہونٹوں پہ ہنسی آئی ہوئی سی

ہے گرمئی محشر نہ کوئی فتنہ محشر
یہ ساری قیامت ہے تری ڈھائی ہوئی سی

اس جان جہاں کی ہیں یہ تصویر کے انداز
آتی ہے تصور میں بھی شرمائی ہوئی سی

ایک اک بت کافر پہ جو پڑتی ہیں نگاہیں
نظریں ہیں ترے جلووں کی ترسائی ہوئی سی

قاصد وہ نظر دیکھ کے تجھ کو نہ جھکی ہو
شرمائی ہوئی تھی کہ وہ شرمائی ہوئی سی؟

کیا پڑ گیا سایہ خم گیسو کا کسی کے
ہے کاہکشاں چرخ پہ بل کھائی ہوئی سی

بدنام رہ عشق میں اب تک نہیں قابل
لیکن ترے کوچے میں ہے رسوائی ہوئی سی

○

ڈوبنے والوں کو گلا کیا ہے
جب خدا ہے تو ناخدا کیا ہے

کوئی اتنا ہی ہم کو سمجھا دے
ہم خبر ہیں تو مبتدا کیا ہے

سحر و شام کی ہے گردش کیوں
موت و ہستی کا سلسلہ کیا ہے

دلربا کیوں ہے رات تاروں بھری
صبح کا حسن جاں فزا کیا ہے

شوق بخشش کو دیجیے الزام
اور کہیے مری خطا کیا ہے

عشق کا خار دشت ہے کیا چیز
پائے وحشت کا آبلہ کیا ہے

سوزش ناخن جنون ہے کیوں
شورش عقل، فتنہ زا کیا ہے

ہے امیدوں سے ناامیدی کیوں   یاس میں بھی یہ آسرا کیا ہے
ذرے جس کے یقیں امیرو خیال   وطن قائل و فدا کیا ہے
مضطر و ناطق و فدا کا دیار   میری بستی کا پوچھنا کیا ہے

جس نے قائل بنا دیا مجھ کو
کیا کہوں شفقت فدا☆ کیا ہے

☆ شاعر کے استاد حضرت فدا گلاؤٹھوی

○

مدعا آہ نارسا کیا ہے   دل جو ٹوٹا تو پھر دعا کیا ہے
عشق ظاہر کی انتہا معلوم   حسن پنہاں کی ابتدا کیا ہے
کہکشاں میں کشید ہے کس کی   جادۂ گیسوئے رسا کیا ہے
مرحلہ شوق کا نگاہ ہے کیوں   منزل قلب جلا کیا ہے
ماہ و انجم میں روشنی ہے کیوں   غنچہ و گل کا مدعا کیا ہے
ابتدا اپنی جب نہیں معلوم   کون جانے کہ انتہا کیا ہے
حسن کو برق جلوہ ہے کیا چیز   عشق کا درد لا دوا کیا ہے
تجھ کو دونوں جہاں کا ہے مقدور   ہو گا کیا ہم سے اور ہوا کیا ہے
حال گلشن پہ چپ ہے کر بلبل   گل! زباں کو تری ہوا کیا ہے
دونوں عالم سے جب سوا ہیں آپ   کون سمجھے کہ ماسوا کیا ہے

زندگی سے قضا تک اے قائل
دو نفس کا ہے فاصلہ کیا ہے

○

ہے دامن عصمت چشم و دل اور داغ محبت دھونا ہے
اللہ ہی جانے وحشت کا انجام مری کیا ہونا ہے

کس بات پہ آہیں نالے ہیں کس بات کا رونا دھونا ہے
قسمت کا نوشتہ ان مٹ ہے تقدیر کا لکھا ہونا ہے

ہر وقت تصور ہے ان کا کچھ دل کو اپنا ہوش نہیں
یہ عالم خواب کی بیداری یہ جاگتی آنکھوں سونا ہے

دزدیدہ نظر کے بدلے میں ہے دیدہ و دل کی کیا قیمت
اس بت سے حساب اب کون کرے کیا پانا ہے کیا کھونا ہے

یہ ہست و عدم یہ حشر و ازل ہیں پہلے مراحل الفت کے
انجام کا خطرہ لاحاصل آغاز میں سب کچھ ہونا ہے

کیا تابش مہر و مہ و انجم کیا نکہت غنچہ و لالہ و گل
صناع ازل کے ہاتھوں میں یہ دنیا ایک کھلونا ہے

اے واعظ ناداں آخرت و انجام کا قصہ سن مجھ سے
میخانے میں جو کچھ ہوتا ہے جنت میں وہی کچھ ہونا ہے

نظروں میں تب تاب انجم اک نوک ہے خار مغیلاں کی
سکان فلک کی قسمت میں بھی کیا کانٹوں کا بچھونا ہے

کیوں گوہر اشک لٹاتا ہے کیوں ہجر میں آہیں بھرتا ہے
قابل تری قسمت کا لکھا ہو جائے گا جو کچھ ہونا ہے

○

پردے میں شب کے صبح کے انوار دیکھنا   اس رخ پہ عکس گیسوئے خمدار دیکھنا
سوہان جاں تصور وقت وداع ہے   منہ پھیر کر ترا مجھے ہر بار دیکھنا

تاکید ضبط کتنی ہی ان کی نظر کرے — ان کی طرف مگر مجھے سو بار دیکھنا
عشق و ہوس میں غیروں کے پھر کرنا امتیاز — پہلے مری طرف نگہ یار دیکھنا
اے چشم و دل! ہیں جادہ الفت میں پیچ و خم — چلنے سے پہلے تم رہ ہموار دیکھنا
اس شوخ کا نظارا ہی ہے سہل ممتنع — آسان ہے تو جانیئے دشوار دیکھنا
اے جان ناتواں یہ کہیں عشق تو نہیں — پیوست چشم و دل ہے کوئی خار دیکھنا
صورت کا حسن ہوتا ہے اکثر نظر فریب — ہو دیکھنا تو سیرت و کردار دیکھنا
آغوش میں لئے ہے یہ تصویر ناز حسن — آئینہ کا بھی طالع بیدار دیکھنا
ہم بھی ہیں بندگان عقیدت حضور کے — فرصت ملے تو ہم کو بھی سرکار دیکھنا

ہے دل میں آنکھ دیکھ کر دیکھیں گے آئینہ
قابل ہماری شوخی افکار دیکھنا

مجھ کو خود آشنا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا — بندہ کو کبریا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا
ساز کو بے صدا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا — چپ کو مری نوا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا
میرا یہ ذوق معصیت تیرے کرم کا ہے طفیل — مجھ کو بھی پارسا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا
حسن ہے دل کے روبرو کس کو مجال گفتگو — عشق کو آشنا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا
لے تیرا حسن پردہ دار ہوگیا سب پہ آشکار — چاند کو نقش پا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا
آئینہ دیکھتے ہیں کیوں آئینہ بن کے رہ گیا — خود کو خود آشنا کیا آہ یہ تو نے کیا کیا

قابل اب التفات حسن عشق کا ہو نصیب کیوں
دل سے معاملہ کیا آہ یہ تو نے کیا کیا

جو حسن کے جلووں کی ہر لحظہ نگہباں ہے
سوز دل و دیدہ سے وہ شمع فروزاں ہے

وہ پیکر رحمت ہے یہ مائل عصیاں ہے
اللہ ہے پھر اللہ انسان پھر انساں ہے

یہ حال پریشاں بھی کیا حال پریشاں ہے
نظروں میں گلستان ہے قدموں میں بیاباں ہے

نظروں میں تلاطم ہے انفاس میں طوفاں ہے
دل میں نگہ حیراں یہ کون خراماں ہے

توڑا تھا جسے میں نے شاخ شجر کُن سے
وہ پھول محبت کا اب روح دل و جاں ہے

ہاں تیرے تصور کو بخشی ہے ضیا اس نے
وہ داغ جو فرقت میں دل کا مہ تاباں ہے

یہ حسن و وفا جس کے سائے میں ہیں آسودہ
یا آپ کا دامن ہے یا میرا گریباں ہے

تقدیر میں مجنوں کی دامن نہیں لیلیٰ کا
ہاں قسمت لیلیٰ میں مجنوں کا گریباں ہے

اے قطرۂ دریائی طوفاں ہے بپا تجھ میں
اے ذرۂ صحرائی تو ہے تو بیاباں ہے

کیوں [illegible] شب فرقت ہر سانس الجھتا ہے
کیا تار گریباں بھی اک تار رگ جاں ہے

صورت گری [illegible] کی حال کی ادا نہیں
یہ فخر وہ ہے جس پہ اللہ بھی نازاں ہے

ہم دونوں کے دم سے ہے رنگینی و بے رنگی
تو ہے تو گلستاں ہے میں ہوں تو بیاباں ہے

وہ صبح بھی دیکھی تھی یہ شام بھی دیکھیں گے
اے دل غم جاناں سے بڑھ کر غم دوراں ہے

ہیں بحروبر ہستی پیش اس کے فرومایہ
ذرہ میں جو صحرا ہے قطرہ میں جو طوفاں ہے

صد شکر ازل سے ہے اپنے بھی مقدر میں
قابل وہ غم جاناں جو قسمت یزداں ہے

○

وہ بن کے شمس و قمر صبح و شام آتا ہے
پیام حسن محبت کے نام آتا ہے

بشان شمس و قمر بھی کلام کرتے ہیں
بطرزنکہت گل بھی پیام آتا ہے

تو جھک کے دل سے گلے ملتی ہے ترے صدقے
تجھے بھی تیغ ادا احترام آتا ہے

کبھی نگاہ سے ہوتی ہے دل کی سرگوشی
کبھی نگاہ سے دل تک پیام آتا ہے

جہاں جفا بھی نظر میں وفا ٹھہرتی ہے — وفا کی راہ میں وہ بھی مقام آتا ہے
تری نظر کا اشارہ ہے دور شمس و قمر — تری نگاہ سے گردش میں جام آتا ہے

نہیں ہیں پھول ہی سرشار رنگ و بو قابل
چمن میں غنچہ بھی بادہ بجام آتا ہے

○

چاند بن کر بت کافر لب بام آتا ہے — اک اجالا سا سحر کا سرشام آتا ہے
آپ کی چال سے اٹھتی ہے قیامت سر حشر — آپ کو دیکھ کے انداز خرام آتا ہے
نرگس ناز سمجھ لیتی ہے مطلب دل کا — میری نظروں کی زباں پر جو کلام آتا ہے
سر پہ احسان ہیں جلووں کا مرے دیدہ و دل — کوئی دیوانوں کی خاطر لب بام آتا ہے
دل لبھانے کا یہ انداز ہے کتنا جانکاہ — موت آتی ہے تو اس بت کا سلام آتا ہے

چھوڑ دیتا ہے وہی ساتھ جہاں میں قابل
ساتھ چل کر جو نفس ایک دوگام آتا ہے

○

ہوا روشن یہ سوز اشک تر سے — ہے رشتہ آب کا برق و شرر سے
کہیں بہتر ہیں وہ شمس و قمر سے — اڑے ذرے جو تیری رہگزر سے
نہیں کھلتا کہ میرا سوز پنہاں — ہے درد دل سے یا درد جگر سے
وہی ہیں قاسم تسنیم و کوثر — جو خود پانی کے اک قطرے کو ترسے
عرق آلود ہے رخ زیر گیسو — گھٹا گھنگور چھائی ہے تو برسے
زبان بے خودی کے ترجماں ہیں — نہیں آگاہ ہم عیب و ہنر سے

مسافر ہفت خوان عاشقی کے　　ہزاروں بار گزرے بحر و بر سے
خدا کا شکر کر قابل کہ حق نے
بھرا دامن ترا علم و ہنر سے

○

ہو جیسے روشنی کی کرن تیرگی کے ساتھ　　یوں بستہ لب ہیں غنچے گلوں کی ہنسی کے ساتھ
ہم چاہتے ہیں آپ کو جذب دلی کے ساتھ　　یہ ربط تو ہوا نہ تھا پہلے کسی کے ساتھ
ایک اک نفس پہ کرتا ہوں کیا کیا شمار زیست　　کانٹا قضا کا بھی ہے گل زندگی کے ساتھ
اس کو وہ التجائے دل و جاں سمجھ نہ لیں　　آنکھیں حضور دوست ہیں لیکن نمی کے ساتھ
ہر دم جو خاص ہم پہ جفاؤں کا ہے نزول　　ہے پیار انہیں ہمیں سے مگر برہمی کے ساتھ
ہرجائی کہدیا تو برا مانتے ہو کیوں　　تم ہو کسی کے ساتھ کبھی ہو کسی کے ساتھ
اے امتیاز ہوش و خرد دور مجھ سے دور　　دل نے کہا ہے یاد انھیں بے خودی کے ساتھ
میں عجز آشنا ہوں تو بندہ ہی رکھ مجھے　　طرُہ خدائی کا نہ لگا بندگی کے ساتھ
دیکھا ترا جمال تو کیونکر اڑیں نہ ہوش　　ہے رخصت خرد بھی ضرور آگہی کے ساتھ
قابل مری نگاہ میں وہ راز عشق ہے
جو بات کہہ سکیں نہ کبھی ہم کسی کے ساتھ

○

ان کے حضور اپنا ذرا حال زار دیکھ　　اے دل نگاہ شوق کا اڑتا غبار دیکھ
اس جان جاں کی دید کی ہے آرزو اگر　　اے چشم شوق دل کی طرف بار بار دیکھ
میں انکی راہ دیکھ کے گزرا ہوں جان سے　　اب تو بھی میری راہ شب انتظار دیکھ

دل خاک ہو کے چاند بنا ہے بشوقِ دید
کس درجہ اوج پر ہے ترا خاکسار دیکھ

چھنتے ہیں چشمِ ساقیِ کوثر سے غم کے جام
ہے اوج پر مقدر بادہ گسار دیکھ

اس چاند سی جبیں پہ ہیں زلفوں کے پیچ و خم
نورِ سحر پہ غلبہ شب ہائے تار دیکھ

راس آئیں گی نہ حسن کو وعدہ خلافیاں
اب ہو نہ جائے عشق بھی بے اعتبار دیکھ

اے شیخ تیرے زہد و تقدس بجا مگر
کس کی طرف ہے رحمتِ پروردگار دیکھ

کیا اعتمادِ رحمتِ حق کی نہیں دلیل
ذوقِ گناہ اے مرے آموزگار دیکھ

سیدھا ہے زلفِ ناز سے سولی کا راستہ
دیکھا رسن کا خواب تو تعبیرِ دار دیکھ

ہوتے ہیں کج ادا ترے تیرِ ادا کے وار
نیچی نگاہ سے بھی تو دل ہے فگار دیکھ

اے ہونے والے اپنی خطاؤں پہ شرمسار
پیہم نزولِ رحمتِ پروردگار دیکھ

قابلؔ خودی میں جاں سے گزرنا نہیں ہے خوب
ہو جائے بے خودی نہ کہیں ہوشیار دیکھ

○

اس نے رندوں کو اذنِ عام دیا
جس نے اک ایک گل کو جام دیا

ہم کو مارا غمِ حیات نے خود
موت کو ناحق اتہام دیا

گلستاں میں بہار آتے ہی
کس نے ہاتھوں میں گل کے جام دیا

عرش والے نے آسمانوں کو
کیسا تاروں بھرا نظام دیا

ایسا لگتا ہے جیسے اس نے وجود
ہم کو ازراہِ انتقام دیا

راہِ ہستی میں ہم نہ تھے تنہا
اس نے ساتھ ایک ایک گام دیا

اکھڑی سانسوں نے نزع کے ہنگام
جاتے جاتے ترا پیام دیا

قابلؔ اس بت کو پوج جس نے تجھے
عشوۂ قدرتِ کلام دیا

○

فلک پہ ڈوبتے تارو تمہارے ساتھ ہوں میں   شکست دل کے نظارو تمہارے ساتھ ہوں میں
غم فراق کے مارو تمہارے ساتھ ہوں میں   زمیں پہ چلتے مزارو تمہارے ساتھ ہوں میں
نظر نواز دیارو تمہارے ساتھ ہوں میں   تجلیات کی دھارو تمہارے ساتھ ہوں میں
صبا کے نرم اشارو تمہارے ساتھ ہوں میں   کسی کی زلف سنوارو تمہارے ساتھ ہوں میں

نہ چھوڑو مجھ کو کہ یارو تمہارے ساتھ ہوں میں
جہاں کہیں ہو پکارو تمہارے ساتھ ہوں میں

○

شکوہ سے فائدہ کیا اے دل ناداں ہو گا   سن کے وہ حال مرا اور پریشاں ہو گا
ہے مرے درد کی جانب سے ترے دل میں غبار   تجھ سے کیا خاک مرے درد کا درماں ہو گا
آپ کے عشق سے منسوب رہی ہے ہستی   آپ کا ہجر مری موت کا عنواں ہو گا
موت آئے گی تو پھر جینے کی ہو گی حسرت   زندگی ہو گی تو پھر موت کا ارماں ہو گا
تو نہ ہو گا تو تری یاد تو ہو گی دل میں   دل ہے مانوس محبت تو نہ ویراں ہو گا
عشق رگ رگ میں بسا ہے تو یقیں ہے دل کو   میرا شیرازۂ ہستی نہ پریشاں ہو گا

گود میں اپنی لئے پھرتا ہوں وحشت کا چمن
میرے دامن سے جدا اب نہ گریباں ہو گا

○

محبت تھی جنہیں اپنے چمن سے   وہ گزرے منزل دار و رسن سے
ہے سب کچھ تیری دو آنکھوں کا صدقہ   نہیں الفت غزالان ختن سے
گرفتار تنوع ہیں دل و چشم   کہ ہے دنیا کی زینت مرد و زن سے

نظر میں مصر کا بازار ہو کیوں — کہ ہم فردوس لائے ہیں عدن سے
تم اپنے چاند سورج کی خبر لو — جہاں بیزار ہے ان کے چلن سے

مجھے پیاری ہے ارض پاک قائل
نہ بدلوں خلد بھی اپنے وطن سے

○

تاابد پھولے پھلے یارب گلستان نظر — بھر دیا پھولوں سے کس نے میرا دامان نظر
تیری آنکھوں کے تصدق تیری نظروں کے نثار — تو ہے تو تیری تمنائیں ہیں ایمان نظر
آپ کا شوق نظارہ آپ کا ارمان دید — تھا کبھی دل کی کہانی اب ہے عنوان نظر
ہیں وہ آنکھوں میں تو اپنی جان بھی آنکھوں میں ہے — یوں ہے ایک اک سانس کے ہاتھوں میں دامان نظر

آپ ہی دیجئے دل قائل کو کچھ جلووں کی بھیک
آپ شاہ قلب و جاں ہیں آپ سلطان نظر

○

قضا کا در کھلا گر غم کا سدباب ہوا — سکوں نصیب ہوا بھی تو اضطراب ہوا
نگاہ ناز نے کی اک مجھی پہ مشق ستم — کرم مجھی پہ ترا بے حد و حساب ہوا
دل ایک خار بیابان عشق تھا لیکن — نظر کے کانٹے میں تل کر تری گلاب ہوا
جو ان کے درد جدائی سے ساز کر نہ سکا — ہلاک جام و مے و نغمہ و رباب ہوا
سجائی خلوت عرش بریں خدا نے تری — کہ جبرئیل امیں بھی نہ ہمرکاب ہوا

تصورات دل و دیدہ کا نیا عنواں
وہی شباب جو قائل خیال و خواب ہوا

○

دل کے اک قطرہ کو بحر بیکراں پاتا ہوں میں   اپنی ہی موج تخیل میں بہا جاتا ہوں میں
بیخودی تو خود ہے عرفان حقیقت کا شعور   ہوش جاتے ہیں تو سمجھو ہوش میں آتا ہوں میں
ہو رضا تیری تو سو جاں سے جہنم بھی قبول   تو نہیں راضی تو جنت کو بھی ٹھکراتا ہوں میں
کیسی توصیف تجلی کیا بیان حسن و عشق   اپنا منظور نظر ہوں اپنے گن گاتا ہوں میں
ایک میری بیخودی سے ہے یہ نظم ہست و بود   اب سنبھل جائیں دو عالم ہوش میں آتا ہوں میں
جانے کس رہ میں ہوا گم رہزن قلب و نظر   لوٹنے والے کی حسرت میں لٹا جاتا ہوں میں

ہیں نہاں ہر شعر میں سوز دل و جاں کے شرر
لوگ کہتے ہیں کہ قاتل پھول برساتا ہوں میں

○

دل کی دھڑکن ایک اک سینے میں بن جاتا ہوں میں   یوں تڑپتا ہوں کہ دو عالم کو تڑپاتا ہوں میں
وہ ترا عہد ازل ہو یا قیامت کی ہو بات   ہے فقط اپنی کہانی جس کو دہراتا ہوں میں
صبح و شام اڑتی ہے پیہم رنگ و بوئے گل کی خاک   گلستاں میں بھی بیاباں کی ہوا پاتا ہوں میں
دل کے ذوق کفر کی ایماں فروزی کیلئے   آپ کی اک بے کھنچی تصویر بن جاتا ہوں
ہو نہ ہو پردے میں دریائے فنا ہے موجزن   کیوں سراب زندگی میں ڈوبتا جاتا ہوں میں
زندگی سے عشق کس کو ہے فنا کا ڈر کسے   دو کھلونے ہیں کہ جن سے دل کو بہلاتا ہوں میں

عشق کیف مستقل ہے عشق ہے لطف دوام
ابتداء ہی میں سرور انتہا پاتا ہوں میں

○

تجلی کی آئینہ سامانیاں ہیں   مقدر نگاہوں کا حیرانیاں ہیں
محبت کی دشوار آسانیاں ہیں   پریشانیاں سی پریشانیاں ہیں

شب ہجر یہ اشک سامانیاں ہیں   کہ آنکھوں کے دامن میں طغیانیاں ہیں
مرے واسطے ہے یہ آئینہ بندی   مرے واسطے جلوہ سامانیاں ہیں
بپا ایک طوفاں ہوا رحمتوں میں   پشیمانیاں پھر پشیمانیاں ہیں
طلوع سحر ہو کہ رنگ شفق ہو   یہ سب میرے دل کی گریبانیاں ہیں
انھیں کیا سمجھتے کہ خود کو نہ سمجھے   ہمہ جہل اپنی ہمہ دانیاں ہیں
خطاؤں پہ رحمت کو پیار آرہا ہے   نگاہوں کی معصوم نادانیاں ہیں

ہوئے اپنی ہستی سے مایوس قابل
یہ کیا جیتے جی فاتحہ خوانیاں ہیں

○

خطاؤں کا حاصل پشیمانیاں ہیں   کرم کی ترے یہ بھی ارزانیاں ہیں
کوئی دست وحشت کو روکے تو کیونکر   کہ دامن کی قسمت گریبانیاں ہیں
ہوا چور چور آئینہ دل کا پھر بھی   کسی کی وہی جلوہ سامانیاں ہیں
جنوں کی تجلی ہے شام و سحر میں   محیط دو عالم گریبانیاں ہیں
دیئے شعر و نغمہ کے ہرسو ہیں روشن   سخن سنجیاں ہیں سخن دانیاں ہیں
کہاں انجم و مہر و مہ لالہ و گل   ہر اک سو نظر کی نگہبانیاں ہیں

یونہی ان کا غم دل کو بہلا رہا ہے
شب ہجر قابل غزل خوانیاں ہیں

○

تیغ براں ہیں وہ ابرو ترے عشوے کی قسم   نرگس ناز ہے قاتل ترے غمزے کی قسم
منہ نہ کالا ہو شب غم کا تو میرا ذمہ   میں نے کھائی ہے ترے چاند سے چہرے کی قسم

شام فرقت کی سیاہی کو مٹانے کیلئے / چشم مشتاق نے کھائی ترے جلوے کی قسم
رنگ اپنے رخ نازک کا جمانے کیلئے / گل نے کھائی ہے بڑے شوق سے سبزے کی قسم
دل پہ رکھ لیتا ہوں ہاتھ ان کی تسلی کیلئے / وہ سمجھتے ہیں کہ میں کھاتا ہوں کعبے کی قسم
زلف شب گوں کی قسم سے جو تسلی نہ ہوئی / حق نے کھائی تیرے خورشید سے چہرے کی قسم

کیا ہوا کھائیں جو قاتل نے بتوں کی قسمیں
اپنے اللہ نے بھی کھائی ہے بندے کی قسم

○

سوز غم فراق کی قیمت گھٹائے کون / دل بہہ سکے تو آنکھوں سے آنسو بہائے کون
خورشید سے ضیاء مہ و انجم کی ماند ہے / تم دل میں ہو تو میری نظر میں سمائے کون
حوروں کی لوریاں ہوں جنہیں صور حشر بھی / ان خفتگان صبح ازل کو جگائے کون
آتی ہے کس کے رونے کی پچھلے پہر صدا / کرتا ہے تیرے کوچے میں یہ ہائے ہائے کون
تو کس کی آرزو ہے تو کس کی امید ہے / تو خود ہی بھول جائے تو تجھ کو بتائے کون
تیرے خدنگ ناز کو ہے کس کے دل پہ ناز / ہے تیری چشم جور میں میرے سوائے کون
بن کے جو نقش پا ترے کوچے میں بیٹھ جائے / اس خاکسار عشق و وفا کو اٹھائے کون
کیوں بیخودی عشق نہو بے نیاز خضر / بھٹکے جو جان کر اسے رستے پہ لائے کون

اک دل تھا خضر راہ جسے لے اڑی نظر
آداب عشق اب مجھے قاتل سکھائے کون

○

ان کے کوچہ میں جو گیا ہو گا — کوئی ہم سا ہی سر پھرا ہو گا
عقل کے تو فریب دیکھ لے — عشق جُل دے گیا تو کیا ہو گا
داور حشر بچ بتا ترا حشر — وہ نہ آئے تو کیا بپا ہو گا
ہم نے دو دن ہی جی کے دیکھ لیا — خضر کو کیسا غم لگا ہو گا
یوں جو صحرا میں خاک اڑتی ہے — گل چمن میں کوئی کھلا ہو گا
عمر فانی تری بقا کے طفیل — خضر بیچارہ مر گیا ہو گا

اپنی محفل سجایئے قابل
آپ کے بعد جانے کیا ہو گا

○

ہے یہ میری کہ ستمگر تری رسوائی ہے — ایک دنیا ترے بسمل کی تماشائی ہے
ملک الموت سے اس بت کی شناسائی ہے — مرنے والوں کو کہاں موت بھی راس آئی ہے
ہم پہ زیبا نہیں دنیا طلبی کا الزام — ہم خود آئے نہیں دنیا میں قضا لائی ہے
اپنے مرنے کی ادا پر ہوں میں سو جاں سے نثار — جان دی ہے تو یہ دولت مجھے ہاتھ آئی ہے

آنکھیں وا تھیں تو تصور تھا ترا دید کا کھیل
بند کی ہیں تو وہ تصویر نظر آئی ہے

○

اک جاوداں حیات بھی بخشی قضا کے ساتھ — اس بت نے مجھ کو قتل کیا کس ادا کے ساتھ
ہے یہ بھی آرزو مرے دل کی دعا کے ساتھ — جب بھی اٹھاؤں ہاتھ اٹھیں التجا کے ساتھ
آپ ابتدا کے ساتھ ہیں یا انتہا کے ساتھ — عزم مکالمہ ہے یہ دل کا خدا کے ساتھ

اللہ تو ہے آج بھی ہر بے نوا کے ساتھ بندوں کا دل ہی صاف نہیں ہے خدا کے ساتھ

ہیں کبریا کہ ساتھ کہ کبر و ریا کے ساتھ
ہم فیصلہ کریں یہ خلوص و وفا کے ساتھ

○

برج چشم شوق میں آکر چاند جو وہ گہہ جاتا ہے
اپنا سا منہ لے کر دل کا آئینہ رہ جاتا ہے

آکر پلکوں تک جو آنسو ہجر کی شب بہہ جاتا ہے
خون دل کی ایک کہانی تاروں سے کہہ جاتا ہے

لب اپنے ساکت ہوکر بھی رہتے نہیں بے صوت وصدا
چپ ہوتے ہی مرنے والا قصہ غم کہہ جاتا ہے

منزل حیرت تک کب پہنچا دیکھنے والا صورت کا
طالب دید ان کے جلوؤں کی موجوں میں بہہ جاتا ہے

موت آتے ہی شاہ و گدا کی تعریفیں مٹ جاتی ہیں
جادۂ عالم گیر قضا پر یکساں کہہ ومہ جاتا ہے

جب تک پہلو میں ہے میرے مضطر ہے بیتاب بھی ہے
دل خوش ہو کر اس کی گلی میں ایک اک غم سہہ جاتا ہے

اس کی لے میں ساز نہیں ہے اس کی نوا میں سوز سہی
قابلؔ اپنے دل کی کہانی غزلوں میں کہہ جاتا ہے

○

تیری زلفوں سے جو باندھا تھا وہ پیاں ٹوٹا
کفر سے کب کا مرے رشتہ ایماں ٹوٹا

کیا یہی سانس ہے وہ جس پہ ہے ہستی کا مدار
ایک کانٹا سا سر تار رگ جاں ٹوٹا

اہل دنیا نے کہا کس کی جواں مرگی پر
شاخ ہستی سے یہ کیسا گل خنداں ٹوٹا

دل کے زخموں کی تجلی ہے سر کاہکشاں
ہونہو کوئی مرا تار گریباں ٹوٹا

تو نے کیا پھیری زباں عالم ہستی بدلا
آئے کس طرح قیامت ترا پیاں ٹوٹا

ملک و جن ہی نہیں ہنستے ہیں حیوان و طیور
آج انسانوں سے یوں رشتہ انساں ٹوٹا

حال بیمار پہ حیرت ہے مسیحا کو بھی
خندۂ زخم کو دیکھا تو نمک داں ٹوٹا

چرخ کے ہوش اڑادیں گے اسیر الفت
ایک نالہ ہی سے قفل درزنداں ٹوٹا

آپ کو عشق ہوا آپ کو معلوم نہیں
اک ستارہ سا یہ کیسا سرمژگاں ٹوٹا

اس نے جب بھی کوئی دل توڑنے والی کی بات
ٹانکا زخموں کا درون دل سوزاں ٹوٹا

کھل گیا رندوں پہ سب راز شکست ساغر
ٹوٹا ساقی ترا پیانہ کہ پیاں ٹوٹا

گرا اس بت کے حضور آنکھوں سے یوں اشک فراق
چرخ سے جیسے کوئی نجم درخشاں ٹوٹا

تو نے ہر عہد وفا توڑ کے توڑا مرا دل
رشتہ الفت کا نہ غیروں سے مری جاں ٹوٹا

سینہ سے آئی وہ آواز شکست دل زار
میری بلقیس ترا تخت سلیماں ٹوٹا

یوں چمن والوں کا وحشت نے اڑایا ہے مذاق
ایک اک کانٹا بطرز گل خنداں ٹوٹا

نزع کی ہچکی نے بیمار کو بخشی نئی زیست
دل نے یہ سمجھا کہ قفل در زنداں ٹوٹا

آپ نے لاکھ چھپانے کی سعی کی لیکن
حضرت شیخ کا ساغر تہہ داماں ٹوٹا

آج تک بات سمجھ میں نہیں آئی اپنی
ہم سے وہ ٹوٹے تو کیوں ربط تن و جاں ٹوٹا

زندگی اپنی رواداری میں گزری قابل
ہم سے چھوٹا کوئی کافر نہ مسلماں ٹوٹا

کیا سنیں گے وہ میرے غم کی بات　　کیا کہوں اپنی چشم نم کی بات
ہم نے اس شوخ دلربا کے حضور　　بہت آنسو بہائے کم کی بات
حشر اٹھے گا قیامت آئے گی　　اور کیا ہو گی شام غم کی بات
زیست سے موت کا ہے فصل ہی کیا　　ہے فقط ایک دو قدم کی بات
میری قسمت کی بن گئی گردش　　تیری زلفوں کے پیچ و خم کی بات
اپنے جام سفال کے آگے　　ہیچ ہے ہیچ جام جم کی بات

ذکر قابل پہ ہاتھ مل کے کہا
ہائے اس مرد محتشم کی بات

○

جو شمع جلے گی وہ بہ تعمیل جلے گی　　پروانوں کو کرتی ہوئی تحلیل جلے گی
ایک ایک نظر شمع کی تمثیل جلے گی　　اے جلوۂ پنہاں تری قندیل جلے گی
آہوں سے شب ہجر کا منہ ہوتا ہے کالا　　کی میں نے اگر ذوق کی تکمیل جلے گی
پانی میں نہ یوں آگ لگا مشق تصور　　آنسو جو بہے گا مری تخئیل جلے گی
ان کی نگہ غیض کا پاتے ہی اشارہ　　آنکھوں میں مری اشکوں کی قندیل جلے گی
وہ موت حیات ابدی کی جو ہے داعی　　ہوتے ہی فنا کی مری تکمیل جلے گی
قاصد نے جو اللہ کی آواز سنادی　　دنیا تہہ آوازۂ جبریل جلے گی
آئینہ دل میں جو نظر آئی وہ صورت　　ایک ایک نظر پاتے ہی تشکیل جلے گی
پونچھو گے مرے اشک تو لو دے گا مرا دل　　تم شمع بجھاؤ گے تو قندیل جلے گی
بجھتی نہیں ہر آگ بجھانے سے کسی کے　　دی آتش الفت کو اگر ڈھیل جلے گی

ارباب ادب جب بھی سجائیں گے کوئی بزم
قابل کے کمالات کی قندیل جلے گی

○

جو شمع لحد بھی مری بالیں پہ جلے گی — وہ دیکھ کے مجھ کو کف افسوس ملے گی
جو دیکھے اسے صبح کی امید نہ رکھے — ہے ہجر کی شب دن تو نہیں ہے کہ ڈھلے گی
بھولے سے قدم تو نے اگر خاک پہ رکھا — دنیا ترے تلوؤں سے جبیں اپنی ملے گی
ان سے دل مضطر جو رکھی وصل کی امید — خود تیری تمنا تری صورت سے جلے گی
اے عرش نفس تو جو زمیں پر نہیں اترا — یہ چشم طلب چاند کی صورت میں ڈھلے گی
پروانہ کے بعد اس کے مقدر میں لکھا ہے — ٹھنڈی بھی ہوئی شمع تو دن رات جلے گی

تربت میں بھی روشن دل پر داغ ہے قابل
یہ شمع محبت کی ہے تا حشر جلے گی

○

ہر نفس پر اپنے مالک کی رضا درکار ہے — بندہ بننے کو بھی توفیق خدا درکار ہے
ان کی رحمت کو کہیں حرف دعا درکار ہے — مانگنے والو شعور التجا درکار ہے
ان سے کہہ دو جن کو خالق کی رضا درکار ہے — صرف شوق اتباع مصطفیٰ درکار ہے
تو مجھے طول نفس سے کر نہ محشر آشنا — مدعا کیسا شکست مدعا درکار ہے
اشک آنکھوں میں زباں پر آہ لب پر سسکیاں — اب ترے بیمار فرقت کو دعا درکار ہے
ایک مشت خاک ہے پہنائے عالم پر محیط — آدمی کو وسعت ارض و سما درکار ہے
میکدہ پر اس لئے ہے ابر رحمت کا نزول — میکشوں کے سر چھپانے کو ردا درکار ہے
اندمال زخم ہائے شام فرقت کے لئے — صبح کے رنگین آنچل کی ہوا درکار ہے
اس گلی میں شہرت دیوانگی کے واسطے — ہر قدم پہ لغزش پا کی ادا درکار ہے

کیوں نہو دل کا مقدر عشق ظالم کی خلش
قابل اس کانٹے کو چشم آبلہ درکار ہے

○

جس طرح پھولوں کے کھلنے کو صبا درکار ہے
زخم دل کو ان کے دامن کی ہوا درکار ہے

ڈوبنے والے کو اک موج بلا درکار ہے
ناخدا کے غرق کرنے کو خدا درکار ہے

جلوۂ رحمت کو دستور خطا درکار ہے
رہزنی کو بھی شعور رہ نما درکار ہے

عجز کو آغوش ناز کبریا درکار ہے
میری آگاہی کو عرفان خدا درکار ہے

دل کی جانب اک نظر تو ہو قیامت ہی سہی
اس ازل کے آئینے کو پھر جلا درکار ہے

عالم ہستی میں کُن کی ہوں صدائے بازگشت
میری خاموشی سمجھنے کو نوا درکار ہے

عشق کی راہوں میں حائل ہیں ترے دیر و حرم
آج دونوں مرحلوں کا جائزہ درکار ہے

ان کے پردے سے ہے شوق بے حجابی آشکار
ان حیاداروں کو عرفان حیا درکار ہے

حشر کو ہے جلوۂ حسن ازل کا انتظار
انتہا کو سادگی کی ابتدا درکار ہے

○

ایک ضبط مدعا کا حوصلہ درکار ہے
خامشی جو ساز دل کی ہو صدا درکار ہے

دہر میں احیائے دیں کو اور کیا درکار ہے
صرف اک عزم شہید کربلا درکار ہے

رہنمایان خردمند آخر انساں ہی تو ہیں
ناخدایان جہاں کو بھی خدا درکار ہے

معرفت انجام فطرت کی ہے کس کے بس کی بات
انتہا کے واسطے بھی ابتدا درکار ہے

ملحدوں کو کس طرح عرفان ہو اللہ کا
بہر توفیق تعارف بھی خدا درکار ہے

چارہ سازوں کو بھی امید شفا باقی نہیں
اب مریض درد فرقت کو دعا درکار ہے

جس میں حیدر کی شجاعت عدل ہو فاروق کا
آج ملّت کو اک ایسا رہنما درکار ہے

اب ترے خار مغیلاں میں وہ رنگینی نہیں
مجھ کو اے دشت جنوں اک سرپھرا درکار ہے

دل کی دھڑکن دے رہی ہے رخصت دل کا پتہ
آئینہ گر کو پھر اپنا آئینہ درکار ہے

دل پہ شام غم ہے طغیاں حوادث کا ہجوم   ہائے وہ کشتی کہ جس کو ناخدا درکار ہے

ساز ہے نغموں سے پُر مضراب گویائی نہیں
کیا کہیں قابل کسی سے ہم کو کیا درکار ہے

○

مر کے اندوہ میں کمی تو ہوئی   موت داروئے زندگی تو ہوئی
شکر ہے جور میں کمی تو ہوئی   آپ کو قدر آدمی تو ہوئی
شب غم آنسوؤں کو روتا ہوں   ان چراغوں میں روشنی تو ہوئی
ہجر کا داغ بھی غنیمت ہے   خانہ دل میں روشنی تو ہوئی

ہے وفا طرفہ تر ستم قابل
دشمنوں سے بھی دوستی تو ہوئی

○

ہم ذمہ دار ہوش نہ ہاتھوں سے جائے تو   ہے جلوہ گاہ ناز یہاں کوئی آئے تو
دیوانہ ازل مرے قابو میں آئے تو   سمجھوں میں دل کو دل مجھے خاطر میں لائے تو
پھر دل کا اضطراب بنے نبض کائنات   نظروں سے دشمن خرد و ہوش جائے تو
پھر کس طرح کسی کو جنوں پر ہو اختیار   وحشت کے تیر کوئی نظر سے چلائے تو
پردہ میں حسن واہمہ حسن ہے فقط   میری نگاہ شوق سے نظریں ملائے تو
محرومی نظر پہ ہو دل جان سے نثار   دوری کی راہ سے وہ مرے پاس آئے تو
میں مان لوں کہ حسن کو پاس وفا نہیں   دست خیال سے کوئی دامن چھڑائے تو
آب بقا نہو مرے حق میں تو کیجئے قتل   ہاتھوں سے جام زہر وہ مجھ کو پلائے تو

زمہ مرا جو دل کو نہو درد کی تلاش   کوئی قسم کسی کی محبت میں کھائے تو
مانا کہ اپنی زیست نہیں معتبر مگر
وہ روح بن کے قالب ہستی میں آئے تو

○

یہ حسن و الفت کی جلوہ کاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
حکایت چشم و دل ہے ساری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
دل و نظر کا خمار کیا ہے یہ جیت کیا ہے یہ ہار کیا ہے
ہے کیفیت سی جنوں کی طاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
نہ خواب ہی میں ہمارے آئیں نہ پاس اپنے ہمیں بلائیں
نہ کیوں ہوں ہم زندگی سے عاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
نہیں ہے آسان دل لگانا ہے جیتے جی زندگی سے جانا
نہیں کوئی کھیل غم سے یاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
نہ غنچہ و گل نہ ماہ و انجم نہ بحر و بر ہیں نہ دشت و گلشن
فقط نظر کی طلسم کاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
یہ رحمتوں کا نزول کیا ہے یہ مغفرت کا اصول کیا ہے
سبیل بخشش گناہ گاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
نہ علم غیبی پہ لائی ایماں بنی نہ کافر کبھی مسلماں
یہ عقل ناداں کی جہل کاری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
نقاب ان کی حجاب ان کا طلسم ہے کامیاب ان کا
نظر نظر کی ہے پردہ داری الہٰی توبہ الہٰی توبہ
یہ ان کے قابل کا حال توبہ ہے مست جام وصال توبہ
پڑی ہے وہ خوئے بادہ خواری الہٰی توبہ الہٰی توبہ

○

ذرا زخم دل کے ہوں چارہ گر ذرا ذکر شاہ ہُدا کریں
یہ عجیب قسم کے دوست ہیں کہ دوا کریں نہ دعا کریں

مجھے تجربہ ہوا بس یہی کہ طریق عشق ہے بندگی
وہ کہا کریں میں سنا کروں میں سنا کروں وہ کہا کریں

نہ دوا کی ان سے طلب مجھے نہ دعا کا ان سے ہے آسرا
فقط ان کے دامن ناز کی مجھے چارہ ساز ہوا کریں

ہمیں کیا خبر کہ نماز عشق ادا ہوئی کہ قضا ہوئی
جو نہاں جبیں میں ازل سے ہے وہی ایک سجدہ ادا کریں

جنہیں کارسازی حق کا کچھ نہ یقین ہے نہ ہے آسرا
وہی قابل اپنی حیات میں یہی سوچتے ہیں کہ کیا کریں

○

وہ اٹھی نرگس مستانہ وہ گردش میں جام آیا
بحمداللہ میرے نام ساقی کا پیام آیا

مسافر بن گئے راہ جنوں کے عقل سے گزرے
تو کچھ اپنی سمجھ میں تیری قدرت کا نظام آیا

جگایا مطرب محشر نوا نے ہم کو یہ کہہ کر
اٹھو اے بیخودان دید اب وقت قیام آیا

ہماری پستیوں کو رفعتوں نے یوں کئے سجدے
ہوئے ہم خاک میں پنہاں تو وہ بالائے بام آیا

دل بے مقدرت کو ان کا آئینہ بنا بیٹھے
شعور انتظام آیا نہ طرز اہتمام آیا

میں تنہا تو نہیں آیا عدم سے منزل جاں تک
رفیق زندگی بن کر کوئی ایک ایک گام آیا

یہ کیسی شام فرقت ہے کہ ان آنکھوں میں ہیں آنسو
جہاں ہے حسن عین عشق قابل وہ مقام آیا

○

اب حجابات من و تو بھی اٹھا دے ساقی — اپنی نظروں سے مئے عشق پلا دے ساقی
تیری فیاضی کی اللہ جزا دے ساقی — شیخ آئے ہیں تو ان کو بھی پلا دے ساقی
نگہ غیظ بھی تخصیص نظر کر پیدا — اس طرح دیکھ کہ تلخی بھی مزا دے ساقی
ہو کے بیخود ترے قدموں پہ نہ کیوں سر رکھ دے — جام جس کو نگہ ہوش ربا دے ساقی
دل کو خود رفتگی عشق نہ کیوں راس آئے — ہر نفس جب ترے دامن کی ہوا دے ساقی
چشم مشتاق نے جو صبح ازل دیکھی تھی — وہی صورت مجھے ایکبار دکھا دے ساقی

قابل اس برہمن حسن پہ صدقے دل و جاں
میں اٹھوں بزم سے اور مجھ کو صدا دے ساقی

○

اعمال دو جہاں سر محشر سمیٹ لیں — بس ہو تو ہم گناہوں کے دفتر سمیٹ لیں
تیغیں نیام میں کریں خنجر سمیٹ لیں — بگڑے ہوئے جبیں کے وہ تیور سمیٹ لیں
کہتے ہیں عشق میں ہے اگر کھیل بندگی — سجدہ گزار در کے مرے سر سمیٹ لیں
یہ کہہ کے اس نے گریۂ فرقت پہ طنز کی — دامان عشق کے دُرّ و گوہر سمیٹ لیں

اے کربلا کی خاک جب اوڑھیں ترا لباس
حق کے خزانے کیوں نہ بہتر سمیٹ لیں

○

ستارے بھی جو شام غم نہ ہوں گے — ہمارے داغ دل کچھ کم نہ ہوں گے
رہیں گے یوں ہی صبح و شام ہستی — تری کوشش سے بیش و کم نہ ہوں گے
نہ ہو گے تم تو کیا یہ دیدۂ شوق — جدائی کے سبب پرنم نہ ہوں گے

تصور آخرت کا جاں گسل ہے — دو عالم ہوں گے لیکن ہم نہ ہوں گے
رہیں گے دیدۂ فرقت میں آنسو — ہلاک حسرت شبنم نہ ہوں گے
قسم جام سفال عاشقی کی — کہ ہم مشتاق جام جم نہ ہوں گے

ہمیں پر ناز قابل حسن کو ہے
نہ ہو گا عشق جس دن ہم نہ ہوں گے

جو وہ ہماری طرف چشم فتنہ جو کرتے — نظر کے تار سے ہم زخم دل رفو کرتے
جو دل کا آئینہ ہم اپنے روبرو کرتے — تو بن کے آپ کی تصویر گفتگو کرتے
تڑپ کے جان حزیں چوم لیتی دست ناز — وہ اپنی تیغ تو نزد رگ گلو کرتے
شگفتگی کا جو انجام انہیں نظر آتا — تو گل نہ کھل کے تمنائے رنگ و بو کرتے

نگاہ مست کا رخ پاتے ہم اگر قابل
تو اپنے دیدہ و دل ساغر و سبو کرتے

دنیائے بے ثبات میں نقش وفا کہاں — ہر شخص آشنا ہے مگر آشنا کہاں
ہم اور وہ ہیں داور محشر کے روبرو — صبح ازل کے بعد ہوا سامنا کہاں
وہ اولیں نگاہ پیام قضا بنی — دیکھیں اس ابتدا کی ہو اب انتہا کہاں
حسن مجاز نکلا قیامت کا دلفریب — ہوتا ہے چور چور ترا آئینہ کہاں

قابل بتوں کو دیجئے خدا کا نہ واسطہ
کافر اداؤں کو بھلا خوف خدا کہاں

مبتلا شک میں رقیب اپنے اسی سے ہو گئے دیکھتے ہی مجھ کو تم کیوں اجنبی سے ہو گئے
وہ محبت تھی کہ تھا جادو بھری نظروں کا سحر تو نے دیکھا اور ہم تیرے خوشی سے ہو گئے
شیخ صاحب کو بھی تو ان سے نہیں امید خیر اس زمانے میں ملک بھی آدمی سے ہو گئے
لے کے وحشت کا سہارا ہاؤ ہُو کرنے لگے تنگ دیوانے جب اپنی بیخودی سے ہو گئے
تیرا کوچہ گر نہیں ہے خلد راہ خلد ہے بارہا جنت میں ہم تیری گلی سے ہو گئے
حسن کی ہے کارفرمائی نہ جلووَں کا کمال ہم گرفتار محبت سادگی سے ہو گئے

جام و صہبا نغمہ وَنے سب سے ہے کیوں دل اچاٹ
کس کے غم میں حضرت قابل ولی سے ہو گئے

○

یہ سرد آہیں یہ اشک باری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
ہوئی ہے کیا زندگی ہماری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
فلک کے مسجود بھی ہوئے ہم پسند معبود بھی ہوئے ہم
فنا سے پائی نہ رستگاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
ہے مجھ پہ احسان لطف باری کہ راس آئی گناہگاری
یہ جوش رحمت یہ شرمساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
یہ صورت بنگلہ دیش کیا ہے یہ نوش کے بدلے نیش کیا ہے
کہ نخل ممنوع ہیں بہاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
تراشے جام اپنی آب و گل سے بنائی مے اپنے خون دل سے
شب فراق اس طرح گزاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
ہے رنگ گل کو دوام مجھ سے نوائے بلبل ہے عام مجھ سے
مقام میرا ہے صد ہزاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

ہو جس جگہ کفر جلوہ آرا جہاں ہو الحاد کا نظارا
مجھے وہ دنیا نہیں ہے پیاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
کیا جو غمگین چشم تر کو جلا عطا کی مری نظر کو
کی شام فرقت نے سرمہ کاری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
کیا ہے الفت میں نام قابل پیا شہادت کا جام قابل
تمام ہستی وفا پہ واری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

○

پہلو میں دلربا ہے تو آپے میں ہم نہیں   شام وصال بھی شب فرقت سے کم نہیں
صد شکر بے وفائی سے ہم متہم نہیں   اس پر بھی تم خفا ہو تو پھر ہم کو غم نہیں
حسن و وفا نہیں ہیں کہ رنج و الم نہیں   کچھ عاقبت کا حال بھی دنیا سے کم نہیں
دور فلک سے بھی ہمیں توفیق رم نہیں   اس راہ میں بھی کیا تری زلفوں کے خم نہیں
کچھ کم ہے یہ کہ کاٹ دی ہم نے شب فراق   جینا ترے بغیر بھی مرنے سے کم نہیں
کس دن نہیں ہمیں ترے کوچے کی آرزو   کس روز دل کا سرتری چوکھٹ پہ خم نہیں

جینا برائے عشق ہے مرنا بھی بہرعشق
قابل مری نظر میں غم بیش و کم نہیں

○

نغمات حسن و عشق میں وہ زیر و بم نہیں   پہلے سے تم نہیں ہو کہ اگلے سے ہم نہیں
اس بیخودی میں بھی تو محبت کا ہوش ہے   دنیا سے بے نیاز سہی تم سے ہم نہیں
آئینہ نگاہ کے قربان جائیے   وہ اس میں جلوہ گر ہیں تو نظروں میں ہم نہیں
مر کر تجھے نہ پایا تو پھر کیا کریں گے ہم   منزل ہے لاکھوں کوس قدم دو قدم نہیں

تخصیص جور بھی تو وفا کی دلیل ہے　　ہم پر ہی گر ستم ہیں تو گویا ستم نہیں

قابل غم ان کے چاہنے والوں کا ہے نصیب
ہے بدنصیب جس کے مقدر میں غم نہیں

○

وہ جب سے صورت گلفام دیکھی　　سحر دیکھی نہ ہم نے شام دیکھی
نہ دیکھی ہم نے دنیا میں کوئی شے　　مگر آرزدۂ انجام دیکھی
نہ تھے ہمدم تو کیوں ان کی تجلی　　رہ فرقت میں بھی ہرگام دیکھی
تری آنکھوں کی جنبش یاد آئی　　جو ہم نے گردش ایام دیکھی
کبھی کی وادی خیبر میں منزل　　کبھی کابل کی صبح و شام دیکھی
کبھی کی گلشن چترال کی سیر　　کبھی جنت سرکالام دیکھی
کبھی بنگال کی جانب جو گزرے　　عجب اک کشور گلفام دیکھی
سواد ہند پر جب بھی نظر کی　　مسرت کشتۂ آلام دیکھی
ہوئے آزاد تو تقدیر ملت　　اسیر مجلس اقوام دیکھی
خوشی کا پیش خیمہ اس کو جانا　　جو ہم نے صورت آلام دیکھی

قیامت کی سحر دیکھیں گے قابل
کہ ہم نے اک بلا کی شام دیکھی

○

چاند ستارے پھول اور کانٹے سب یہ فنا کے ہیں اسباب
عمر کی راتیں بیتیں ہزاروں دیکھا لیکن ایک ہی خواب
مرنے کا ہے ہم کو یارا اور نہ جینے کی ہے تاب
جیتے جی گر جان سے گزریں بحرفنا ہے پھر پایاب

ایک اک سانس کی آمد و شد سے کھل گیا ہم پر اپنا حال
دل کی دھڑکن کا ہے اشارہ جاں ہے نکلنے کو بیتاب
کس کے ملنے کی ہے تمنا کس کے وصل کی ہے یہ تڑپ
سینے میں یوں دل ہے مضطر جیسے ہو ماہی بے آب
ہر دم اپنی ذات کا نغمہ سنتے ہیں ہم کان لگائے
ایک اک سانس ہے اپنی دھن میں ساز ہستی کو مضراب
ہست و عدم یا حشر و ازل قائل ہیں اپنے سب ممنون
ہم نے رخ ہستی کو نکھارا ہم نے بخشی اجل کو آب

○

چرخ تک اڑ کے گئی خاک کے وہ پر نکلے — ذرہ ذرہ سے کئی مہر منور نکلے
چشم فرقت ترے نادار تو نگر نکلے — جن کو سب اشک سمجھ لیتے تھے گوہر نکلے
آپ کا غم ہے مری روح و روان ہستی — جیتے جی دل سے یہ کانٹا مرے کیونکر نکلے
ہدف جور ہمیں ٹھہرے تو پھر دل ہے شاد — تیرے انداز ستم لطف کے مظہر نکلے
اپنی تقدیر بنی خلد بریں بھی دوزخ — ان کی پیشانی کے بل اپنا مقدر نکلے
تربت کشتۂ فرقت پہ جو برسائے پھول — قہر سے بڑھ کے ترے لطف ستمگر نکلے

پاکبازی زہدا کی ہو کہ رندوں کا چلن
ہم ہر اک راہ میں منصور و مظفر نکلے

○

نظروں سے عزت رسن و دار گر نہ جائے — اقرار حق سے رفعت انکار گر نہ جائے
اے دل کہیں رقیب کا پندار گر نہ جائے — ہے گل کی آنکھ میں جو وہی خار گر نہ جائے

نظروں کی کشمکش میں دل زار گر نہ جائے　　ان کے حضور شیشہ انوار گر نہ جائے
سر اپنا رکھ بلند سردار گر نہ جائے　　منصور عشق جرات اظہار گر نہ جائے
رخ پر وہ موئے کا کُل طرّار گر نہ جائے　　کعبہ پہ کفر کی کہیں دیوار گر نہ جائے

قابل تری بلندی گفتار گر نہ جائے
پرگوئی سے لطافت اشعار گر نہ جائے

○

تیری نظر سے دل نگہ یار گر نہ جائے　　دیوار زلزلے میں ہے معمار گر نہ جائے
آئینہ ہے علامت اظہار گر نہ جائے　　یوں دیکھئے کہ پر تو رخسار گر نہ جائے
اے پیکر جمال نہ چل بے رخی کی چال　　تیرے عمل سے عظمت کردار گر نہ جائے
اچھی نہیں یہ حجت عرض وصال بھی　　دل کا بھرم بہ شدت اصرار گر نہ جائے
رکھتا ہے دوش ناز پہ ہاتھ اس لئے فقط　　راہ جنون میں آپ کا میخوار گر نہ جائے
بیشک رخ حضور کی تابش ہے چاند میں　　رکھا ہے آئینہ سر دیوار گر نہ جائے

سبحہ بدست ہے بت کافر کے روبرو
قابل کے دوش سے کہیں زنّار گر نہ جائے

○

از سرنو کیجئے پھر دارورسن آراستہ　　ہم بڑھے ہیں باندھ کر سر سے کفن آراستہ
زندگی آرائش جاں ہے نہ تن آراستہ　　ساری دنیا ہے فریب مادمن آراستہ
کس کی خاطر ہے وہ شمع شعلہ تن آراستہ　　جس نے پروانوں کو پہنایا کفن آراستہ
برگ و بر آراستہ سر و سمن آراستہ　　اس گل خوبی سے ہے سارا چمن آراستہ
ان کے جلوؤں سے گلستاں کیا ہے بن آراستہ　　دیکھنے والو کرو ہر موئے تن آراستہ

تھی ہمیں سے وادی گنگ و جمن آراستہ   اب کہاں ہجرت نصیبوں کا وطن آراستہ
ہے فنا کے شوق میں ہر موئے تن آراستہ   جان و دل ہی کیا کہ ہے سارا بدن آراستہ
لالہ و گل کے چمن والو ہے صحرا میں بہار   اس کے جلوؤں نے کئے دشت و دمن آراستہ
اللہ اللہ ایک اک مرغ چمن کا شوق گل   بلبلیں کیسی کہ ہیں زاغ و زغن آراستہ
آپ نظروں سے ذرا رخ تو کریں دل کی طرف   میرے سینے میں بھی ہے اک انجمن آراستہ

ہاں بقول داغ قابل کوئی اتنا بھی نہیں
آپ کے دم سے ہے بزم علم و فن آراستہ

اپنی تقدیر میں محال کہاں   ہم کہاں اور ترا وصال کہاں
یوں ہے دیوانگی مزاج وفا   عشق کو خوئے اعتدال کہاں
موت ہے دید حشر کی تمہید   ان کا بیمار غم نڈھال کہاں
ابتداء سے ہے انتہا کی طلب   قلب مانوس اعتدال کہاں

دل کے پیچھے پڑا ہے غم قابل
سر سے اپنے ٹلا وبال کہاں

ہزار لب پہ سخن اضطراب میں آئے   مگر نہ شک تری الفت کے باب میں آئے
جناب شیخ نے کعبہ میں جو گناہ کئے   وہ جرم بھی مری فرد حساب میں آئے
میں دیکھ کر مہ و انجم خیال کرتا ہوں   وہ پائے ناز جو ان کی رکاب میں آئے
نگاہ بھر کے جو وہ چاند کی طرف دیکھیں   تو بال آئینہ ماہتاب میں آئے

خدا کرے وہی حوریں ہوں خلد میں قابل
جو ماہ وش مرے دور شباب میں آئے

انداز دل کو ان کی پشیمانیوں کا ہے   یہ سب کیا دھرا مری قربانیوں کا ہے
انجم کہاں ہیں ذرے ہیں دشت فراق کے   یہ نقش عشق تیری جہاں بانیوں کا ہے
کیوں آپ ذکر رخ کے تصور میں چڑ گئے   قصہ تو مہر و ماہ کی تابانیوں کا ہے
ہر دم ترا خیال ہے ہر لحظہ تیری یاد   مشکل سنبھالنا ہمیں آسانیوں کا ہے
اے ارض کعبہ اپنی عمارت پہ ناز کر   اللہ کے لب پہ نام ترے بانیوں کا ہے
سلجھاتے ہیں جو پیچ و خم زلف ناز سے   ان کو خیال عشق کے زندانیوں کا ہے

جس میں کبھی تھی آپ کی تصویر جلوہ گر
وہ دل فقط اب آئینہ حیرانیوں کا ہے

یاد ماضی سے برپا ہیں شام و سحر دیدہ و دل میں اب زلزلے دوستو
آپ کی مشفقانہ نصیحت بجا غم کشی کے کہاں حوصلے دوستو
یہ ستارے نہیں سینہ چرخ پر سوز فرقت سے ہیں آبلے دوستو
پائے ناز اس سے جو مس ہوئے تھے کبھی ہے یہ حسرت ملیں پھر گلے دوستو
آگ پانی میں بھی تو لگا سکتے ہیں عشق کے منچلے دل جلے دوستو
ان سے کہدو جو آغوش شبنم کے ہیں گلشن رنگ و بو میں پلے دوستو
ہم پہ روشن ہے تصویر ہست و عدم زندگی کی مسرت نہ مرنے کا غم
وہ ازل ہو ابد ہو کہ حشر و قضا عشق کے ہیں بہت مرحلے دوستو
ہم نے ہی زندہ کیں حسن کی شوخیاں ہم سے قائم ہوئیں عشق کی گرمیاں
ہو وہ باغ وفا کہ جفا کا چمن ہم سے ہی دونوں پھولے پھلے دوستو
کس کے اپنے ہیں کس کے یگانے ہوئے ذکر اخلاص و الفت فسانے ہوئے
کس سے اب دل لگائیں زمانے میں ہم ہم اکیلے جہاں میں بھلے دوستو
جس نہ الفت کے قابل نہو کوئی دل جس میں غم سے ہو ایک ایک جاں مضمحل
بزم آرا رہیں آپ ہم تو مگر ایسی دنیائے دوں سے چلے دوستو

تیر و پیکاں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے
دشمن جاں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

مجھ سے میرے قلب مضطر میری چشم شوق سے
تم گریزاں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

آسمان بدگمانی و جفا و جور کے
مہر تاباں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

میری الفت میری حسرت اور میرے شوق کی
کشت ویراں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

خرمن ایمان و جان و چشم و قلب زار پر
برق افشاں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

اپنے قابل کو بھلا کر دشمن و اغیار سے
محو پیماں ہو مگر پھر بھی محبت تم سے ہے

نغمہ پیدا ہوا تھا حق کا ساز
ہم ہیں اک بازگشت کی آواز

اب ہے ہمدم کوئی نہ ہے ہمراز
عشق سے دوستی کا ہے آغاز

جس سے ہو وحی کا دریچہ باز
اے مری فکر پھر وہی پرواز

دل محزوں پہ جانے کیا بیتی
ایک اک سانس ہے خروش انداز

مجھ کو شاید بلا رہا ہے کوئی
دل کی جانب سے آتی ہے آواز

دام فکر و نظر کے ہیں پھندے
کوئی افسانہ ہے نہ کوئی راز

حسن کو اعتماد ہو ہی گیا
صبر الفت ہو تیری عمر دراز

رہرو ہے منزل کے پاس
جب سے ہیں وہ دل کے پاس

ہے جو تمنا دل کے پاس
تیغ سی ہے بسمل کے پاس

حسن خود آراء تیرے لئے
آئینہ ہے ہر دل کے پاس

پروانوں کا دیکھا ہجوم ہر شمع محفل کے پاس
آنکھوں میں اشکوں کا ہجوم طوفاں ہے ساحل کے پاس
اے غم جاناں تیرے سوا رکھا کیا ہے دل کے پاس
دشت میں ہے لیلیٰ تنہا قیس نہیں محمل کے پاس

اب تو فرقت کی شب بھی
ہوتے ہیں وہ قابل کے پاس

○

جب سے ان کی نگاہ میں ہم ہیں ہر سپید و سیاہ میں ہم ہیں
شب ظلمت پناہ میں ہم ہیں زلف کی بارگاہ میں ہم ہیں
جب سے اس بت کی چاہ میں ہم ہیں اک قیامت کی راہ میں ہم ہیں
دام شام و پگاہ میں ہم ہیں زندگی تیری راہ میں ہم ہیں
سن دل نالہ کش وہ کہتے ہیں تیری ایک اک کراہ میں ہم ہیں
عشق کی بارگاہ میں تم ہو حسن کی جلوہ گاہ میں ہم ہیں
واعظ خوش بیاں کو ہو مژدہ خدمت دیں پناہ میں ہم ہیں

خسرو جان و دل ہے وہ قابل
جس کے خیل و سپاہ میں ہم ہیں

○

جب سے خطروں کی راہ میں ہم ہیں منزلوں کی پناہ میں ہم ہیں
رنج و راحت سے دل ہے بیگانہ آہ میں ہیں، نہ واہ میں ہم ہیں
خود پہ اپنا گماں کہ تجھ پہ یقیں مبتلا اشتباہ میں ہم ہیں

جب سے ہیں ان کی دید کے مشتاق نگہ مہر و ماہ میں ہم ہیں
کیسے اپنے مقام کا ہو شعور مبتلا حرص جاہ میں ہم ہیں
غنچہ و گل تو پھر ہیں غنچہ و گل گلستاں کی گیاہ میں ہم ہیں
دور اے خوف حشر و فکر حیات ان کے غم کی پناہ میں ہم ہیں
یوں جو ہر آن ہے نیا عالم کیا کسی کارگاہ میں ہم ہیں

دائرے میں فقیروں کے قابل
خلوت بادشاہ میں ہم ہیں

○

ہوئے پامال قلب و جسم و جاں تک کہاں تک اے غم جاناں کہاں تک
بیاباں تک نہ صحن گلستان تک وہ جلوہ ہے قفس سے آشیاں تک
فراق و وصل کے قصے ہیں کیا چیز سنی دل نے حدیث دلبراں تک
کیا یوں عرفانی کا نظارا ہوا ہم کو نہ ہونے کا گماں تک
ہوا جب بھی دل دیوانہ ہمراہ تو منزل اڑ کے پہنچی کارواں تک
گلے شکوے کے بھی پہلو نکالیں نہیں محدود عشق آہ و فغاں تک

میں نازاں خوش نصیبی پر ہوں قابل
ہے قسمت میں نصیب دشمناں تک

○

جب سے ہوئی ہے اشک سے چشم شب فراق نم دیدہ اشتیاق کو ہے ترا انتظار کم
حور و بہشت و خلد ادھر بتکدہ و صنم ادھر ہیں ترے جلوؤں کے اسیر دونوں جہان بیش و کم
تجھ سے مرے وجود کا فاصلہ کچھ زیادہ ہے منزل حسن یک نفس منزل عشق دو قدم

جم گئی حسن پر نظر مٹ گیا فرق خیر و شر　　صدقے نگاہ عشق کے تیرا ستم بھی ہے کرم
دونوں جہاں ہیں نقش پا حور و ملک ہیں چیز کیا
قابل ازل کے دن سے ہیں دیدہ حق میں محترم

○

دل میں رہ رہ کے ابھرتی ہے تمنا کیسی　　ہے نگاہوں میں حسیں عشق کی دنیا کیسی
عاقبت کی جو نہیں فکر تو جینا ہے حرام　　لوگ دنیا کو لئے پھرتے ہیں دنیا کیسی
آپ نے سر جو مرا پائے مبارک سے چھوا　　بن گئی میری جبیں نقش کف پا کیسی
حسن پنہاں کا ہوا چرخ کی جانب سے نزول　　ساری دنیا بنی آغوش تمنا کیسی
ناخدا ہم نے سفینہ جو خدا پر چھوڑا　　بن گئی موج طلاطم بھی کنارا کیسی
آنکھ اٹھا کر مژۂ ناز کے انداز تو دیکھ
دل قابل کے مقابل ہیں صف آرا کیسی

○

کس حسن کے ہیں آئینہ برادر شام و صبح　　حاصل ہے ہم کو دولت انوار شام و صبح
ہے گرم ان کے جلوؤں کا بازار شام و صبح　　یوں بن گئے ہیں نقش بہ دیوار شام و صبح
ہے پتہ پتہ مائل گفتار شام و صبح　　کھلتے ہیں باغ حسن کے اسرار شام صبح
لکھی ہیں چشم شوق کی قسمت میں حیرتیں　　یوں ان کے زلف و رخ کا ہے اظہار شام و صبح
ہر لمحہ ہے عطیۂ قدرت برائے زیست　　بے سود روز و شب ہیں نہ بیکار شام و صبح
میں انقلاب زیست کے رخ پھیرتا نہیں　　کیوں ہو گئے گلے کا مرے ہار شام و صبح
ہر روز قابل آپ کو ہے کس کا انتظار
سجتے ہیں کس لئے در و دیوار شام و صبح

○

رہا اک سجدۂ شوق اپنا ایسا تہہ نشیں ہو کر
کہ ان کا سنگ در بھی رہ گیا اپنی جبیں ہو کر

سہارا مل گیا دل کو محبت کا یقیں ہو کر
مری نظروں میں ہیں وہ شوق سے گزریں کہیں ہو کر

مراد دیدہ و دل سے بھرے گا کس طرح جھولی
وہ دامن رہ گیا تقدیر سے جو آستیں ہو کر

کسی کی کم نگاہی کج ادائی اک قیامت ہے
ہوا ہے اور بھی سفّاک ظالم نازنیں ہو کر

یہ انداز حجاب اچھا ہے یہ ناز شباب اچھا
رہے تم دور نظروں سے مرے دل کے قریں ہو کر

نگاہ بے وفا کا التفات ناز کیا کہیئے
اتر جاتا ہے دل میں زہر کیسا انگبیں ہو کر

حریفان ادب پر اپنے ترس آئے نہ کیوں قابل
کوئی پوچھے کہ پایا آپ نے کیا نکتہ چیں ہو کر

○

بدلا بدلا ہے حسن کا انداز
اے غم عشق تیری عمر دراز

زندگی بھی قضا کا ہے اعجاز
کوئی سمجھے گا کیا طلسم مجاز

چشم نیگوں میں اشک بھر آئے
دیکھا دل کی شکست کا انداز

رگ جاں سے قریب ہے کوئی
دل سے آتی نہیں ہے اب آواز

ہم قفس میں بھی ہیں تو کیا غم ہے
تا گلستاں ہے فکر کی پرواز

بگڑا بگڑا ہے ساز جان و دل
اپنے انجام کا ہے یہ آغاز

دل نہ سمجھے تو قابل اس کا قصور
عشق ہے ایک جست حرص و آز

○

گل فردوس کہلایا گیا ہوں — مگر مٹی میں ملوایا گیا ہوں
جب ان قدموں سے ٹھکرایا گیا ہوں — سر عرش بریں پایا گیا ہوں
ترا دیوانہ کہلایا گیا ہوں — خرد مندوں میں ٹھہرایا گیا ہوں
یہ کن جلوؤں میں الجھایا گیا ہوں — جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں
دل یکدانۂ الفت کی خاطر — نظر کے دام میں لایا گیا ہوں
وہی ہے چشمہ آب بقا بھی — میں جس دریا میں نہلایا گیا ہوں
وہ تیری زلف شبگوں کہکشاں ہے — میں جس کے دام میں لایا گیا ہوں
ہے حسن خالقیت میرا جلوہ — میں گو تخلیق فرمایا گیا ہوں
ملے ہیں موت و ہستی دو کھلونے — بڑی مشکل سے بہلایا گیا ہوں
تری محفل میں غیروں نے لیا درس — نہ بیٹھا ہوں نہ اٹھوایا گیا ہوں
یہ کیا مسند نشین ہوش ہو کر — ترا دیوانہ ٹھہرایا گیا ہوں
تری نظروں سے بن کر ابر جلوہ — دل و دیدہ پہ برسایا گیا ہوں
جہنم در گریباں خلد برکف — صف محشر میں یوں لایا گیا ہوں

ندیم خاص حق ہو کر بھی قابل
بتوں کا ہم نشیں پایا گیا ہوں

اب جو بھی اپنا راہ محبت میں حال ہو — تم جنت نظر ہو بہشت خیال ہو
نظروں کا تبصرہ کہ ہو آئینہ جمال — دل کا یہ تجربہ کہ محبت خصال ہو
آنکھوں کے گوشے سے جو ہوئی ہے نظر طلوع — جس شاخ پر یہ پھول کھلے وہ نہال ہو
نظریں طواف میں ہیں رخ کعبہ ساز کے — تیرے حضور سجدہ کی کیونکر مجال ہو
وہ زیست کیا دلائے گی غم سے ہمیں نجات — جو خود اسیر روز و شب و ماہ و سال ہو

اے کاش یوں ہو سلسلہ گفتگو دراز　　ان کے ہر اک جواب سے پیدا سوال ہو

ہے اس کی تیرگی میں بھی اس زلف کی جھلک
قابل نہ شامِ ہجر ہی صبحِ وصال ہو

○

چھیڑا دلِ مضطر نے پھر حسن کا افسانہ　　دیوانے کی باتیں کیا دیوانہ ہے دیوانہ
اب دل ہے ہدف تیرا اے جلوۂ جانانہ　　اک برقِ مسلسل کی زد میں ہے یہ کاشانہ
ہے راز نہاں لیکن دنیا کی زباں پر ہے　　قصہ تری نظروں کا دل کا مرے افسانہ
ایک اک بت خود آرا کرتا ہے طوافِ دل　　اس کعبہ پہ نازاں ہے دنیائے صنم خانہ
اے شیخِ حرم تم نے جنت میں جو دیکھا تھا　　اس خوابِ محبت کی تعبیر ہے بت خانہ
فردوس بداماں ہے دوزخ بگریباں ہے　　محشر میں خراماں ہے یوں آپ کا دیوانہ

سرشاری الفت ہے تقدیر مری قابل
جب تک مئے ہستی کا گردش میں ہے پیمانہ

○

ترے دردِ عشق کی کیفیت کہ یہ سوز ہے نہ یہ ساز ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کروں کہ غمِ فراق پہ ناز ہے
میں یہ بات مان لوں کس طرح کہ حیاتِ خضر دراز ہے
نہ حقیقتوں کا ہے کچھ پتہ نہ نشانِ نقشِ مجاز ہے
تری راہ زاہدِ حق نوا ہے مرے طریق سے کچھ جدا
جو تری نظر میں ہے غزنوی وہ مری نظر میں ایاز ہے
ہوا زندگی سے بھی آشنا کیا قطع موت کا مرحلہ
یہ قیامت آج بھی ہے بپا تری بات راز تھی راز ہے

ترا عشق مثلِ جنوں بھی ہے مرے دل میں سوز دروں بھی ہے
مگر اضطرار کو کیا کروں، رہ اشتیاق دراز ہے

نہیں دور منزل قلب و جاں اسی دھن میں راہرو ہے رواں
ابھی سرمہ دیدۂ شوق کا وہی خاک راہ حجاز ہے

یہ لطافت غم عشق ہے کہ فراق ہمدم عشق ہے
جسے دل نے غیر سمجھ لیا وہ جمال آئینہ ساز ہے

نہ نشان قابل زار کا نہ پتہ ہے اس کے مزار کا
وہ جو عمر بھر ترا راز تھا پس مرگ بھی ترا راز ہے

○

ازل سے تاقیامت ہے مسلسل داستاں میری — محیط ہر دو عالم ہے مگر عمر رواں میری
زمیں ہے ضبط غم میرا فلک شرح فغاں میری — مرتب کر رہے ہیں دونوں عالم داستاں میری
فنا سے دل لگا بیٹھی ہے عمر رائیگاں میری — ازل سے راہ تکتی ہے حیات جاوداں میری
میرا سوز غم دل جھوم کر جب مسکراتا ہے — تو موج برق بن جاتی ہے شاخ آشیاں میری
وہ خضر راہ ہوں جس کی قیادت نقش منزل ہے — بلائیں لیتا ہے ایک اک قدم پر کارواں میری
نہیں محتاج اظہار محبت لفظ و معنی کا — مرتب ہو گئی آہ و فغاں سے داستاں میری
مری وحشت نجانے دشت میں کیا گل کھلائے گی — کہ رہ صحرا میں تکتی ہے بہار گلستاں میری

ازل سے میری خاطر گوش بر آواز تھا کوئی
دم آخر نے قابل ختم کر دی داستاں میری

○

جب سے خاک کوچہ جاناں مری آنکھوں میں ہے — جان آنکھوں میں ہے میری زندگی آنکھوں میں ہے
کیسی تصویر بتاں آذری آنکھوں میں ہے — نقش کعبہ کی سی ساری دلکشی آنکھوں میں ہے

جب سے دیکھا ہے نظر بھر کر کسی کا آستاں
بیخودی آنکھوں میں روح بندگی آنکھوں میں ہے
میں نے چاہا نرگس میگوں پہ ان کا تبصرہ
بولے تیرے دل کا ذوق میکشی آنکھوں میں ہے
دیکھے تھے اک ماہ رُو کے پھول سے عارض کبھی
آج تک پھولوں کا حسن تازگی آنکھوں میں ہے
تیرے باغ عشق کی ہے معتدل آب و ہوا
دل میں جتنا سوز ہے اتنی نمی آنکھوں میں ہے
تیری نظروں نے وہ تقسیم جنون و ہوش کی
آگہی دل میں مرے دیوانگی آنکھوں میں ہے
کس طرح مانوں نہیں شوخی کوئی مدنظر
کچھ تو ہے جو اس قدر سنجیدگی آنکھوں میں ہے
پڑ گئی ہے کیا کسی کی شام فرقت پر نظر
زلف شب گوں کی سی کیوں یہ تیرگی آنکھوں میں ہے
کچھ نہیں کہتے مگر دل کا اڑاتے ہیں مذاق
بردباری گو لبوں پر ہے ہنسی آنکھوں میں ہے

جو دل مہجور کی بیداریوں کی ہے کفیل
ایسی اک کیفیت خوابیدگی آنکھوں میں ہے

○

ساقی کی چشم مست ادا سے پلا شراب
ہر ہر نگاہ شوق کے لب کی صدا شراب
اے شیخ کب حرام ہوئی ہے بتا شراب
کیا تیرے خلد کی نہیں آب و ہوا شراب
کرتی ہے غفلتوں میں اگر مبتلا شراب
دیتی ہے ہوش کا بھی تو ہم کو پتا شراب
رندوں پہ کھل گیا در فردوس حسن و ناز
جب سے ہوئی جہان میں جلوہ نما شراب
جنت کی چیز مانگ رہے ہیں تو عذر کیا
برسا دے اپنے رندوں پہ اے کبریا شراب

یوں راس آئی کیفیت انتظار کیا
قابل جو ہر نفس شب فرقت بنا شراب

○

شرح صفات آپ ہیں تفسیر ذات آپ — میرے لئے ہیں حاصل موت و حیات آپ
چشم خیال میں رہے فرقت کی رات آپ — میرے تصورات کی ہیں کائنات آپ
آغوش غیر میں نہ لگے چاندنی کو داغ — کب مانتے ہیں چاہنے والوں کی بات آپ
دل میں ہیں خیمہ زن تو ہیں آنکھوں کے بھی قریب — تانے ہوئے ہیں میری نظر کی قنات آپ
ڈر ہے ہلاک جلوہ نہ ہو جائے دل کہیں — ازراہ ناز کرتے نہیں التفات آپ

ہیں آپ ہی بہار گلستان قلب و جاں
اس باغ کے ہیں غنچہ و گل ڈال پات آپ

○

یہ گل یہ ثمر یہ شجر یہ ہوائیں — انہیں کے ہیں جلوے انہیں کی ادائیں
چمن میں چلیں اب کے ایسی ہوائیں — کہ دیوانے صحراؤں کو بھول جائیں
نہیں اپنا حصہ محبت میں کچھ بھی — انہیں کی وفا ہے انہیں کی جفائیں
مگر جرم الفت ہے دل جس پہ نازاں — ہوئیں یوں تو سرزد ہزاروں خطائیں
ہیں قبضہ میں ان کے دل و دیدہ و جاں — جسے چاہیں وہ انگلیوں پر نچائیں
جو بیگانہ مجھ سے دو عالم ہیں کیا غم — فقط آرزو ہے وہ اپنا بنائیں

ضرورت نہیں لب کشائی کی قائل
وہ سن لیتے ہیں روح کی التجائیں

○

دل کی دل سے جو بات ہوتی ہے — اس سے تازہ حیات ہوتی ہے
جاری رہتا ہے ورد ہست و عدم — ختم کب کائنات ہوتی ہے
دیدہ و دل کے ہوتے ہیں مہماں — نظروں نظروں میں بات ہوتی ہے

ہم سے ان کی صفات ہیں روشن	ہم سے تفسیر ذات ہوتی ہے
عشق کا غم اگر ہو حرز جاں	سب غموں سے نجات ہوتی ہے
میری ایک ایک آیت ہستی	شرح صد بینات ہوتی ہے
رخ نظر آئے وہ تو نکلے سحر	کھلیں گیسو تو رات ہوتی ہے
سچ تو یہ ہے کہ ایک دل کی جھلک	جلوۂ شش جہات ہوتی ہے
جان چاہے بدن سے ہو رخصت	ختم کب دل کی بات ہوتی ہے

بے رخی ہم سے حسن کی قابل
ازرہ التفات ہوتی ہے

○

حسرت وصل و ملال شب فرقت کے سوا	اور بھی غم ہیں جہاں میں غم الفت کے سوا
ہیچ ہر طاقت عالم تری قدرت کے سوا	حکمراں کوئی نہیں تیری مشیت کے سوا
عشق میں کوئی نہیں اپنا مصیبت کے سوا	دل میں باقی نہیں کچھ بھی تری حسرت کے سوا
کیوں نہ نازاں ہوں کہ اس پر بھی ہے تو دل کا رفیق	کچھ نہیں پاس مرے تیری محبت کے سوا
دل ہے جویائے سکوں اس کو نہیں یہ معلوم	انقلاب اور بھی ہیں موت و قیامت کے سوا
رہرو منزل جاناں کو بتا دے کوئی	امتحاں اور بھی ہیں عشق میں فرقت کے سوا
کچھ نہیں کام مگر عشق میں ہے یہ عالم	جیسے ہر شے ہو میسر ہمیں فرصت کے سوا
جیتے جی اہل وفا کو یہی کیا دیکھنا تھا	آج دنیا میں ہے ہر چیز محبت کے سوا

اپنی ہستی کی حقیقت میں بتادوں قابل
کچھ بھی تفسیر نہیں میری محبت کے سوا

○

کشتۂ غم ہیں چشم و دل دونوں ہجر میں ہیں جو مضمحل دونوں
دل پہ شوق ہو کہ چشم ناز سروگلشن ہیں پابگل دونوں
دیدہ و دل نے خوب روپ بھرا بن گئے ترے رخ کا تل دونوں
رخ قاتل کہ دیدۂ بسمل حشر میں دیکھے منفعل دونوں
غم شام فراق و حسرت وصل دل کو رکھتے ہیں مضمحل دونوں
رخ شام حیات و صبح حشر ہیں مری جاں کے متصل دونوں
سوز غم کی لگی ہے جب سے ہوا باد و آتش ہیں آب و گل دونوں
ان سے پوچھوں نہ چشم و دل کا حال بے خطا کیوں ہیں منفعل دونوں

زندگی ہو کہ موت ہو قاتل
رہ الفت میں ہیں مخل دونوں

○

ایثار ضبط عشق کی قیمت گھٹائے کون دل بہہ سکے تو آنکھوں سے آنسو بہائے کون
ان کو یہ شوق ہم سے نگاہیں ملائے کون دل کو یہ آرزو کہ ستم مجھ پہ ڈھائے کون
زد پہ نظر کو نازک مژگان کی لائے کون دل آزما سکے تو نگہ آزمائے کون
تیرے ہی کشتگان نظر نے کیا یہ کام کھا کھا کے زخم گل کی طرح مسکرائے کون
اب ان سے بے رخی کی شکایت فضول ہے دل ہی نہ ہو تو تیر نظر آزمائے کون
ان کی گلی بھی عرصۂ محشر سے کم نہیں جب تک نہ آئے موت وہاں آئے جائے کون
کس کی مجال عرصۂ محشر کا رخ کرے بزم ازل کے روٹھے ہوؤں کو منائے کون
جس میں نہ ہو خلوص نہ جس میں وفا کی بو غیروں کی طرح ایسی محبت جتائے کون
ہم ہوش باختہ سہی اتنی تو ہے خبر وہ ملتفت جو ہم پہ ہوئے تلملائے کون

بے سود ہم پہ ناصح مشفق کا ہے کرم   بھٹکے جو جان کر اسے رستے پہ لائے کون

قابل یہ آرزو لیے پھرتی ہے دربدر
میری کہی غزل اسے جا کر سنائے کون

○

مے چشم ساقی سے برسی جھوم اٹھا میخانہ بھی
وجد میں ہیں رندان سبوکش رقص میں ہے پیمانہ بھی

دل ہی ترا ہے عاشق صادق دل ہی ترا دیوانہ بھی
بت کدۂ اصنام نظر ہے ایک تجلی خانہ بھی

بن کے محبت کا سودائی خاک کیا چشم و جاں کو
دل کو یگانہ ہم سمجھتے تھے دل نکلا بیگانہ بھی

برق نظر کی زد میں آکر دل کو لگے سرخاب کے پر
جیسے عشق کا اجڑا گھر ہی حسن کا ہو کاشانہ بھی

تیری نگاہ ناز نے میرے قلب و نظر سے مل جل کر
شرح محبت کی کچھ ایسی راز بنا افسانہ بھی

آئینہ دار باطل و حق ہو جیسے محبت کی ہستی
دل میں اگر کعبہ ہے پنہاں آنکھ میں ہے بت خانہ بھی

تجزیہ حسن و الفت نے آب و گل کو نور کیا
قابل کو دانا کہتے ہیں قابل ہے دیوانہ بھی

○

حسن بھی عشق کا اک دیدۂ حیراں ہو جائے   دل مضطر کی حقیقت جو نمایاں ہو جائے
حاصل بندگی عشق یہ امکاں ہو جائے   جس کو مسجود بنالوں وہی یزداں ہو جائے

تیرے جلوؤں نے کیا وہ مرے دل کا عالم — آئینہ اپنی طرف دیکھے تو حیراں ہو جائے
ہے یہ امید شب غم غم جاناں تجھ سے — اشک یوں آنکھوں میں آئیں کہ چراغاں ہو جائے
ایک اک بت میں نظر آتا ہے حق کا جلوہ — سخت کافر ہے جو ایسے میں مسلماں ہو جائے
آبلہ پائی سے دشوار نہیں یہ اعجاز — پاؤں ہم دشت میں رکھ دیں تو گلستاں ہو جائے
آدمی ہی کو میسر نہیں انساں ہونا — ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہو جائے
دیکھ کر دل کی جسارت جو وہ شرما جائیں — ہر نظر ایک چراغ تہہ داماں ہو جائے
وہ تو یہ کہیئے کہ آدم نہیں آگاہ خودی — ورنہ اس بات کا امکاں ہے کہ یزداں ہو جائے
پرزے تیرے بھی اڑیں حشر میں اے شام فراق — تو بھی اللہ کرے میرا گریباں ہو جائے
ہم نے دنیائے محبت میں یہ عالم دیکھا — ہو خطا حسن کی اور عشق پشیماں ہو جائے
دن میں تارے نظر آجائیں تجھے بھی اے موت — ہم سفر تیری اگر عمر گریزاں ہو جائے
مشورہ دل کا ہے یہ عقدۂ ہستی کیلئے — اس کو دشوار ہی ہونا ہے تو آساں ہو جائے

دیکھ کر رحمت یزداں ہے تمنا قابل
وسعت عالم امکاں مرا داماں ہو جائے

○

ہے اپنی خانہ خرابی بھی اب اماں کی طرح — ہے موج برق ہمیں شاخ آشیاں کی طرح
ہو جیسے منزل جاناں ترے نشاں کی طرح — مری جبیں بھی ہے اب سنگ آستاں کی طرح
نہ کیوں حیات ہو اب مرگ ناگہاں کی طرح — کہ میرا طول نفس بھی ہے اک فغاں کی طرح
ترے یقیں کی طرح یا مرے گماں کی طرح — ہے دل کا راز نگاہوں کی داستاں کی طرح
نہیں ہے گردش شام و سحر ہی اک دشمن — زمیں بھی ہم کو ستاتی ہے آسماں کی طرح
ہو راز فاش دل و دیدہ پر تو کیونکر ہو — ہیں موت و زیست ترے امر کُن فکاں کی طرح
وفور ضبط محبت نے کیا کیا عالم — کہ لب سے بات نکلتی ہے اب فغاں کی طرح

صلوٰۃ عشق ادا کر رہے ہیں غنچہ و گل　　نوائے بلبل نالاں بھی ہے اذاں کی طرح

ہے قابل ان کی محبت جو روح فکر و نظر
تو پیری میں بھی ہے دل قلب نوجواں کی طرح

○

دل میں نہیں ہے سوز غم آنکھ میں اشک تر نہیں　　حسن نظارہ سوز کا کب کوئی پردہ در نہیں
غیروں کی سمت ہے نگاہ میری طرف نظر نہیں　　آپ کے التفات کے رخ سے میں بے خبر نہیں
گر نہیں سوز آرزو گر نہیں جذب جستجو　　مرغ قفس کے بال و پر کچھ بھی ہوں بال و پر نہیں
ذوق طلب کے باوجود تیرا نہیں ہے شوق دید　　دل مرا دل سہی مگر میری نظر نظر نہیں
آہ کہ عقل نامراد قلب و نظر کا ہے فساد　　دونوں جہاں کی ہے خبر اپنی مگر خبر نہیں
جب سے پڑی تری نظر زخموں کا دل بنا ہے گھر　　شاخ نہال عشق میں پھول تو ہیں ثمر نہیں
عزم سجود کی قسم فرق شہود کی قسم　　یا نہیں اب جبین شوق یا ترا سنگ در نہیں

شیشہ دل میں ہے مکیں بزم ازل کا نازنیں
اپنی ہی سمت اک نظر قابل ادھر ادھر نہیں

○

ابر رحمت کا ہے یہ طرز نزول　　جہاں کانٹے ہیں ہیں وہیں پر پھول
ایک اک بات ان کو دل کی قبول　　بے رخی حسن کا مگر ہے اصول
یوں ہے ان کی جفا پہ صدقے دل　　جیسے کچھ بھی نہ ہو وفا کا اصول
تو نے ہم سے کیا تھا عہد وصال　　یاد رکھنے کی بات کو تو نہ بھول
وہ جدا ہی ہوئے ہیں کب ہم سے　　سعی بے سود اور تلاش فضول

اے جفا جو مری وفا پہ یہ ناز — لب سے انکار ہے نظر سے قبول
بیشک آئے نہیں کہیں سے آپ — رخ روشن سے صاف کیجئے دھول
قیمت زندگی وصول ہوئی — اس نے آ کر چڑھائے قبر پہ پھول

ہیں گناہوں پہ اس طرح نازاں
جیسے قابل ہوں بندۂ مقبول

○

سکھایا جس نے یوں بیداد کرنا — نہ بھولے سے اسے تم یاد کرنا
لب گل سے ترا ارشاد کرنا — دل بلبل کا ہے برباد کرنا
اڑا کر خاک دل عظمت عطا کی — نہ آیا آپ کو بیداد کرنا
رکھا ہے گر قفس میں بلبلوں کو — نہ ان سے ذکر گل صیاد کرنا
تغافل ہو جفا ہو بے رخی ہو — دل ان کی ہر ادا پر صاد کرنا
نہ کرنا حسن کو آزردہ خاطر — نہ شکوہ اے دل ناشاد کرنا
یہ کس کی موت کا فتوی دیا ہے — لب نازک سے پھر ارشاد کرنا
یہ حسرت ہے دل ایذا طلب کی — کمی کیسی جفا ایزاد کرنا
اسیری پر کسی کی جان دینا — کسی کا قید سے آزاد کرنا

جو ہے پاس رضائے، دوست قابل
تو استقبال ہر افتاد کرنا

○

وہ ذرہ ذرہ کو منزل بنائے جاتے ہیں　　دل حزیں ترے پرزے اڑائے جاتے ہیں
اٹھا اٹھا کے جو پردے گرائے جاتے ہیں　　نگاہ شوق کی ہمت بڑھائے جاتے ہیں
نفس نفس پہ جو پہرے بٹھائے جاتے ہیں　　نظر سے چھپ کے وہ دل میں سمائے جاتے ہیں
پتہ وہ گمشدہ دل کا بتائے جاتے ہیں　　نظر چرائے ہوئے مسکرائے جاتے ہیں
رخ حسیں پہ جو تل ہیں تو کچھ خیال نہ کر　　کہ ماہتاب میں تو داغ پائے جاتے ہیں
اب آپ وحشت الفت کا اپنی رکھیں بھرم　　ہم اپنے ہوش کی دنیا میں آئے جاتے ہیں
نقاب رخ سے الٹ دے ذرا کہ دیوانے　　کشاں کشاں ترے نزدیک آئے جاتے ہیں
تو کیا کچھ اور بھی تشکیل عشق ہے باقی　　بنا بنا کے جو ہم کو مٹائے جاتے ہیں
ہیں کس کے چاند سے رخ کے خیال میں آنکھیں　　ستارے سے شب غم جھلملائے جاتے ہیں

یہی تو ہیں دل و دیدہ کے آشنا قاتل
جو جان بوجھ کے نظریں چرائے جاتے ہیں

○

جو ابروؤں کی کماں سے چلائے جاتے ہیں　　وہ تیر نظروں کے سب دل میں پائے جاتے ہیں
رہ وفا میں جو سب کچھ لٹائے جاتے ہیں　　کچھ ایسے لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں
گناہ عشق کی قیمت بڑھائے جاتے ہیں　　وہ بن کے ابر کرم ہم پہ چھائے جاتے ہیں
بڑے حسین ستم ہم پہ ڈھائے جاتے ہیں　　نگاہ شوق سے دل گدگدائے جاتے ہیں
میں دل چرانے کا الزام تو نہیں دیتا　　نگاہ پھیر کے کیوں مسکرائے جاتے ہیں
کہاں کے دیر و حرم تو ذرا نظر تو ملا　　یہ کفر و دیں ترے قدموں پہ آئے جاتے ہیں
شب تصور اس عالم میں آنکھ کھلتی ہے　　وہ میرے ہاتھ سے دامن چھڑائے جاتے ہیں

اسی نظر کا کرشمہ ہے بیخودی دل کی
کہ اس میں ہوش کے انداز پائے جاتے ہیں

وہ میرے شوق تجسس پہ چھائے جاتے ہیں
قدم بغیر طلب کب اٹھائے جاتے ہیں

مرے فراق میں آنسو بہے ہیں یہ کس کے
ستارے چاند کے دامن میں پائے جاتے ہیں

چمن کا حال دگر کر گئی یہ کس کی نظر
کہ گل پسینے میں اپنے نہائے جاتے ہیں

نہ ہو گا ہم سا بھی دیوانہ موت کا کوئی
قضا کو وقت سے پہلے بلائے جاتے ہیں

مری حیات کے ہیں یا مرے ثبات کے ہیں
جو نغمے تار اجل پر سنائے جاتے ہیں

تو کھنچتا جاتا ہے جتنا بھی دیدہ و دل سے
یہ اتنے ہی ترے نزدیک آئے جاتے ہیں

ہمارے شعر ہیں نغمات قلب و جاں قابل
کوئی سنے نہ سنے ہم سنائے جاتے ہیں

وہ جب بھی تیر نظر آزمائے جاتے ہیں
ہمیں کو اپنا نشانہ بنائے جاتے ہیں

وہ بے رخی کے جو جلوے دکھائے جاتے ہیں
سب التفات کے انداز پائے جاتے ہیں

چمن پہ ہے جو مرے گلعذار کا سایہ
حسد سے لالہ و گل خار کھائے جاتے ہیں

وہ ان کا عرصہ محشر ہو یا ہوں خلد و بہشت
حیات و موت ہی کے راگ گائے جاتے ہیں

یہ تابش مہ و انجم یہ جلوۂ خورشید
وہ صبح و شام ہمیں آزمائے جاتے ہیں

جمال صورت حیرت ہمیں دکھانے کو
تجلیات کے پردے گرائے جاتے ہیں

ضرور ان کی نظر نے لگائے ہیں چرکے
کہ بال آئینہ دل میں پائے جاتے ہیں

وہی خلش ہے طلب کی وہی تلاش کا سوز
نظر میں دل کے سے انداز پائے جاتے ہیں

لگا کے کیوں نہ رکھوں زخم عشق سینے سے
یہ پھول گلشن دل میں کھلائے جاتے ہیں

تری نگاہ سناں ہے نہ خنجر و شمشیر
لہو میں قلب و نظر کیوں نہائے جاتے ہیں

نہیں یہ آرزوئے دل کا مدعا قابل
تو کس لئے مرے نغمات گوئے جاتے ہیں

جو پتے پتے میں وہ مسکرائے جاتے ہیں　　گلوں کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں
نگاہ ناز خود آتی ہے دل کے لینے کو　　ہم ان کی بزم میں کب بے بلائے جاتے ہیں
جو خواب زندگی و موت کے اسیر رہے　　وہ خفتگان محبت جگائے جاتے ہیں
ہیں اپنے دیدہ و دل اس بقا کی منزل میں　　جہاں فنا کے قدم لڑکھڑائے جاتے ہیں
ادائے جور مسلسل کو ہم سمجھتے ہیں　　وہ اپنے روٹھے ہوؤں کو منائے جاتے ہیں
نہیں نظر سے تعلق نہیں جو دل سے لگاؤ　　تو کس لئے مرے خوابوں میں آئے جاتے ہیں

نہ مٹنے والوں کو راہ وفا کے وہ قابل
حیات و موت کے چرکے لگائے جاتے ہیں

○

آپ کی صورت جبیں اور مرا شباب عشق　　ایک ہے ماہتاب حسن ایک ہے آفتاب عشق
کس نے نگاہ شوق کو بخشا یہ ذوق تشنگی　　دیدہ و دل کے جام میں کس نے بھری شراب عشق
غمزۂ شرمسار کیا ترچھی نظر کا وار کیا　　شوق حجاب ہے اگر کیجیے سدباب عشق
کیوں نہ نظر فروز ہو کیوں نہ نظارہ سوز ہو　　ہے رخ ناز حسن کیا؟ جیسے کھلی کتاب عشق

گر نہیں وصل کی امید گر نہیں ان کا شوق دید
قابل زار ہجر میں آپ ہیں کامیاب عشق

○

ولولہ عشق کا ہے حسن کی رعنائی تک　　میں ہوں موجود ترے جلوۂ یکتائی تک
اب ہوئی دل کی رسائی تری یکتائی تک　　آنکھ کو غیر نظر آتی ہے بینائی تک
ضبط الفت میں ترے غم نے وہ رخنہ ڈالا　　میرے قبضہ میں نہیں میرے شکیبائی تک
میری محرومی قسمت کا یہ عالم توبہ　　مجھ سے بیزار ہے اب عالم تنہائی تک

آپ کو عشق کہاں ہے جو بھروسہ کیجئے　　دل سے رغبت ہے فقط آئینہ آرائی تک
پیچھے چھوڑ آیا ہوں میں کوچہ بدنامی کو　　اب مرا ساتھ نہ دے گی مری رسوائی تک
گر کے نظروں سے تری کون سنبھل سکتا ہے　　عظمت عشق ہے جلووں کی پذیرائی تک
جانے اب کونسے عالم میں ہوا اپنا گزر　　ڈھونڈتی پھرتی ہے مجھ کو شب تنہائی تک

ہے ترے حسن مکمل ہی کا پرتو قابل
اسکی ہستی ہے ترے نازخود آرائی تک

○

گردش افلاک کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ　　دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں بدل جاتے ہیں لوگ
اپنی ہستی سے بھی کچھ آگے نکل جاتے ہیں لوگ　　بات کرتے ہیں عجب پہلو بدل جاتے ہیں لوگ
کوئے الفت میں جو گر گر کر سنبھل جاتے ہیں لوگ　　ہو نہو نادیدہ اک طاقت کے بل جاتے ہیں لوگ
دیتے ہیں ہستی پہ جان اور موت کا بھرتے ہیں دم　　یعنی فطرت کے کھلونوں سے بہل جاتے ہیں لوگ
زندگی کی چاہ نے بزدل بنایا ہے انہیں　　یوں اجل کا نام سنتے ہی دہل جاتے ہیں لوگ
حق نے جب بخشا ہے ان کو امتیاز خوب و زشت　　اپنی بے جا بات پر بھی کیوں مچل جاتے ہیں لوگ

جاتے ہیں کب ہاتھ خالی اپنے خالق کے حضور
اپنے نیک و بد عمل کے لے کے پھل جاتے ہیں لوگ

○

کیسا زخم حیات کس کی اجل　　خول سے دل خیال کے تو نکل
گرنے والے رہ وفا میں سنبھل　　اہل دل ہے تو چال دیکھ کے چل
شیخ ہوں برہمن ہوں یا ہوں رند　　اپنی نیت کا پا رہے ہیں پھل
صبح و شام انتظار ہے کس کا　　قید غم سے رہائی آج نہ کل

پرسش حشر کا اسے کیا خوف　　جس کے دم کے ہیں ساتھ نیک عمل
چاند کا ہالہ بھی ہے کیسا حسیں　　جیسے اس رخ کے گرد زلف کا بل

چشم قابل میں شام غم کی نمود
جیسے مریم کی آنکھ کا کاجل

○

تو کمین دل و جاں ہے یہ پتا دیتے ہیں　　سانس بھی اب ترے دامن کی ہوا دیتے ہیں
راہ میں سنگ گراں ہو تو ہٹا دیتے ہیں　　دل کا کیا جرم ہے جس کی وہ سزا دیتے ہیں
کبھی سرشار محبت جو نہیں ہوتا دل　　چشم میگوں سے وہ اک جام پلا دیتے ہیں
ان کی رحمت کی ادائیں نہیں دیکھیں زاہد　　ان سے جو مانگئے وہ اس سے سوا دیتے ہیں
خشک آنکھوں میں بھی آنسو کہیں دیتے ہیں بہار　　دل میں ہو درد تو نالے بھی مزا دیتے ہیں
موت کی جس کو طلب ہو اسے ملتی ہے حیات　　زندگی کی ہو تمنا تو قضا دیتے ہیں

آستان شہ بلخیؒ کا گدا ہوں قابل
آج دیکھوں مرے آقا مجھے کیا دیتے ہیں

○

دل عمر بھر جلا کیا کیسی خوشی کے ساتھ　　وابستہ جیسے موت بھی ہو زندگی کے ساتھ
یہ تیری چشم مست کا شیدا ازل سے ہے　　دل ہے خودی کے ساتھ نہ ہے بیخودی کے ساتھ
تم آگئے تو زیست کا نقشہ بدل گیا　　درد اب بھی دل میں اٹھتا ہے لیکن کمی کے ساتھ
شبنم نے آکے اس کو دی انجام کی خبر　　آنکھوں میں گل کے اشک بھی آئے ہنسی کے ساتھ
ناز و ادائے حسن کا کھلتا نہیں ہے بھید　　سنجیدگی نظر میں ہے خندہ لبی کے ساتھ

صحبت میں دلبروں کی ہے قابل کا دل مگن
حضرت کو ہم نے دیکھا ہمیشہ کسی کے ساتھ

○

وہ سامنے نظروں کے ہیں آنکھوں سے نہاں بھی — فردوس تصور ہیں زمیں اور زماں بھی
بند آنکھیں ہیں لیکن رخ جاناں ہے نظر میں — بیداری سے بڑھ کر ہے مرا خواب گراں بھی
تم مجھ سے جدا ہو گے تو ہو جائے گی رخصت — تم دل میں مکیں ہو تو مرے پاس ہے جاں بھی
اس ذرۂ مہتاب کے دھوکے میں نہ آنا — منزل کا نشاں ہو کے ہے دل سنگ گراں بھی
ضبط غم الفت کے . . پہرے ہیں نفس پر — بیساختہ آتی نہیں ہونٹوں پہ فغاں بھی

انداز اودھ ہی نہیں ظالم تری تقدیر
قابل تری قسمت میں ہے دلّی کی زباں بھی

○

دل میرا اگر تیرا حرم ہے تو مجھے کیا — آئینہ دل میں جو صنم ہے تو مجھے کیا
گلزار محبت کا جو غم ہے تو مجھے کیا — پھولوں کی طرح آنکھ وہ نم ہے تو مجھے کیا
ہے تجھ سے غرض مجھ کو تری راہ سے کیا کام — منزل تری ایک اور قدم ہے تو مجھے کیا
واعظ ہے جدادیں سے مرا مسلک الفت — ہر در پہ جو سر آپ کا خم ہے تو مجھے کیا

دل ہے جو صنم خانۂ اصنام محبت
اللہ کا گھر باب حرم ہے تو مجھے کیا

○

دل بلبل کے غم کا کیا کہنا — پھول کی چشم نم کا کیا کہنا
ان کے شوق جفا کی بات ہی کیا — ان کے طرز ستم کا کیا کہنا
کلفت جان و دل کا ذکر فضول — خلش دم بدم کا کیا کہنا
فاصلہ صرف دو نفس کا ہے — راہ ہست و عدم کا کیا کہنا

شب معراج حسن ماہ و نجوم   ان کی خاک قدم کا کیا کہنا
زد میں جس کی ہیں چشم و دل قابل
جلوۂ بیش و کم کا کیا کہنا

○

لطف کے بدلے ستم پر اکتفا ہم نے کیا   دل کو راہ عشق میں درد آشنا ہم نے کیا
اللہ اللہ آپ سے ملنے کو دل کا اضطراب   پل میں طے ہست و عدم کا فاصلہ ہم نے کیا
ہر صنم کو آپ کا کلمہ پڑھا کر دم لیا   راہ عصیاں میں نظر کو پارسا ہم نے کیا
انتخاب عشق سے ذوق فنا تھا آشکار   غرق ہونا تھا جو ان کو ناخدا ہم نے کیا
موڑ کر معمورۂ ہستی خلا کی راہ میں
عقل کو دام فلک میں مبتلا ہم نے کیا

○

آئینہ دار لوح و قلم بن گئے ہیں آپ   میری نظر میں عرش امم بن گئے ہیں آپ
ہے جن کا جسم ناز سے در پردہ ربط و ضبط   ان آہوان دشت کا رم بن گئے ہیں آپ
انداز فکر شیخ و برہمن کا کیا علاج   نقش و نگار دیر و حرم بن گئے ہیں آپ
دیوانہ طلب کی سہولت کے واسطے   منزل خود ایک ایک قدم بن گئے ہیں آپ
اس کی نظر میں آپ ہیں جام جہاں نما
قابل کے حق میں ساغر جم بن گئے ہیں آپ

○

یہ بھی کچھ کم نہیں کمال حیات
موت کے لب پہ ہے سوال حیات
دل کو ہے اس قدر فنا سے ربط
جیسے ہو زندگی وبال حیات
زندہ اہل فنا بہشت میں ہیں
ہو مبارک یہ انتقال حیات
دشمن جاں ہے حافظہ اپنا
ہے پس مرگ انفعال حیات

ان کو جینے کی کیا خوشی قائل
جن کی نظروں میں ہو مآل حیات

○

ہوشیار اے نفس برق خرام
خامشی بھی ہے کسی کا پیغام
شب کے سناٹے پہ ہیں کان لگے
جیسے دل سنتا ہو ان کا پیغام
حرز جاں اب ہے فقط تیری یاد
نقش ہے لب پہ فقط تیرا نام
خیر و شر عقل و جنوں کا مسلک
حسن و الفت دل و دیدہ کا نظام

قصہ دل تو نہیں ہے قائل
آپ کے شعروں میں ہے کچھ ابہام

○

جن کو بھولنا چاہتے ہیں وہ افسانے یاد آتے ہیں
دشت محبت یاد آتے ہیں دیوانے یاد آتے ہیں
صبح وطن سے بڑھ کر شام غربت میں تھی تابانی
دیکھ کے بستیاں آج کی کل کے ویرانے یاد آتے ہیں
یوں تو کبھی اللہ کے گھر پر بھی اصنام کا تھا قبضہ
کعبہ دل کا دیکھ کے عالم بت خانے یاد آتے ہیں

بیخودی و سرمستی میں بھی پیش و پس سے ہیں آگاہ
سن کر دیوانوں کی باتیں فرزانے یاد آتے ہیں
یہ محرومیاں دیدہ و دل کی تنہائی کا یہ عالم
اپنوں کا تو ذکر ہی کیا ہے بیگانے یاد آتے ہیں

○

ابتدا ہی سے ترے عشق کی بن آئی ہے   میری قسمت کا نوشتہ مری رسوائی ہے
اللہ اللہ یہ انجام جبیں سائی ہے   میری تنہائی کا پرتو تری یکتائی ہے
کر لیا کیا شب غم تیرے تصور سے نباہ   مجھ سے برگشتہ مرا عالم تنہائی ہے
اتنی سی بات سمجھنے میں تکلف کیا خوب   دوسرا نام جنوں ہی کا تو دانائی ہے
جب سے سرزد ہوئی تقصیر نظارہ مجھ سے   میری آنکھوں میں مقید مری بینائی ہے
تجھ کو دیکھیں مری آنکھیں نہیں دیکھا جاتا   حائل راہ نظر تیری خود آرائی ہے
خیر مقدم کو ترے تیر ادا کے شب غم   جان اکثر مرے ہونٹوں سے نکل آئی ہے
شکوہ جور کیا ان سے تو بولے قابل
آپ نے جرم کیا ہے تو سزا پائی ہے

○

آنکھ آشفتہ نگاہی سے جو بھر آئی ہے   اس کی نظروں سے مکدر دل بینائی ہے
تیرگئ دل مہر و مہ و انجم سے کھلا   دونوں عالم پہ مسلط شب تنہائی ہے
وسعت ہر دو جہاں کیسے سمیٹوں دل میں   ذرہ ذرہ میں تری انجمن آرائی ہے
جس طرح تاب تجلی ہے ترے رخ کا نقاب   یوں مری آنکھ کا پردہ مری بینائی ہے
ہے سیہ آج تک آب و گل و آتش کا جگر
قابل اس برق تجلی کی یہ دارائی ہے

○

ان سے امید توجہ دل سودائی ہے — جن کی نظروں میں فغاں بھی تری شہنائی ہے
وسعت ہر دو جہاں تنگ ہوئی ہے اسپر — جب سے دل نے ترے کوچے کی ہوا کھائی ہے
تم نے یوں پیار سے سودائی کہا تھا اس کو — دل اسی حسن خطابت کا تمنائی ہے
تیرے جلوؤں نے سجایا رخ باطن ایسا — روح بھی تن سے نکلتے ہوئے گھبرائی ہے
سچ بتا کس کی تجلی نظر آئی تجھ کو — کیوں تری آنکھ مجھے دیکھ کے شرمائی ہے

سر ہر خار تمنا پہ ہے سہرا گل کا
قابل اس طرح میرے دل میں بہار آئی ہے

○

کشتۂ درد محبت ہم ہیں — حامل عظمت و شوکت ہم ہیں
جو سر ارض و سما پہ تھا بار — لیئے اس غم کی امانت ہم ہیں
آپ سر تا بقدم گلشن حسن — کوہ غم دشت محبت ہم ہیں
ابتدا ہی سے تری دنیا میں — حسن تخلیق کی غایت ہم ہیں
عشق سے کرتے ہیں اس کو تعبیر — وہ جنوں جس کی فراست ہم ہیں
وحشت عشق کے سودائی ہیں — دشمن دانش و حکمت ہم ہیں
بے بسئ دل و جاں کے باوصف — سچ تو یہ ہے تری قدرت ہم ہیں
خس و خاشاک کی صورت میں کثیف — فطرت گل کی لطافت ہم ہیں
ہوش نظروں کا نہ کچھ دل کی خبر — پھر بھی مصروف عبادت ہم ہیں

ہائے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
فکر قابل ترے وارث ہم ہیں

○

شکل ظاہر پہ نہ دھوکہ کھایئے کیا حقیقت ہے نظر میں لایئے
یا مجھے اپنا بنا لیجئے حضور بندہ پرور یا مرے ہو جایئے
دیکھنے والے ہیں کیسے بے حجاب نور بن کر آنکھ پر چھا جایئے
دے چکی جان حزیں کب کا جواب اب تو بالیں پر مری آ جایئے

وہ نہ سمجھیں آپ کو غافل کہیں
قابل اپنے ہوش میں آجایئے

○

حسرت وصل سے بھی اب قلب کو بے نیاز کر اے مرے کعبہ نیاز یوں مجھے پاکباز کر
سلسلہ زلف ناز کا اور ذرا دراز کر چشم و نظر کی طرح کچھ دل سے بھی سازباز کر
جذبہ بندگی میں بھر روح خلوص عشق کی میری جبین شوق کو سجدوں سے سرفراز کر
دام نظر میں کر اسیر مرغ جمال دلپذیر ہمت ناتمام کو جرات شاہباز کر
خاک در جیب ہو اوج اسے نصیب ہو یوں دل دید خواہ کو کشتہ ترک و تاز کر

قابل درد آشنا سجدۂ شکر کر ادا
شاعر بے مثال عشق فکر پہ اپنی ناز کر

○

جس کی نظر ہے تیغ تیز ہے وہی کافر دل آویز
اپنے نفس کی آمد و رفت تو سن عمر کو ہے مہمیز
جانے کیا ہو اس کا جمال جس کا حجاب ہے حشر انگیز
آہوں کی افشاں گوہر اشک ہے یہ عروس غم کا جہیز

اپنا ایک اک موئے بدن بادہ غم سے ہے لبریز
مل نہیں سکتی جس سے پناہ عشق ہے ظالم وہ چنگیز

قابل کا اعجاز غزل
ایک اک مصرعہ فکر انگیز

○

صدقے تجھ پر ہوش و حواس کچھ تو ادا ہو تیرا سپاس
ہے شب فرقت دام افگن دل ہے اسیر رنج و یاس
کیجئے وفا پیمان حشر چشم شوق ہے کب سے اداس
دل ہی بنائے ہست و عدم دل ہی قیامت کی ہے اساس
دیکھ فقیروں کی شاہی ہے شب غم ہر اشک املاس
کام نہ آئے عیش و طرب غم ہے سکون دل کی اساس

قابل فکر کی طرز ہے اور
جب سے اپنا دل ہے اداس

○

اس سے کیا دل کا مدعا کہئے جس کی ضد ہے ہمیں خدا کہئے
کاروبار دل و نظر نہیں کھیل انتہا ہو تو ابتدا کہئے
آپ سے مانگتے ہیں جور کی بھیک اس کو الفت کا اقتضا کہئے
خضر جیسوں کو رہ نما کیجئے وہ ڈبو دیں تو ناخدا کہئے

یوں تو قابل برا نہیں پھر بھی
آپ اسے شوق سے برا کہئے

ناحق احسان محبت کا لیا ہے میں نے
تیرا بخشا ہوا غم تجھ کو دیا ہے میں نے

دیکھ کر تجھ کو جہاں میں نہ کسی کو دیکھوں
اپنی آنکھوں کو نگاہوں سے سیا ہے میں نے

موت آئی تو کیئے دیدہ و دل فرش قدم
زندگی تجھ پہ یہ احسان کیا ہے میں نے

دل کے آئینے میں دیکھی ہے تجلی حق کی
نام جب اس بت کافر کا لیا ہے میں نے

نزع میں نظروں سے پکڑا ہے ترا دامن ناز
مرتے مرتے بھی بڑا کام کیا ہے میں نے

پاس آداب چمن مجھ کو رہا ہے منظور
زخم گل بھی رگ بلبل سے سیا ہے میں نے

یوں تو قاتل تھے سبھی وامق و فرہاد و قیس
مقتل دل میں فقط نام کیا ہے میں نے

○

حسن یکتا پہ نہ یوں اترایئے
آئینہ ہوں میں مرے پاس آیئے

چھپ کے آنکھوں میں ہیں مجھ سے دور آپ
اک ذرا دل کے قریب آجایئے

کب تک آخر امتحان ضبط غم
جا رہے ہیں آپ اچھا جایئے

لیجیے میں گوش برآواز ہوں
مجھ سے کچھ کہنا ہے کیا؟ فرمایئے

ہم نے نادانستہ اپنا دل دیا
آپ دانستہ نہ دھوکہ کھایئے

میری آنکھوں میں مرا دل تو نہیں
میری نظروں سے نہ یوں شرمایئے

روح کا ہے آخری ہچکی سلام
ہو سکے تو اس کو سنتے جایئے

ہے اگر مطلوب معراج مجاز
میری صورت میں نظر آجایئے

ہم ستم کے بھی نہیں قابل تو پھر
دشمنوں پر یہ کرم فرمایئے

○

ذوق عصیاں نے کی شکایت تک — منفعل ہم سے ہے ندامت تک
زیر دامان یار کیجئے گناہ — اس کا حصہ ہے ابر رحمت تک
دل نے گر کر دیا سوال وصل — بات پہنچے گی پھر قیامت تک
ہوا پھر کچھ مجاز کا عرفاں — جب بھی پہنچا کوئی حقیقت تک
جنبش چشم ناز کیا کہئے — ہل گیا ہے دل قیامت تک

کس کا شکوہ زباں پہ ہے قابل
چومتی ہے جو لب شکایت تک

○

عشق کا سوز ہے جدا حسن کا ساز ہے الگ — آپ کا ناز ہے کچھ اور دل کا نیاز ہے الگ
جلوۂ اصل اور ہے حسن مجاز ہے الگ — آئینہ کی جھلک کچھ اور آئینہ ساز ہے الگ
دارورسن ہیں اور شے زلف دراز ہے الگ — کیفیت نظر جدا دل کا گداز ہے الگ
فتنۂ حشر ہے کچھ اور فتنہ طراز ہے الگ — کعبہ کا سوز ہے کچھ اور دیر کا ساز ہے الگ
حسرت دل کی داستاں تیری نگاہ کا بیاں — حسن کی ہے کہانی اور عشق کا راز ہے الگ
اہل خرد کو کب ملا اہل جنوں کا مرتبہ — سرمۂ چشم حرص اور خاک حجاز ہے الگ
قلب و نظر سے کیا ضرور حسن نہاں کا ہو ظہور — جلوؤں کا عکس ہے جدا جلوہ طراز ہے الگ
کیفیت مراقبہ سجدۂ شوق سے ہے دور — بر کا نشیب ہے جدا دل کا فراز ہے الگ

دل ہو جو درد آشنا قابل اسے ہو کچھ پتہ
قلب کے اضطراب سے نرگس ناز ہے الگ

○

ہائے کسی کے وصل کی منزل جتنی آساں اتنی مشکل
خاک بسر ہیں حسرت و ارماں جب سے ویراں دل کی محفل
لب پہ سوال آتا ہی نہیں ہے دل ہے انوکھی وضع کا قائل
میری ہی ہستی کے ہیں عناصر آتش و باد ہوں آب ہو یا گل

لوگ جسے کہتے ہیں قیامت
ہے مرے عشق کی پہلی منزل

○

اشک ہیں میرے سرمایۂ درد و غم اللہ اللہ یہ جوہر سر چشم نم
منزل آنکھیں بچھاتی ہے جن کے لئے ہیں مسافر وہی راہ الفت کے ہم
میں ہوں تقدیر ہستی کا کاتب مگر منتظر کب سے ہیں میرے لوح و قلم
آتی ہے گلشن عشق میں تازگی آپ جتنے بھی کرتے ہیں ہم پر ستم

راہ آخر بتوں کی ملی آپ کو
قابل اب منزل حق ہے بس دو قدم

○

جب سے ان کی زلف ہے برہم ساکت سی ہے نبض دو عالم
حسن کی خلوت عشق کی جلوت سب پہ مسلّط دل کا ہے عالم
دل کا فسانہ راز محبت جتنا مشرّح اتنا ہی مبہم
دل کو نہیں اب حشر کی پروا خضرِ رہ ہستی ہے ترا غم
ان کے پھول سے رخ پہ پسینہ برگ گل پر جیسے شبنم

بجھنے کو ہے شمع دل و جاں — آنکھوں میں اشکوں کی ضو ہے مدھم
عشق بتاں تقدیر بشر تھا — خلد سے یوں نکلے تھے آدم

قائل جب وہ دل میں مکیں ہیں
لب پر کیونکر آئے اب دم

لب پہ یہ آیا کس کا نام — چھلک پڑے آنکھوں کے جام
آنی جانی ہے ہر شے — باقی رہے اللہ کا نام
چشم طلب کو کیا معلوم — دل نے سہے ہیں جو آلام
گردش چشم کے ہیں پابند — اپنے سجود و رکوع و قیام
حسن کا اک شوشہ ہے نظر — آنکھوں کو کیوں دوں الزام

ہے وہ مالک ہست و بود
قائل کے سر ہے الزام

میں تیری زلفوں کے ہر پیچ و خم کو اپنا لوں — شب فراق کے حسن اتم کو اپنا لوں
مرا نصیب ہو دامان سایۂ رحمت — گناہگار بنوں اور کرم کو اپنا لوں
حیات نام مصیبت کا ہے ازل سے تو پھر — سکون دل کیلئے کیوں نہ غم کو اپنا لوں
نظر کرم کی ہے محتاج اس کو کیا کیجئے — دل حزیں کی ہے حسرت ستم کو اپنا لوں

کوئی بتائے کہ قائل بقا ہے پھر کیا شے
اگر زراہ فنا میں عدم کو اپنا لوں

جب غرق بحر فنا ہو کر دنیا سے کنارا کرتا ہوں
بند آنکھیں ہوتی ہیں پھر بھی اس بت کا نظارا کرتا ہوں
کچھ اور ہی عالم ہوتا ہے دل کا اور دیدۂ حسرت کا
جب نام تمہارا لیتا ہوں جب ذکر تمہارا کرتا ہوں
ہر سانس ہے اپنا تیر قضا ہر لحظہ اجل کا ہے دھڑکا
اے ان کی خوشی میں تیرے لئے ہر غم کو گوارا کرتا ہوں
گردل نہیں آپ کا سودائی گر آنکھ نہیں ہے تمنائی
تنہائی شام فرقت میں میں کس کو پکارا کرتا ہوں
قابل مرے اشک فرقت بھی سوغات خاص محبت ہیں
میں ان کے نظارے کا صدقہ آنکھوں سے اتارا کرتا ہوں

○

ہمیں دیکھ کر کیا کہے گا زمانہ　　کہ ہے ہر نظر راز دل کا فسانہ
جنون محبت سمجھتا ہے اس کو　　تجلی ہے ان کی نظر کا فسانہ
اگر عشق ہے رنگ و بو سے تو سمجھو　　قفس کا مقدر میں ہے آب و دانہ
جنوں میں ہے آمیزش علم و حکمت　　کہ الفت کا انداز ہے والہانہ

ہیں چپ آج کیوں بزم عرفاں میں قابل
نہ کوئی غزل ہے نہ کوئی ترانہ

○

بن گئی اب تو ہر نظر موج شراب ناب دیکھ　　ساقی کی بزم ناز میں ذرہ ہے آفتاب دیکھ
کر نہ وفور لطف سے جرم کا کچھ موازنہ　　میری خطاؤں پر نہ جا رحمت بے حساب دیکھ

سوز وفا نہ ہو تو پھر ساز جمال بھی ہے ہیچ کیوں یہ تری نگاہ کو دل سے ہے اجتناب دیکھ
زینت دوجہاں اگر ہے تو انہیں کے دم سے ہے عشق کا سوز و ساز دیکھ حسن کا پیچ و تاب دیکھ
حسن نہاں کو بے حجاب کر دیا واہ رے شباب قلب و نگاہ کی ذرا سازش کامیاب دیکھ

اس سے زیادہ اور کیا ہو گا ثبوت عشق کا
قابل خوش نگاہ کو حسن سے ہے حجاب دیکھ

○

بسی ہے نگاہوں میں صورت کسی کی نیا رنگ لائی محبت کسی کی
کسی کا ہے دل تو محبت کسی کی کسی کی نظر ہے تو صورت کسی کی
جفا کرتے ہیں یوں وفاؤں کے بدلے نہ سمجھے کوئی ہے محبت کسی کی
نظر کے بجائے انہیں دل نے رکھا مقدر کسی کا ہے قسمت کسی کی

سنا تم نے قابل وہ کیا کہہ رہے ہیں
کہا کس نے ہم کو ہے الفت کسی کی

○

کون ہے حق رخ ماسوا کون ہے کس کو کہیئے صنم اور خدا کون ہے
کس کی خاطر مرے دل کو ہے اضطراب آرزوئے دل مبتلا کون ہے
کون طوفانوں میں ہے مرا ناخدا بے کسی میں مرا آسرا کون ہے
کس کی تفسیر ہیں میرے ہست و عدم زندگی کون میری قضا کون ہے
کون ہے نغمۂ ساز کنؔ دہر میں ابتدا کون ہے انتہا کون ہے

آپ کے درد الفت کا مارا ہوا
قابل خوش نوا کے سوا کون ہے

○

ساقی کے مے و خُم پر میں نے بھی نظر کی ہے — اعجاز تبسم پر میں نے بھی نظر کی ہے
صد پارہ جگر گل کا رکھا ہے نگاہوں میں — کلیوں کے تبسم پر میں نے بھی نظر کی ہے
ہر نغمۂ ہستی میں اک نوحہ قضا کا ہے — سانسوں کے ترنم پر میں نے بھی نظر کی ہے
یاد آیا ہے اس گل کے رخ پر عرق شبنم — یوں شام غم انجم پر میں نے بھی نظر کی ہے
ہر موجۂ طوفاں میں ساحل کی شباہت ہے — انداز تلاطم پر میں نے بھی نظر کی ہے
دل بن گیا سیلانی آنکھیں ہوئی طوفانی — دونوں کے تصادم پر میں نے بھی نظر کی ہے

ایک ایک نظر قابل دل کا بنی افسانہ!
خاموش تکلم پر میں نے بھی نظر کی ہے

○

دل لبھانے کا اک قرینہ ہے — شبنمی پھول کا پسینہ ہے
دل میں جب حسرت مدینہ ہے — لب ساحل مرا سفینہ ہے
حلقۂ موج پر نہ کیوں دوں دم — ہو بہو صورت سفینہ ہے
اشک غم میں نظر وہ آتے ہیں — یہ بھی کیا دل کا آبگینہ ہے
ہر نفس ہے قضا کا پیغام — یہ بھی کچھ زیست کا قرینہ ہے
صورت شاہ دیںؐ ہے اس میں نہاں — دل بھی ننھا سا اک مدینہ ہے
معدن عشق جس کو کہتے ہیں — میرے دل میں وہی دفینہ ہے

لے نہیں سکتے سانس بھی قابل
مخزن اسرار کا جو سینہ ہے

○

اک ذرۂ ہستی بھی تو بیکار نہیں ہے   انسان مگر واقف اسرار نہیں ہے
ہستی جسے کہتے ہیں وہ ہے سب سے بڑا دکھ   یہ درد محبت کوئی آزار نہیں ہے
آنکھیں میری دشمن ہیں تو کیونکر انہیں دیکھوں   کیا اپنی نظر حائل دیدار نہیں ہے
کب شرکت غم اہل وفا کو ہے گوارا   غم خوار جہاں کا مرا غم خوار نہیں ہے

کیا دوسرے لفظوں میں نہیں یہ بھی محبت
کیا کم ہے کہ وہ عشق سے بیزار نہیں ہے

○

لطف تو جب ہے کہ درد اٹھ کر چلے   اشکوں سے آنکھوں کا دامن بھر چلے
آگیا ان کا خرام ناز یاد   چال وہ مہر و مہ و اختر چلے
دوں تجھے بھی دل کے پہلو میں جگہ   بس جو تجھ پر میری چشم تر چلے
حشر کے دن زندگی آخر ہوئی   ہم تو اس پرسش کے ہاتھوں مر چلے
دیکھ کر ان کو ہے گردش میں نگاہ   ہر نظر کے ساتھ سو منظر چلے
نقشہ ہی دنیا کا تھا نظروں میں اور   بزم سے ان کی جو ہم پی کر چلے

جان دے کر لی حیات جاوداں
ہستی فانی کا سودا کر چلے

○

یا خبر تھی کہ شب ہجر یہ ساماں ہوں گے   دل کے چھالے مرے اشکوں سے نمایاں ہوں گے
ن کے جلووں سے نظر کو ہے مری ربط نہاں   جس قدر مجھ سے چھپیں گے وہ نمایاں ہوں گے
سعت وحشت الفت سے نہ تھا یہ معلوم   کہ بیاباں ترے دیوانوں کے زنداں ہوں گے

آج یہ دور بھی دیکھا ہے کہ دل کہتا ہے
وہ فرشتوں سے سوا ہوں گے جو انساں ہوں گے

دیکھنا دست جنوں آیا جو جولانی پر
بڑھ کے انفاس مرے تار گریباں ہوں گے

صاف صورت سے عیاں ہے دل نازک کی شبیہ
آئینہ آپ جو دیکھیں گے تو حیراں ہوں گے

عذر قابل کو نہیں عرض وفا سے لیکن
دل کا حال آپ سنیں گے تو پشیماں ہوں گے

○

وہ شوخ عشق و محبت کے راز کیا جانے
جو اپنے اور پرائے کو بھی نہ پہچانے

نہ جب ہو کوئی مرے پاس تو وہ ہوتے ہیں
یہ خاص راز محبت ہے کوئی کیا جانے

نوائے بلبل آشفتہ دل سے ہم سمجھے
کہ ہیں خوشی کے ترانے ہی غم کے افسانے

نگاہ جس سے ہے واقف نہ آشنا ہے دل
اسی صنم کا تصور ہے کیوں خدا جانے

مری حیات نے بخشا فنا کو ثبت دوام
زبان موت پہ ہیں زندگی کے افسانے

کہاں بتوں کی طلب میں بھٹکتے ہیں قابل
ہے ان کی منزل الفت کہاں خدا جانے

○

ہے بزم ازل بھی نگاہوں میں نظروں میں مری انجام بھی ہے
دل ہے سرشار بادۂ غم ساقی کا یہ فیض عام بھی ہے

مینا بردوش ہے ہر غنچہ ہر پھول کے ہاتھ میں جام بھی ہے
اے ساقی فطرت گلشن پر کیا کیا ترا فیض عام بھی ہے

ایک ایک تڑپ پر دل کی وہ آتے ہیں سہارا دینے کو
اب درد میں جتنی شدت ہے اتنا ہی مجھے آرام بھی ہے

ایک ایک نفس مسکن ان کا آنکھوں سے مگر پھر بھی پردہ
کیا کہتے ہیں کیا دل کا عالم خوش کام بھی ہے ناکام بھی ہے

وہ پرسش دل کو کیا آئے بیمار کی جان میں جاں آئی
ہونٹوں پہ دم آیا ہے لیکن نظروں میں کوئی پیغام بھی ہے

ہم کو ہوا درد فرقت سے عرفان کچھ اپنی محبت کا
دل کی ہر دھڑکن میں پنہاں اک کشمکش بے نام بھی ہے

یکساں ہیں جادۂ ہست و عدم منزل سے گزرنے والوں کو
دل کا یہ محبت میں عالم رسوا ہی نہیں بدنام بھی ہے

ہے ایک اک مصرعہ تر اپنا انعام خداوندی قابل
یوں فکر رسا کے پردے میں کچھ کیفیت الہام بھی ہے

○

نغمہ کو رنگ ساز نہ دیتے آپ مجھے آواز نہ دیتے
قید قفس لکھ کر قسمت میں ہم کو پر پرواز نہ دیتے
ان کی نظر کیوں بنتی ناوک گر اذن اعجاز نہ دیتے
ڈوبنا تھا گر میرا مقدر خود ساحل آواز نہ دیتے
گو تھا فرومایہ مرغ دل حوصلہ شہباز نہ دیتے
سناٹے شام فرقت کے ان کے بغیر آواز نہ دیتے

ربط نہ ہوتا ان کو جو قابل
دل سا ہمیں ہمدم دمساز نہ دیتے

○

کیا قیامت ہے گلزار ہستی میں بھی پھول ترسا کیے ہیں خوشی کیلئے
ایک دل کیا جگر کے بھی ٹکڑے اڑے بھول کر لب ہلے جو ہنسی کیلئے

ہیں کہاں اشک تر ہے یہ خون جگر آپ کی پڑ گئی اتفاقاً" نظر
دیدہ و دل نے مل کر چنے ہیں فقط لعل و گوہر سبھی آپ ہی کیلئے

گزرے عقل و خرد سے گئے ہوش سے زندگی بھر رہے ہم تو مدہوش سے
جانتے بوجھتے تیری خاطر مگر روپ لاکھوں بھرے بیخودی کیلئے

جب تک اہل خرد تھے نہ تھی یہ خبر عقل خود جہل دل کی نہیں پردہ در
ہے جنون محبت بھی درکار کچھ دانش و ہوش کی آگہی کیلئے

ہجر کی شب سے ہم پر یہ عقدہ کھلا قیمت تیرگی نور سے ہے سوا
شام سے صبح کے رخ کا پردہ اٹھا ظلمتیں چاہئیں روشنی کیلئے

دوستو یاد رکھنا وصیّت مری میری میت کہیں اور اگر دفن کی
جن کے جلووں پہ صدقے گئے جان و دلِ میری مٹی ہے ان کی گلی کیلئے

اپنے قابل کا اب پوچھنا ہے عبث ہے گلستاں کے اندر جو مرغ قفس
چل سکا زندگی پر بھلا کس کا بس ہم تمہارے لئے تم کسی کے لئے

○

ہے چمن زاروں سے مربوط نہ ویرانوں سے	صورت حور و جناں ملتی ہے بت خانوں سے
فطرۃ" شمع کی قسمت تھی کہاں یہ دولت	سوز الفت اسے بخشا گیا پروانوں سے
راہ الفت میں انہیں چون و چرا سے ہے ضد	لیں سبق اہل خرد آپ کے دیوانوں سے
کچھ وہی معرفت حسن کے ہیں آئینہ دار	پاتے ہیں راز حقیقت کے جو افسانوں سے
پھر بہار آتے ہی دیوانے کریں گے یہ کام	سرے دامن کے ملا دیں گے گریبانوں سے

آج تک اس کی شعاعیں ہیں دو عالم پہ محیط — جو تجلی کبھی پھوٹی تھی صنم خانوں سے
دور ماضی کی طلب میں ہے دل حال زدہ — ہائے وہ نغمے جو سنتے تھے حدی خوانوں سے
یاس و حسرت سے مرے دل کا ہوا یہ عالم — میزباں جیسے ہو عاجز کوئی مہمانوں سے

وحشت عشق کا صدقہ ہے یہ ہستی قابل
تار انفاس ہیں مربوط گریبانوں سے

○

دل محزوں ہی کیا کوئی نہیں ہے — انیس بے نوا کوئی نہیں ہے
بظاہر ذروں سے خورشید ہے دور — حقیقت میں جدا کوئی نہیں ہے
ہماری ابتدا ہیں آپ لیکن — ہماری انتہا کوئی نہیں ہے
وہ بن کر موج دیتے ہیں سہارا — بظاہر ناخدا کوئی نہیں ہے
دم آخر وہ کر لیتے ہیں تسلیم — جو کہتے ہیں خدا کوئی نہیں ہے
یہ مجھ میں گونجتی ہے کس کی آواز ، — اگر نغمہ سرا کوئی نہیں ہے

قفس ہے حلقۂ ارض و سما بھی
تو پھر قابل رہا کوئی نہیں ہے

○

سینے میں عشق کی خلش دائمی لئے — نازاں ہے قلب زار غم زندگی لئے
مجھ کو جفائے حسن نے کیا منتخب کیا — دامن میں رنج و غم ہیں ہزاروں خوشی لئے
سرخم اس آستاں پہ ہیں بہر سکون دل — اول سے ہے جبیں خلش بندگی لئے
انجام آشنا ہے گلستاں کا جز و کُل — یوں ہر کلی گلوں کی ہے افسردگی لئے

اے ساقی حیات فلک پر بھی اک نظر　　کب سے یہ بدنصیب ہے جام تہی لئے
ہیں گل رکوع میں تو ہیں انجم سجود میں　　دونوں جہاں ہیں ایک رخ بندگی لئے

دیوانگان عقل بھی کھائیں نہ کیوں فریب
رسوائی جنوں ہے عجب دلکشی لئے

◯

تابش جو صبح حشر کی سی اشک تر میں ہے　　کیا اپنی شام غم بھی نمود سحر میں ہے
یوں دھل گئے گناہ کہ دل کو گماں ہوا　　دریائے رحمت آج میری چشم تر میں ہے
طوفاں کی موج بننے کی ساحل کو بھی ہے دھن　　کس خوش نصیب عشق کی کشتی بھنور میں ہے
عاشق کو تیرے دوزخ و جنت سے واسطہ　　دیوانۂ جمال تری رہگزر میں ہے
کیونکر نہ ان پہ راز محبت ہو آشکار　　عالم ہمارے دل کا ہماری نظر میں ہے
منزل رسی ہے مقصد تخلیق کائنات　　یوں پہلے روز ہی سے زمانہ سفر میں ہے
یہ انقلاب درد محبت تو دیکھئے　　کیفیت اپنے دل کی رخ چارہ گر میں ہے
کیا عہد روشنی ہے سیہ بختیوں کا دور　　تاریکی شام غم کی جو شمس و قمر میں ہے

قابل ہے شوق دل کا سبب فکر شعر اب
کچھ فن میں فائدہ نہ منافع ہنر میں ہے

◯

راز دل مرتے مرتے چھپاتے رہے　　زیر خنجر بھی ہم مسکراتے رہے
ان کو ساحل کی حسرت ڈبو کر رہی　　خود جو طوفاں سے دامن بچاتے رہے
دل نے پردے کا مطلب سمجھ ہی لیا　　خود وہ نظروں کی ہمت بڑھاتے رہے
ٹھہر کر میری آنکھوں میں لی دل کی راہ　　عمر بھر وہ یونہی آتے جاتے رہے

ہم کو اپنا بنا کر جدا کر دیا　　آپ غیروں کو اپنا بناتے رہے
کیسا دور حیات اور کہاں کی قضا　　بار بار اک کہانی سناتے رہے

قابل ان پر لٹاتا ہے لعل و گہر
شام غم ہم جو آنسو بہاتے رہے

○

تری یکتائی بن جائے یہ تنہائی تو کیا ہو گا　　فنا کی یوں مری امید بر آئی تو کیا ہو گا
ابھی تو رنگ و بو نے حسن گل کی لاج رکھی ہے　　اگر رخصت ہوئی پھولوں سے رعنائی تو کیا ہو گا
جو نظروں سے ملاتے ہیں نظر اچھا نہیں کرتے　　نظر نے داستان دل جو دہرائی تو کیا ہو گا
امانت دار راز دل ہیں جو ان کی محبت میں　　انہیں اشکوں سے اپنی آنکھ بھر آئی تو کیا ہو گا

نہیں انکار قابل مجھ کو ضبط عشق سے لیکن
نظر ان کی پیام دوستی لائی تو کیا ہو گا

○

جام کوثر پیا نہیں جاتا　　بن کے زاہد جیا نہیں جاتا
آپ سے دوستی کا بھی الزام　　عاشقوں سے لیا نہیں جاتا
موت میں حسن ایسا کیا دیکھا　　بعد جس کے جیا نہیں جاتا
تار دامان زندگی کے بغیر　　چاک ہستی سیا نہیں جاتا
اس قدر پاس ضبط الفت ہے　　نام ان کا لیا نہیں جاتا

ہے قیامت سے بھی سوا ہر سانس
اس طرح تو جیا نہیں جاتا

اپنی فنا بقا کا دور لن کو بھلا کے بھول جا   دل میں حیات و موت کا راز چھپا کے بھول جا
ساقی دلربا کی یاد نذر سبو و جام کر   آنکھوں سے پی مئے فراق ہوش میں آکے بھول جا
ذائقہ شراب کا کیوں ہو گناہ تیرے سر   محفل ناؤ نوش میں جام اٹھا کے بھول جا
عشق کی ابتدا نہ دیکھ عشق کی انتہا سمجھ   جان و دل و نگاہ سب ان پہ لٹا کے بھول جا
تکملۂ حیات کو مشق فنا ہے لازمی   ان کو بھی راہ زیست میں اپنا بنا کے بھول جا
حشر تک اپنی چشم شوق محو جمال رخ رہے   اے مرے حسن لازوال سامنے آکے بھول جا
دل ہی نہیں تو کیا امید وصل کی راہ ہے بعید   رند شکستہ جام کو ہوش میں لا کے بھول جا

قابل اگر نگاہ سے اس کی نظر ملی تو کیا
اس سے یہ کہئے اپنا دل، دل سے ملا کے بھول جا

○

ہم کو کوئے بتاں میں خدا مل گیا   کیا بتائیں کسی کو کہ کیا مل گیا
درد فرقت سے کچھ دل کو ڈھارس بندھی   عین طوفان میں ناخدا مل گیا
انتہا سے بھی آگاہ ہو جائیں گے   وہ جو تھا منبع ابتدا مل گیا
موت آئی تو عرفاں نفس کا ہوا   الجھے تاروں کا ہمکو سرا مل گیا
امت پاک احمدؐ میں ہیں ہم تو پھر   دونوں عالم کا اک ناخدا مل گیا

قابل عرش بریں پر اثر جھوم اٹھا
جب بھی ماتھے سے دست دعا مل گیا

○

رہ و رسم بیخودی میں نہ رخ شعور دیکھا   مگر اپنے دل کو ہم نے ترے غم سے چور دیکھا
جو نظر کے پاس ٹھہرے انہیں دل سے دور دیکھا   اک عجب دھواں یہ ہم نے سر شمع طور دیکھا

تری شوخ چشمیوں کو فقط ایک ہم نے سمجھا — تری آنکھوں میں دھڑکتا دل ناصبور دیکھا
اگر آئینہ پہ دل کے نہ نگاہ کی کسی نے — تو بہار خلد دیکھی نہ جمال طور دیکھا
تجھے دیکھ کر جو دیکھا کبھی اپنے دل کی جانب — نہ خرد شعار پایا نہ جنوں شعور دیکھا

ہوا دھوکا شام غم پر کہ ہے صبح وصل قابل
رخ تیرگی میں ہم نے وہ جمال نور دیکھا

○

دل بھولے سے بھی محو بکا ہو نہیں سکتا — سب کچھ ہو مگر ان کا گلا ہو نہیں سکتا
محرومی قسمت کا ٹھکانا نہیں کوئی — اک سجدہ بھی اس در پہ ادا ہو نہیں سکتا
آزاد حیات و اجل و حشر وہی ہے — جو قید محبت سے رہا ہو نہیں سکتا
ذروں کو قدم چھولیں تو بن جائیں ستارے — مجھ سا بھی کوئے آبلہ پا ہو نہیں سکتا

دل کو نظرانداز کریں لاکھ وہ قابل
عشق اپنا مگر حرص و ہوا ہو نہیں سکتا

○

ہمکو دنیا! تیرے افکار نے جینے نہ دیا — جھوٹ ہے یہ کہ غم یار نے جینے نہ دیا
وہ زباں بندیٔ غنچہ و شکست دل گل — ہم کو تو عالم گلزار نے جینے نہ دیا
کھینچ کر لایا قیامت میں ہمیں ذوق نظر — اک تری حسرت دیدار نے جینے نہ دیا
سر کو قدموں پہ جھکانے کی بھی مہلت نہ ملی — تیری پازیب کی جھنکار نے جینے نہ دیا
پردۂ صبح قیامت میں نہ ہو وصل کی شب — مجھ کو دلدار وفا دار نے جینے نہ دیا
یوں بہار آئی ہوا سب کو خزاں کا دھوکا — دل کو خوف خلش خار نے جینے نہ دیا

بعد مرنے کے خدا جانے سکوں ہو کہ نہ ہو　　عمر بھر زیست کے افکار نے جینے نہ دیا
وحشت عشق نے رکھا نہ کہیں کا ہم کو　　چشم و دل کو طلب یار نے جینے نہ دیا
جس سے بھی نظریں ملیں اس پہ کھلا دل کا حال　　ہم کو اس صورت اظہار نے جینے نہ دیا

قدر دانوں کو شکایت ہے یہ مجھ سے قابل
آپ کی شوخی افکار نے جینے نہ دیا

○

سر دامن اپنے گھر دیکھ لینا　　ہے ہر اشک غم معتبر دیکھ لینا
ہے ان شوخ نظروں کا رخ تیری جانب　　دل زار اپنا جگر دیکھ لینا
نہیں ربط الفت تو پھر اور کیا ہے　　انہیں جاتے جاتے ادھر دیکھ لینا
کوئی کہہ دے غنچوں سے کھلنے سے پہلے　　ہر اک گل کا قلب و جگر دیکھ لینا
تمنا نہ پوری ہو پہلی نظر سے　　تو پھر دل کو بار دگر دیکھ لینا
یہی ہے جو حرماں نصیبی کا عالم　　دعاؤں سے اڑتا اثر دیکھ لینا
سر شام فرقت شفق کی یہ سرخی　　نہ ہو دل کا خون جگر دیکھ لینا
ملانا ہیں اس شوخ سے گر نگاہیں　　تو دل پہلے طرز نظر دیکھ لینا

نہیں دل ہی کچھ راہ الفت میں کافی
محبت میں قابل جگر دیکھ لینا

○

موت میں طرفہ تر مزا ہوتا　　گر نفس درد لا دوا ہوتا
ہوتی ان کی نظر میں حسرت دل　　کاش یوں پورا مدعا ہوتا
ان کے ہوتے یہ حال ہے دل کا　　وہ نہ ہوتے تو جانے کیا ہوتا

غیرت عشق ہم کو لے مرتی وہ اگر درد آشنا ہوتا
جب نہ تھے آپ تو قیامت تھی آپ ہوتے تو جانے کیا ہوتا
نعرہ بازان عشق کیا کرتے حسن اگر حائل وفا ہوتا
چارہ سازی جو آپ فرماتے درد منت کش دوا ہوتا
موت آ کر گلے جو لگ جاتی عرفانی ترا بھلا ہوتا
میں نے طوفاں پہ چھوڑ دی کشتی کیوں میں ممنون ناخدا ہوتا

قابل ان کا نقاب اٹھتا اگر
بندہ بندہ نہیں خدا ہوتا

○

خدا کا شکر ان کا گیسوئے برہم پسند آیا یہ دل درد آشنا تھا اس کو آخر غم پسند آیا
مسلسل اضطراب دل نے بخشا ہے سکوں دل کو وجود اپنا رہین کاوش پیہم پسند آیا
بھڑکتی ہے جگر میں آگ آنکھیں اشک سے تر ہیں گلوں کو ارتباط شعلہ و شبنم پسند آیا
مسرت ہی میں کچھ غم کی جھلک بھی پائی جاتی ہے ہمیں تو چشم گل میں قطرہ شبنم پسند آیا

نگاہ و دل نے اس رخ کی بلائیں لیں تو کیا قابل
مری قسمت کو ان زلفوں کا پیچ و خم پسند آیا

○

خاطر چشم تر نہیں ہوتی یہ بھم دل سے سر نہیں ہوتی
ہے یہ طول شب فراق تو پھر عمر غم مختصر نہیں ہوتی
اس کو عرفان حسن ہوتا ہے جس کو اپنی خبر نہیں ہوتی

زیست بے اعتبار ہے لیکن موت نامعتبر نہیں ہوتی
جان لینے میں کیا تامل ہے پرسش دل اگر نہیں ہوتی

کونسی شے جہاں میں ہے قابل
جو رہین سفر نہیں ہوتی

محبت میں ہوا دل کامیاب آہستہ آہستہ ملا ان سے سوالوں کا جواب آہستہ آہستہ
ضرور اپنی نگاہ شوق کی ہے شعبدہ کاری کہ ان کے رخ سے سرکی ہے نقاب آہستہ آہستہ
تری نظروں نے کس سنجیدگی سے ظلم ڈھائے ہیں ہوا ہے دل مرا خانہ خراب آہستہ آہستہ
بجائے عمر فانی زندگی جاوداں پائی قیامت بن گئی تعبیر خواب آہستہ آہستہ
ملاتے ہی ملاتے دل سے وہ نظریں ملائیں گے کہ ہوگا دور آنکھوں سے حجاب آہستہ آہستہ
یکایک عشق کی زد میں نہیں آتے دل و دیدہ اثر کرتا ہے یہ خانہ خراب آہستہ آہستہ

یہ ناز بے رخی بھی اک ادائے حسن ہے قابل
محبت بنتی جاتی ہے عذاب آہستہ آہستہ

یہ عشق کی مہم تھی جو چشم و دل نے سر کی لے دیکھ حسن پنہاں کم مائیگی نظر کی
اے جذبہ تصور شام فراق تو نے تصویر کھینچ دی ہے رعنائی سحر کی
دل کو جنون غم نے یہ راز بھی بتایا ہے حسن کی تجلی آوارگی نظر کی
قسمت رہی ہمیشہ سعی عمل کی دشمن پاؤں ہوئے وہیں شل نیت جو کی سفر کی

ہے سجدہ محبت معراج عشق قابل
اپنی جبیں بنی ہے تصویر سنگ در کی

آنکھوں میں اشک غم ہیں ستارے ترے بغیر   فردوس دل ہیں غم کے نظارے ترے بغیر
جب دل کا ہوش بھی تھا نگاہوں کا اک جنوں   کچھ ایسے دن بھی ہم نے گزارے ترے بغیر
اب ہم نفس نفس ہے نہ دم کا رفیق دل   سب ساتھ چھوڑ بیٹھے سہارے ترے بغیر
شام فراق مہر تصور کا ہے طلوع   یوں اشک غم ہیں چاند ستارے ترے بغیر
آنکھوں میں دید لالہ و گل سے بھی ہے خلش   کانٹے بنے چمن کے نظارے ترے بغیر
حیرت ہے مجھ کو دیدہ و دل کی حیات پر   یہ جی رہے ہیں کس کے سہارے ترے بغیر

بن بن گئے ہیں موجۂ طوفاں دل و نظر
دریائے عشق کے یہ کنارے ترے بغیر

○

چلی موج نسیم مستانہ   ایک اک گل بنا ہے پیمانہ
دین میں کفر کا بھرم رکھا   کی عبادت بطرز رندانہ
دل ہے معمور حسرتوں سے مگر   ہے بغیر ان کے مثل ویرانہ
سوز عشق و وفا کو کیا کہیئے   شمع اپنی جگہ ہے پروانہ
سب ہیں مارے ہوئے مشیت کے   کوئی دیوانہ ہے نہ فرزانہ
یہ سزائے حیات ارے توبہ   جیسے ایک اک نفس ہو جرمانہ

بندۂ عشق بن گیا قائل
سن لیا جس نے دل کا افسانہ

○

دل سے دل کیا ملا گیا کوئی   میری ہستی پہ چھا گیا کوئی
یاد اس کی محیط ہستی ہے   جب سے مجھ کو بھلا گیا کوئی

غنچہ غنچہ فسردہ غم ہے — کیا گلوں کو ہنسا گیا کوئی
اشک غم بھی نہیں اب آنکھوں میں — شمع دل کی بجھا گیا کوئی
دونوں عالم سے کرکے بیگانہ — مجھ کو اپنا بنا گیا کوئی
آج کیوں ہیں اداس ارض و سما — بزم ہستی سے کیا گیا کوئی

مجھ سے تخلیق دل ہوئی قابل
عشق میں جب مٹا گیا کوئی

○

ہم نے ہستی کی یہ سزا پائی — حشر بن بن گئی ہے تنہائی
سانس جب بھی لیا شب فرقت — ان کے دامن کی سی ہوا آئی
کلیاں ہنستی ہیں پھول روتے ہیں — عجب انداز کی بہار آئی
تارے جھڑتے ہیں چاند کے رخ سے — ہاتھ اٹھا کر نہ لیجئے انگڑائی

دونوں عالم سے بھر گیا ہے دل
کیا قیامت ہے شام تنہائی

○

غم گلشن بھلا رہا ہوں میں — مثل گل مسکرا رہا ہوں میں
آئینہ حسن بنتا جاتا ہے — وہ فسانہ سنا رہا ہوں میں
ہستی حسن کی بقا کے لئے — دل کی ہستی مٹا رہا ہوں میں
حسن کا آشنا ازل سے ہوں — عشق میں مبتلا رہا ہوں میں
جب سے ہے عشق اک شبیہ جمال — حسن کا مدعا رہا ہوں میں

کارگاہ قضا و ہستی میں کیا بتاؤں کہ کیا رہا ہوں میں

دیدہ و دل اجاڑ کر قابلؔ
بزم الفت سجا رہا ہوں میں

سجدہ کرتا ہے تصور میں بھی دل اب سوئے دوست — اللہ اللہ رے تمنائے جمال روئے دوست
کیا نہیں یہ عالم جذب و محبت کی نمود — سجدہ گاہ فرق الفت بن گیا زانوئے دوست
بھول کر بھی ماہ و انجم پر نہیں پڑتی نظر — بن گیا خورشید قسمت یوں خیال روئے دوست
ان کی صورت دیکھ کر ہوتی ہے دل کو وہ خوشی — ہے ہلال عید نظروں میں خم ابروئے دوست
ان کی گردن میں حمائل جب سے ہے دست طلب — اپنے ایک اک سانس میں ہے قوت بازوئے دوست
ہے مرا محبوب دل جب سے وہ ماہ حسن و عشق — کہکشاں میری نظر میں ہے شبیہ کوئے دوست
دل تو ہے سینے میں اپنے قید لیکن کیا کروں — اپنے قابو میں نہیں چشم تماشا جوئے دوست

شام فرقت دل کو قابلؔ ایسی راحت ہے نصیب
جیسے میں ہوں آج زیر سایۂ گیسوئے دوست

دور گوش کارواں سے کیوں ہے آواز جرس — کیا ہے منزل کا تصور اے جنون نکتہ رس
موج صہبا ہے نسیم اور ہر کلی مینا بدوش — ایک اک گل کھل کے ساغر بن گیا اب کے برس
ہوش اے دست جنوں پاس محبت ہے ضرور — کچھ مرے تار گریباں تو نہیں تار نفس
زندگی ہی زیست کی دشمن بنی ہے کیا کروں — ہے مری وجہ ہلاکت آمد و رفت نفس
جب نہیں گل کی تمنا جب نہیں گل کی طلب — حق میں بلبل کے ہیں یکساں آشیاں ہو یا قفس

مرنے والوں نے گزاری یوں رہ دل میں حیات ایک اک سانس ان کو صبح و شام تھا بانگ جرس

یوں جنون شوق نے قابل طنابیں کھینچ دیں
وسعت صحرا ہے دیوانے کی نظروں میں قفس

○

میری شاخ شجر عشق میں پھل آتے ہیں
دل امڈتا ہے تو آنسو بھی نکل آتے ہیں
اور کیا ہو گی مری گردش قسمت کی نمود
زلف پرخم تری پیشانی پہ بل آتے ہیں
جن کو معراج فنا ہوتی ہے الفت میں نصیب
وہ ترے کوچے میں گر گر کے سنبھل آتے ہیں
صحبت صبح ازل اس کو جو یاد آتی ہے
دل کو دیتا ہوں یہ ڈھارس کہ وہ کل آتے ہیں
ان کی گل گشت کی زد میں ہیں مرے قلب و نظر
آنکھوں سے وہ روش دل پہ ٹہل آتے ہیں
کچھ تو ہے دلکشی قلب و نظر جس کے سبب
آپ کے کوچہ میں دل آنکھوں کے بل آتے ہیں
دیکھنے والوں کو ہوتا ہے ستاروں کا گماں
ہجر میں چاند کے آنسو جو نکل آتے ہیں
اسی دنیا ہی میں کیا بعد فنا عقبیٰ میں
کام آتے ہیں تو کچھ نیک عمل آتے ہیں

وہی دیوانے ہیں قابل سر محشر ان کے
پیش داور جو لئے فرد عمل آتے ہیں

○

ہمیں اپنی ذات سے دور ہیں تری ذات ہم سے جدا نہیں
قفس اک حجاب وجود ہے ترے اختیار میں کیا نہیں
یہی ایک صورت آب و گل ہے تری نمود کا آئینہ
ہے جہاں میں کونسا وہ بشر جو وجود پا کے مٹا نہیں
میں ترے ثبات کا نقش ہوں نہ مٹا سکے گی مجھے فنا
مرا دل نہیں ترا آئینہ مری ذات تیرا پتا نہیں؟

جو تغیرات کی زد میں ہے تری ہر ادا تو ہے رنج کیا
اسے اعتماد جفا ہو کیوں جسے اعتبار وفا نہیں

تری رحمتوں پہ جو ناز ہے تو حقیقت اپنا مجاز ہے
ترے سامنے تو دعا کو بھی مرا دست شوق اٹھا نہیں

شب ہجر ایک وبال ہے دل زار جینا محال ہے
مری چشم شوق کی کیا خطا مہ و نجم میں بھی ضیا نہیں

نہ عبادت اب تری برمحمل نہ ریاضتوں کا ملے گا پھل
جو حضور پاکؐ کے نام پر ترے لب پہ صل علیٰ نہیں

نہ چمن میں کوئی کھلے گا گل نہ چراغ آرزو ہو گا گل
گل و عندلیب کی داستاں تو حدیث موج صبا نہیں

تری آرزو تری جستجو میں دل و نگاہ ہیں قبلہ رو
کہ جادہ ہے یہی مرحلہ کوئی منزل اس کے سوا نہیں

مجھے قابل اپنے وجود میں نظر آئی شان نمود بھی
کہ بقائے حسن دوام ہی تو مری فنا سے جدا نہیں

( )

سراپا آرزو بن کر رہین یاس ہوتے ہیں   دل و دیدہ محبت میں عجب حساس ہوتے ہیں
وہ نالے جو مرے لب پہ لئے اک آس ہوتے ہیں   تری بے التفاقی کے وہی عکاس ہوتے ہیں
ہماری ذات ہی گویا ہے چشم شوق کا پردہ   ہوں جب دور اپنی ہستی سے توان کے پاس ہوتے ہیں
لگاوٹ میں بھی اک طرفہ ادا ہے حسن پنہاں کی   بچا کر آنکھ نظروں سے وہ دل کے پاس ہوتے ہیں

جب ان جلوؤں کے آگے چشم ودل پر بس نہیں چلتا
جنون عشق کا پردہ مرے احساس ہوتے ہیں

○

حرص اس کی رہ غم میں دل رنجور نہیں — حسن کا شیوہ ہے ناز عشق کا دستور نہیں
کون کہتا ہے کہ ہے حسن کو قدرت حاصل — راہ الفت میں وہ کیا جبر پہ مجبور نہیں
سرخی دار و رسن بن گئی عنوان فغاں — اس کا رونا ہے جہاں میں کوئی منصور نہیں
حسرت دید کی تکمیل نہیں کچھ دشوار — آنکھ سے دور سہی دل سے تو وہ دور نہیں
جس نے دیکھا ہے دل شمس و قمر واقف ہے — حسن تاریکی سے محروم کوئی نور نہیں

سوز دل سے ہے جو اشکوں کا تعلق قابل
چشم مشتاق ہی کیا شمع سرطور نہیں

○

نگاہ نیچی کئے مسکرائے جاتے ہیں — چراغ شوق کی وہ لو بڑھائے جاتے ہیں
نہیں یہ جذب محبت تو میرے دیدہ و دل — تمہاری بزم میں کیوں بے بلائے جاتے ہیں
زمیں پہ پھولوں کی قسمت ہیں اشک شبنم کے — فلک پہ تاروں کے آنسو بہائے جاتے ہیں
نفس نفس میں مرے ہو رہے ہیں یوں وہ مکیں — مری نظر سے حجابات اٹھائے جاتے ہیں
انہیں ہے دل سے تعلق انہیں ہے دل سے ربط — یہ بات ہے جو وہ دل کو ستائے جاتے ہیں
یہ فرق دیر و حرم اک ترے حجاب سے ہے — نقاب اٹھا سبھی مرکز پہ آئے جاتے ہیں
ضرور میری وفاؤں کا دے رہے ہیں حساب — وہ ایک ایک ستم کیوں گنائے جاتے ہیں
کسی کی شوخ نگاہی کا شعبدہ دیکھا — حواس و ہوش جنوں میں سمائے جاتے ہیں
ترے وصال کی صورت ترا فراق بھی ہے — لے دور ہو کے ترے پاس آئے جاتے ہیں

وہی ہیں آئینہ دل میں جاگزیں قابل
جو میرے دل کو نظر سے گرائے جاتے ہیں

○

تمہارے دور میں پھولوں کی آنکھ نم تو نہیں
بہار سے ہیں فسردہ خزاں کا غم تو نہیں

یہ بات کیا کہ جفاؤں سے ہے سکوں دل کو
ستم کے پردے میں ظالم کہیں کرم تو نہیں

تمہارے ہاتھ بھی سلجھے نہ گیسوئے پیچاں
مرے نصیب کے زلفوں میں پیچ و خم تو نہیں

نگاہ ملتے ہی ہم پر ہیں دو جہاں روشن
کسی کی نرگس مخمور جام جم تو نہیں

نظر سے لاکھ وہ برتیں حجاب تو کیا ہے
ہمارے دل سے رخ التفات کم تو نہیں

یہاں پلاتے ہیں مے غم کے دور کرنے کو
ہمارا میکدہ واعظ ترا ارم تو نہیں

نفس نفس پہ جو ہوتا ہے موت کا دھوکا
مری حیات کہیں جلوۂ عدم تو نہیں

فراق و وصل میں ہے ایک درد کا عالم
مری وفا میں تجلیٔ بیش و کم تو نہیں

ضرور گزرے ہیں قابل وہ راہ منزل سے
حجاب چشم انہیں کے کہیں قدم تو نہیں

○

نگاہ شوق اگر دل کی غم گسار نہ ہو
تو تیرا جلوۂ پنہاں بھی آشکار نہ ہو

جو انفعال خطا پر مرا شعار نہ ہو
گناہگار پہ یوں لطف کردگار نہ ہو

یہ بات مسلک حسن و ادا میں ہے ناپید
کہ کوئی چاند بنے اور داغ دار نہ ہو

کبھی نہ گیسوئے پیچاں ہو دل پہ سایہ فگن
شب فراق جو اس کے گلے کا ہار نہ ہو

اگر وہ دل کے سفینے کے ناخدا ہیں تو پھر
دعا ہے یہ کبھی دریائے غم کے پار نہ ہو

مری نگاہ میں ہے ننگ گلستاں قابل
وہ پھول جس کے مقدر میں کوئی خار نہ ہو

○

تم طرز جفا کے خالق ہو انداز محبت کیا جانو
بلبل کی حکایت کیا سمجھو پھولوں کی نزاکت کیا جانو
آرائش زلف کے ہو بندے بگڑی ہوئی قسمت کیا جانو
تم صبح وصل کے ہو عادی رنج شب فرقت کیا جانو
کیا تم کو غرض کیوں گلشن میں مرغان چمن ہیں محو فغاں
تم درد محبت کیا سمجھو تم سوزش فرقت کیا جانو
تم لالہ و گل کی نکہت کو آوارۂ گلشن کیوں دیکھو
تم جلوۂ صورت میں ہو مگن تم خوبی سیرت کیا جانو
رندان سبوکش کی باتیں زاہد کی سمجھ سے باہر ہیں
پیمانہ ہے جام مئے کوثر میخانہ ہے جنت کیا جانو
مصروفیت چشم و دل و جاں کیونکر ہو تمہیں اس کا عرفاں
ملتی نہیں راہ الفت میں مرنے کی بھی مہلت کیا جانو
ہر شعر تر سے پیدا ہے انداز بیان الفت کا
قابل کی فصاحت کیا سمجھو قابل کی بلاغت کیا جانو

○

بنائے قلب و نظر ناز حسن اٹھانے کو — یہ بات یاد رہے گی تری زمانے کو
یہ روز روز کے سجدے ہیں کیف دل میں مخل — جبیں میں جذب نہ کر لوں اس آستانے کو
تصورات نے صورت مری بدل ڈالی — تری شبیہ کا دھوکا ہے اک زمانے کو
چراغ خانہ کی صورت ہو شام غم پیدا — سجاؤں برق سے کیونکر نہ آشیانے کو
شکستہ دل جو ہوئے دیکھ کے وہ رنگ چمن — نسیم صبح چلی پھول گدگدانے کو
انہیں ہے اپنی محبت کا امتحاں منظور — بنائے ہیں دل و جاں بار غم اٹھانے کو

زہے نصیب کہ ہم پر ہوئی نوازش ناز　　ہمیں کو خاص کیا عشق آزمانے کو
ہے میرے داغ تمنا کی چاند سی صورت　　خدا رکھے تری نظروں کے اس نشانے کو

ہم ان کے عشق کی مالا جپا کئے قابل
کہاں کہاں نہ سناتے رہے فسانے کو

○

کہتے ہیں نظر کا دھوکا ہے یہ عشق و محبت کچھ بھی نہیں
حالانکہ غم دل کے آگے انداز قیامت کچھ بھی نہیں

یہ سنگ و شجر یہ برگ و بر سب ہیں ترے حسن کے پردہ در
پابند محبت ہے ہر شے دستور محبت کچھ بھی نہیں

ہستی کا عدم پر ہے دھوکا ہے نقش فنا میں رنگ بقا
ہر سانس قیامت سے ہے سوا کہنے کو قیامت کچھ بھی نہیں

ہیں وہم و نظر کی تصویریں یہ حسن نہاں کی تنویریں
تاب مہ و انجم کچھ بھی نہیں پھولوں کی نزاکت کچھ بھی نہیں

کیوں بحر کرم کو جوش آیا کیوں رحمت حق کو ہوش آیا
پھر کہئے ذرا بندہ پرور یہ اشک ندامت کچھ بھی نہیں

آباد ہو دل برباد ہو دل مسرور ہو دل ناشاد ہو دل
تکمیل محبت کی رہ میں یہ فتح و ہزیمت کچھ بھی نہیں

○

یوں اہل دل کو ہوتا ہے عرفان آرزو
جلتی ہے شمع غم تہہ دامان آرزو

جب سے ہے حسن جلوۂ پنہاں آرزو
ایک اک نظر ہے شعلہ بدامان آرزو

کیونکر شب فراق ستارے نہ جگمگائیں
ہر داغ دل ہے اک مہ تابان آرزو

اب یوں سفینۂ دل پُرشوق ہے رواں
ایک اک نظر ہے موجہ طوفان آرزو

ہے اک کرشمہ نگہ ناز شوق دل
جیسے وہ خود ہوں سلسلہ جنبان آرزو

رعنائی نظر سے ہے تابانی جمال
ہے حسن و عشق دونوں پہ احسان آرزو

شبنم سے سرد ہو کے رہا کاروبار عشق
ایک ایک گل ہے دیدۂ گریان آرزو

رونق اسی سے ہے دل حرماں نصیب کی
اک تیرا غم ہے شمع شبستان آرزو

ارمان دید ہے نہ ملال شب فراق
تیرا خیال جب سے ہے مہمان آرزو

قابل مری وفا کا یہ عالم زہے نصیب
ان کی طلب ہے تاحد امکان آرزو

○

رخ پھیر کر نظر سے نظارے چلے گئے
تھے میرے جتنے دل کے سہارے چلے گئے

دریا نے رکھا ڈوبنے والوں کا یوں بھرم
طوفاں میں لے کے ہمکو کنارے چلے گئے

ہر چند تھیں قضا کی بہت تیز آندھیاں
ہم شمع زندگی کو سنوارے چلے گئے

اب شوق و یاس کا بھی تو دل میں نہیں پتہ
جانے کہاں یہ درد کے مارے چلے گئے

قابل ضرور ان کو ہوا خلد کی لگی
جو انکے در پہ عمر گزارے چلے گئے

○

اس ستمگر کے خیالات سے جی ڈرتا ہے
بات کیا کیجئے کہ ہر بات سے جی ڈرتا ہے

لاکھ بار ان کے رخ ناز کو دیکھوں لیکن
عشق و الفت کی روایات سے جی ڈرتا ہے

حوصلہ انکے نظارے کا کہاں سے لاؤں کیا کروں اپنے ہی جذبات سے جی ڈرتا ہے
ہو نہ میثاق ازل ہی سے قیامت برپا اپنے بیتے ہوئے لمحات سے جی ڈرتا ہے

حرم و دیر ہو میخانہ ہو یا انکی گلی
قابل ان چار مقامات سے جی ڈرتا ہے

○

دیدۂ تر اگر سفینہ ہے ہم کو طوفان غم میں جینا ہے
کس کے جلووں کی دید کا ہے عزم ذرہ ذرہ جو چشم بینا ہے
دل کا آئینہ دیکھ کر یہ کھلا کہ بغل ہی میں طور سینا ہے
کاٹے کٹتی نہیں حیات غم موت اگر ساتھ ہو تو جینا ہے

خون دل ہو کہ اشک غم قابل
یہ بھی پینے میں کوئی پینا ہے

○

گھر سے جانے کی کوئی بات نہ ہونے پائے وصل کی صبح مگر رات نہ ہونے پائے
ہر نفس ماضی کا دھڑکا نہیں اچھا ہمدم زیست پامال روایات نہ ہونے پائے
حسرت و غم سے دل زار شگفتہ گل ہے پھر یہ افسردۂ جذبات نہ ہونے پائے
زلف بر دوش تو آتے ہو مگر دھیان رہے حشر کی صبح کہیں رات نہ ہونے پائے
دیدہ و دل کا اشارا ہے دم نظارہ عہدو پیاں ہو مگر بات نہ ہونے پائے

قابل اس بزم میں اب دل کو سنبھالے رکھنا
کشتۂ رنگ خیالات نہ ہونے پائے

○

ان آنکھوں میں شرارت ہم نے دیکھی — قیامت در قیامت ہم نے دیکھی
عداوت خاص اپنوں کی طرف سے — محبت کی بدولت ہم نے دیکھی
گلوں میں شمع میں شمس و قمر میں — ترے رخ کی شباہت ہم نے دیکھی
توجہ میں بھی انداز تغافل — تری الفت میں ندرت ہم نے دیکھی
جبین فرد پر تقدیر ملت — نوشتہ مثل عبرت ہم نے دیکھی
خدا یاد آیا ملتے ہی نگاہیں — یہ کس کافر کی صورت ہم نے دیکھی

حسیں آنکھوں کے آئینہ میں قابل
عجب تصویر فرقت ہم نے دیکھی

○

ہر ایک پھول ہدف بن گیا زمانے کا — یہی مآل ہے غنچوں پہ مسکرانے کا
نظر کو انکے حرم کی تلاش ہے لیکن — جبین شوق کو سودا ہے آستانے کا
نہیں ہے آئینہ دل بھی جام جم سے کم — کہ ایک نقش ہے انکے نگار خانے کا
جو بوالہوس ہیں دو عالم کے عشق کیا سمجھیں — تری طلب ہو تو سودا نہ ہو زمانے کا
ستارہ اسکو مقدر کا کیوں نہ میں سمجھوں — جبین شوق ہے ذرہ اس آستانے کا
سبب یہ ہے جو خزاں میں بھی ہے بہار کا رنگ — چمن میں انکا ارادہ ہے گل کھلانے کا
ہے آہ سرد نفس اور برق و شعلہ دل — کہاں ملا کوئی ہمدم ہمیں ٹھکانے کا
ازل کی صبح کو عنوان چشم و دل کیلئے — ہے حشر آخری ٹکڑا مرے فسانے کا

یہ دونوں سجدہ گہہ چشم و دل ہیں یوں قابل
ہے دیر و کعبہ پہ پرتو اس آستانے کا

○

تری جبیں سے ستاروں کا حال کیا ہو گا ان انفعال کے ماروں کا حال کیا ہو گا
تبسم گل و لالہ پہ روتی ہے شبنم خزاں نصیب بہاروں کا حال کیا ہو گا
فغان دل جو نفس آزما رہی شب غم تو ساز زیست کے تاروں کا حال کیا ہوگا
قیامت آئی تو یہ ہو گا اہل عشق کو غم زمیں کے چاند ستاروں کا حال کیا ہو گا
تصور دل و دیدہ کی بزم آرائی وہ آگئے تو نظاروں کا حال کیا ہو گا
خزاں ہے دشت جنوں میں تو خاک اڑتی ہے چمن میں آکے بہاروں کا حال کیا ہو گا
فغاں سہی تری فطرت یہ سوچ لے بلبل چمن کے سینہ فگاروں کا حال کیا ہو گا
مری نظر میں مآل تبسم گل ہے فنا پسند بہاروں کا حال کیا ہو گا

ہوئے نہ جلوہ فگن وہ جو حشر میں قابل
تو چشم و دل کے سہاروں کا حال کیا ہو گا

ہے تیرے جور میں بھی دلکشی کیا تجھے سجتی ہے ظالم دلبری کیا
خرد کی جان کا دشمن ہے کیوں دل جنون عشق سے ہے آگہی کیا
پسند خاطر الفت یہی ہے ترا غم ہے تو ارمان خوشی کیا
جنوں سے غم کو ہے تسکین حاصل علاج دل ہے آشفتہ سری کا
جفا پر کیوں تری آنکھیں ہوئیں نم وفا میں کچھ ہوئی میری کمی کیا
مرے شوق تجسس کی ہیں راہیں حرم کیا دیر کیا تیری گلی کیا
خزاں روح بہار گلستاں ہے یہ سنکر پھول کو آئی ہنسی کیا
شکست دل پہ بھی ناز تبسم گلوں کے غم کا پردہ ہے ہنسی کا
فقط تیرے کرم کا آسرا ہے مرے معبود میری بندگی کیا
مری نظروں میں ہے صبح قیامت بتاؤں کیا ہے شام زندگی کیا
صنم کیا کیا تراشے آرزو نے ہے تسکین تمنا بندگی کیا

تصور میں ترے بندوں نے تیرے تری فرقت میں کی صورت گری کیا
ہے کلیوں کو تبسم میں تکلف گلوں کو راس آئے گی ہنسی کیا
ہیں تاب زلف سے خیرہ نگاہیں یہ ظلمت ہے تو ہو گی روشنی کیا

ندیم اپنے ہوئے دنیا سے رخصت
سکون دل ہو قابل شاعری کیا

○

کیا نور و نار کی دنیا میں اس لطف کے قابل کوئی نہیں
غم قسمت آدم خاکی ہے جس کا متحمل کوئی نہیں
مربوط غم جاں ہو کر بھی مانوس غم دل کوئی نہیں
اس راہ میں لاکھوں مرحلے ہیں اس راہ میں منزل کوئی نہیں
اے جذبہ نامعلوم ترے ہاتھوں ہے اجیرن کیوں ہستی
بے چین ازل کے دن سے ہے دل وجہ خلش دل کوئی نہیں
پروردۂ آغوش طوفاں طوفاں سے کنارا کرتے ہیں
ہر موج تلاطم ساحل ہے کیوں کر کہیں ساحل کوئی نہیں
اک سلسلہ نور و ظلمت ہے شام و سحر کا نقش آراء
پابند روابط ہے عالم آزاد مواصل کوئی نہیں
جو فکر و نظر میں آ نہ سکے خود عقل جسے سمجھا نہ سکے
عالم میں بجز اس ہستی کے تفسیر عوامل کوئی نہیں
انداز بھی ہے دلداری بھی جلووں کی نظر آزاری بھی
لیکن اس عشق کی دنیا میں الفت کا مماثل کوئی نہیں
نظریں ہیں گرفتار جلوہ دل بستۂ دام رنگ و بو
طغیان وفا کے بندوں میں آسودۂ ساحل کوئی نہیں

ہر زخم ہے چشم نظارہ ہر سانس قضا کا گہوارہ
بسمل کی طرف تو دیکھ ذرا کیا ہمسر قاتل کوئی نہیں

یہ کشتہ ناز و الفت ہیں یہ حسن ادا کے ہیں بسمل
جو حشر میں پیش داور بھی کہتے ہیں کہ قاتل کوئی نہیں

کثرت میں یہ رنگ یکتائی خلوت میں یہ شان تنہائی
ہے حسن دو عالم سے واصل اور حسن سے واصل کوئی نہیں

ہے حسن طلب کا افسانہ ایک ایک ادائے دیوانہ
ہر ذرہ ہے میرا دل لیکن دراصل مرا دل کوئی نہیں

کس طرح ملے حسن پنہاں گمراہ ہوئے جب قلب و جاں
پابستۂ منزل لاکھ سہی سر گشتۂ منزل کوئی نہیں

کیا ڈوبنے والوں کی قسمت ان سے بھی پہلے ڈوبے گی
ہر موج تلاطم ہے ساحل طوفاں سر ساحل کوئی نہیں

دیوانہ سوز عشق ہوں میں یوں شمع فروز عشق ہوں میں
وہ درد ہے قابل دل میرا جس درد کے قابل کوئی نہیں

○

شام غم جتنی تاریک ہوتی گئی ان سے ملنے کی تحریک ہوتی گئی
چشم و دل کی فراوانی آرزو باعث ردّ تشکیک ہوتی گئی
دل جو اس زلف پُرخم کی رہ پر چلا بگڑی تقدیر بھی ٹھیک ہوتی گئی
حسن سے جس قدر دور ہٹتے گئے منزل عشق نزدیک ہوتی گئی

اپنے عصیاں پہ رحمت کی چشم کرم
قابل زار کو بھیک ہوتی گئی

○

رہے مضطر گدا و شاہ برسوں　　نہ پائی تیرے گھر کی راہ برسوں
پتہ تیری حقیقت کا نہ پایا　　رہے ہم گرچہ خود آگاہ برسوں
تیرے اکرام نے کس دن کمی کی　　رہے ہم آستیں کوتاہ برسوں
قیامت اس گلی کے پیچ و خم ہیں　　رہے ہیں خضر بھی گمراہ برسوں
رہے ہم بھی اسیر حرص دنیا　　نہ چھوٹا شوق عزوجاہ برسوں

قضا دنیا کی ہو گی مرگ قابل
بھریں گے آہ اہل واہ☆ برسوں

☆ واہ کینٹ جہاں شاعر کا قیام رہا۔

○

جب بھی دل سے نگاہ ملتی ہے　　آپکے گھر کی راہ ملتی ہے
حسن معصوم ہر نظر سے تری　　دعوت صد گناہ ملتی ہے
آرزوئے گناہ کے صدقے　　رحمت بے پناہ ملتی ہے
حسن کی جلوہ گاہ کی رہ میں　　عشق کی خانقاہ ملتی ہے

قابل اس تیر ناز کے صدقے
جس کو دل میں پناہ ملتی ہے

○

اے چشم طلب تیرے حق میں فرق حق و باطل کوئی نہیں
نقش حرم دل ہے ہر شے بیرون در دل کوئی نہیں
یہ دور ہے تن آسانی کا گرویدہ مشکل کوئی نہیں
غم کے متمنی ہیں لاکھوں غم کا متحمل کوئی نہیں
حیرت کدہ دل لاکھ مگر صورت کدہ دل کوئی نہیں
اے حسن خود آرا تو ہی بتا کیا ترے مقابل کوئی نہیں

ہے صبح ازل سے گرم سفر گو عشق کی منزل کوئی نہیں
ہر موج میں ہے اک بحر نہاں اور بحر کا ساحل کوئی نہیں

پروانے ہیں محفل میں رقصاں گو شمع محفل کوئی نہیں
دل صبح ازل سے ہے سوزاں وجہ تپش دل کوئی نہیں

وہ سعی مدار ہستی ہے جس سعی کا حاصل کوئی نہیں
دل محو نبرد آرائی ہے گو دل کے مقابل کوئی نہیں

ق یہ ہے کہ عالم کفر میں بھی ایمان سے غافل کوئی نہیں
سودۂ باطل ہیں لاکھوں آرزوۂ باطل کوئی نہیں

بے مہری کا آزار بھی ہے جور و ستم پندار بھی ہے
دل اس بت کا متوالا ہے وجہ کشش دل کوئی نہیں

جو حسن سراپا وحدت ہے وہ جلوہ فروز کثرت ہے
وہ ذات ہے پیوست ہر شے جس ذات میں شامل کوئی نہیں

اخلاص و وفا میں لاثانی ایثار و محبت میں یکتا
اس اوج کا حامل ہے قابل جس اوج کے قابل کوئی نہیں

○

میری تقدیر میں عیش دو جہاں باقی ہے — میں ہوں زندہ جو میرا عشق جواں باقی ہے
میرے سینے میں نہیں کچھ غم الفت کے سوا — دل ہوا ختم مگر درد نہاں باقی ہے
ہم نے لوٹی ترے ابروئے کشیدہ کی بہار — چل گیا تیر مگر نقش کماں باقی ہے
،اور حشر فغاں ہے میری ہنگامہ حشر — آج بھی ہستی فانی کا نشاں باقی ہے

اس نے یہ کہہ کے مجھے دی ہے تسلی قابل
جسم فانی ہے مگر روح و رواں باقی ہے

○

عیاں ہو کر نگاہوں سے چھپا ہوں   ترے جلوے کا میں حسن ادا ہوں
حیات جاوداں کا آسرا ہوں   مگر دنیا سمجھتی ہے قضا ہوں
وہ بندہ ہوں کہ شان کبریا ہوں   حقیقت کیا حقیقت سے سوا ہوں
ہے میری بیخودی طرز ارادی   میں خود دیوانگی میں مبتلا ہوں
نہ نکلے دل سے جو ہوں بددعا وہ   نہ آئے لب پہ جو ایسی دعا ہوں
ہدایت ہوں سراپا بہر عالم   میں فرمان شہ کرب و بلا ہوں

نہیں قابل پہ اپنے کیا بھروسہ
ازل سے آپ کا ہوں آپ کا ہوں

تم نے آخر کرم کیا نہ کیا   پھر مجھی پر ستم کیا نہ کیا
دیدہ و دل کو جستجو میں تری   وقف دیر و حرم کیا نہ کیا
اپنا دل اپنے ہاتھوں سے پامال   تیرے سر کی قسم کیا نہ کیا
راہ فرقت میں انتظار ترا   ہم نے ایک اک قدم کیا نہ کیا
پھر چمن میں صبا نے پرچم زلف   رخ گلگوں پہ خم کیا نہ کیا
دل ہوا گم رہ وفا میں تو پھر   ہم نے سر کو قدم کیا نہ کیا

مرگ قابل کی سن کے ہم نے خبر
اپنی آنکھوں کو نم کیا نہ کیا

تمنا آستان ناز کی ہے اب ہزاروں کو   دعائیں دیجیے اپنی گلی کے خاکساروں کو
شہیدان وفا کے غم میں جو آنسو بہاتے ہیں   نظر میں رکھتے ہیں شمس و قمر ان سوگواروں کو

تری پیشانیٔ روشن پہ افشاں زیب دیتی ہے — یہ کس نے چاند سے رخ پر جڑا ہے ان ستاروں کو
کبھی گنتے ہیں تارے اور کبھی آنسو بہاتے ہیں — شب فرقت ہیں یہ دو کام تیرے غم کے ماروں کو
محمد مصطفیٰؐ سے حق کے جن بندوں کو الفت ہے — سمجھتے ہیں دل و جاں سے سوا وہ چار یاروں کو

نہیں نفرت کی گنجائش دلِ پُرشوق میں قابل
عناد و بغض سے کیا کام ہم الفت شعاروں کو

○

غم کے نقشے ہزار ہوتے ہیں — لوگ ہنستے ہوئے بھی روتے ہیں
شب فرقت نظر کے تاروں میں — گوہر اشک ہم پروتے ہیں
یہی اشک ندامت ہستی — دل سے داغ گناہ دھوتے ہیں
میرے دل کے سفینے کے ملّاح — مجھ کو طوفان میں ڈبوتے ہیں
ہم ہیں بے سود شاکی قسمت — کاٹتے ہیں وہی جو بوتے ہیں
پیش باطل جو سرفراز رہیں — حق کے بندے وہی تو ہوتے ہیں
دُر نایاب ہیں وہ اشک فراق — قہقہوں میں جنہیں سموتے ہیں
قصر موت و حیات کے مزدور — عمر بھر سنگ وخشت ڈھوتے ہیں
جو شناور ہیں بحر ہستی کے — اپنا دامن کہیں بھگوتے ہیں

میرے بیٹوں سے بھی سوا قابل
میرے دل دادہ میرے پوتے ہیں

○

رکھتے ہیں جلو میں ہم جنت کی بہاروں کو — دنیا نے کہاں سمجھا ہم عشق کے ماروں کو
اے دل تری آنکھوں نے اشکوں میں چھپایا ہے — دریائے محبت کے نادیدہ کناروں کو

یہ شام و سحر کیا ہیں جلوے رخ و گیسو کے — سمجھا دل گم گشتہ دزدیدہ اشاروں کو
میخانہ الفت کے جو مست ازل ٹھہرے — ساقی نے دعائیں دیں ان بادہ گساروں کو
معراج کی شب گزرے جس رہ سے حبیب حقؐ — تکتے ہیں مہ و انجم ان راہ گزاروں کو
گلزار مدینہ کے اک گل کی تمنا میں — جنت بھی ترستی ہے طیبہ کی بہاروں کو

ہوں جوش تلاطم کا مایوس ادا قابل
رکھتا ہوں سفینے میں بپھرے ہوئے دھاروں کو

کیا ستارا سا سر زلف پریشاں ٹوٹا — بوجھ سے دل کے ترا غنچہ مژگاں ٹوٹا
یوں کف پا میں میرے خار مغیلاں ٹوٹا — دل یہ سمجھا کہ مرا عہد گلستاں ٹوٹا
مانوں کیونکر وہ ہیں دیوانہ صحرائے جنوں — جن کے تلووں میں نہ اک خار بیاباں ٹوٹا
ہے یہ اکھڑے ہوئے سانسوں کی زباں پر نغمہ — للہ الحمد کہ قفل در زنداں ٹوٹا
شکر صد شکر کوئی بات تو لب پر آئی — بڑی مشکل سے ترا قفل زنخداں ٹوٹا
ہوا دامن پہ جو اک اشک تمنا کا نزول — میں نے جانا کہ گل شاخ دل و جاں ٹوٹا
خلوت آرائی اغیار کے اب راز کھلے — اب تری نظروں سے کچھ سحر شبستاں ٹوٹا

میں نے یہ کہتے فرشتوں کو سنا ہے قابل
ہے وہ شیطان کہ جس سے دل انساں ٹوٹا

وہ جس نے باغ میں پھولوں کو دل فگار کیا — اسی نے غنچہ دل کو بھی داغدار کیا
ترا خیال تصور ترا ترا عرفاں — وہ بحر ہے کہ جسے غرق ہو کے پار کیا
جنون و وحشت دل نے یہ کیا قیامت کی — کہ اپنا جامہ ہستی بھی تار تار کیا

نہ ہم اسیر فنا ہیں نہ ہم رہین بقا
سلوک ہم سے یہ کیا عمر مستعار کیا

یہ کام ہم نے کیا ہے یہ کام ہم سے ہوا
رہ جمال کا نظروں کو بھی غبار کیا

کسک کی لذت پیہم سے بھی ہیں کیا محروم
خدنگ ناز کو کیوں دل کے آرپار کیا

دل اس کے سایہ زلف دراز کے صدقے
شب فراق کو بھی جس نے تابدار کیا

بھلاوا دیدہ و دل کا ہے آرزوئے حشر
نہ اس نے قول دیا ہے نہ کچھ قرار کیا

جنون عشق سے فرصت ہی کب ملی ہم کو
نہ انتظار رہا ہے نہ انتظار کیا

بلائے جاں ہے بلائے نظر بلائے حیات
وہ ایک دل جسے ہم نے گلے کا ہار کیا

پئے ہیں ہم نے جو جام وفا تو شکوہ کیوں
تری نگاہ نے دنیا کو بادہ خوار کیا

نہ سمجھے حسن کے طرز حجاب کو قابل
خزاں کے بھیس میں نظارہ بہار کیا

مری نظروں میں حسن خود نگر ہے
جسے میں دیکھ لوں رشک قمر ہے

یہ کس کا حسن ہے آئینہ آرا
کہ جو شے ہے وہ سرتاپا نظر ہے

میں اب کس آستاں پر سر جھکاؤں
جبیں میں جذب ان کا سنگ در ہے

حضور دوست دامن کیا پساروں
کہ خود کشکول سائل چشم تر ہے

جو شام ہجر ہے امید محشر
تو پھر ہاتھوں میں دامان سحر ہے

یہ دل میں اس کے کس کی یاد آئی
کہ قابل دو جہاں سے بے خبر ہے

ہر نفس روح فزا ہو جیسے تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے
دل نے سینے سے لگا رکھا ہے درد عشق ان کی عطا ہو جیسے
اشک خونیں سر نوک مژگان شاخ پر پھول کھلا ہو جیسے
آپ ہی آپ میں چونک اٹھتا ہوں تو مجھے بھول گیا ہو جیسے
باغ میں پھول کا انداز شگفت دل بلبل کی صدا ہو جیسے
لب رنگین پہ تبسم کی بہار تازہ اک پھول کھلا ہو جیسے
عارض ناز پس زلف سیاہ چاند بادل میں چھپا ہو جیسے
ناز و انداز ہو یا جور و ستم ہم ہیں حاضر ہمیں چاہو جیسے

عرش اعظم پہ ہے قابل کا دماغ
آپ کے درکا گدا ہو جیسے

○

سنا ہے ہم نے یہ دل کی زبانی محبت ہے طلسم نوجوانی
ہو تیرا حسن یا تیری جوانی ہیں دونوں شرح راز لن ترانی
کھلیں زلفیں تو تیری یاد آئیں ہمیں بنگال کی شامیں سہانی
مجھے یاد آرہی ہے شام غربت یہ چشم غم یہ اشکوں کی روانی
ترے انداز دیکھے تو یہ سمجھے کہ ہر شے ہے جہاں کی آنی جانی

وفا سی شے ہوئی انمول قابل
قیامت ہے دل و جاں کی گرانی

○

یہاں آ کر دل بیمار کو پایا اچھا　　تجھ سے ظالم تیری دیوار کا سایا اچھا
جان دینے ہی سے ملتا ہے محبت کا ثبوت　　یہ سبق آپ کو دشمن نے پڑھایا اچھا
تھا تصور کہ ہیں غیروں سے یگانے بہتر　　تجربہ یہ ہے کہ اپنوں سے پرایا اچھا
کبھی ہم آپ بھی تھے دل سے رفیق و ہمدم　　آپ نے قصہ غم یاد دلایا اچھا
زندگی بھر نہ دیا ساتھ وفا کیشوں کا　　مرنے والوں کا مگر عرس منایا اچھا

جس کو تم بھول گئے جو نہ ہمیں یاد رہا
وہ فسانہ دل و دیدہ نے سنایا اچھا

○

آج کیفیت غمی دیکھی　　آنکھ اس گل کی شبنمی دیکھی
جب سے فردوس سے نکالا ملا　　رنگت آدم کی گندمی دیکھی
چھڑکی صہبائے ناب رندوں پر　　شیخ کی شان حاتمی دیکھی
آدمی آدمی کا دشمن ہے　　ردش دور عالمی دیکھی
صد بیاباں بکف ہے ہر ذرہ　　برشگال ہماہمی دیکھی
دشمنوں کی کمی بھی کی پوری　　اپنے یاروں کی ہمدمی دیکھی

اٹھے قابل جہاں سے تو دنیا
ایک تصویر ماتمی دیکھی

○

میری جانب نظر ہوئی نہ ہوئی　　آہِ دل پُر اثر ہوئی نہ ہوئی
عمر غم مختصر ہوئی نہ ہوئی　　ہجر کی شب سحر ہوئی نہ ہوئی
تم نے بالکل بھلا دیا تو کیا　　یوں بھی اپنی بسر ہوئی نہ ہوئی

جب فنا نقش کالعدم ٹھہری   زندگی دربدر ہوئی نہ ہوئی
میری ہر سانس سوزش غم سے   رشک برق و شرر ہوئی نہ ہوئی
ہوش آتے ہی پھر جبین شوق   آپ کے در کے سر ہوئی نہ ہوئی

ہوش جاتے رہے تو کیا قابل
بیخودی راہبر ہوئی نہ ہوئی

شب ہجر کی غم کا لئے نذرانہ کھڑی ہے   اپنی ہے مگر صورت بیگانہ کھڑی ہے
گو موت سر کوچہ جانانہ کھڑی ہے   یہ ہستی دل ہے جو حریفانہ کھڑی ہے
اک صورت معصوم پشیمانہ کھڑی ہے   اے عشق تری جرأت رندانہ کھڑی ہے
رندوں کی تمنا تو نہیں ہے متشکل   اک حور سی نزد در میخانہ کھڑی ہے
کیا زندہ کرامت یہ نہیں سوز وفا کی   ہر شمع لئے قسمت پروانہ کھڑی ہے
کب نجم و مہ و کاہکشاں ہیں شب معراج   پھولوں کا تجلی لئے نذرانہ کھڑی ہے
ہست و عدم و حشر کے طغیان بلا میں   دنیا ہے کہ باہمت مردانہ کھڑی ہے
کس کس کے قدم راہ وفا سے نہیں اکھڑے   ہے میری محبت جو دلیرانہ کھڑی ہے

قابل مجھے اللہ نے بخشی ہے فقیری
قدموں میں مرے سطوت شاہانہ کھڑی ہے

عکس ہیں دونوں مئے گلفام کے   مہر و مہ ٹکڑے ہیں میرے جام کے
ہیں ستاروں میں قمر کی آب و تاب   شعبدے ہیں چرخ نیلی فام کے
جسم و جاں حشر و ازل ارض و سما   چند خاکے ہیں میرے اوہام کے

نرگس میگوں کی دارائی نہ پوچھ تھے جم و کے بھی تو بندے جام کے
اللہ اللہ وصل کی شب کا خیال منتظر ہیں صبح ہی سے شام کے
نرگس شہلائے ساقی کی چبھن کیا حسیں پر تو ہیں میرے جام کے

ان کی نظروں نے جو چھیڑا ساز دل
رہ گئے قابل کلیجہ تھام کے

○

وفا کی آہ بھی غماز نکلی محبت کی بھری آواز نکلی
نگاہ شوق خوش انداز نکلی کہ ساز حسن سے آواز نکلی
بنی دشمن مرے قلب و نظر کی مری ہستی بھی تیرا ناز نکلی
قیامت میرے قلب و جاں پہ ڈھا کر تری حسرت ستم پرداز نکلی
چمن سے اڑ کے ہم پہنچے قفس تک تمنائے پرپرواز نکلی
بت کافر تجھے کس دل سے چاہوں محبت بھی ترا انداز نکلی
قیامت میں کھلیں آنکھیں تو دیکھا کہ ہستی اپنی پس انداز نکلی
نگاہ ناز پلٹی دل تک آکر یہ ظالم پھر غلط انداز نکلی

ہوا جب تجربہ ہستی کا قابل
تو دنیا دام حرص و آز نکلی

○

دیدۂ نظّارہ جُو کو پردہ در ہم نے کیا تیرے زعم حسن کو زیرو زبر ہم نے کیا
حسن بے پروا کو آگاہ نظر ہم نے کیا الفت نامعتبر کو معتبر ہم نے کیا

کی جبین شوق اپنی جذب سنگ آستاں
اور کس نے؟ احترام سنگ در ہم نے کیا

اپنی دھن میں جادہ ہائے شوق پر بڑھتے گئے
تیرے نظارے سے بھی قطع نظر ہم نے کیا

آج تک جذب محبت سے ہے ناآگاہ تو
سنگ دل! دیکھا ترے دل میں بھی گھر ہم نے کیا

شام فرقت سے جو منہ پھیرا تو دیکھی صبح حشر
لوگ کہتے ہیں دو عالم کا سفر ہم نے کیا

مانگ کر ان سے انہیں کو ہم ہوئے حرماں نصیب
آپ ہی اپنی دعا کو بے اثر ہم نے کیا

کیوں دو روزہ زندگی پر جان و دل صدقے کئے
اعتبار جلوہ نامعتبر ہم نے کیا

آپ کا کچھ اور تھا مقصود پیمان الست
ترجمہ جس کا باالفاظ دگر ہم نے کیا

کب تھی دو زلف سیہ قابل شب دیجور غم
آپ اس کالی بلا کو اپنے سر ہم نے کیا

کوہ غم کو اپنے دل میں مستقر ہم نے کیا
عشق کو دیوانہ و آشفتہ سر ہم نے کیا

کام گو یہ ہو نہ سکتا تھا مگر ہم نے کیا
حسن کی منزل میں آنکھوں سے سفر ہم نے کیا

عصر حاضر کا عطیہ ہے یہ معیار ادب
جہل سے اندازہ علم و ہنر ہم نے کیا

کس کے قابو میں تھے یہ صحرائے الفت کے غزال
آپ کے جلوؤں کو پابند نظر ہم نے کیا

تیری صورت کی تراشیں دل میں لاکھوں صورتیں
تیرے آئینہ کو بھی آئینہ گر ہم نے کیا

اپنے اشک و آہ میں بھر لی غم فرقت کی آگ
نکہت و شبنم کو بھی برق و شرر ہم نے کیا

درد سینے سے لگاتے ہی ملا دل کو سکوں
دشمن جاں تجھ کو اپنا چارہ گر ہم نے کیا

زاد رہ ان پر لٹاتا تھا جو مقصود سفر
ہر قدم پر رہزنوں کو راہبر ہم نے کیا

سیر ہفت افلاک کی قابل زہے معراج فکر
اپنے گھر بیٹھے دو عالم کا سفر ہم نے کیا

کس کو جینے کی تاب ہے پیارے   تیری فرقت عذاب ہے پیارے
تیرے نقش قدم کا عکس جمیل   مہر ہے ماہتاب ہے پیارے
دل ہے تیرے فراق سے بے حال   وصل کی کس کو تاب ہے پیارے
حیرت دید کی جو مظہر تھی   وہی آنکھ آب آب ہے پیارے
میرے دل کا مکین ہو کر بھی   کیوں نظر سے حجاب ہے پیارے
خیرگی چشم شوق کا ہے جواب   خوب رخ پر نقاب ہے پیارے
تیری رحمت کا لطف بے پایاں   معصیت بھی ثواب ہے پیارے

اپنے قابل پہ بھی نگاہ کرم
اس کی حالت خراب ہے پیارے

○

تیرے دامن کی گر ہوا نہ ہوئی   موج انفاس جاں فزا نہ ہوئی
جب تک ایما ہوا نہ رحمت کا   ہم سے بھولے سے بھی خطا نہ ہوئی
حشر میں موت کی بن آئی ہے   آج عمر گریز پا نہ ہوئی
جانے کیا چیز ہے صلوٰۃ عشق   کہ قضا تو ہوئی ادا نہ ہوئی
کیا نہیں وہ علیم اور خبیر   ہم سے گستاخی دعا نہ ہوئی
تھی جو گہوارہ حسن و الفت کا   ہائے وہ زندگی فسانہ ہوئی
ایسے بلبل کا کیا ٹھکانا ہے   برق ہی جس کا آشیانہ ہوئی
گھر سے باہر رکھا نہ اس نے قدم   آہ بھی دل کی شمع خانہ ہوئی
دیکھا آنکھوں سے زیست کا عالم   ادھر آئی ادھر روانہ ہوئی
ہائے مجبوریاں محبت کی   کہ وفا تو ہوئی جفا نہ ہوئی
کفر کو جس نے کفر ٹھہرایا   وہ تجلی بھی حق نما نہ ہوئی

زندگی نکلی سخت جاں قابل
جو فنا ہو کے بھی فنا نہ ہوئی

○

چٹکیوں میں جو وہ پھول ملتے رہے　　دل کے ارمان کیا کیا مچلتے رہے
ہم جو گر گر کے پیہم سنبھلتے رہے　　ہو نہ ہو ساتھ ساتھ آپ چلتے رہے
جگمگا اٹھی جس سے شب ہجر بھی　　وہ دیئے دیدہ و دل میں جلتے رہے
میرا دل ہی نہیں انقلاب آشنا　　تیری نظروں کے رخ بھی بدلتے رہے
موت اپنے تعاقب میں سرگرم تھی　　یوں رہ زیست پر تیز چلتے رہے
ہوکے خوں دل بنا اشک غم اس طرح　　تہہ سے دریا کی موتی اچھلتے رہے

کی بتوں سے محبت کبھی عشق حق
روز و شب اپنے قابل بدلتے رہے

○

کوہ عمل ہے مرد خود آگاہ　　دونوں جہاں ہیں اس کو پرکاہ
اس شاہ دیںؐ کے در پر ہے سرخم　　عرش معلیٰ جس کی ہے پاگاہ
تکیہ کیا ہے جب سے خدا پر　　دست طلب ہے بندے کا کوتاہ
بے ساختہ آہ نکلی ہے لب سے　　چٹکا جو غنچہ گلشن میں ناگاہ
ہے دُور کعبہ تو دل کا رخ کر　　یہ بھی ہے تیرے مالک کی درگاہ
راتوں کی عظمت دن سے سوا ہے　　جب کہکشاں ہے معراج کی راہ

کس طرح قابل پہچانیں حق کو
وہ جو نہیں ہیں خود سے بھی آگاہ

○

کبھی ناز بتاں ہیں اور کبھی دعوے خدائی کے　　عجب انداز ہیں اے چاند تیری رخ نمائی کے
کوئی چھینٹا جو پڑ جائے مرے اشک ندامت کا　　تو دھل جائیں جناب شیخ دھبے پارسائی کے
وہ چشم و دل جنہیں سب عشق کا مخزن سمجھتے ہیں　　حقیقت میں ہیں آئینے تری جلوہ نمائی کے

زبان حال سے ہو آشنا اے بلبل نالاں / سکوت گل میں بھی انداز ہیں نغمہ سرائی کے
نہیں سنگ در جاناں ہی کچھ رخ آشنا ورنہ / ہیں شاہد ذرے اس کوچے کے میری جبہ سائی کے
زمیں پر غنچہ و گل چرخ پر مہر و مہ و انجم / حقیقت میں سب آئینے ہیں ان کی خودنمائی کے
حیات و موت حسن و عشق صبح و شام روز و شب / نمونے ہیں نظر میں دست قدرت کی صفائی کے
دل و دیدہ ہی پورے اترے میزان قیامت میں / کہ تھے شائستہ دیدار دور ابتدائی کے
نہ کی ان کی طلب بھی گو وہ نزدیک رگ جاں تھے / ہوئے قائل اب اے دل ہم تری بے مدعائی کے
تصور اب انیس شام ہجراں ہے تو شکوہ کیا / کہ بندے ہیں ازل سے ہم تری صورت نمائی کے
ہیں دنیا سے غنی سجدہ گزار آستاں ان کے / ہیں ان کی بندگی میں بھی طریقے کبریائی کے
کہاں پیمانہ شمس و قمر میں ظرف تابانی / ہیں کشکول شکستہ زاہدوں کی پارسائی کے

محبت اور ہوس میں جب خط تفریق مشکل ہے
نہ ہم عصیاں کے لائق ہیں نہ قابل پارسائی کے

محرومیاں ہیں عشق کا انجام کیا کروں / اب میں کسی کو موردالزام کیا کروں
ان کو حریم دل میں چھپاؤں تو کس طرح / جلوؤں کے پردہ در ہیں در و بام کیا کروں
کیونکر زباں کو باز رکھوں تیرے ذکر سے / ہے لوح دل پہ نقش ترا نام کیا کروں
ہے عشق میں نظر کا اٹھانا سوئے ادب / اک جلوہ حسیں ہے سربام کیا کروں
محدود دل کروں وہ تجلی تو کس طرح / روداد چشم شوق کا اتمام کیا کروں
دیتے ہیں درس بادہ کشی مجھ کو رات دن / شمس و قمر کا دور میں ہے جام کیا کروں
ہو میرے بھول جانے کی فرصت تجھے نصیب / اب تک ہے میرے لب پہ ترا نام کیا کروں
اس حسن پردہ دار سے کیا شکوہ حجاب / خود ربط جسم و دل ہے ابھی خام کیا کروں

قابل اب اپنے ذوق طلب کی ہو شرح کیا
منزل ہے دل کی جلوہ بے نام کیا کروں

شب وصل کی جو ہے شب ہجراں سے دور دور — صبح وطن ہے شام غریباں سے دور دور
گو تو نہیں ہے میری رگ جاں سے دور دور — تیرا وصال ہے حد امکاں سے دور دور
اے قلب زار اس آفت ایماں سے دور دور — اے چشم شوق جلوہ پنہاں سے دور دور
اس نغمہ حیات کی لے ہیں دل و نظر — رہتا ہے خود جو ساز رگ جاں سے دور دور
جس کا مشاہدہ نہیں جبریل کو نصیب — صورت نہیں وہ دیدہ انساں سے دور دور
رندان بادہ مست کا کعبہ ہے چشم ناز — ہے کفر ان کے حلقہ ایماں سے دور دور
گو اشتیاق دید میں بیتاب ہے نظر — رہتی ہے پھر بھی جلوہ جاناں سے دور دور
ہے زخم دل کا پھول حریف نسیم صبح — موج نفس رہے گل خنداں سے دور دور
انسان ہوں جمال فنا ہے مرا نصیب — رہتا ہوں آب چشمہ حیواں سے دور دور
جو آگیا لپیٹ میں اس کی ہوا فنا — اے موت میری عمر گریزاں سے دور دور
کیوں رنج روزگار ہو اس کا شریک درد — رکھتا ہے ان کا غم غم دوراں سے دور دور
ہے کشتگان ناز کا مرکر بھی یہ وقار — اڑتی ہے خاک گور غریباں سے دور دور

قابل یہ ناقدان ادب نکتہ چین شعر
خود رہتے ہیں کمال سخنداں سے دور دور

چمن سے شبنم اگر اشکبار گزری ہے — گلوں سے پھیر کے رخ کیا بہار گزری ہے
ہوا ہے دل کو قیامت کا عمر بھر دیدار — یہ ایکبار نہیں بار بار گزری ہے
گلوں کی راہ میں کانٹے بچھا رہی ہے صبا — کچھ اس کے کان میں کہہ کر بہار گزری ہے
فقط یہ میں نے کہا تھا کہ کیجئے قدر وفا — یہ بات خاطر نازک پہ بار گزری ہے
نہ جانے دل کی نگاہوں میں کونسا ہے حسن — تجلی بن کے نظر کا غبار گزری ہے
وہ زندگی جسے کہئے حیات محرومی — نگاہ میں شب تاریک و تار گزری ہے

ہے خارزار محبت کا دشت پیا دل　　یہی وہ راہ ہے جس سے بہار گزری ہے

بتان حسن و ادا کے جلو میں شام و سحر
حیات قابل شب زندہ دار گزری ہے

○

پھر ہوئی یاد تری صاعقہ انداز غزل　　پھر دل و دیدہ پہ روشن ہوا اعجاز غزل
بن چکا نالہ غم شعلہ آواز غزل　　آگ خود دل کی بجھا اے بت طنّاز غزل
نگہ شوق سے چھپتی ہے کہیں دل کی بات　　دیکھئے چشم فسوں ساز ہے غماز غزل
اکھڑے اکھڑے سے لب ناز پہ فقرے ہیں مگر　　سُرمگیںؔ نظریں ہیں اس شوخ کی غماز غزل
شاعر ہفت سمٰوٰت کو سمجھائے کوئی　　شعر بے کیف ہے جب تک نہو انداز غزل
شاہد حسن غزل یہ بھی ہے تیرا اعجاز　　کہ ہیں نظموں کے تماشائی نظر باز غزل
میر و غالب ظفر و مومن و ذوق آتش و داغ　　سب تھے یہ شان غزل سب تھے سرافراز غزل

ہمنوا ہیں ابھی قابل مرے احسان و حفیظ☆
کون اٹھائے گا اٹھائیں گے ہمیں ناز غزل

☆　احسان دانش اور ابوالاثر حفیظ جالندھری

○

چاند تاروں کو بُرضیا کیجے　　ان کو بھی اپنا نقش پا کیجے
اپنے بندوں کا ناخدا ہے خدا　　خضر رہ کو نہ رہنما کیجے
عشق انجام کا ہے دل دادہ　　ابتدا ہی سے انتہا کیجے
رنگ محشر سے دل ہوا ہے اداس　　اک قیامت نئی بپا کیجے
رنگ بھر کر مری شب غم کا　　چشم میگوں کو سرمہ سا کیجے

وہ جفا کو وفا سمجھتے ہیں ان سے کس بات کا گلا کیجے
ذکر حوراں ہے بے محل واعظ حق کے بندے خدا خدا کیجے

جوش رحمت کو دیکھ کر قابل
حسرت دل ہے پھر خطا کیجے

اس نے شیشے میں دل زار اتارا کیسا کر لیا عشق میں مرنا بھی گوارا کیسا
ماتم اہل وفا کی تمہیں فرصت تھی کہاں سر مژگاں نظر آتا ہے ستارا کیسا
موت بھیجی کہ کرے ہجر کی مشکل آساں بیکسوں کو دیا مالک نے سہارا کیسا
کھولا ہے مشق تصور نے تری دید کا در بند آنکھیں ہوں تو ہوتا ہے نظارا کیسا
حسن کے جور سے آہی گئی ضبط کی خو دل ناکارہ کو الفت نے سنوارا کیسا
تجھ کو تسلیم ہی کرتے بنی تردید کے بعد غیروں نے تجھ کو مصیبت میں پکارا کیسا
ہے دو عالم کی طرف آنکھ اٹھانا بھی گناہ دل نے سمجھا تری نظروں کا اشارا کیسا
زندگی کا سبق اس دور میں شاہین سے سیکھ بے نشیمن بھی یہ کرتا ہے گزارا کیسا
ہم پہ الزام ہے طوفان میں ساحل کی طلب ہم تلاطم کے ہیں پروردہ کنارا کیسا
زد میں انفاس کی آندھی کی ہے عمرفانی ہو ہوا تیز تو اڑتا ہے غبارا کیسا
ڈوبتے ہی ہوا دل بحر محبت کے پار ملا طوفان کی موجوں میں کنارا کیسا
کہتے ہو دل ہے ہمارا جو نظر ہے تیری عشق صادق ہے تو یہ میرا تمہارا کیسا
نہیں خود عالم الفت کسی طوفان سے کم عشق ساحل پہ ڈبو دیتا ہے دھارا کیسا

وہ جو دل لیکے ہوا جان کا دشمن قابل
ہے وہی دونوں جہاں سے ہمیں پیارا کیسا

جو حسن حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا　　جو برق نشیمن نہ ہو دل کیا وہ جگر کیا
پائی چمنستان محبت کی خبر کیا　　اب تک نہ کوئی سمجھا کہ گل کیا ہیں ثمر کیا
گر گر کے سنبھلتے رہے ہم راہ وفا میں　　سچ ہے کہ رہے آپ بھی ہمراہ سفر کیا
ہر عہد رہا آپ کا مشروط قیامت　　دیوانے کہاں سمجھے اگر کیا ہے مگر کیا
ہم جادۂ ہستی میں مشیت کے ہیں پیرو　　ہم کو نہیں معلوم قضا کیا ہے قدر کیا
انساں کو ہی عرفان ہے کچھ اس کا میسر　　معلوم کسی کو نہیں کیا خیر ہے شر کیا

بہتر ہے کریں چل کے اسی کوچے میں سجدے
قابل کوئی کر دے گا ہمیں راندۂ در کیا

○

گل تہہ گریۂ شبنم کبھی ایسا تو نہ تھا　　نظم گل زار کا برہم کبھی ایسا تو نہ تھا
ہیں سر حشر بھی قاتل کے پریشاں گیسو　　کشتۂ ناز کا ماتم کبھی ایسا تو نہ تھا
التفات نگہ ناز بھی ہے اک اعجاز　　درد دل میں مرے کم کم کبھی ایسا تو نہ تھا
میں نے مانا نہیں غم آپ کو میرا لیکن　　شعلہ رخسار کا مدہم کبھی ایسا تو نہ تھا
پہلے بھی چلتے تھے تیر ان کی نظر کے لیکن　　بسمل ان آنکھوں کا بیدم کبھی ایسا تو نہ تھا
اب جفا سے بھی ہیں محروم وفادار تیرے　　طور ہم سے ترا ہمدم کبھی ایسا تو نہ تھا

ان کی حسرت ہے انہیں کا ہے تصور قابل
عالم عشق منظم کبھی ایسا تو نہ تھا

○

نہ منزل تک نہ پہنچے کارواں تک　　مسافر ہیں ترے بے بس یہاں تک
حیات چند روزہ کیا کہ تجھ پر　　لٹادوں گر ہو عمر جاوداں تک

محبت کی بدولت جاوداں ہیں بظاہر مٹ گئے جن کے نشاں تک
وفا کی تیری جانب سے توقع یقیں کیسا نہیں وہم و گماں تک
مٹی ان پر کہ صدقہ تھا انہیں کا مرے کام آئی عمر رائیگاں تک
نشاط دو جہاں سے دل رہے دور کہاں تک اے غم جاناں کہاں تک
یقیں تک دل کی ہو کیونکر رسائی مقیّد ہیں میرے وہم و گماں تک
زمیں مسکن ہے کس عرش آشیاں کا قدم لیتا ہے جھک کر آسماں تک
رکھا پردہ یہاں تک ضبط غم نے کہ نغمہ بن کے گونجی ہے فغاں تک

نوا قابل مری بانگ درا ہے
یہ پہنچے کاش میرکارواں تک

○

ہر دم ترا خیال ستائے تو کیا کروں اک پل بھی مجھ کو چین نہ آئے تو کیا کروں
دیوانہ ذرہ ذرہ بنائے تو کیا کروں ہر شے میں تو ہی تو نظر آئے تو کیا کروں
ایک ایک آرزو نہ ہو کیوں غرق بحر غم دریا جو چشم ہجر بہائے تو کیا کروں
تیرا خیال تیری طلب تیری آرزو پل بھر بھی میرے دل سے نہ جائے تو کیا کروں
سناٹا شام غم کا فضاؤں کا یہ سکوت تیرا ہی گیت جھوم کے گائے تو کیا کروں
کس طرح دل سے جائے رخ و زلف کا خیال دن رات ان کی یاد ستائے تو کیا کروں

قابل جنون عشق سے کیوں ہو نہ مجھ کو ربط
دیوانہ مجھ کو عقل بنائے تو کیا کروں

○

نذر اس بت پہ کائنات کروں   جو کسی سے نہ ہو وہ بات کروں

تیری آنکھیں ہیں پھول نرگس کے   ان کو دیکھوں انھیں سے بات کروں

رخ یہ کہتا ہے کردوں رات کو دن   زلف کہتی ہے دن کو رات کروں

اے مرے بھول جانے والے میں   نقش دل تیری بات بات کروں

مسکرا کر مجھے جو تو دیکھے
نذر صدقے میں یہ حیات کروں

○

ہے مست مئے ناز اسے ہوش نہیں ہے   ہے شوخ مگر وعدہ فراموش نہیں ہے

اس نرگس میگوں کا جو مدہوش نہیں ہے   وہ رند سہی رند بلانوش نہیں ہے

کیا ہے مجھے عصیاں کا اگر ہوش نہیں ہے   کیا دامن رحمت بھی خطا پوش نہیں ہے

اک میں ہی فقط حسن کے جلوؤں کا امیں ہوں   بیخود ہیں دو عالم کہ مجھے ہوش نہیں ہے

کشتہ غم جاناں غم دوراں کا ہے لیکن   دل بار امانت سے سبکدوش نہیں ہے

دیوانہ کبھی کا ہوا ان جلوؤں پہ قرباں   اے ہوش کے بندو تمہیں کچھ ہوش نہیں ہے

فرقت میں بھی ہے یہ دل مہجور کا عالم   اک لمحہ تری یاد فراموش نہیں ہے

ہیں اب بھی دو عالم ترے مشتاق ملاقات   کیا ارض و سما صورت آغوش نہیں ہے

سکتہ سا حضور ان کے دو عالم پہ ہے طاری
ہے اک دل دیوانہ کہ خاموش نہیں ہے

○

یہ جانے پہچانے لوگ — عقل کے ہیں دیوانے لوگ
سچی بات پہ گل کی طرح — لگتے ہیں مرجھانے لوگ
بھر لیں بادۂ رحمت سے — عصیاں کے پیمانے لوگ
دونوں عالم کے جویا — خود سے ہیں بیگانے لوگ
دیکھ کے ان کی برق نظر — پھونک نہ دیں کاشانے لوگ
اپنی حقیقت گر کھل جائے — خود سے لگیں شرمانے لوگ

ایک ہیں چشم قابل میں
دیوانے فرزانے لوگ

○

عام ہے دعوت نظر ابتک — حسن فطرت ہے جلوہ گر ابتک
چاند تاروں کا ہے سفر ابتک — ہے منور وہ رہگزر ابتک
جس کی دہلیز کی بنا دل خاک — ہے اسی آستاں پہ سر ابتک
ہو نہ ہو ذوق سجدہ میں ہے کمی — نہ بنا سر جو سنگ در ابتک

جس کے ذرے بھی ہیں مہ و انجم
ہے نظر میں وہ رہگزر ابتک

○

صبح محشر سے کھل گئی یہ بات — زندگی تھی تمام رات کی رات
شوق گیسو میں دل ہوا ہے اسیر — کھائی اس بوالہوس نے آخر مات
ہے محبت وہ راز کا عالم — کان میں کہنے کی ہو جیسے بات

رنگ و بو کا گلہ نہ کر بلبل   تو نے اپنی نوا سے کھائی مات

ہیں ستارے سر مژہ قابل
شاخ آہو پہ عاشقوں کی برات

○

ان سے کس نے کہا ستم نہ کریں   وہ مری زندگی کا غم نہ کریں
زندگی ہے قضا کا دوسرا رخ   ہم کو ہستی سے ستم نہ کریں
نظر آئے نہ اس میں شکل بتاں   شیشہ دل کو جام جم نہ کریں
آپ ہی کی تو ذات کا ہوں عکس   میری ہستی کو کالعدم نہ کریں

قابل ان کی گلی میں جاتے وقت
ہم نفس کو بھی ہم قدم نہ کریں

○

اپنا عہد ازل وفا کیجے   پھر قیامت کوئی بپا کیجے
سجدۂ شوق یوں ادا کیجے   سر کو اس بت کا نقش پا کیجے
غم کے قابل بنائیے دل کو   حسرت ترک مدعا کیجے
ہائے رے بیخودی وہ کہتے ہیں   دیدۂ شوق کو تو وا کیجے
دل گنہگار عشق ہے تو ہو   اپنی نظروں کو پارسا کیجے
لب کشائی خطا ہے ان کے حضور   جو کہیں وہ اسے سنا کیجے
گر سکندر ملیں تو ان سے کہوں   خضر کو اور رہنما کیجے
خود کو کھو کر جو انکو پایا ہے   بیخودی ہی کو رہنما کیجے
بعد میں کیجے زندگی کی چاہ   پہلے مرنے کا حوصلہ کیجے
خانہ دل میں وہ رکھیں جو قدم   سر کو بھی جذب نقش پا کیجے

اک دم واپسیں سے پا کے نجات　　طے اک عالم کا فاصلہ کیجے

کیا برا ہے یہ تجربہ قابل
موج طوفاں کو ناخدا کیجے

○

درد دل میں کمی نہیں ہوتی　　تم سے چارہ گری نہیں ہوتی
دل کو سچی خوشی نہیں ہوتی　　جب تک آزردگی نہیں ہوتی
کیا بہار چمن کے دل پر بار　　پھول کی سادگی نہیں ہوتی
یہ تو ہے تیرگی کے رخ کا نقاب　　روشنی روشنی نہیں ہوتی
ذرہ ذرہ ہے سجدہ گاہ نظر　　دل سے طے وہ گلی نہیں ہوتی
کیا فقط موت کے تصور سے　　زیست میں دلکشی نہیں ہوتی
جس سے ہو روح کی خودی مجروح　　ہم سے وہ بندگی نہیں ہوتی
سایہ افگن نہ دشمنی ہو تو پھر　　دوستی دوستی نہیں ہوتی
دل صد چاک کی نمائش ہے　　گل کے لب پر ہنسی نہیں ہوتی
غنچے مرجھا بھی جاتے ہیں اکثر　　پھول ہر اک کلی نہیں ہوتی
ہنستے ہیں کھل کھلا کے گل لیکن　　ختم افسردگی نہیں ہوتی
اے شب زندگی کے متوالو　　سحر زندگی نہیں ہوتی
ہم سفر اپنی دشت غربت میں　　کس لئے بیکسی نہیں ہوتی
ہو نہ جب تک جنوں رفیق سفر　　رہ نما آگہی نہیں ہوتی
مرنے جینے کا ہوش رہتا ہے　　بے خودی کیا خودی نہیں ہوتی
نہو بلبل مگر چمن میں کم　　شورش نغمگی نہیں ہوتی

شمع دل بجھ بھی جائے تو قابل
ختم تابندگی نہیں ہوتی

○

جھکنے نہ پائے تھے فلک پیر کی طرح — دل کھنچ کے رہ گیا تری تصویر کی طرح
تدبیر کی طرح ہیں نہ تقدیر کی طرح — ہم ہیں جہاں میں حسرت تعمیر کی طرح
چشم تصورات کا اعجاز جذب دیکھ — ہے شام ہجر بھی تری تنویر کی طرح
اک سمت جا رہے ہیں اڑے راہ زیست میں — ہم ہیں کماں سے چھوٹے ہوئے تیر کی طرح
قسمت کو کیا کروں خط تقدیر بھی مرا — مجھ سے کشیدہ ہے تری تحریر کی طرح
ہے تجھ سے اور آئینہ دل کا حال غیر — سناٹے میں ہے عالم تصویر کی طرح

اے قلب زار زندگی اپنی گزار دے
تیر نگاہ ناز کے نخچیر کی طرح

○

جس طرح کسی مرغ چمن کو ہو چمن یاد — یوں آتا ہے غربت میں مسافر کو وطن یاد
آتے ہیں جو شام و سحر گنگ و جمن یاد — بن جاتی ہے سرتاپا مری عمر کہن یاد
ہر ظرف خیال اس کے تصور سے ہو لبریز — اے بیخودی شوق مرے شوخ کی بن یاد
یہ مشق تصور بھی ہے احسان کسی کا — رکھتی ہے شب ہجر مرے دل کو مگن یاد
تابش مہ و انجم کی جھلک کاہکشاں کی — ہے قلب و نظر کو تری ایک ایک پھبن یاد
کاش اپنے لہو کی وہ چمن کاریاں دیکھے — برسات میں آتا ہے دل سوختہ تن، یاد
نظروں سے گرا شیشہ دل چھن سے ہوا چور — آئی شب فرقت ترے پازیب کی چھن یاد
جو چشم غزالیں بنے اس روئے حسیں پر — ہیں دشت محبت کے وہ آہوئے ختن یاد
کملائے تھے جو پھولوں کی صورت دم رخصت — ان چاند سے رخساروں کا آیا ہے گہن یاد
وہ نیم نگاہی تری نشتر سے سوا تھی — اس کانٹے کی ابتک ہے مرے دل کو چبھن یاد

قابل کا جو عالم ہوا صحرائے وفا میں
رکھیں گے اسے پیروجواں طفلک و زن یاد

○

یہ حقیقت ہے حقیقت کے سوا کچھ بھی نہیں دونوں عالم میں محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
میرے اللہ مری زیست کا محبوب عمل تیری مخلوق کی خدمت کے سوا کچھ بھی نہیں
میری ہستی کا اثاثہ مرا سرمایہ دل تیرے پیمان محبت کے سوا کچھ بھی نہیں
چھاپ کثرت پہ بھی ہے وحدت تنہائی کی دونوں عالم تری خلوت کے سوا کچھ بھی نہیں

رحمت حق دل قابل کا سہارا تو ہے
اس کے دامن میں ندامت کے سوا کچھ بھی نہیں

○

میری آشفتہ دلی کو وہ سراہیں کیونکر جو نہیں جانتے ملتی ہیں نگاہیں کیونکر
میں بھی دیکھوں یہ تماشا مرے ضبط غم دل لب پہ رہ رہ کے امڈ آتی ہیں آہیں کیونکر
نرگس ناز کی جنبش سے بتا تو دیجے شیشہ دل میں اترتی ہیں نگاہیں کیونکر
سانس بھی لے نہیں سکتے تری مرضی کے خلاف جب نہیں اذن تو بیمار کراہیں کیونکر
پیار سے دیکھ کے دل کو یہ بتا دیجے ذرا تیر بن جاتی ہیں معصوم نگاہیں کیونکر

جانتے ہیں کہ وہی ہیں مرا موضوع غزل
میرے اشعار کو سن کر وہ سراہیں کیونکر

○

کم ہے کیا دکھ کے ماروں کا غم سے بھرا افسانہ بھی
ہم کو اپنا کہنے والا ہم سے ہے بیگانہ بھی
جیسے ہو اک نقش مصوّر کعبہ کا بت خانہ بھی
حسن کے جلووں کا پرتو ہیں شمع ہی کیا پروانہ بھی

راس آیا ہے مرغ قفس کو قید کا آب و دانہ بھی
ہے دل صد پارہ ہی اپنا ان زلفوں کا شانہ بھی
سوز غم فرقت سے ڈر کر ہوش میں ہے دیوانہ بھی
ہے برق سوزاں کی زد میں ان کا تجلی خانہ بھی
دے گیا کب کا داغ فرقت انداز رندانہ بھی
کعبہ کیسا دیر کہاں کا چھوٹ گیا مے خانہ بھی
ہستی سے آگاہ بشر ہے خود سے ہے بیگانہ بھی
صدقے طلسم ہوش و خرد کے راز بھی ہے افسانہ بھی
گرچہ شمع سوز وفا کا آنسو تھا پروانہ بھی
پھر بھی اشک کا ایک اک قطرہ نکلا در یک دانہ بھی
پھول کھلائے گا وحشت کے اب دل کا ویرانہ بھی
رہتا ہے برق حسن کی زد میں عشق کا یہ کاشانہ بھی
جلوؤں کی نظروں میں ہے مقدّس عشق کا یہ ویرانہ بھی
محو طواف کعبہ دل ہے حسن رخ جانانہ بھی
شمس و قمر کو دیکھ کے سمجھے چرخ پہ ہے میخانہ بھی
گردش شام و سحر کے صدقے دور میں ہے پیمانہ بھی
بن کے قیامت پیش نظر ہے اب حسن جانانہ بھی
موج تبسم لب پہ ہے رقصاں زلف ہے زیب شانہ بھی

○

ہر نفس موج صبا ہو جیسے تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے
ہر نظر صرف دعا ہو جیسے سانس سائل کی صدا ہو جیسے
کیا کہوں گردش چشم ساقی گردش صبح و مسا ہو جیسے

آنیوالوں کا ہے جانا مقصود — ہر نفس بانگ درا ہو جیسے
عصر حاضر میں ہے ناموس وفا — بنت زہرا کی ردا ہو جیسے
شاہد جادۂ معراج ہے چاند — تیرا نقش کف پا ہو جیسے
کتنا دلکش ہے دو عالم کا سکوت — کوئی مانوس صدا ہو جیسے
دیکھ کر ان کو ہوا یوں محسوس — وقت خود ٹھہر گیا ہو جیسے
دھڑکنیں دل کی بتا دیتی ہیں — تو مجھے بھول گیا ہو جیسے

زیست قابل کی ہے یوں تیرے بغیر
ساز بے صوت و صدا ہو جیسے

○

زخم دل کو غم سے روح ارتقا دیتے رہے — زندگی بے منت آب و ہوا دیتے رہے
استطاعت سے مجھے قدرت سوا دیتے رہے — وہ مجھے مجبوریوں میں آسرا دیتے رہے
مانگنے والوں کو وہ حد سے سوا دیتے رہے — ہر طلب بے مدعا کا مدعا دیتے رہے
بن گیا ایک اک نفس مضراب ساز جان و دل — یوں صدا اس آستاں پر بے نوا دیتے رہے
سننے والا ہی ملا کوئی نہ روداد حیات — ساز کے پردے سے خود نغمے صدا دیتے رہے
کردہ ناکردہ رہے ہم ان کے ممنون قضا — وہ خطا کرنے سے بھی پہلے سزا دیتے رہے
آب و گل کو اپنا آئینہ بنانے کیلئے — وہ رخ کثرت کو وحدت کی ضیا دیتے رہے
جان لینا بھی ترا احسان ہو کر رہ گیا — مرنے والے آخری دم تک دعا دیتے رہے
ہم رہے جور وجفائے غیر سے ناآشنا — غم پہ غم ہم کو ہمارے آشنا دیتے رہے
جور کا مقصود ٹھہرا ارتباط حسن و عشق — درد یوں دیتے رہے گویا شفا دیتے رہے

کر دیا کیوں تو نے غنچوں کو خزاں سے ہمکنار
پھول تو تجھ کو دعائیں اے صبا دیتے رہے

○

ہم کو ایک اک شے بغیر التجا دیتے رہے
اپنی رحمت کو وہ یوں اذن عطا دیتے رہے

ذرہ کو پہنائی ارض و سما دیتے رہے
خاک کو وہ دعوت سیر ہوا دیتے رہے

بندہ کو توفیق عرفان دعا دیتے رہے
وہ مرے ذوق تجسس کو ہوا دیتے رہے

اور بھی کچھ ماورائے مدعا دیتے رہے
وہ مجھے میری طلب سے بھی سوا دیتے رہے

کیا عجب خود ہوں مرے درد جگر کے چارہ گر
وہ جو دم عیسیٰ کو موسیٰ کو عصا دیتے رہے

بے نیازی کو بھی دیکھا سر بسر مانوس غم
بندگی کو دعوت آہ و بکا دیتے رہے

شمع راہ دوست نکلے آفتاب و ماہتاب
کچھ نشاں منزل کا ان کے نقش پا دیتے رہے

تیری نظروں سے اڑیں دامان دل کی دھجیاں
سانس ایک اک لخت دل کو راستہ دیتے رہے

بے موت زندگی نفس جاوداں نہیں
دوں جان بھی تو قیمت ہستی گراں نہیں

دل کی طرف جو اب نگہ دلستان نہیں
مقصود تربیت ہے مرا امتحاں نہیں

اپنی نظر جو واقف اسرار جاں نہیں
کچھ دل کو امتیاز یقین و گماں نہیں

تقدیر دل نہیں ہے کہ توفیق جاں نہیں
تو ہی بتا کہ درد محبت کہاں نہیں

اک سوز دل ہی شمع وفا کا دھواں نہیں
دامان چشم میں بھی تو اشک تپاں نہیں

فکر جناں نہیں کہ خیال بتاں نہیں
اے جان عشق تیرا تصور کہاں نہیں

ہے کونسا نفس جو فنا کا نشاں نہیں
زندہ ہیں ہم تو ماتم ہستی کہاں نہیں

صدقے نگاہ حسن پہ کیوں قلب و جاں نہیں
یہ بزدلی تو عشق کے شایان شاں نہیں

صیاد ہے تو صید فلک پر کمند ڈال
بے ہمتی علاج غم این و آں نہیں

مجھ کو یہ ڈر ہے موت کا ساحل نہو قریب
منجدھار میں جو کشتی عمر رواں نہیں

بدمستیوں میں سجدے پہ سجدے زہے نصیب
کعبہ ہے میکشو در پیر مغاں نہیں

ان کے سوا تصور ہستی ہے عین شرک — یہ عمر رائیگاں ہے اگر رائیگاں نہیں
بلبل کے سوز دل نے لگا دی چمن میں آگ — وہ پھول کونسا ہے جو آتش بجاں نہیں

اب منزل وصال دل و جاں ہے ارض پاک
قابل کے دل میں اب غم ہندوستاں نہیں

○

قید فرقت میں بال بال سہی — کچھ نہیں حسرت وصال سہی
اپنے رخ کا نظارہ تو کیجئے — میرا آئینہ خیال سہی
لب نازک سے کچھ تو ہو ارشاد — میری ہر آرزو سوال سہی
تیری صورت تو ہے تصور میں — میرا گلدستہ خیال سہی

پھر بھی کچھ کام کیجئے قابل
زندگی کا اجل مآل سہی

○

وہ بے نشاں ہیں تو میرا نشاں رہے نہ رہے — فنا کا نقش حسیں جاوداں رہے نہ رہے
یہ برق ہی سے نہ پوچھوں کہ برق ہے دشمن — ترے چمن میں مرا آشیاں رہے نہ رہے
مری فغاں یہ ترا سنگ آستاں سن لے — کہ بندگی سے مری سرگراں رہے نہ رہے
ازل کے دن سے قیامت کی صبح تک اے دوست — دل و نظر ہدف امتحاں رہے نہ ہے

جمال و عشق کے معیار کے جو تھے قابل
وہ عشق باز ترے دلستان رہے نہ ہے

○

خانہ دل میں گھڑی بھر بھی جو مہماں نہ رہے ہے عجب چشم تماشا سے وہ پنہاں نہ رہے
تھے جو تکمیل جنوں کے وہی ساماں نہ رہے میرے دامن میں مرے جیب و گریباں نہ رہے
چشم بینا نہ رہے جلوۂ پنہاں نہ رہے کیا رہے تری خدائی میں جو انساں نہ رہے
پھر ہے مشتاق تری تابش مستور کا دل ہائے وہ جلوہ نگاہوں سے جو پنہاں نہ رہے
تجھ کو محشر کی قسم جلوہ محشر کی قسم سانس باقی کوئی اے عمر گریزاں نہ رہے
وحشت دل تری ہمت کو دعائیں دوں گا آج دامن میں کوئی تار گریباں نہ رہے
میری آسودگی غم نے کیا حشر بپا چشم و دل اب ترے دیدار کے خواہاں نہ رہے

قابل اس نے کیا گل چشم محبت کا چراغ
کہہ کے پروانے رہیں شمع فروزاں نہ رہے

○

ایک آئینے کے آئینہ مقابل کیا ہے صرف پرتو تیرے رخ کا ہے مرا دل کیا ہے
تیری الفت ترے ارمان کا حاصل کیا ہے تیرا جلوہ ہے سبھی کچھ تو مرا دل کیا ہے
نہ ہو امید تو پھر جاں کو سکوں ہو حاصل دل ہو طوفاں کا طلبگار تو ساحل کیا ہے
ان کی تحریک نظر پر متحرک ہیں نفس مجھ کو معلوم نہیں خود مری منزل کیا ہے

ان کی نظریں ہیں ازل سے متعارف میری
بن کے انجان نہ پوچھیں وہ کہ قابل کیا ہے

○

لب پہ وہ آہ و بکا ہے کہ خدا جانتا ہے درد یوں اب کے اٹھا ہے کہ خدا جانتا ہے
دل کہ تھا خنجر صبح تجلی شب غم یوں لہو ہو کے بہا ہے کہ خدا جانتا ہے

نزع میں اکھڑی ہیں سانسیں تو ہے دل کے لب پر　　اس قیامت کی ہوا ہے کہ خدا جانتا ہے

تیرا جلوہ تری الفت ترا ارمان وصال　　یوں دل و جاں میں بسا ہے کہ خدا جانتا ہے

تیرا بسمل ترا دیوانہ الفت قاتل
تجھ پہ اس طرح مٹا ہے کہ خدا جانتا ہے

○

رخ دل سوز الفت سے فروزاں ہوتا جاتا ہے　　مرا ایک اک نفس اب شمع ایماں ہوتا جاتا ہے

سکون چشم و دل سے ہے اسے یہ دشمنی کیسی　　تصور بھی ترا عمر گریزاں ہوتا جاتا ہے

نمایاں ہوتی جاتی ہے قیامت کی تجلی سی　　طلوع حشر کیا چاک گریباں ہوتا جاتا ہے

نگاہ ناز سے نظروں کا ملنا کیا قیامت ہے　　جہان دل کا ہر ذرہ پریشاں ہوتا جاتا ہے

مجھے آتا ہے رونا رفعت معکوس انساں پر　　جو مسجود ملائک تھا وہ شیطاں ہوتا جاتا ہے

یہ کس نے بجلیاں بھردی ہیں پھولوں کے رگ وپے میں　　تبسم گل کا اک برق درخشاں ہوتا جاتا ہے

تجھے دیکھا نہیں ابتک مگر دل کا یہ عالم ہے　　کہ آئینہ تصور ہی سے حیراں ہوتا جاتا ہے

مرے جذب محبت نے مجھے یہ دن دکھایا ہے　　کہ جلوہ خود مری نظروں پہ قرباں ہوتا جاتا ہے

تصور میں تری زلفوں کو رہ رہ کر دل مجنوں　　پریشاں کرتا جاتا ہے پریشاں ہوتا جاتا ہے

نگاہ ناز یہ کیا حشر برپا کر گئی قاتل
کہ اب سینہ میں دل ہی انکا پیکاں ہوتا جاتا ہے

○

راز عشق آج ہے کل حسن کا افسانہ بنے　　شمع کے سانچے میں ڈھل جائے تو پروانہ بنے

مجھ کو یہ کہہ کے مصوّر نے بنایا تصویر　　کوئی تجھ سا نہ بنایا کوئی تجھ سا نہ بنے

یہ نہیں کھیل کہ کھیلیں جسے عقل و وحشت ہوش میں آ کے کوئی حسن کا دیوانہ بنے
عشق انجام تجلی ہے انہیں کیا معلوم دل بنے شمع تو پھر شمع سے پروانہ بنے
اس پس و پیش میں دل کچھ نہ بنا خاک ہوا کہیں ایسا نہ بنے دل کہیں ویسا نہ بنے
نگہ شوق اٹھ اس رخ کی بلائیں لے لے تیری جرأت ہی مری جرأت رندانہ بنے

اب ہے یہ کفر محبت مرا ایماں قابل
دل میں اس بت کو جگہ دوں تو صنم خانہ بنے

○

دل و نگاہ کو ہم آئینہ نما جانے تجلیات نے کیا کر دیا خدا جانے
بتا یہ عمر رواں اس کا کیا بگاڑے گی فنا کے حسن کو جو جلوۂ بقا جانے
نہ بدگمان ہوا ہے نہ بدگماں ہو گا وہ دل جو جور مسلسل کو بھی وفا جانے
ہے میرے حال سے آگاہ وہ علیم و بصیر میں اس سے مانگوں دعا کیا جو مدعا جانے
چلا تو تھا خم ابرو سے اک خدنگ نظر کماں بدوش ہی اس تیر کا پتا جانے
ہیں غم شناس مرے قیس و وامق و فرہاد جو مبتلا ہو وہی حال مبتلا جانے
تری نظر نے یہ توفیق علم دی ہم کو کہ تجھ کو عین حقیقت سے بھی سوا جانے

وہ راز خامشئ دل سمجھ چکے قابل
کہ میری چشم طلب کو اک التجا جانے

○

تیری حقیقت تیرے فسانے کیا کوئی سمجھے کیا کوئی جانے
ہوں تری صورت تیری تجلی کاش مجھے کوئی پہچانے

دنیا بھر کو اپنی خبر ہے — تو ہی ہمارا حال نہ جانے
لب پہ نہیں گر حرف شکایت — دل میں ہیں پنہاں لاکھ فسانے
ہم نے تجھے محسوس کیا ہے — جس نے دیکھا ہو وہ جانے
ظالم تیرے درد نہاں کے — موج تبسم میں ہیں فسانے
ہیں مہ و انجم تیری تجلی — غنچہ و گل ہیں تیرے فسانے
غنچہ غنچہ تیری صراحی — لالہ و گل تیرے پیمانے
ہے یہ وصیت میری جہاں کو — کوئی دل کی بات نہ مانے

غنچہ و گل کے دل میں قابل
آگ بھری ہے باد صبا نے

○

نظریں ہیں مری اس بت کافر کے فسانے — خود جس کو بنایا ہے صنم میرے خدا نے
اے بیخودی دل ترے صدقے ترے قرباں — وہ آئے مرے پاس مجھے ہوش میں لانے
کافر تری صورت پہ فدا ہو کے رہیں گے — بخشی اگر ایمان کی توفیق خدا نے
وہ کیا مہ و انجم بھی فلک سے اتر آئے — کیا کام کیا شام غم اک آہ رسا نے
دل جس سے لرزتا ہے اسی سے ہے محبت — رکھا نہ کہیں کا خلش بیم ورجا نے
جو کاہ کرے کوہ کو اور قطرے کو دریا — بخشا ہے وہ اعجاز محبت کو خدا نے
ظالم کی جفا میں بھی مروت ہے وفا کی — بھیجا ہے رقیبوں کو مجھے گھر سے بلا نے

کیا ان کو خیال آیا وفا کا مری قابل
کیوں پوچھتے ہیں حال دل زار نجانے

○

خفا بھی ہوئے مسکرانے سے پہلے وہ کیا کیا نہ بگڑے منانے سے پہلے
جلائے چراغ اشک غم نے وفا کے لگی میرے دل کی بجھانے سے پہلے
خرد نے چمن وحشتوں کا اجاڑا سکوں تھا بہت ہوش آنے سے پہلے
جہاں کو عطا کرتے عرفان فن بھی مجھے صاحب فن بنانے سے پہلے

تعارف ہے قابل کا مشکل جہاں کو
وہ آیا ہے اپنے زمانے سے پہلے

○

مری شام غم مختصر کیا کرے گی قیامت میں آ کر سحر کیا کرے گی
گلستاں کا بلبل سفر کیا کرے گی بتا حسرت بال و پر کیا کرے گی
نقاب رخ ناز ہے پارہ پارہ نہ جانے یہ میری نظر کیا کرے گی
مری آہ شب گیر بے جذبہ دل دعاؤں میں پیدا اثر کیا کرے گی

نشیمن کو قابل کے روشن چمن میں
تجلیٔ برق و شرر کیا کرے گی

○

شمع سوز جاں کو افسانہ بنا کر دیکھ لے ہر نفس کو اپنے پروانہ بنا کر دیکھ لے
گلستاں میں کر خس و خاشاک سے روشن چراغ بجلیوں کا حسن کاشانہ بنا کر دیکھ لے
اپنے کیف و کم کے جلوے اپنی بے پاشی کا رنگ چشم ساقی مجھ کو مستانہ بنا کر دیکھ لے
ہو تری وحشت کے آئینہ میں دانش جلوہ گر ۔ عقل کی حد خود کو دیوانہ بنا کر دیکھ لے

دیکھنا ہے حسن پنہاں کو جو قابل بے نقاب
چشم و دل کو اپنا دیوانہ بنا کر دیکھ لے

○

اب ہم ہیں اور سیر بیابان زندگی ہے آرزوئے موت نہ ارمان زندگی
اس خامشی کے بعد قیامت کی ہے نمود ہے موت اک علامت طوفان زندگی
ہوتے اگر اجل کی لطافت کے آشنا لیتے فنا بدوش نہ احسان زندگی
دیکھیں رخ فنا میں بقا کی تجلیاں ایک اک نفس ہوا ہے جو قربان زندگی
اب آرزوئے موت ہے اور اشتیاق حشر ہو گا نہ کوئی ہم سا پشیمان زندگی

قابل کی بات بات سے القا کی ہے نمود
ایک اک غزل ہے سورۂ فرقان زندگی

○

ظلمت کدہ ہے دل ترے انوار کیا ہوئے کافر ترے قیام کے آثار کیا ہوئے
رسوا جو تھے کبھی سر بازار کیا ہوئے یوسف سے پوچھیئے وہ خریدار کیا ہوئے
سناٹا بتکدے میں ہے میخانہ ہے اداس وہ تیری رحمتوں کے سزاوار کیا ہوئے
وہ جن کی لغزشوں میں بھی عالم تھا رقص کا اے محتسب وہ تیرے گنہگار کیا ہوئے
اب شوق ہے نہ فکر، تمنا نہ آرزو خلد تصورات کے معمار کیا ہوئے
کیوں حشر کی امید بھی دم دے کے رہ گئی شام الم وہ صبح کے انوار کیا ہوئے
سینے سے کیوں ہوا ہوئے صد پارہ ہائے دل اے قصر منہدم ترے آثار کیا ہوئے
تھے آخری امید جو ارباب عشق کی اے زندگی وہ موت کے آثار کیا ہوئے

قابل ترے سخن کی صداقت مسلّمہ
الہام حق ہوئے ترے اشعار کیا ہوئے

○

شام غم اپنی مختصر نہ ہوئی　　حشر برپا ہوا سحر نہ ہوئی
آئی اور ٹل گئی قیامت بھی　　سونے والو تمہیں خبر نہ ہوئی
جس کی حسرت میں زندگی گزری　　بات وہ ان سے عمر بھر نہ ہوئی
پردۂ چشم میں چھپا لیتا　　وہ تجلی مری نظر نہ ہوئی
ہم نے اڑ کر قفس بھی دیکھ لیا　　پھر بھی تسکین بال و پر نہ ہوئی

دیکھیں گے صبح حشر بھی قابل
شام فرقت اگر بسر نہ ہوئی

○

نغمۂ عشق چاہیئے حسن گداز چاہیئے　　جس سے ہو سوز آشکار دل کو وہ ساز چاہیئے
سینہ میں گھٹ رہا ہے دل حسرت جاں ہے مضمحل　　عشق کا غم ہے مستقل محرم راز چاہیئے
ٹل کے رہی جزا سزا روز قیامت آ گیا　　اور کیا حشر سے سوا عمر دراز چاہیئے
حسن کی کچھ نہیں نمود ہے وہ ورائے ہست و بود　　اے مرے دل پئے شہود خلوت راز چاہیئے

بخشا جو اس نے اپنا غم یہ بھی ہے اس کا اک کرم
قابل ادائے فرض کو عمر دراز چاہیئے

○

جو صبح ازل تھا ان سے کیا وہ عہد وہ پیماں بھول گئے
مسجود ملائک ایسے بنے انسانیت انساں بھول گئے
درد شب فرقت بھول گئے، ہم وصل کا ارماں بھول گئے
وہ زلف پریشاں کیا دیکھی، ہر خواب پریشاں بھول گئے
ایک ایک انداز محبت سے وحشت ہے نمایاں بھول گئے
دامن پہ ترے آنسو جو گرے ہم اپنا گریباں بھول گئے

خود اپنا سفینہ غرق کیا گم کردۂ منزل آپ ہوئے
ساحل کی طلب میں تجھ کو ہم اے موجہ طوفاں بھول گئے

جو ان کے قرُب کا حامل تھا جو ان کے ہجر کا حاصل تھا
قابل اب ناخن وحشت ہی وہ تار رگ جاں بھول گئے

کہیئے قیامت ادا آہ تمام کیوں ہوئی　　آپ کی صبح حشر بھی ہجر کی شام کیوں ہوئی
ان کی تمام بندگی اک مرے نام کیوں ہوئی　　جلوہ خاص التفات رحمت عام کیوں ہوئی
ساقی کی چشم مے فروش اک خط جام کیوں ہوئی　　اور مری آرزوئے دل جذب تمام کیوں ہوئی
چشم طلب سمجھ گئی کیوں ترے دل کی بات بات　　تیری نگاہ شرمگیں حرف تمام کیوں ہوئی
سنت حسن وعشق تھی دل سے جو دل کی رسم وراہ　　تیری نگاہ سے نظر محو کلام کیوں ہوئی
حیرت جلوہ کو محیط کر دیا کیوں نگاہ پر　　میری نظر کی پختگی جلوۂ خام کیوں ہوئی

حسن و وفا کا ارتباط قابل اگر تھا بے ثبات
ان سے دل و نگاہ کی رسم سلام کیوں ہوئی

دل کو اپنے غم کا حامل کر دیا اور چھپ گئے　　آنکھ کو نظروں کے قابل کر دیا اور چھپ گئے
اس طرح دیکھا کہ بسمل کر دیا اور چھپ گئے　　دل کو نذر چشم قاتل کر دیا اور چھپ گئے
تھے ازل کے دن سے جس میں میرے چشم ودل سوار　　وہ سفینہ غرق ساحل کر دیا اور چھپ گئے
گلستاں میں آپ نے آکر گل نورُستہ کو　　کشتہ صوت عنادل کر دیا اور چھپ گئے

قابل ان جلوؤں نے بخشی اک نئی دنیا مجھے
مجھ کو پابند عوامل کر دیا اور چھپ گئے

دیدار کی حسرت بھول گئی جلووں کا تماشا بھول گئی
اے چشم تحیّر کیا دیکھا جو دیکھنا ان کا بھول گئی
اعجاز لب ان کا بھول گئی حسن رخ زیبا بھول گئی
اس بت کا نظارہ کیا کرتی جب عشق کو دنیا بھول گئی
فرقت کی شکایت بھول گئی جلووں کا تقاضا بھول گئی
تو سامنے آیا تو تجھ کو کیوں تیری تمنا بھول گئی
محو رخ جاناں ہو کے رہی وارفتہ و حیراں ہو کے رہی
کیا کہیئے جبین شوق اپنی ان قدموں پہ سجدا بھول گئی
اے چشم طلب کیا تجھ کو ہوا بڑھ کر نہ قدم ان کا چوما
نظروں کا اشارا بھول گئی جلووں کا تقاضا بھول گئی
اے محو حیات و عدم ہستی رفعت میں بھی تیری ہے پستی
جو ان سے ازل میں باندھا تھا وہ عہد وفا کا بھول گئی
قابل نہ وہ کیف نظارہ ہے نے عشق کا کوئی اشارہ ہے
دل ان کا تصور بھول گیا آنکھ ان کا تماشا بھول گئی

○

دل کا ایک اک راز افسانہ بنا کر چل دیئے — سن کے روداد شب غم مسکرا کر چل دیئے
یوں جھکی وہ چشم میگوں چھا گیا دل پرخمار — ہوش والوں کو وہ دیوانہ بنا کر چل دیئے
تاکہ میں تڑپا کروں فرقت میں ان کی عمر بھر — خواب میں آئے رخ زیبا دکھا کر چل دیئے
فاتحہ پڑھنے کو آئے بھی تو کس انداز سے — خاک تربت سے مری دامن بچا کر چل دیئے
ان کا مرنا کوئی مرنا ہے جو تیری یاد میں — اک جہاں کو موت کا رستہ بتا کر چل دیئے
آمد و شد سے لیا انفاس کی ہم نے سبق — نقش اپنی بے ثباتی کا جما کر چل دیئے

دل کو مضطر دیکھ کر کی پیار سے تلقین ضبط
اک کہانی درد فرقت کی سنا کر چل دیئے

اب یہ انجام محبت ہے کہ آغاز ستم
یوسف و یعقوب کا قصہ سنا کر چل دیئے

تیرے فیض آستاں کے مستحق ہرگز نہیں
وہ گدا جو ناز خوداری گنوا کر چل دیئے

یوں گھڑی بھر کو ہوئے وہ دیدہ و دل کے حضور
ایک آئینہ کو آئینہ دکھا کر چل دیئے

ارتباط خاص حسن و عشق پر تنقید کی
اپنا احسان ستم دل پر جتا کر چل دیئے

یہ بھی کیا [illegible] میں [illegible] ہے حضور چشم و دل
بیقراروں کی لگی دل کی بڑھا کر چل دیئے

بے رخی بے التفاتی کا دیا اچھا جواب
وہ غزل قابل کی قابل کو سنا کر چل دیئے

○

کچھ تو زخم چشم و درد دل کا درماں کیجئے
خود پریشان ہوجیئے مجھ کو پریشاں کیجئے

قیمت نظّارہ مہنگی ہے تو ارزاں کیجئے
دل کے بدلے جاں فدائے حسن جاناں کیجئے

ہیں صنم بنیاد کعبہ کفر ہے ان سے گریز
بتکدے میں جایئے تکمیل ایماں کیجئے

نغمۂ ساز محبت کو سمجھ لیتا ہے دل
جنبش چشم فسوں گر کو غزل خواں کیجئے

اڑچکیں دامان شام غم کی قابل دھجیاں
تار تار اب صبح محشر کا گریباں کیجئے

○

نظر جلوہ نہ بن جائے تمنا دل نہ ہو جائے
مرا جذب تصور عشق کا حاصل نہ ہو جائے

ہے مشتاق نظارہ دل، نظر حیران جلوہ ہے
یہ آسانی ہی بڑھکر اب کہیں مشکل نہ ہو جائے

فلک پر ماہ و انجم کے جلو میں ہیں وہ بزم آرا
مرا نالہ کہیں برہم زن محفل نہ ہو جائے

نظر جس کو سمجھتی ہی نہیں اپنے برابر کا
وہ دل ہی آپ کے دیدار کے قابل نہ ہو جائے

شب فرقت نہ دے طعنہ انہیں بے آب و تابی کا　　اب اشکوں میں کہیں خون جگر شامل نہ ہو جائے
یہی گم کردہ راہی راہ پر مجھ کو نہ لے آئے　　میری بے منزلی ہی حاصل منزل نہ ہو جائے

نگاہ مست ساقی سے مئے الفت برستی ہے
بڑا دیوانہ ہے قابل اگر غافل نہ ہو جائے

○

پھر دل و دیدہ ہیں تماشائی　　پھر تجلی نے لی ہے انگڑائی
امتحان نگاہ ہے منظور　　یہ جو انکی ہے پردہ آرائی
چشم حیراں کو یہ شکایت ہے　　تم نے دل کی نہ کی پذیرائی
نظر آتی ہے اپنی ہی تصویر　　کس کی صورت کا ہوں تماشائی
ان کو دیوانہ بن کے دیکھ لیا　　وحشت دل نے کی یہ دانائی
پھر ہوئے وہ ستم پہ آمادہ　　صبر اے حسرت شکیبائی

قابل اب تک نہیں مجھے معلوم
کہ تماشا ہوں یا تماشائی

○

کیا خوب تجلی کاری ہے کیا خوب ہے پردہ آرائی
مشتاق نظر ہے دل جس کا نظریں ہیں اسی کی شیدائی
فرمائی یہ درد فرقت نے قابل مری عزت افزائی
پر تو ہے مری تنہائی کا کہتے ہیں وہ جس کو یکتائی
بڑھتی ہے اگر حد سے ظالم بڑھنے دے میری رسوائی
جب دل مشتاق نظارہ تھا اس وقت نہ زحمت فرمائی

تو ہے مرے درد دل کا امیں تجھ سے ہے سکون جان حزیں
آباد رہے دنیا تیری اے میرے عالم تنہائی

کہدے کوئی میرے قاتل سے منہ پھیر نہ اپنے بسمل سے
پردہ جو کیا چشم و دل سے تشہیر محبت فرمائی

جلوہ نہیں حسن پردہ ہے پردہ نہیں سیر جلوہ ہے
آنکھوں سے جو اوجھل ہے اب تک نظریں ہیں اسی کی تماشائی

تو دونوں جہاں سے برتر ہے محبوب نگاہ داور ہے
اسکندری تیری قسمت ہے تقدیر ہے تیری دارائی

محبوب قضا و قدر انساں ہے منبع خیروشر انساں
یہ خاک و ہوا کی پہنائی وہ آتش و آب کی یکجائی

اے چشم طلب اے قلب حزیں کچھ دیکھا اسے کچھ سمجھا اسے
جب تک نہ ہو عرفان جلوہ آنکھوں کی عبث ہے بینائی

کیا قوس قزح ہے کیا مہ نو پر تو تری انگڑائی کا نہ ہو
ناوک ہے کمان ابرو کا ظالم تری محشر آرائی

اے ماہ لطافت تیرے سبب دنیا ہے منور جلوؤں سے
معراج کی شب مہ و انجم نے کی قدموں پہ تیرے جبیں سائی

جو تیرے خرام حشر نما کے ناز اٹھانے والے ہیں
انکے لئے صور قیامت بھی ہے مژدۂ دید کی شہنائی

غنچوں کا تبسم خندۂ گل گلشن کے لئے آزار ہوئے
شبنم کے ہوئے آنسو جاری اور چشم نرگس بھر آئی

کیا حسن ہے الفت ہے کیا شے قابل سے یہ عقدے حل نہ ہوئے
غواص خرد کو لے ڈوبی دریائے جنوں کی گہرائی

○

کافر ترے جلووں کی اللہ رے رعنائی	ہر قلب تماشا ہے ہر آنکھ تماشائی
سرخی تیرے اشکوں میں اب تک بھی نہیں آئی	دل خون ہوا کب کا اے چشم تمنائی
عرفان تجلی ہے معراج تماشا کی	آنکھوں نے جسے کھویا دل نے وہی شے پائی
معیار نظر بدلا اک مشق تصور نے	میں اپنا تماشا ہوں میں اپنا تماشائی
یہ گلشن ہستی کا انداز نظر دیکھا	بلبل نے کیا نالہ پھولوں کو ہنسی آئی
آنکھوں کے سرشک خوں طوفان بنے دل کو	صد شکر مری کشتی ساحل سے نہ ٹکرائی

میں چشم تماشا کا محتاج نہیں قابل
اللہ نے بخشی ہے دل کو مرے بینائی

○

ہوں مرغ جاں سراغ سے دور اور شکستہ پر	بلبل ہوں اپنے باغ سے دور اور شکستہ پر
گم کردہ کاروان نظر کا ہوں اک پتنگ	نور رخ چراغ سے دور اور شکستہ پر
خلد جمال تیرے تصور میں چشم و دل	ہیں عندلیب باغ سے دور اور شکستہ پر
دل مرغ مضطرب ہے بیابان عشق میں	ظالم ترے سراغ سے دور اور شکستہ پر
اس عندلیب زار کی بیتابیاں نہ پوچھ	جو ہو ازل سے باغ سے دور اور شکستہ پر
بس چھوڑیئے حجاب کی ٹوٹی کمان ناز	ناوک ہے دل کے داغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ نظر ہوں مگر فرط شوق میں	آئینہ چراغ سے دور اور شکستہ پر

ہے فکر نارسا کسی دشت خیال میں
قابل ترے دماغ سے دور اور شکستہ پر

○

ترا جلوہ نقش دگر ہو نہ جائے
نظر دل کی پیغام بر ہو نہ جائے

تری چشم میگوں مرا قلب سوزاں
اصول قضا و قدر ہو نہ جائے

مجھے بیخودی میں بھی انکی طلب ہے
مری گمرہی راہبر ہو نہ جائے

کبھی بے حجابی کبھی پردہ داری
تجھے چشم و دل کی نظر ہو نہ جائے

ہر اک ذرہ میں ہے تری جلوہ کاری
پریشاں سکون نظر ہو نہ جائے

مری حسرت دید کا دل نہ ٹوٹے
تجھے دیکھ کر آنکھ تر ہو نہ جائے

نہیں دور پرواز انساں سے قابل
فلک ہی کہیں مستقر ہو نہ جائے

○

تجلی وہ جو چشم شوق سے منسوب ہوتی ہے
مرے دل کی نگاہوں میں بہت محبوب ہوتی ہے

ہے اک پردہ مری چشم طلب کی خودنمائی کا
تجلی جو تمھاری ذات سے منسوب ہوتی ہے

ہمیں رونا پڑا کیوں عمر بھر دیدار محشر کو
تو کیا آب و ہوائے زندگی مرطوب ہوتی ہے

مجھے چشم طلب کی جلوہ گیری سے ہے یہ صدمہ
کہ پہلی بار دل کی آرزو مغلوب ہوتی ہے

پریشاں رکھ یونہی رخسار پر زلف پریشاں کو
کہ گیسو کی ادائے برہمی محبوب ہوتی ہے

نگاہ و دل پہ اپنے کس لئے غفلت سی ہے طاری
شب فرقت میں سونے کی ادا معیوب ہوتی ہے

نہیں ہے بے حجابی شیوۂ اہل ادا قابل
نظر جو شرمگیں ہوتی ہے خوش اسلوب ہوتی ہے

○

تیرا جلوہ جو عام ہو جائے — ہر نظر اک پیام ہو جائے
ہو پریشاں جو انکی زلف رسا — صبح محشر کی شام ہو جائے
نگہ ناز کو جو دیں جنبش — ہستی دل تمام ہو جائے
تیرے کوچے کا میں طواف کروں — عمر یوں ہی تمام ہو جائے
جلوہ فرما نہ ہو جو وہ دل میں — سانس لینا حرام ہو جائے
تم جو چاہو تو کاروبار نظر — دو جہاں کا نظام ہو جائے

آپ قابل کی التجا سن لیں
در پہ حاضر غلام ہو جائے

○

کرم اتنا تو مجھ پر مرشد میخانہ ہو جائے — کہ میرے دل کی قسمت نرگس مستانہ ہو جائے
تصور رات دن اس بت کی تصویریں سجاتا ہے — نہ میرا کعبہ دل ہی کہیں بت خانہ ہو جائے
نگاہ لطف ہو ان پر جو حوران بہشتی کی — فرشتوں سے جناب شیخ کا یارانہ ہو جائے
رخ جاناں نظر آیا تو نظروں نے یہ حسرت کی — کبھی غم خانہ دل بھی تجلی خانہ ہو جائے
ہماری بدنصیبی کی یہ اک ادنیٰ کرامت ہے — جسے اپنا بنائیں ہم وہی بیگانہ ہو جائے
جو ہم چاہیں خزاں سے ہو بہار جاں فزا پیدا — نشیمن سے لپٹ کر برق شمع خانہ ہو جائے
میں دل ساقی کو دیکر ملتمس ہوں چشم میگوں سے — قبول خاطر نازک مرا نذرانہ ہو جائے
مرے اشک رواں کی زد میں ہے کشتی دل وجاں کی — یہ قطرہ ہی بپھر کر اب کہیں دریا نہ ہو جائے
میں یوں دست جنوں کو اذن سرتابی نہیں دیتا — ترا گلزار ہستی بھی کہیں صحرا نہ ہو جائے

بہار آئے مراد میکشاں پوری ہو یوں قابل
کہ ایک اک پھول کھل کر صورت پیمانہ ہو جائے

○

جو آنکھوں میں خاکستر دل نہیں ہے
نظر تیرے جلوے کے قابل نہیں ہے

ابھی انکی فرقت کا ہے خوف اے دل
ابھی تک مرا عشق کامل نہیں ہے

جہاں میں نہیں ہوں وہاں تم نہیں ہو
جہاں تم نہیں ہو وہاں دل نہیں ہے

سمجھ ناخدائے وفا یہ حقیقت
کہ طوفاں نہیں ہے تو ساحل نہیں ہے

مرے دل نے پایا محبت کا حاصل
کہ کچھ بھی محبت کا حاصل نہیں ہے

ترے اشک ہیں ننگ چشم تماشا
اگر خون دل ان میں شامل نہیں ہے

جو دیکھا تو حق بھی نظر آیا باطل
جو پرکھا تو باطل بھی باطل نہیں ہے

شب غم مہ و نجم ہیں چشمک آرا
یہ کیا تیرے جلوؤں کی محفل نہیں ہے

طلسم نظر ہے تری سہل کاری
ہے دیدار مشکل جو مشکل نہیں ہے

کہاں جلوہ خلد ساماں میں گم ہے
ٹھہر چشم حیراں یہ منزل نہیں ہے

مرے شوق و ارماں مرے یاس و حسرت
ہے وہ کارواں جسکی منزل نہیں ہے

نہ ہو جس میں سوز وفا کی حلاوت
وہ کچھ اور ہے شعر قابل نہیں ہے

○

نگاہ شوق جتنی بھی سوالی ہوتی جاتی ہے
نمایاں قلب کی آشفتہ حالی ہوتی جاتی ہے

اٹھائے گا ستم کے ناز کون اب اے جفا پیکر
یہ دنیا جب وفا داروں سے خالی ہوتی جاتی ہے

کیا واصل کسی کے حسن پنہاں سے تصور نے
مری صورت بھی تصویر خیالی ہوتی جاتی ہے

نظر کے روبرو ہوتا ہے جب بھی آئینہ دل کا
نمایاں تیری شان بے مثالی ہوتی جاتی ہے

لطافت مانع دیدار صورت ہوتی ہے قابل
بلائے جاں مری نازک خیالی ہوتی جاتی ہے

○

تصور ہے تیرا عبادت یہی ہے — مرے سر جھکانے کی صورت یہی ہے
ترا سنگ در ہو جبین عقیدت — عبادت یہی ہے ریاضت یہی ہے
نگاہوں کا دامن تجلی سے بھر دے — مرے دیدہ و دل کی قیمت یہی ہے
مری جان نثاری مری دل دہی کی — وہ تصدیق کر دیں شہادت یہی ہے
ہمیں جلوہ کیوں میکدے میں دکھایا — فقیہ حرم کو کدورت یہی ہے
ہو شام و سحر بس تصور کسی کا — محبت میں جینے کی صورت یہی ہے

اجل آ گئی انکے آنے سے پہلے
مرے حق میں قابل قیامت یہی ہے

زخم الفت ہے یہی ناوک جاناں ہے یہی — دل جسے کہئے مرا دشمن ایماں ہے یہی
کہئے کہئے کہ مرا گیسوئے پیچاں ہے یہی — دل سمجھتا ہے مرا خواب پریشاں ہے یہی
کشتی جاں ہے یہی موجہ طوفاں ہے یہی — ہے جو اک سانس مری عمر گریزاں ہے یہی
چاک قلب و جگر و دیدہ ہے صبح محشر — میرا دامن ہے یہی میرا گریباں ہے یہی
ہے جو اک زخم ترے تیر نظر کا صدقہ — گلشن دل میں مرے نرگس حیراں ہے یہی
ناخن وحشت دل بڑھ کے ذرا لے تو خبر — کیا رگ جان حزیں تار گریباں ہے یہی
دل کی آہوں سے نہ بیزار ہو اے مست جفا — گلشن غم کا ترے بلبل نالاں ہے یہی
دل دیوانہ ہے مشتاق تجلی کیا کیا — اور شام شب فرقت کا بھی خواہاں ہے یہی

دل دیوانہ قابل ہے صنم خانہ بدوش
پھر بھی اس بت کی زباں پر ہے مسلماں ہے یہی

اندیشہ نزول بہار و خزاں نہ تھا — صحرا میں تھے تو دل میں غم گلستاں نہ تھا
تھی ماورائے ہست و عدم میری زندگی — میرا وجود کشمکش جسم و جاں نہ تھا
وہ دل میں آئے بھی تو نظر سے رہا حجاب — آئینہ خود نگاہ کا کیا پاسباں نہ تھا
ہے پرسش عمل سر محشر تو کیا عجب — ہر سانس کیا حیات کا اک امتحاں نہ تھا
تھا حسن کے شہیدوں کی اک یادگار عشق — کعبہ مری نگاہ میں دارالاماں نہ تھا
جب تک بشر نے حق کی امانت نہ کی قبول — تھا بحر غم ضرور مگر بیکراں نہ تھا

قابل ہے بار دوش قیامت بروز حشر
وہ سانس عمر بھر جو سبک تھا گراں نہ تھا

○

خرد عشق کی راہبر ہو رہی ہے — حدیث جنوں مختصر ہو رہی ہے
نگاہ جفا جُو کا صدقہ ہے ظالم — یہ دنیا جو زیرو زبر ہو رہی ہے
بسا ہے جو رگ رگ میں قلب و نظر کی — تلاش اسکی کیوں دربدر ہو رہی ہے
مبارک کہ خون شہیداں کی بو سے — معطر تری رہگزر ہو رہی ہے
کہو حال گل بلبل نیم جاں سے — کہ وہ کشتہ بال و پر ہو رہی ہے
مری خستہ حالی مری بے نوائی — مرے حال کی پردہ در ہو رہی ہے
تو کیا یہ بھی کوئی مقام طلب ہے — کہ خود گمرہی راہبر ہو رہی ہے

مبارک محبت کی معراج قابل
ترے دل کی جانب نظر ہو رہی ہے

○

شکر لب وفا پہ ہے حرف نیاز ہے یہی
آپکے قدموں پر ہے سر میری نماز ہے یہی

دل ہے تصور آزما آنکھ تجلی آشنا
سوز و گداز ہے یہی ناز و نیاز ہے یہی

سوز طلب سے ہے مرے ساز تیرے جمال کو
ہے مجھے چشم و دل پہ ناز اوج نیاز ہے یہی

دل ہے جمال رنگ و بو دل ہے حدیث آرزو
نالہ طراز ہے یہی زمزمہ ساز ہے یہی

ہے مری آہ نیم شب شوخ و شریر و بے ادب
حشر نواز ہے یہی حشر گداز ہے یہی

کعبہ دل تو ہے ارم دیکھ کے اس میں رکھ قدم
اے مری آرزوئے شوق میرا حجاز ہے یہی

ہے مرا خانہ سوز جاں قلب و نظر کا آشیاں
برق طراز ہے یہی برق نواز ہے یہی

قدموں پہ رکھ کے انکے سر ہوش و حواس سے گزر
اے مرے قلب معتبر عمر دراز ہے یہی

حسرت دید کا مآل ہے شب تیرہ فراق
ہے جو حجاب روئے حسن زلف دراز ہے یہی

دیدہ و دل سے بے خبر میری طرف بھی اک نظر
سر ہوا جذب سنگ در میری نماز ہے یہی

قحط و وبا وسیل غم قلب حزیں و چشم نم
دیکھ کہ بنگلہ دیش کی زلف دراز ہے یہی

دل ہے کسی کی رہگزر کیا نہیں تجھ کو یہ خبر
جلوت راز ہے یہی خلوت ناز ہے یہی

قابل عشق آشنا آپکا شعر تر ہے کیا
فکر رسا کا آئینہ کاشف راز ہے یہی

○

وہی میرا فسانہ ہے وہی میری کہانی ہے
جو حسن رب ارنی ہے جو ناز لن ترانی ہے

شب فرقت ہے اور آنکھوں کی اپنی خوں فشانی ہے
بیاں حال دل ہے اور اشکوں کی زبانی ہے

یہ کس کی دل نوازی ہے یہ کس کی مہربانی ہے
کہ خون دل کا ہر قطرہ مری آنکھوں میں پانی ہے

حیات اپنی اسیر دام مرگ ناگہانی ہے
ادھورا میرا قصہ ناکمل سی کہانی ہے

نہ آئیں وہ تو ہے شام جدائی بھی شب محشر
جو وہ آئیں تو پھر صبح قیامت بھی سہانی ہے

دورنگی نے محبت کی منافق کر دیا ہمکو
کہ دل میں آہ سوزاں ہے تو لب پر نغمہ خوانی ہے

سجود شوق سے قلب و نظر تسکین پاتے تھے　　ترے در سے جدا ہیں ہم تو کیا کیا سرگرانی ہے

وہ میرا حال دل سن کر یہ کہتے ہیں متانت سے
ہمیں بارگراں قابل کی آشفتہ بیانی ہے

○

میرے آغاز کا انجام ابھی باقی ہے　　حسرت گردش ایّام ابھی باقی ہے
ہے یہ اندیشہ دعا میں نہ بدل جائے کہیں　　لب نازک پہ جو دشنام ابھی باقی ہے
جس سے منہ موڑ لیا جلووں نے خود تنگ آکر　　وہ دل خوگر آلام ابھی باقی ہے
صبح محشر کی دکھائی مجھے صورت جس نے　　تیری فرقت کی وہی شام ابھی باقی ہے
پردہ داری تری الفت کی جو ہے جاں سے عزیز　　میرے اشعار میں ابہام ابھی باقی ہے
پس دیوار ہوا جل کے کوئی خاک مگر　　اک تجلی سی لب بام ابھی باقی ہے
تجھ کو خلوت کدہ دل میں تو دیکھا لیکن　　تیرا دیدار سر عام ابھی باقی ہے
درد دل دور ہو ایسی کوئی تدبیر کرو　　پختہ مغزو خلش خام ابھی باقی ہے

ان پہ مرمٹ کے دکھا دیجئے جہاں کو قابل
آپ پر زیست کا الزام ابھی باقی ہے

○

ترا دیکھنا کچھ تماشا نہیں ہے　　کہ پردہ نظر کا ہے جلوا نہیں ہے
تجلّی تحیّر تبسّم تکلّم　　مرے دامن عشق میں کیا نہیں ہے
خدنگ نظر ہو کہ تیر ادا ہو　　جو راس آئے دل کو وہ ایذا نہیں ہے
من و تو کا جھگڑا ہے دنیا کے دم تک　　رہ عشق میں میرا تیرا نہیں ہے

تجھے دل تجلی یوسف سے نسبت
تری آنکھ چشم زلیخا نہیں ہے

یہ کیا دل کے پردے سے آواز آئی
جو میرا نہیں وہ کسی کا نہیں ہے

انہیں حشر کا آسرا دے رہے ہیں
جنھیں ایک دم کا بھروسا نہیں ہے

حقیقت کو پرکھے گا کس طرح قابل
وہ دل جس نے باطل کو سمجھا نہیں ہے

○

تجلی جس قدر تیری نمایاں ہوتی جاتی ہے
مری ہستی مری آنکھوں سے پنہاں ہوتی جاتی ہے

ترے جلوؤں کی تابش ہی بنی رخ کا حجاب آخر
نظر بجھ کر چراغ زیرِ داماں ہوتی جاتی ہے

نگاہیں جتنی ہوتی ہیں منور سوز حسرت سے
تجلی اتنی ہی آنکھوں سے پنہاں ہوتی جاتی ہے

گریباں کے مقدر میں نہیں دیوانگی میری
یہ ساری وحشت دل نذرداماں ہوتی جاتی ہے

میں تری بے رخی سے اکتساب شوق رکھتا ہوں
تری بے اعتنائی جزو ایماں ہوتی جاتی ہے

فنائے زندگی کا دشمن جاں ہے جنوں میرا
مری وحشت گرفتار رگ جاں ہوتی جاتی ہے

وہ جتنا شدت جور و ستم پر ناز کرتے ہیں
نگاہوں سے پشیمانی نمایاں ہوتی جاتی ہے

زوال حسن ہے یا ارتقائے عشق کیا کہئے
مری ہستی مرے جلوؤں میں پنہاں ہوتی جاتی ہے

فقط اک امتحان دیدہ و دل ہے ترا پردہ
مری چشم طلب بے وجہ گریاں ہوتی جاتی ہے

تصور نے معین کر دیا رخ کی تجلی کو
مجسم اب تری تصویر پنہاں ہوتی جاتی ہے

تصور جس قدر کرتا ہوں تیری خود نمائی کا
تری صورت مرے رخ سے نمایاں ہوتی جاتی ہے

بھنور میں بھی ہے مجھکو اعتماد ناخدا قابل
مرے دل کا سفینہ موج طوفاں ہوتی جاتی ہے

○

وہ غم نشاط جاں ہے جو تیری خوشی میں ہے / لذت عجیب سی خلش بندگی میں ہے
کھویا گیا تو اب انہیں میری تلاش ہے / منزل رسی کی شان مری گمرہی میں ہے
جو تجھ سے باخبر ہیں جہاں سے ہیں بے خبر / حیرت کہ جہل کی بھی جھلک آگہی میں ہے
یہ قادر عمل ہے یہ ہے خالق خیال / اللہ کی شبیہ نہاں آدمی میں ہے
محروم تیرے ناز ستم سے ہیں چشم و دل / کیسی زیادتی ترے غم کی کمی میں ہے
دل خوں کیا ہے اسکا خدنگ بہار نے / یوں غم کی اک جھلک لب گل کی ہنسی میں ہے
کہتی ہے وہ نظر تجھے سرشار دیکھ کر / سیری کی کیفیت تری تشنہ لبی میں ہے
اسکا خمار اجل کی بھی تقدیر میں نہیں / کیفیت فنا جو مری زندگی میں ہے

قابل اے سیاست عقل و خرد سمجھ
شان تکلفات اگر سادگی میں ہے

دیکھا تو التفات نہاں بے رخی میں ہے / اک ربط خاص کی بھی ادا برہمی میں ہے
یہ کہہ کے طنز وحشت دل پر کسی نے کی / آمیزش خرد تری دیوانگی میں ہے
پیتا ہوں چشم ناز سے لیکر کسی کا نام / کیا لطف بندگی مری بادہ کشی میں ہے
اے دل مری نظر کو نہ راہ جنوں دکھا / خطرہ طرح طرح کا تری رہبری میں ہے
ہے عہد حشر سلسلہ جنبان آرزو / یوں انتظار موت مجھے زندگی میں ہے
میری زبان حال پہ کیوں معترض ہے شیخ / سنتا ہوں وہ نوا جو نہاں خاموشی میں ہے
انفاس میری فکر رسا کے غلام ہیں / قابل مری حیات مری شاعری میں ہے

قابل ہے رحمتوں کو بھی جسکی ادا پسند
کچھ ایسی دلکشی مری تر دامنی میں ہے

نہ ترا کرم ہے کرم نما نہ ہے میرے حق میں ستم ستم
تری جستجو کی حرم حرم ترا جلوہ دیکھا صنم صنم
مرے دل میں تو رخ کُن فکاں میری چشم شوق میں تو صنم
تری آرزو ہے نفس نفس تری جستجو ہے قدم قدم
مرا کار زار جہاں جہاں مرا جلوہ زار ارم ارم
ہے مرا نشان فنا فنا مری زندگی ہے عدم عدم
مری ہر نظر میں ہے بحر و بر مرے ہر نفس میں ہے جوش یم
میں خزاں بدوش بہار ہوں گل ولالہ مجھ سے ہیں چشم نم
میں جمال روئے صفات ہوں میں تجلی رخ ذات ہوں
میں ہوں حسن و عشق کی آبرو میں حیات و موت کا ہوں بھرم
مہ و مہر و انجم و کہکشاں یہ بہار گل یہ رخ خزاں
ہیں محیط ارض و سما نشاں مری جلوہ کاری کے بیش و کم
میں کمال اصل و مجاز ہوں میں جمال راز و نیاز ہوں
میں کسی کی عمر دراز ہوں میں ہوں چشم عشق میں محترم
کوئی سوز عشق بساز ہے کوئی مجھ میں نغمہ طراز ہے
مرے سینے میں وہ گداز ہے یہ کسی نگاہ کا ہے کرم
جو تری تلاش میں گم ہوا پتہ اسکو اپنا نہ مل سکا
تجھے ڈھونڈا تو یہ پتہ چلا تو ہے ساتھ ساتھ قدم قدم
کوئی راز قابل زار کا کبھی آشکار نہ ہو سکا
کوئی اسکی بات سمجھ سکے تو یہ فکر شعر ہے مغتنم

دیدنی میری بیکسی ہے ابھی ‌ میری آنکھوں میں روشنی ہے ابھی
خاکساری پہ بھی ہے مجھ کو ناز ‌ کبر میری فروتنی ہے ابھی
کیسے چشم و نگاہ و قلب و جگر ‌ تیرے جلووں کی برتری ہے ابھی
کہاں فرصت کروں جو سجدۂ شکر ‌ میرے سر میری بندگی ہے ابھی

تیری الفت تری طلب تری چاہ
میری رگ رگ میں بس رہی ہے ابھی

○

خیر مقدم کو وہ جنت کے صنم آتے ہیں ‌ اب فرشتوں سے کوئی کہدے کہ ہم آتے ہیں
یہ نیا طرز تعارف ہے نیا طرز جفا ‌ آپ دل میں نہیں آتے ہیں کہ غم آتے ہیں
جس قدر آنکھوں میں آتے ہیں مرے اشک فراق ‌ اتنے ہی دل میں مرے رنج و الم آتے ہیں
سرفرازان محبت ہیں وہی دنیا میں ‌ آپکے درپہ جو سر کرنے کو خم آتے ہیں

سوز دل کی ہے یہ سوغات تجلی کیلئے
ہم تری بزم میں با دیدہ نم آتے ہیں

○

کافر قرار پائیں نہ عرض دعا سے ہم ‌ اک بت کو آج مانگ رہے ہیں خدا سے ہم
آئینہ دار حسن حقیقت ہے ہر مجاز ‌ معلوم یوں ہی ہوتے ہیں تجھ سے جدا سے ہم
خالی تھا نقد ذات سے معمورۂ حیات ‌ گنجینۂ علوم جو لائے خلا سے ہم
گم گشتہ فنا ہیں کہ آسودۂ بقا ‌ اپنا پتہ بھی پوچھ رہے ہیں خدا سے ہم
آب و ہوائے زہرہ و مریخ و مہ کی خاک ‌ کیا کیا ستارے توڑ کے لائے خلا سے ہم

بنجر زمین میں بھی کھلائے ادب کے پھول
حیراں ہیں قابل آپکی فکر رسا سے ہم

○

گزر کے اپنی رگ جاں سے طور تک پہنچے   ہم انکے قرب کے دھوکے میں دور تک پہنچے
پہاڑ خاک ہوجل کر جو بھڑکے آتش دل   جو میرا سوز وفا قلب طور تک پہنچے
نیاز عشق کے ساتھ ارتکاب کفر نہ کر   کہ تیرے ناز تو حد غرور تک پہنچے
ہمارے دیدہ و دل پر ہے اشک خوں کا کرم   کہ ظلمت شب فرقت میں نور تک پہنچے
حرم میں دیر میں بت خانہ میں کلیسا میں   تری تلاش میں ہم دور دور تک پہنچے

طریق عشق میں یہ خود سری نہیں اچھی
نیاز عشق نہ قابل غرور تک پہنچے

○

دل و نگاہ کے سانچوں میں ڈھلتے جاتے ہیں   یہ جلوے کیوں ترے حد سے نکلتے جاتے ہیں
بنیں گے گوہر تہہ یاب کیا تلون کیش   بز سطح آب سے قطرے اچھلتے جاتے ہیں
دل و نگاہ سے سرزد ہوئی خطا کوئی   کہ اب تو رنج کے سائے بھی ڈھلتے جاتے ہیں
دیار غیر میں دیکھا ہے دل نے خواب حسیں   کہ صبح و شام وطن کے بدلتے جاتے ہیں
نگاہ ناز کی تیر افگنی سے قلب و جگر   دہلتے جاتے ہیں لیکن مچلتے جاتے ہیں
ہوا نہ انکا نظارہ خود آپ کو بھی نصیب   جو جلوے چشم تصور میں ڈھلتے جاتے ہیں
شب فراق کے روشن چراغ ہیں قابل   ستارے جو مری آنکھوں سے ڈھلتے جاتے ہیں
نفس کی آمد و شد سے کھلا ہے ہم پہ کہ ہم   مقیم ہو کے بھی ہر آن چلتے جاتے ہیں
ہیں دل کے داغ جگر تاب دل کی فرقت میں   بغیر شاخ بھی یہ پھول پھلتے جاتے ہیں
انہیں کے در پہ جھکا ہے سر نیاز وفا   جو پائے ناز سے دل کو کچلتے جاتے ہیں
میں مرکے بھی تو عزیزوں پہ بارہوں قابل   قدم قدم پہ جو کاندھا بدلتے جاتے ہیں

نہ کوئی راہ نما ہے نہ راہ زن قابل
ہم اپنے آپ ہی گر کر سنبھلتے جاتے ہیں

○

روز ازل نگاہ سے جلوہ نہاں نہ تھا
یوں راز کھل گیا کہ کوئی راز داں نہ تھا

حسرت یہی رہی کہ نہ حسرت نکل سکی
یہ بحر عشق بھی تو ترا بیکراں نہ تھا

تھی چشم ناز حسن طلب گار آرزو
دی دل کے بدلے جان تو سوداگراں نہ تھا

قسمت سے مات کھا گئی تدبیر باغباں
ٹوٹی وہ شاخ جس پہ مرا آشیاں نہ تھا

دل نے براہ راست رکھا تجھ سے واسطہ
اچھا ہوا! حجاب نظر درمیاں نہ تھا

میں خضرره کے ہاتھ سکندر نہ بن سکا
رہبر کی رہزنی میں مرا کارواں نہ تھا

قلب و نظر پہ حسن کا جادو نہ چل سکا
جب تک خدنگ ناز اسیر کماں نہ تھا

○

زیست ہے بار اہل نظر کے لئے
کیوں جیں لمحہ مختصر کے لئے

شمع منزل ہے شمس و قمر کے لئے
داغ بخشا جو میرے جگر کے لئے

درد فرقت ہے قلب و جگر کے لئے
شام ہی سے تڑپ ہے سحر کے لئے

بے بہا یہ دعا ہے بشر کے لئے
درد دے اور دے عمر بھر کے لئے

جلوہ ہے دیدۂ معتبر کے لئے
یہ امانت نہیں ہر نظر کے لئے

شیخ خلد بریں کو نہ منزل سمجھ
اس سے بھی کچھ سوا ہے بشر کے لئے

عظمت وحشت عشق کی لاج رکھ
سر نہیں سنگ دیوار ودر کے لئے

دل ہے گر واقعی دل تو پرواز کر
دل نہیں حسرت بال و پر کے لئے

میری آنکھوں کا سرمہ تری خاک در
خاک دل ہے تری رہگزر کے لئے

اک ڈرامہ ہے کردار حشر و ازل
زندگی ہے تماشا بشر کے لئے

دل ہے الفت کا تیری ازل سے امیں
ہے ترا آستاں میرے سر کے لئے

بندگی اس کی ہے فرض انسان پر
جس نے بخشے دو عالم بشر کے لئے

○

میری آنکھیں ہیں مشتاق دیدار کی تیرا جلوہ ہے میری نظر کے لئے
میرے سر کیلئے آستانہ ترا میرا سر ہے ترے سنگ در کے لئے

ہم سے بیگانگی کی روش کو بدل حسن کی بے رخی آج ہے بے محل
اب تری کم نگاہی کا موقع ہے کیا دل ہے حاضر خدنگ نظر کیلئے

دل صعوبت کش درد فرقت ہے یوں ہے ازل سے اسے ترے غم کا جنوں
گرم و سرد زمانہ سے ہے آشنا جسکو پیدا کیا خشک و تر کیلئے

تو نہ ہو مقصد زیست سے بے خبر زندگی کا نہیں ہے کوئی مستقر
آمدو رفت انفاس سے کھل گیا ہمکو پیدا کیا ہے سفر کیلئے

یہ نہ کہیئے کہ قابل نے دی جان بھی آپکا عشق ہے اس کا ایمان بھی
سعی دل نا مکمل ہے اب تک کہ ہے مبتدا کی ضرورت خبر کیلئے

○

مسلّم عظمت دل ہے مگر یک قطرہ خوں وہ بھی فلک ہر چند بالا ہے مگر ہے سرنگوں وہ بھی
مجھے کچھ محسن سے یوں عشق کا اندازہ ہوتا ہے مرے دشت محبت کا ہے ایک صید زبوں وہ بھی
مرا ذوق تماشا ہی محیط ہر دو عالم ہے ترے جلوے کو کیا دیکھوں کہ ہے جذب دروں وہ بھی
حقیقت شوق و مستی کی مرے دم سے تماشہ ہے رہا جلوہ! محبت کا ہے اک طرز جنوں وہ بھی
نہیں شمس و قمر ہی کہکشاں بھی تری کشتہ ہے شہادت گاہ الفت کی ہے میری موج خوں وہ بھی
دو عالم خُم کدہ ہیں پھر بھی ہوں تشنہ دہن ساقی ہیں مرے روبرو جام و صراحی سرنگوں وہ بھی

ازل کے دن جو پیمان محبت ہم نے باندھے تھے
مجھے قابل اجازت دیں تو میں ان سے کہوں وہ بھی

○

میں کیسے مانوں مسافر نہیں ہے گھر کے قریب   کہ دل سے دور بھی ہو کر ہے وہ نظر کے قریب
پہنچ کے ٹھنڈی ہوئیں اس کی رہگزر کے قریب   مری دعاؤں نے دم توڑا ہے اثر کے قریب
ہے میرا جذبہ الفت کہ ان کا شوق جمال   وہ جلوہ آ کے ٹھہر جاتا ہے نظر کے قریب
مزاج عشق کا عرفان ہم کو ہو نہ سکا   کہ نکلی منزل دل جادۂ نظر کے قریب
دل حزیں ترا شیون بھی ہے پسند انہیں   پہنچ چکا ہے ترا عیب بھی ہنر کے قریب

کچھ ایسا فصل نہیں ہست و نیست میں قابل
رہ اجل ہے رہ عمر مختصر کے قریب

○

بات کیا ناوک ادا میں ہے   اک خلش قلب مبتلا میں ہے
نغمہ وصل دوست و نوحہ ہجر   قلب کے ساز بے صدا میں ہے
مہ و انجم کو بھی نصیب کہاں   تابش انکے جو نقش پا میں ہے
نہیں قسمت میں بادشاہوں کی   بات جو آپ کے گدا میں ہے
خلش عشق پر ہے دل کو ناز   لطف اس درد لادوا میں ہے
شوق دل میں ہے جو سوال نہاں   وہی نظروں کی التجا میں ہے
جینا بے کیف ہے بغیر اسکے   زندگی کا مزہ فنا میں ہے
ہے جو دیوانوں میں ادا انکے   رند میں ہے نہ پارسا میں ہے

دُور آدم سے ہے ابھی معراج
یہ ابھی دور ارتقا میں ہے

○

ڈالی ہے دل میں عشق نے ارمان کی طرح   ہر آرزو ہے حسن کے عرفان کی طرح
ہے گلستان شوق بیابان کی طرح   خار اگتے ہیں جہاں گل و ریحان کی طرح

کافر کے روپ میں نہ مسلمان کی طرح
دیوانہ ان کا ہے عجب انسان کی طرح

ہر دم رہا یہ کشمکش وصل کا اسیر
کب دل نثار ان پہ ہوا جان کی طرح

کیوں اس کو دیکھ کر لب دل پر نہ ہو درود
جو رخ مری نظر میں ہے قرآن کی طرح

جسکی حیات و موت ہے سب انکے واسطے
بندہ ہے انکا کون مسلمان کی طرح

یہ شوق دید ہے کہ تمنائے وصل دوست
برپا ہے میرے دل میں جو طوفان کی طرح

تحقیر کیجئے نہ مرے اشک شوق کی
قطرہ ہے ایک پھر بھی ہے طوفان کی طرح

قابل غم فراق نہ کیونکر عزیز ہو
دل پر محیط ہے مرے ارمان کی طرح

○

وہ جفا کر کے وفاؤں کا صلہ دیتے ہیں
یہ نہ کہہ اے دل ناداں کہ وہ کیا دیتے ہیں

حسن کا ناز وفا ہے کہ پشیمانی جور
قتل کر کے مجھے دامن کی ہوا دیتے ہیں

ہے انہیں آب و ہوائے چمن عشق پسند
رنگ و بو گل کو تو بلبل کو نوا دیتے ہیں

دونوں عالم سے غنی ہیں در الفت کے فقیر
کب کسی کے در دولت پہ صدا دیتے ہیں

درحقیقت وہی انفاس ہیں ہستی کا حجاب
جو بظاہر ہمیں ہستی کا پتہ دیتے ہیں

جب بھی فرقت میں فغاں آتی ہے اسکے لب پر
وہ تھپک پر دل مضطر کو سلا دیتے ہیں

شکوۂ جور میں ان سے کروں کیونکر قابل
جو جفا کر کے ہمیں داد وفا دیتے ہیں

○

جلوۂ صبح خوش نما کہیئے
زندگی تجھ کو اور کیا کہیئے

کہہ گئی گل سے کیا صبا کہیئے
کچھ تو گلشن کا ماجرا کہیئے

اس نے اذن کلام بخشا ہے
نہ کہا جائے کچھ تو کیا کہیئے

ہو اگر گوش التفات تو پھر ‏ ‏ ان سے کچھ دل کا مدعا کہئے
تیرے انداز ضبط کو اے دل ‏ ‏ عشق مجبور کی ادا کہئے
دیجئے چشم شوق کو الزام ‏ ‏ حسن کو کیوں گریز پا کہئے
غنچہ و گل کا چاک چاک ہے دل ‏ ‏ اسکو بھی عشوۂ صبا کہئے
خار و گل ہیں فنا کا نقش تو پھر ‏ ‏ رنگ و بوئے چمن کو کیا کہئے
منکر عشق حسن ہے مغرور ‏ ‏ اس تضاد عمل کو کیا کہئے
لائے ہیں سانس قلب و جاں کا پیام ‏ ‏ میری جانب سے بس دعا کہئے
وصل جاناں کی بھی نہیں حسرت ‏ ‏ عشق کی اسکو انتہا کہئے
جو کرے بادۂ عنب سے وضو ‏ ‏ رند بھی ہو تو پارسا کہئے
بے نیازانہ بندگی کی خُو ‏ ‏ تیرے بندوں کو ہو تو کیا کہئے
جو نہ اپنوں کا ہے نہ غیروں کا ‏ ‏ ایسے کم بخت دل کو کیا کہئے

ان کی طرز نگاہ کو قابل
التفات گریز پا کہئے

ان کے حضور عالم محشر بھی دیکھیے ‏ ‏ دیوانگان دید کا منظر بھی دیکھیے
وہ آئے حشر میں تو قیامت ہوئی بپا ‏ ‏ طرز نگاہ داور محشر بھی دیکھیے
حیرت کدہ ہے دل تو انہیں دیجئے دعا ‏ ‏ آئینہ جمال کو ششدر بھی دیکھیے
دونوں جہاں کا حسن ہے عکس جمال رخ ‏ ‏ دیکھا انہیں تو اب مہ و اختر بھی دیکھیے

فرہاد و قیس دیکھ کے قابل پہ بھی نظر
آپ اپنے ضبط عشق کے خوگر بھی دیکھیے

نالہ تا عرش اگر گیا ہو گا چرخ کو خاک کر گیا ہو گا
موت سے پہلے مرنے کا ہر سانس مجھ پہ الزام دھر گیا ہو گا
دل کا کعبہ تیری گلی ہے فقط اور کافر کدھر گیا ہو گا
خون بلبل کا غازہ مل مل کر پھول کا رخ نکھر گیا ہو گا
تیرا غم سہہ کے دل سے ہر غم کا رنج و خوف و خطر گیا ہو گا
دیکھ لینا ہمارے اٹھتے ہی اس جہاں سے ہنر گیا ہو گا

رحمت حق کے خیر مقدم کو
میرا دامان تر گیا ہو گا

○

دو عالم سے جدا پایا گیا دل حسینوں پر جہاں آیا گیا دل
بھٹک کر بھی ملا کوئے وفا میں جہاں کھویا وہیں پایا گیا دل
نفس تھا حسنِ پنہاں کا اشارہ کہاں تڑپا کہ تڑ پایا گیا دل
کرے ان سے سوال وصل توبہ نہیں ایسا کوئی آیا گیا دل

مبارک ہو تجھے اے حسن پنہاں
مدار عشق ٹھہرایا گیا دل

○

ساعتیں جب صبح ہستی کی نمایاں ہو گئیں تابشیں جلوؤں کی شام غم میں پنہاں ہو گئیں
کائنات ماہ و انجم میں اندھیرا چھا گیا جب وہ زلفیں چاند سے رخ پر پریشاں ہو گئیں
شاہد کعبہ کی شاید دیکھ لی کوئی جھلک بتکدے کی بھی جو تصویریں ثناخواں ہو گئیں

اضطراب ہجر نے بخشا جنوں کو وہ فروغ　　میری سانسیں ہی مرا تار گریباں ہو گئیں
رو لے اب تقدیر کو اپنی دل مشکل پسند　　مشکلیں تیری رقابت میں خود آساں ہو گئیں

کیسے کیسے حوروش قابل بنے موضوع عشق
کیسی کیسی بستیاں اس دل کی ویراں ہو گئیں

○

رکھوں مقابل اس کے جو قلب و نظر کو میں　　دیکھوں ان آئینوں ہی میں آئینہ گر کو میں
کیوں جادۂ نفس سے نہ ہو روح آشنا　　پہچانتا ہوں خوب تری رہگزر کو میں
دل کو جنوں کی خانہ خرابی سے ربط ہے　　یوں دشت میں بھی رکھتا ہوں ساتھ اپنے گھر کو میں
دیرو حرم ادھر ہیں ادھر ہے حریم دل　　فرمائیے کہ سجدے کو جاؤں کدھر کو میں

لازم ہے دل کے بعد رگ جاں پہ بھی نظر
اس مبتدا کے بعد رکھونگا خبر کو میں

○

واعظ نکال کیڑے نہ جام و شراب میں　　رکھ حسن ظن تو ساقی کوثر کے باب میں
ساقی ہے میرے ولولہ دل کی ترجماں　　اک موج مضطرب ہے جو صہبائے ناب میں
ذوق سماع و وجد طریقت کی جان ہے　　آواز کی جو روح ہے چنگ و رباب میں
ماہ مبیں کی شوخی طنّاز دیکھنا　　ہے نقش پائے ناز ابھی تک رکاب میں
ہر جزو کا ہے کلُ سے یہ اک عالم فراق　　ایک اک وجود ازل سے جو ہے پیچ و تاب میں
تیری تجلیات مسلسل ہوں بے حجاب　　غیب و شہود کو بھی رکھوں گر حساب میں
باہر نکالے حد سے تجلی رخ نے پاؤں　　جلووں نے چار چاند لگائے حجاب میں

بے وجہ بے سبب تو نہیں حسن اضطراب   الجھا ہوا ہے دل کوئی بند نقاب میں
قابل دلوں کے ربط پہ جن کی نگاہ ہے
دیکھیں گے روئے شاہ رخ بوتراب میں

خود ڈالے سوز عشق جسے التہاب میں   اسکو ثواب میں ہے نہ راحت عذاب میں
ہے طول شام ہجر سے دل اضطراب میں   رکھوں نہ صبح حشر کو بھی کیوں حساب میں
اے چاند تیری زلفوں کے خم کیوں ہیں اسکے سر   ڈالا ہے کہکشاں کو یہ کس پیچ و تاب میں
یوں عقل پر فریب نے کھائی جنوں سے مات   دل کو عجب سکون ملا اضطراب میں
مجھ پر ہی سارا زور جو ظلم و ستم کا ہے   پہلو ہے التفات کا بھی کچھ عتاب میں
پردہ سے اور جلوؤں کی تشہیر ہو گئی   ہم کو تو بحر بھی نظر آیا سراب میں
قابل کسے ہے فرصت غم خواری شراب
شعروں کا ہے نزول شب ماہتاب میں

ایمان دے کے مائل دنیا کیا مجھے   اصنام کی نظر میں تماشا کیا مجھے
دیکھی جو اس نے جنس وفا دلپذیر حسن   بازار مصر عشق میں رسوا کیا مجھے
دیکھا جو میرے علم و خرد کو خدا شناس   کس ذوق سے فرشتوں نے سجدہ کیا مجھے
دونوں جہان ہی میں نہ کیں عظمتیں عطا   اپنی نگاہ میں بھی دل آرا کیا مجھے
مستور رکھنے کو مرا حسن و جمال ذات   چشم جہاں میں خاک کا پتلا کیا مجھے
میری نظر وسیلہ بنی دید حسن کا   چشم کلیم طور کا سرمہ کیا مجھے

جیسے ہستی ہو اک سراب شباب — ہم ہیں یوں خانماں خراب شباب
ضعف پیری ہے اک حجاب شباب — ہر نفس میں ہے اضطراب شباب
اللہ اللہ رے اجتناب شباب — حسن ہے بیخود شراب شباب
صحبت دوش ہے نگاہوں میں — پیری میں پڑھتا ہوں کتاب شباب
بحر الفت جسے ہوا پایاب — درحقیقت ہے کامیاب شباب
دور رہ جلوۂ مجازی سے — دل نہ کر زندگی خراب شباب
اے دل آ تجھ کو آنکھوں میں رکھ لوں — اے مرے خانماں خراب شباب
دل مشتاق و دیدۂ حیراں — دونوں ہیں موجہ و حباب شباب
پیری میں بھی جوانی کی باتیں — بند ابتک نہیں ہے باب شباب
اے دل اس چاند کی بلائیں لے — جس کے رخ میں ہے آفتاب شباب

حسن و الفت کی شوخیاں قابل
دونوں عالم ہیں جلوہ تاب شباب

○

جو بھی غم جادہ الفت میں نظر آئے گا — سانس بن کر مری ہستی میں سما جائے گا
جب بشر اپنی حقیقت کا پتہ پائے گا — اپنا جلوہ اسے ہر سمت نظر آئے گا
کون سمجھے ترے دیوانہ الفت کی ادا — جب بھی دل ہوش میں آئے گا بہک جائے گا
تو نے انداز محبت کو کیا ہے رسوا — دل لگائے گا جو تجھ سے وہی پچھتائے گا
خود وہ ہر رہرو الفت کی خبر رکھتے ہیں — جو گرے گا رہ الفت میں سنبھل جائے گا
قدر ایثار محبت کی ہے دل میں اسکے — میرا قاتل ہی مری موت پہ اترا آئے گا

وہ سر حشر جو قابل ہوا مصروف خرام
ایک اک گام قیامت کی خبر لائے گا

○

غم عشق سے دل ہوا ریش ریش گلستاں میں یہ گل کھلا اور ہی
بقا پردۂ حسن پنہاں سہی مگر ہے حجاب فنا اور ہی
نہ لے حسرت و شوق و ارماں کا نام محبت کا ہے قافلہ اور وہی
نہیں شکوہ سنج جفا و ستم دل راز کا ہے گلہ اور ہی
وہ برہم تھے بزم عدو میں مگر مزا دے گئی التجا اور ہی
اجل تو ہے اک مرحلہ راہ کا کہ ہے زندگی کی قضا اور ہی
زمانے میں گزرے ہیں لاکھوں رسل مگر ہیں رسول خداؐ اور ہی

مبارک بتوں کو اداؤں پہ ناز
کہ قابل کا تو ہے خدا اور ہی

○

کون میری خلوت جاں میں ہے اچھا آپ ہیں کون سوزو ساز ایماں میں ہے اچھا آپ ہیں
کس کے پردہ سے ہوئی دنیائے ہستی کی نمود کون پنہاں دردو درماں میں ہے اچھا آپ ہیں
دھجیوں میں جیب و داماں کی یہ مخفی کون ہے کون یہ تار گریباں میں ہے اچھا آپ ہیں
رنگ و بو بن کر گل و غنچہ میں پنہاں کون ہے خار یہ کیسا بیاباں میں ہے اچھا آپ ہیں
رقص میں کس کے اشارے پر ہیں موت و زندگی کون پیدا اور پنہاں میں ہے اچھا آپ ہیں
حشر میں ہے کون محفل برہم ہست و عدم کون ازل کے عہد و پیماں میں ہے اچھا آپ ہیں
کس کی تابش نجم وماہ و کہکشاں کی روح ہے کون یہ مہر درخشاں میں ہے اچھا آپ ہیں

کس کے پرتو سے ہے روشن قابل محزوں کی فکر
کون پنہاں میرے دیواں میں ہے اچھا آپ ہیں

○

حیات نو عطا کی دست وحشت نے محبت کو — رگ جاں کا گماں ہوتا ہے اب تار گریباں پر
جنوں کے خون دل سے پرورش کی ذرہ ذرہ کی — یہ احساں خار صحرا کا ہے کم خاک بیابان پر
یہ کس کے جذبہ ایذا رسانی کا کرشمہ ہے — کہ میرا زخم دل قربان ہوتا ہے نمک داں پر
اسے دست جنون نے چھیڑ کر یہ مرتبہ بخشا — گماں تار نفس کا ہوتا ہے تار گریباں پر
ازل سے تربیت گاہ غم و اندوہ ٹھہرایا — کرم ہے خاص خلّاق جہاں کا قلب انساں پر
ترے رخ کی بلائیں لیتے ہیں مہرومہ و انجم — تصدق کہکشاں ہوتی ہے تیری زلف پیچاں پر

بتوں کی چاہ حوروں سے محبت عشق خالق سے
مجھے حیرت نہ ہو کیوں قابل اس ترکیب ایماں پر

○

ہمیں سمجھے کوئی کیونکر کہ کیا ہیں — نہ خالق ہیں نہ خالق سے جدا ہیں
شب فرقت سے یوں شکوہ سرا ہیں — دل مہجور کے لب کی دعا ہیں
کوئی دیکھے تو یہ اعجاز فطرت — جو ہیں گم کردہ منزل رہ نما ہیں
نجوم و ماہ ہم سمجھے ہیں جن کو — وہ محبوب خدا کے نقش پا ہیں
وفا بھی جب نہیں معیار الفت — بتاؤ ہم تمہیں کس طرح چاہیں
ترا وصل اور تیرا ہجر دونوں — مصیبت ہیں قیامت ہیں بلا ہیں

وہ تیری بے رخی ہو یا تغافل
یہ سب منجملۂ ناز و ادا ہیں

○

ہے اس میں وفا کی ادا اور ہی — ہے تیری جفا کا مزا اور ہی
غم ہجر کی ہے ادا اور ہی — طبیبو! ہے اس کی دوا اور ہی

مد نظر تھا الفت یوسف کا امتحاں — یوں کشتۂ جمال زلیخا کیا مجھے
رکھے گا اب وہی مرے حرف دعا کی لاج — جس نے اسیر شکوۂ بے جا کیا مجھے

قابل فنا کے شعبدۂ حسن کے نثار
مستور یوں کیا کہ ہویدا کیا مجھے

○

پردہ رخسار حقیقت سے اٹھا سکتا ہے کون — عشق بن کر حسن کے دل میں سما سکتا ہے کون
جان سے اپنی رضائے حق پہ جا سکتا ہے کون — اے شہید ناز تیرے ناز اٹھا سکتا ہے کون
کس کا خون سرخ عنوان حیات دیں بنا — موت کو یوں راہ ہستی کی دکھا سکتا ہے کون
برگزیدہ ایسا ہے اس حق کے پیارے کا حبیب — اپنا توسن دوش پیغمبرؐ بنا سکتا ہے کون
جز ترے اے فاطمہ کے لعل علی کے نور چشم — حسن کو بھی اپنا دیوانہ بنا سکتا ہے کون

ابتدا سے قسمت قابل ہے عشق اہل بیت
اس کو اس راہ محبت سے ہٹا سکتا ہے کون

○

تسلط اسقدر ہے انکے جلووں کا دل و جاں پر — کہ صبح وصل کا مجھکو گماں ہے شام ہجراں پر
وصال و ہجر دونوں اسکی نظروں کا کرشمہ ہیں — نہ قابو اپنی حسرت پر نہ اپنا زور ارماں پر
اسیران محبت حوصلے رکھیں بلند اپنے — جنوں کا نقش چھوڑ آیا ہوں میں دیوار زنداں پر
مرے پاؤں کے چھالوں نے عجب گلکاریاں کی ہیں — گلستاں کا گماں اہل جنوں کو ہے بیاباں پر
نہیں ارمان وشوق و یاس و حسرت آج کی باتیں — ازل سے بجلیاں گرتی رہی ہیں قلب انساں پر
الجھتا کیوں نہیں اس بت کے دامان تجلی سے — جنوں کا زور چلتا ہے فقط میرے گریباں پر

دشت وحشت سے ایسی ہوائیں چلیں دل کا پھولا پھلا گلستاں لٹ گیا
جتنے ارمان تھے خاک میں مل گئے منزل عشق پر کارواں لٹ گیا

وہ جو فردوس قلب و نظر تھا کبھی شام غم عشق کا وہ سماں لٹ گیا
میری تسکین دل' دل سے رخصت ہوئی میرا سامان آرام جاں لٹ گیا

ضبط کا شام غم رنگ ایسا جما گھٹ کے ہر آہ دل ہی میں دم دے گئی
سوزش اشک فرقت کا ڈاکہ پڑا شمع عشق و وفا کا دھواں لٹ گیا

اب نہ وہ گرمئ رسم الفت رہی اب نہ فکر مآل محبت رہی
بے رخی نے کیا تیری وہ حال دل سارا سرمایہ ناتواں لٹ گیا

ہم نے قابل عدم کا سفر بھی کیا گلشن رنگ و بو سے حذر بھی کیا
پھر بھی رونا ہے اپنے دل زار کا موت و ہستی کے جو درمیاں لٹ گیا

○

آپ اگر ہیں آئینہ آئینہ ساز کون ہے
حسن نہاں ہے راز اگر محرم راز کون ہے

عشق کا سوز کون ہے حسن کا ساز کون ہے
تم ہو حجاب میں اگر جلوہ طراز کون ہے

کسی کی نظر محیط ہے ملک دل و نگاہ پر
شعبدے ہیں جو حسن و عشق شعبدہ باز کون ہے

کس سے جفا حسین ہے کس سے وفا ہے دل پسند
شانۂ غزنوی ہے کون زلف ایاز کون ہے

کس کا جمال دل نواز دل کو ہے موجب گداز
ہم ہیں نیاز مند اگر پیکر ناز کون ہے

کس کی ادا کی ہیں اسیر صبح وصال و شام ہجر
ازپۓ امتحان دل عشوہ طراز کون ہے

○

ہے ازل کے بادہ خواروں میں عجب مقام میرا   کہ کلی مری صراحی تو ہے پھول جام میرا
میں تجلی قیامت ذرا آنکھ بھر کے دیکھوں   سر حشر چال انکی جو بنے خرام میرا
ترے حسن کی تجلی ترے عشق کی کرامت   نہ نمود صبح میری نہ جمال شام میرا
جو مرے نفس کے دشمن بنے ان کا حشر دیکھا   کہ خود انکی زندگی نے لیا انتقام میرا
مری منزل وفا ہے دل بیکسان عالم   نہ کوئی مرا نشیمن نہ کہیں مقام میرا
صنمان بت کدہ سے مری رام رام کہیے   بحضور شیخ کعبہ مرے دل سلام میرا

مرے ساقی نے پلائی مجھے آنکھ سے وہ قابل
کہ رہا ہمیشہ بے خود دل تشنہ کام میرا

○

اپنی ہستی کے عناصر جو بکھر جاتے ہیں   عشق کے بگڑے ہوئے اور سنور جاتے ہیں
بند آنکھیں کیے لوگ ان سے گزر جاتے ہیں   ورنہ وہ جلوے تو تاحد نظر جاتے ہیں
دونوں عالم کی کشش تجھ میں ہے اے عرصہ حشر   ہم سے جایا نہیں جاتا ہے مگر جاتے ہیں
قدر ناآشنا دنیا کو خبر ہے کہ نہیں   شکوہ لب پر لیئے ارباب ہنر جاتے ہیں
کوچہ یار سے اٹھتے تو ہیں ہم اہل جنوں   کر کے عالم کو مگر زیر و زبر جاتے ہیں
عازم حشر ازل ہی سے تھے ہم تو لیکن   تجھ کو دیکھا ہے تو دنیا میں ٹھہر جاتے ہیں

ہو نہ ہو فطرت غم ہے طرب افزا قابل
اشک شبنم سے تو گل اور نکھر جاتے ہیں

○

مرے روح و بدن تنہا ہیں دل تنہا نظر تنہا   ہوا دیتا ہے مجھکو اعتماد بال و پر تنہا
نفس تک چھوڑ بیٹھے ساتھ میرا راہ محشر میں   کیا ہے طے تری فرقت کا میں نے یہ سفر تنہا

کسی کا ساتھ کب دیتا ہے کوئی راہ ہستی میں	کہ اس منزل میں رہ جاتا ہے اکثر راہبر تنہا
ازل سے حشر تک طغیان ہست و موت دیکھا ہے	میں گزراہوں ہراک منزل سے بے خوف وخطر تنہا
مری منزل نہ پوچھو بے نیاز حسن منزل ہوں	تلاش راہزن میں آپ کرتا ہوں سفر تنہا
ضرورت ہے کہ ہوہوش وخرد کے ساتھ وحشت بھی	یہ راہ دل ہے اس میں کام آیگا یہ سر تنہا
لبوں سے ہو گئیں رخصت دعائیں کیوں خدا جانے	بھٹکتا پھر رہا ہے دونوں عالم میں اثر تنہا
نگاہ شوق آڑے وقت میں آنکھیں چرا بیٹھی	نشانہ ناوک غم کا بنے قلب و جگر تنہا
نقاب حسن صد پارہ ہوئی ہے جذبہ دل سے	نہ ہو سکتی تھی چشم شوق اسکی پردہ در تنہا
تمہارے جادۂ فرقت کی ہے یہ کونسی منزل	ہے لشکر یاس وحرماں کا اِدھر اوردل اُدھر تنہا

مجھے پہچاننے والا زمانے مین نہیں قابل
ہجوم دوستاں میں بھی رہا ہوں عمر بھر تنہا

○

جہاں جھلک ترے جلووں کی پائی جاتی ہے	وہاں نظر بھی ادب سے اٹھائی جاتی ہے
تری تجلی فقط دل میں پائی جاتی ہے	یہ تہمت آج نظر سے اٹھائی جاتی ہے
یہ بے رخی ہی مرا آخری سہارا ہے	کہ اس میں خاص توجہ سی پائی جاتی ہے
مرے قرار محبت کو لوٹنے والے	کسی کی زندگی بھر کی کمائی جاتی ہے
نہیں جو آئینۂ دل پہ میرے چشم حضور	شباہت آپ کی کیوں مجھ میں پائی جاتی ہے

یہ ضبط عشق کا کیا معجزہ نہیں قابل
سکوت لب میں بھی تقریر پائی جاتی ہے

○

چشم بشر میں جس طرح علم ہے جہل کا حجاب	بندہ کی معرفت میں ہے سب سے بڑا خدا حجاب
موج نفس میں ہے اسیر دامن کشتی حیات	اے مرے خضر راہ شرم اے مرے ناخدا حجاب

ساری حقیقتوں کی ہے نقش مجاز سے ضیاء　　ہے رخ حسن کی نمود جلوۂ حسن کا حجاب
اس کا تغافل نظر رمز شناس شوق دل　　پردۂ دید کا وقار حسن سے ہے سوا حجاب

قابل ادائے حسن سے زندہ ہے آرزوئے عشق
میری حیات چشم شوق عارض حسن کا حجاب

○

ورد لب طیور ہے یوں داستان صبح　　جیسے بیان شام و سحر ہو بیان صبح
موج نسیم اس کی ہے آئینہ دار کیف　　پھولوں سے بھی لطیف ہے گویا زبان صبح
یہ شام زندگی کے اندھیرے کی ہے نمود　　ایک ایک برگ سبز جو ہے قصہ خوان صبح
ہم جب ہوئے حقیقت ہر شے سے آشنا　　نقش قدوم شام میں دیکھا نشان صبح
شب جیسے شمع معرفت انبساط ہے　　یوں تیرگی شام سے بڑھتی ہے شان صبح
یہ عرصہ حیات میں محو جہاد ہے　　خورشید کی شعاع ہے نوک سنان صبح
مقصود کس کے روئے منور کا تھا حجاب　　شب اپنی ظلمتوں سے رہی پاسبان صبح
فطرت نے دشت حسن میں کھیلا نیا شکار　　قوس و قزح کے ہاتھ میں دیکھی کمان صبح

جو تیرگیٔ شام ابد سے ہیں آشنا
قابل ہے میری فکر پہ انکو گمان صبح

○

حسن پنہاں کا ہے جلوہ رخ زیبائے بہار　　یہی منشائے چمن تھا یہی ایمائے بہار
ہے ہر اک خار کے دل میں بھی تمنائے بہار　　غنچہ و گل ہی نہیں باغ میں شیدائے بہار
کیوں سر سنبل و سوسن میں ہو سودائے بہار　　زلف فطرت کی سلیقے سے جو سلجھائے بہار

ہے رخ غنچہ و گل آئینہ سیمائے بہار　　اب کے اس شان سے دیکھا ہے تماشائے بہار
ایک اک گل ہے فسردہ بہ تمنائے بہار　　بلبل نالاں کے لب پر نہ ہو کیوں ہائے بہار
غنچے لب بستہ ہیں پھولوں پہ اداسی طاری　　بن کے اک ابر کرم کاش برس جائے بہار
غنچوں کے دل میں کسک پھولوں کے سینے ہوئے شق　　یوں خزاں سے بھی زیادہ نہ ستم ڈھائے بہار
خیر مقدم کو ہے وا لالہ و گل کی آغوش　　اب خزاں دیدہ نگاہوں کو نہ تڑپائے بہار
نکہت و رنگ کا یہ جوش فراواں ہے تو پھر　　داغ پر داغ خزاں کے نہ کہیں کھائے بہار

کس طرح ہوش رہے انکو خزاں کا قابل
دے کے پیمانۂ گل خود جنھیں بہکائے بہار

کتنی نادر ہے عاشقی کی طلب　　ان کے غم سے بھی ہے خوشی کی طلب
آپ کی چشم نرگسی کی طلب　　جیسے ظلمت میں روشنی کی طلب
یہ طلب بھی ہے کیا انوکھی طلب　　سر منزل ہے گمرہی کی طلب
پھر اسی کوچے کا ہوا سودا　　پھر ہے دل کو اسی گلی کی طلب
شب فرقت کا کاٹنا ہے محال　　صبح محشر ہے روشنی کی طلب
جب سے اس آستاں سے دور ہوئے　　سر پٹکتی ہے بندگی کی طلب

ہیں کہاں قابل سخن آرا
کہ ہے نغمات سرمدی کی طلب

شادیٔ عمر مختصر ہے آج　　گھر مرے موت کا گزر ہے آج
کس کو پروائے بال و پر ہے آج　　ہر نفس مائل سفر ہے آج

پردۂ مردمہ میں جیسے نور　　تیری آنکھوں میں یوں نظر ہے آج
حشر کا دن بھی ہم نے دیکھ لیا　　وہی تیری اگر مگر ہے آج
باندھی ہے کس کے باندھنے پہ کمر　　زلف پرُخم جوتا کمر ہے آج
دونوں گم ہو گئے طلب میں تری　　راہ رو ہے نہ راہبر ہے آج
جانے شبنم نے دی ہے کیسی خبر　　آنکھ ایک ایک گل کی تر ہے آج
سن رہا ہوں کہ وہ مہ خوبی　　بہر دیدار بام پر ہے آج
دل ہے تیرے خیال میں مصروف　　کس کو توفیق یک نظر ہے آج
جس کی پرواز عرش تک تھی کل　　وہی بلبل شکستہ پر ہے آج

اب کسے ہوش۔ بندگی قابل
جو جبیں تھی وہ سنگ در ہے آج

طاری ہر ایک چیز پہ حزن اور یاس ہے　　دل کیا اداس ہے کہ زمانہ اداس ہے
وہ ہو نہ ہو ضرور محبت شناس ہے　　دل کا یہی قیافہ نظر کا قیاس ہے
چھایا ہوا چمن پہ ہے دور خزاں کا رنگ　　اے پھول تجھ میں پہلی سی بو ہے نہ باس ہے
یوں انتظار حشر میں کاٹی تمام عمر　　اس دن ترے نظارے کی کچھ دل کو آس ہے
غافل خود اپنی ذات سے پائے گا اسکو کیا　　تو جسکو ڈھونڈتا ہے ترے آس پاس ہے
عجز و نیاز و عشق و محبت کے دن گئے　　خود حسن کی نگاہ میں اب التماس ہے

رخصت نہ ہو گیا ہو وہ دیوانہ آپکا
قابل بغیر دشت و بیاباں اداس ہے

نہ جانے دل کے کیا آئی یہ جی میں　　مجھے پھر لے کے پہنچا اس گلی میں
جو شامل بیخودی ہو آگہی میں　　خدائی کے مزے ہیں بندگی میں

مریض عشق کی چپ تھی قیامت نہاں اک داستاں تھی خامشی میں
بتائیں ہم ملی دانش کہاں سے پڑی پائی رہ دیوانگی میں
دل بیتاب کو سمجھائیں کیونکر یہ دیوانہ بنا فرزانگی میں
دل مجبور کا حال آپ جانیں خودی میں گم ہوا یا بیخودی میں
پڑا پھولوں پہ کیا سایہ خزاں کا کہ ہے افسردگی سی تازگی میں
مرے دل وہ ترا گم ہونے والا تجھی میں ہے تجھی میں ہے تجھی میں
جو دیکھے مہرومہ ہم نے تو دیکھا نہاں ہے تیرگی ہر روشنی میں
توکل قسمت حرماں نصیباں یہ دولت ہم نے پائی مفلسی میں
ہے میرے سوز دل کی سی تجلی نگاہ ناز کی تابندگی میں
مری ناداریاں تیری رضا ہیں تو پھر سب کچھ ہے دامان تہی میں

یہ کہہ کر اس نے پوچھا حال قابل
وہ دیوانہ نہ دیکھا پھر گلی میں

○

جو حشر میں وہ قیامت خرام آجائے تو صبح وصل کی صورت میں شام آجائے
جو دور میں مرے ساقی کا جام آجائے تو آفتاب بھی بالائے بام آجائے
نہیں ہے خلد کا ارماں مگر یہ حسرت ہے حضورؐ آپ کے در تک غلام آجائے
مری طرح کہیں ایسا نہ ہو شب فرقت سیاہ بختوں میں تیرا بھی نام آجائے
جو تو بکھیر لے زلف سیاہ شانے پر زمانہ آپ ترے زیر دام آجائے

خدا کا گھر شہ طیبہؐ کی رہ میں ہے قابل
وہیں قیام کریں گے جو شام آجائے

○

عندلیبو! چمن کی بات کرو لالہ و نسترن کی بات کرو
عاشقوں کو گراں ہے عقل کا ذکر ہم سے دیوانہ پن کی بات کرو
چاند جو میرے گھر ہوا تھا طلوع اس کی پہلی کرن کی بات کرو
دل بلبل ہے جس سے صد پارہ اس گل خندہ زن کی بات کرو

راہ منزل کا ذکر کیا قابل
رہبر و رُاہزن کی بات کرو

○

گو چشم طلب آج بھی اشکوں سے بھری ہے شاخ غم الفت نہ ہری تھی نہ ہری ہے
حور اپنا صنم ہے نہ کوئی رشک پری ہے ناصح مجھے تسلیم تری بات کھری ہے
جس دن سے ترے در کا بنا ہوں میں بھکاری اس روز سے پیاری مجھے دریوزہ گری ہے
وحشت سے گلستاں کی فضا ہے نظر افروز پھولوں کے لئے زیب یہی جامہ دری ہے
کیا اپنے وطن میں نہیں جنت کی بہاریں کشمیر ہے کاغان و زیارت ہے مری ہے
میں کاہکشاں دیکھوں تو ہوتا ہے تصور زلفوں کی تری مانگ ستاروں سے بھری ہے

میں گیسوئے بنگال کا قابل ہوں پرستار
ہر سانولی صورت مری نظروں میں پری ہے

○

مظلوم تھے ہم قصۂ غم کیوں نہیں کہتے تجھ سے تری روداد ستم کیوں نہیں کہتے
کیوں نزع میں ہستی سے الجھتے ہیں مرے سانس ہے منزل جاں چار قدم کیوں نہیں کہتے
تم ساتھ جو دیتے تو خط قسمت دل کو تابندہ کُنِ لوح و قلم کیوں نہیں کہتے

بدمستی ارباب جنون بزم خرد میں　　ہے نرگس میگوں کا بھرم کیوں نہیں کہتے

کرتے ہیں جنوں سے جو مرے عشق کو تعبیر
یہ حد سے زیادہ ہے نہ کم کیوں نہیں کہتے

○

نگاہوں کی ہوس جائے تو جانوں　　وہ میرے دل میں بس جائے تو جانوں
ہے بوئے گل کو پاس عندلیباں　　جو اڑ کر تا قفس جائے تو جانوں
گھٹا زلفوں کی ہے اس رخ پہ چھائی　　مرے دل پر برس جائے تو جانوں
کبھی عہد ازل ہو گا وفا بھی　　یہ خوئے پیش و پس جائے تو جانوں
نظر بن کر جو آنکھوں میں نہاں ہے　　اتر کر دل میں بس جائے تو جانوں

یہ ابر دُرفشان فکر قابل
کسی دل پر برس جائے تو جانوں

○

اب دعا کو نہیں اثر کی تلاش　　مطمئن کر گئی نظر کی تلاش
التفات نظر ہے مدّ۔ نظر　　زخم دل کو ہے چارہ گر کی تلاش
جہاں جلوے ہوں خیمہ زن انکے　　دل کو ہے ایسے بام و در کی تلاش
ہے ندامت سہارا رحمت کا　　انکو ہے میری چشم تر کی تلاش

کچھ تو ہے ربط بندگی قابل
انکے در کو ہے میرے سر کی تلاش

○

ظلمت ہجر کی پناہ سے دور　　دل سہی گیسوئے سیاہ سے دور
لڑکھڑانے لگے ہیں دل کے قدم　　منزلیں ہو رہی ہیں راہ سے دور
دوستوں کو ہے مشورہ میرا　　عصر حاضر میں خیر خواہ سے دور
کوئی ویرانہ آپ نے دیکھا　　عشق کے عالم تباہ سے دور

زندگی ہم نے کی بسر قابل
حسرت شان و عز و جاہ سے دور

○

شام ہی سے سحر ہے کیا کہیئے　　شب غم مختصر ہے کیا کہیئے
یہ ترا گلستان رنگ و بو　　اک فریب نظر ہے کیا کہیئے
بات بنتی نظر نہیں آتی　　ہر دعا بے اثر ہے کیا کہیئے
کہکشاں کیوں نہ ہو ستاروں بھری　　آپ کی رہگزر ہے کیا کہیئے
انکے جلوؤں میں گم ہیں دیدہ و دل　　کس کو اپنی خبر ہے کیا کہیئے
ہے قفس میں بلا چمن کی یاد　　حسرت بال و پر ہے کیا کہیئے

ان کے دامن کی ہے طلب قابل
روز محشر کا ڈر ہے کیا کہیئے

○

دل کی آواز یوں بلند نہ کر　　آہ سے غم کو ارجمند نہ کر
مجھ کو واعظ ہلاک پند نہ کر　　در رحمت تو مجھ پہ بند نہ کر
اپنا آغاز ہے فنا انجام　　کاروبار حیات بند نہ کر
کون کہتا ہے دور باطل میں　　حق کی آواز بھی بلند نہ کر

بیخودی عشق میں غنیمت ہے   دل مضطر کو ہوش مند نہ کر
مجھکو واعظ ذرا نہ عصیاں سے   در توبہ تو مجھ پہ بند نہ کر

اپنی آہوں کو دل میں رکھ قابل
ساری دنیا کو درد مند نہ کر

○

سر ہے ممنون آستانۂ ناز   بندگی نے کیا ہے سر افراز
حسن پنہاں ہے دل میں جلوہ ساز   اے مرے عشق تیری عمر دراز
دیدہ و دل کا ہے فریب فقط   ہے حقیقت کوئی نہ کوئی مجاز
ہیں خدائی کی لذتیں اس میں   مجھ کو ہے اپنی بندگی پر ناز
ٹوٹا تار نفس تو حشر اٹھا   نغمہ بن کر رہی شکست ساز

نہیں داد سخن کا وہ طالب
قابل اپنی نظر میں ہے ممتاز

○

حسن اور پھر شباب آلودہ   اک تمنا ہے خواب آلودہ
مستی چشم ناز ارے توبہ   ہے فضا تک شراب آلودہ
دامن تر کا پڑ گیا سایہ   ابر رحمت ہے آب آلودہ
دیکھی ہیں دیدہ تصور نے   ظلمتیں آفتاب آلودہ
ختم ہونے کو ہے شب فرقت   ہے فضا ماہتاب آلودہ

گو وہ قابل کی بات پر چپ ہیں
ہر نظر ہے جواب آلودہ

○

صوت و زباں سے دور ہے حرف و بیاں سے دور
ہے میرے دل کی بات ہر اک آستاں سے دور
اس درجہ بندگی کو رہا اپنے ربّ سے ربط
ہم سجدہ کر سکے نہ ترے آستاں سے دور
ساقی کی چشم مست کا ہے زندہ معجزہ
زاہد رہے نہ محفل بادہ کشاں سے دور
اے چشم نیم باز تجھے کچھ خبر بھی ہے
پیوست دل میں ہے ترا ناوک کماں سے دور
سیر مہ و نجوم کا عادی ہوا بشر
اب ارض خاک بھی نہ رہی آسماں سے دور
بے مدعائی جب سے بنی دل کا مدعا
ہر آرزو رہی خلش این و آں سے دور
کس دل سے کیجئے ستم دشمناں کا ذکر
قابل خدا رکھے کرم دوستاں سے دور

○

آنکھ میں ہیں نہاں نظر کی طرح
میرا دل بھی ہے انکے گھر کی طرح
دل جگر دونوں راہ الفت میں
ساتھ ہیں توشہ سفر کی طرح
نظر آتا ہے آدم خاکی
ایک تصویر خیر و شر کی طرح
نہیں اشک فراق قطرہ آب
میری آنکھوں میں ہے گہر کی طرح
نظر آتے ہیں مہر و ماہ و نجوم
ان کی تصویر جلوہ گر کی طرح
دل کو دیکھا تو صاف آیا نظر
آئینہ آئینہ نگر کی طرح
پھرتا ہے کس کے عشق میں قابل
ایک رسوائے دربدر کی طرح

○

ہم بھی بیٹھے ہیں پارساؤں میں
شیخ صاحب ہیں کن ہواؤں میں
وہ مجھے ہی نہ دیتے ہوں آواز
کچھ ہے مانوسیت صداؤں میں

جو گنہگاروں میں ترے پائی کہاں وہ بات پارساؤں میں
دل مضطر کو نیند آئی ہے تیری زلف دوتا کی چھاؤں میں

عشق کا بندہ ہے فقط قابل
عاصیوں میں نہ پارساؤں میں

○

کون نہیں بدنام عشق دنیا ہے زیر دام عشق
روز ازل اور حشر کا دن جیسے ہوں صبح و شام عشق
سرگرداں ہیں ارض و سما گردش میں ہے جام عشق
وحشت و الفت حرص و ہوس کیا کیا ہیں اقسام عشق
کوہکن و قیس و عامر افراد و اقوام عشق

دونوں جہاں میں ہو گا کون
قابل سا بدنام عشق

○

نہ پہنچے ہم طلسم جسم و جاں تک ترے عرفان کی قدرت کہاں تک
شعور عشق ہے جن کو وہ سمجھے نظر کو اس نے بخشی ہے زباں تک
نہیں وہ کس جگہ کوئی بتائے مکاں کی حد ہو جس کے لامکاں تک
کوئی دیوانہ ہی سمجھے تو سمجھے حد دشت جنوں ہے گلستاں تک
محیط شش جہت ہے انکا جلوہ نظر دل کی پہنچتی ہے جہاں تک

کسی کی بزم کا دیکھا یہ عالم
رہے چپ قابل رطب اللساں تک

○

عشق میں نیک نام ہو کے رہے
وقف عمر دوام ہو کے رہے

تیرے جور و ستم ادا و ناز
سب ہی مجھ پر تمام ہو کے رہے

بس وہی ٹھہرے طائر آزاد
جو تیرے زیر دام ہو کے رہے

نغمہ و بادہ و سماع و حسن
شیخ پر سب حرام ہو کے رہے

حد سے گزرا ہے نظم ہست و بود
حشر کا انتظام ہو کے رہے

بندہ خاص حسن ہیں تیرے
ہم پہ پھر لطف عام ہو کے رہے

حمد خالق کے ساتھ اے قابل
ذکر خیر الانامؐ ہو کے رہے

○

ہم نے پی اور کوئی بات نہیں
بے چھنی اور کوئی بات نہیں

ہے شکست تکلفات کا نام
سادگی اور کوئی بات نہیں

ہے حجاب تصرف بے جا
خسروی اور کوئی بات نہیں

ہے توکل قناعت آلودہ
مفلسی اور کوئی بات نہیں

ظلمتوں کا ہے چاک زخم جگر
روشنی اور کوئی بات نہیں

آس تھی وہ بھی اب نہیں قابل
فکر کی اور کوئی بات نہیں

○

دل میں نہیں پہلی سی امنگ
کیا ہوا قابل عشق کا رنگ

دیکھ کے گلشن کو ہوں دنگ
پھولوں میں کوئی بو ہے نہ رنگ

کیوں بت کافر کو چاہا
ہم ہیں دل سے برسر جنگ

آپ چمن میں کیا آئے اڑنے لگا پھولوں کا رنگ
کہتے ہیں قابل ہی تو نہیں
ہے وہی آہنگ اور وہی ڈھنگ

○

زلف جاناں دراز ہے قابل — در شب غم کا باز ہے قابل
اک قیامت ہے صبح کی امید — شام فرقت دراز ہے قابل
فاش کروں تو حشر ہو برپا — دل میں پنہاں وہ راز ہے قابل
حسن سیرت کو کیا وہ سمجھیں گے — جن کو صورت پہ ناز ہے قابل
ماہ و انجم کی ضو گلوں کا رنگ — ایک سر بستہ راز ہے قابل
جو بنے چشم شوق کا سرمہ — صرف خاک حجاز ہے قابل
خود بخود ہو رہی ہیں آنکھیں بند — کوئی جلوہ طراز ہے قابل
اب تو اپنی حیات اپنا دل — اک شکستہ سا ساز ہے قابل
کر سر بندگی پہ ناز اپنے — کیوں اسیر نیاز ہے قابل
اپنے خلاق کے ہیں ہم عاشق
اپنی صورت پہ ناز ہے قابل

○

یہی گرانگی رضا ہے تو کوئی بات نہیں — صلہ وفا کا جفا ہے تو کوئی بات نہیں
نفس بھی موج بلا ہے تو کوئی بات نہیں — سفینہ ڈوب چلا ہے تو کوئی بات نہیں
وہ جن کے واسطے دونوں جہاں سے ہم گزرے — انہیں بھی ہم سے گلا ہے تو کوئی بات نہیں
یہ فخر کم ہے کہ منسوب تیری ذات سے ہے — جو غم خوشی سے سوا ہے تو کوئی بات نہیں
جمال حسن بتاں عشق دلبران مجاز — جو میرا قبلہ نما ہے تو کوئی بات نہیں

فنا کا نقش ہے مجھکو حیات سے بڑھکر   اگر یہ تیرا پتا ہے تو کوئی بات نہیں
جو کلیاں چاک جگر ہوں تو پھول کھلتے ہیں   یہی چمن کی ہوا ہے تو کوئی بات نہیں

نظر کی زو میں تھا دل اور ادا کی زد میں نظر
نشانہ چوک گیا ہے تو کوئی بات نہیں

○

ہم جان سے یوں گزر رہے ہیں   ایک ایک نفس پہ مر رہے ہیں
مدنظر عمر بھر رہے ہیں   جلوے ترے ہم سفر رہے ہیں
ارمانوں کا کیا ہے میرے دل میں   ڈوبے ہوئے پھر ابھر رہے ہیں
ہم کو ہے نفس بھی اک قیامت   وہ حشر کی بات کر رہے ہیں

ناقدری فن بلا ہے قاتل
ہم ماتمی ہنر رہے ہیں

○

بڑا مزہ ہو اگر دم یونہی نکل جائے   مرے گلے پہ تری تیغ ناز چل جائے
وہ سامنے ہیں تو جی بھر کے دیکھ تو لیں انہیں   ہمارے سر سے قضا دو گھڑی کو ٹل جائے
وہ آئے ہیں تو دل ناصبور کو روکوں   یہ بیقرار نہ پہلو کہیں بدل جائے
دل حزیں کو یہ پیغام چشم شوق ملا   جو انکے کوچے میں جائے تو سر کے بل جائے
حضور ان کے بھر آئے ہیں آنکھ میں آنسو   یہ خون دل کہیں آنکھوں سے بھی نہ ڈھل جائے
قیامت آئی ہے دیدار یار کی امید   وہ فتنہ گر نہ کہیں کوئی چال چل جائے

جسے رقیب کی صحبت میں ہو سکوں حاصل
وہ تیرے سوز محبت سے کیوں نہ جل جائے

○

گھرے ہوئے ہیں دل و دیدہ کن بلاؤں میں ہیں منہ چھپائے ہوئے عشق کی رِدواؤں میں
دل و نظر کو قیامت کی نیند آہی گئی کسی کی زلف سیہ کی گھنیری چھاؤں میں
نگاہ یاس ہے اک نالہ خموش اسکا وہ قلب زار جو شامل ہے بے نواؤں میں
ضرور رحمت حق کا سہارا ہے مجھکو کہ ناز جرم ہے شامل مری خطاؤں میں
کسی کی نیند اچٹ جائے گی دل ناداں کہ شور حشر کی لے ہے تری صداؤں میں
دل و نظر کا رہ عشق میں ہوا کیا حال گناہگاروں میں شامل نہ پارساؤں میں
وہ مست حسن ہیں انکو کہاں خبر اسکی کہ اڑ رہا ہے مرا عشق کن ہواؤں میں
تری تجلی پنہاں کی شوخیاں توبہ چمک رہی ہے یہ بجلی سی کیا فضاؤں میں
ہمارے دل کی طرف بھی نگاہ کر ساقی یہ جام بھی تو ہو شامل جہاں نماؤں میں
تری تجلی کے دل دادہ ہیں زراہ سپاس دل و نظر کہ ہیں شامل تری عطاؤں میں

ہجوم حشر میں کس منہ سے آئے ہیں قابل
کہ عاصیوں میں ہیں شامل نہ پار ساؤں میں

○

ہے زخموں پہ تازہ نکھار اللہ اللہ گلستان دل کی بہار اللہ اللہ
کسی جلوۂ حشر کی منتظر ہے مری عمر ناپائیدار اللہ اللہ
گناہوں پہ بھی بخشدے گا سر حشر مجھے میرا پروردگار اللہ اللہ
جو آئے تو بڑھ کر قدم لے کسی کے تمنائے خاک مزار اللہ اللہ
بنی رحمت حق کے عارض کا غازہ مری معصیت کا وقار اللہ اللہ
مری زندگی کا مری بندگی کا قیامت ہے انجام کار اللہ اللہ

وہیں سر بسجدہ ہیں قابل ابھی تک
اسی در کے ہیں خاکسار اللہ اللہ

○

سانس ہے آئینہ دار رنگ و بو
زیست ہے یا جلوہ زار رنگ و بو

صفحۂ زرّیں ہے گلشن کا ورق
پھول ہیں سیرت نگار رنگ و بو

ہیں گل ولالہ کی یوں آنکھیں کھلی
کر رہے ہیں انتظار رنگ و بو

صحن گلشن سے صبا رخصت ہوئی
دیکھ کر لیل و نہار رنگ و بو

پھولوں نے قابل دیئے بھر بھر کے جام
جب ہوا میں بادہ خوار رنگ و بو

○

ہے مری خودی ہی ظالم مری بیخودی کا باعث
کہ ہے زندگی کی نخوت مری بندگی کا باعث

نہ سبب خمار دل کا نہ ہے سرخوشی کا باعث
تری چشم پرفسوں ہے مری آگہی کا باعث

مری چشم مضطرب کو یہی غم ہے شام فرقت
دل زار کیوں نہ سمجھا تری برہمی کا باعث

کہا موجۂ صبا نے یہ چمن میں گل سے جا کر
کہ ہے تیرا خند بے جا ہی فسردگی کا باعث

ہے فراغت نفس کی جو تلاش زندگی میں
یہی حسرت سکوں ہے مری میکشی کا باعث

نہ بر آئی میرے دل کی کبھی ایک بھی تمنا
یہی بدنصیبیاں ہیں مری بے دلی کا باعث

یہ دو روزہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے قابل
کہ سبب کسی الم کا نہ یہ ہے خوشی کا باعث

○

تیرے عارض گلاب ہیں دونوں
آپ اپنا جواب ہیں دونوں

نگہ شوق ہو کہ قلب حزیں
حسن میں باریاب ہیں دونوں

آپ کی رحمتیں گناہ مرے
بے حد و بے حساب ہیں دونوں

تیری قربت ترا جمال رخ
اب خیال اور خواب ہیں دونوں

آپکی ذات ہو کہ میرا وجود
چشم و دل کا حجاب ہیں دونوں

میرے نالے ہوں یا دعائیں مری
عرش پر مستجاب ہیں دونوں

تم جو ہو سامنے تو دیدہ و دل
اک شگفتہ گلاب ہیں دونوں

سوز فرقت سے اپنے قلب و نظر
مرکز التہاب ہیں دونوں

قابل اپنے دل و نظر کی خیر
کشتہ اضطراب ہیں دونوں

○

حسن کا پائے ناز ہو میرا سر نیاز ہو
حاصل بندگی ہے جو اب وہ ادا نماز ہو

میری طرح کسی کا تو رحمت حق پہ ناز ہو
مجھ سے نظر ملائے آج کوئی جو پاکباز ہو

ساقی کی چشم مے فروش ہو جو محرّک گناہ
ذمّہ مرا جو شیخ کو جام سے احتراز ہو

جادہ دل کا رہنما کیوں ہو جنون چشم و دل
عشق و ہوس میں ہوش کو کچھ بھی جو امتیاز ہو

بندہ نواز دو جہاں اے مرے رحمت تمام
تم ہو نظر فروز دل تم مرے جاں نواز ہو

مرحلہ حیات وموت کیوں نہ ہواسکے حق میں سہل
حشر میں جس کا دستگیر عشق سا کار ساز ہو

جذبہ کامل وفا اس پہ ہو منکشف اگر
حسن کا نقش پائے ناز سجدوں سے سرفراز ہو

تو نے مہ تمام کو اور بھی بخشدی جلا
گیسوئے پردہ دار رخ عمر تیری دراز ہو

نغمگیٔ نفس میں بھی نوحہ کا بانکپن نہیں
ساز اگر ہے ناتمام سوز شریک ساز ہو

عشق کی آن بان بھی ناز و ادا سے کم نہیں
ہم بھی وفا شعار ہیں تم جو جفا طراز ہو

اب تو ہے ایک اک صنم قبلہ نمائے چشم و دل
جیسے حقیقت آشنا جلوہ گہ مجاز ہو

عرش بریں پہ ہو جبیں قابل ادائے شوق میں
حسن کے پائے ناز پرخم جو سر نیاز ہو

○

دل پر جو روز و شب ترے غم کا نزول ہے
تو جانتا ہے تجھ سے شکایت فضول ہے

لے دیکھ شام غم میں قیامت کا طول ہے
جینا ترے فراق میں ہمکو قبول ہے

شاید ہے صبح وصل کے انجام پر نظر
وہ پاس ہیں تو کیوں دل مضطر ملول ہے

جو میری چشم و دل کے مقدر میں ہو وہ خار
جس پر نگاہ آپکی پڑ جائے پھول ہے

کیوں اسکے سائے کو ہے رخ ناز سے گریز
زلف سیاہ کیا شب فرقت کا طول ہے

ہاں ہاں وہی فرشتوں کا مسجود تھا بشر
جس کا خطاب آج ظلوم و جہول ہے

قابل مری شفاعت عصیاں پہ ہے نظر
ضامن خدا کی چاہ کا عشق رسولؐ ہے

○

گھٹا سی غم کی دل پر چھا رہی ہے
کلی کھل کر کوئی مرجھا رہی ہے

نہیں مقصود الفت فرقت و وصل
نہ جانے کس طرف لے جا رہی ہے

اگر کھل کر ہوئے ہیں پھول غنچے
صبا کس واسطے اترا رہی ہے

محبت تو نے بھی کی بے وفائی
کہ تنہا مجھکو چھوڑے جا رہی ہے

ازل کا پاس عہد و فکر محشر
یہ سب ہستی قیامت ڈھا رہی ہے

جگر ہے یہ محبت ہی کا ظالم
کہ ہر دھوکہ پہ دھوکہ کھا رہی ہے

طلوع صبح محشر میں نہیں دیر
فضائے زندگی دھندلا رہی ہے

نگاہ شوق پر تہمت نہ رکھئے
نگاہ ناز اسے بھڑکا رہی ہے

جفا میں بھی تری ظالم کشش ہے
طبیعت دل کی پھر للچا رہی ہے

جفائے خاص سے اس بت کی قابل
مجھے بوئے محبت آ رہی ہے

○

انہیں بھی ہے میری خبر اللہ اللہ مرے دل سے قطع نظر اللہ اللہ
پئے پرسش حال آئی قیامت شب غم کی دیکھی سحر اللہ اللہ
اسی دل کو کہتے ہیں کیا نخل الفت نہ غنچہ نہ برگ و ثمر اللہ اللہ
قیامت کہ ہستی کی راہ فنا میں نفس ہے مرا ہم سفر اللہ اللہ
ندامت سے پہلے خطاؤں کی بخشش کرم یہ گنہگاروں پر اللہ اللہ
یہ ہے دل کی قیمت کسی کی نظر میں ہے آئینہ آئینہ گر اللہ اللہ
حجاب تجلی عرش علیٰ ہے فلک بن کے حد نظر اللہ اللہ
مجھے اپنے سجدہ پہ ہے ناز قابل جبیں بن گئی سنگ در اللہ اللہ

جسے کہیئے قابل گھٹا رحمتوں کی
وہ ہے میرا دامان تر اللہ اللہ

○

رندو! ہے افسوس کی بات خلد کی کنجی شیخ کے ہات
اے بت کافر تیرے ہات اچھے اچھوں نے کھائی مات
چھین لی دنیا بھر سے خوشی غم سے نہ پائی پھر بھی نجات
جیتے جاگتے شہر ہیں چپ منہ سے بولتے ہیں کھنڈرات
ہے اس چاند کا گھر میں نزول تڑکا صبح کا آدھی رات
سوز دل و جاں اشک و فغاں عشق نے بخشی یہ سوغات

مہر و ماہ سے بھی بڑھکر
روشن عشق کی ہیں آیات

○

حشر انداز مرے قلب سے آہستہ گزر دیکھنا چاہتا ہوں تجھ کو یہ عرفان نظر
حسن کے آگے کہیں عشق نے ڈالی ہے سپر ہو اگر دیدہ و دل کا ہے جہاں زیر و زبر
آپکا مجھ کو پتہ ہے نہ مجھے اپنی خبر کس دوراہے پہ مجھے چھوڑ گئے قلب و نظر
کیوں نہ سو جاں سے بلائیں لوں شب غم تیری شام ہی میرا مقدر ہے نہ قسمت میں سحر

جسم و جاں خاک ہوئے دونوں اسی دل کیلئے
لاکھوں قطروں کا ہوا خوں تو اجالا ہے جگر

○

رنگ و بو بن کر بہار گلفشاں بن کر رہو تم چمن میں آبروئے گلستاں بن کر رہو
اہل حق کو ننگ ہے ارزانی موت و حیات زیست کے بازار میں جنس گراں بن کر رہو
احسن التقویم کا تمکو ملا ہے مرتبہ زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو
ہو جو طوفاں آشنا ہو کر بھی ساحل کی زمیں بحر ہستی میں وہی موج رواں بن کر رہو
ہو اگر حق کے نشاں تو ہو علم بردار حق جو کبھی جھکنے نہ پائے وہ نشاں بن کر رہو

کم سے کم اتنا تو ہو جذب سجود بندگی
قابل انکے در پہ سنگ آستاں بن کر رہو

○

عالم فانی میں آدم کی یہی پہچان ہے جس کو عرفان حقیقت ہے وہی انسان ہے
مضحکہ خیزی علم و آگہی بھی ہے ستم آشنائے ہر دو عالم آپ سے انجان ہے
رکھتا ہے کردار ایسا ہی دل عظمت پسند جان دینا ہے اگر مشکل تو پھر آسان ہے
حق کا پرچم آخری دم تک رکھیں گے ہم بلند یہ ہمارا عزم محکم ہے یہی ایقان ہے

دین حق کی سر بلندی کیلئے دیتے ہیں جاں	آخرت کا ہے یہی توشہ یہی سامان ہے

آپ کو بیمار کی پرسش سے اب تک ہے گریز
جاں بلب قابل تو دو اک سانس کا مہمان ہے

کونسی منزل پر ہے نظر	کب سے ہے عالم محو سفر
جب بھی کی ہیں بند آنکھیں	آپ کو دیکھا ہے اکثر
سب ہے تصور کا اعجاز	کیسی ادائیں کس کی نظر
موج رواں ہے عمر فنا	صبح سفر ہے شام سفر
حسن ہے تیرا تیرا حسن	میری نظر ہے میری نظر
عمر رواں سے ہے یہ سوال	کس کے لئے ہے محو سفر
پانی پانی ہے بحر خطا	گوشہ داماں بھی نہیں تر

قابل ناقدری کے سبب
خاک بسر ہیں علم و ہنر

خود محبت ہی کی سزا ہے اے دوست	ستم و جور کہاں ہم پہ روا ہے اے دوست
غم دنیا سے ہو حاصل کسی صورت تو نجات	ماسوا اب تو ہمیں حد سے سوا ہے اے دوست
رحمت خاص سے محروم ہیں جنت والے	یہ کوئی جرم نہ کرنے کی سزا ہے اے دوست
نغمہ بلبل کو ہنسی گل کو تو غم ہمکو دیا	حسب توفیق ترا حسن عطا ہے اے دوست
شعلہ عشق کی صورت یہ نہاں ہے دل میں	شمع پروانے سے کہنے کو جدا ہے اے دوست

میں نے آخر یہ سمجھ کر کیا ایمان قبول جو سمجھ ہی میں نہ آئے وہ خدا ہے اے دوست

کیفیت وصل کی ہے ہجر میں قابل کو نصیب
غم فرقت بھی تری خاص عطا ہے اے دوست

○

مشق ستم سے تیری دل پوری طرح بھرا نہیں اے مرے دلربا نہیں اے مرے دلربا نہیں
رحمت حق ترا نزول عاصیوں پر یہ کیا نہیں سارے گناہگار ہیں ایک بھی پارسا نہیں
دامن لطف زیست کی سانس میں وہ ہوا نہیں کیسے کہوں کہ آج بھی دل میں غم فدا☆ نہیں
اب نہیں آب و تاب رخ زلفوں کا سلسلہ نہیں میں جو نہیں تو حسن کو کوئی بھی پوچھتا نہیں
جلوۂ ناز حسن کو دیکھ سکے گی کیا نظر سرمہ چشم شوق اگر آپ کی خاک پا نہیں
شیخ نے دی یہ کیا صدا میکدہ کا جو در کھلا ساقی نے ان سے کیاکہا میں نے توکچھ سنا نہیں
حدّ وصال حسن سے عشق ہے اپنا ماورا تو میری آرزو سہی تو مرا مدعا نہیں
بیخودی دل و نظر کر گئی سب سے بے خبر حسن سے کیا غرض مجھے عشق جو دلربا نہیں
تو رگ جاں سے ہے قریب اے دل و دیدہ کے حبیب قلب کی دھڑکنیں بھی کیا تیری صدائے پا نہیں
آپ خدا کے ہیں حبیبؐ حسن کا آپ ہیں نصیب اے شہ دوسرا کوئی آپ سا دوسرا نہیں

قابل زار کی زباں شارح درد دل ہے ہاں
پھر بھی لب نیاز پر وصل کی التجا نہیں

☆ شاعر کے استاد حضرت فدا گلاوٹھوی

○

کچھ ڈوبنے والوں کو سہارے نہیں ہوتے دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے
گریاں شب غم جن پہ ستارے نہیں ہوتے وہ لوگ ترے ہجر کے مارے نہیں ہوتے

کہنے کو ہمیں دیدہ و جاں قلب و نظر بھی — ہوتے ہیں مگر آپ سے پیارے نہیں ہوتے
ہوتا نہ اگر پاس ترے تیر نظر کا — ہم بازی دل جیت کے ہارے نہیں ہوتے
کیا دیکھ کے مجھ کو نہیں شرماتی وہ نظریں — کیا چاند سے عارض پہ ستارے نہیں ہوتے

جو دل کا مقدر ہے جو آنکھوں کی ہے قسمت
قابل کی طرف اب وہ اشارے نہیں ہوتے

○

دل کا یہ افسانہ ہے — آپ کا وہ دیوانہ ہے
ہر اپنا بیگانہ ہے — رشتہ صرف بہانہ ہے
اپنی ہستی اپنی موت — خواب ہے یا افسانہ ہے
سانس سے ہے ہستی کا شمار — موت کا جو پیمانہ ہے
تو ہی بتا کیا دل سا بھی — کوئی تجلی خانہ ہے
ہے صد چاک زراہ وفا — دل اس زلف کا شانہ ہے

خیر تو ہے ان کے لب پر
قابل کا افسانہ ہے

○

وہی ہے لباس اجل کا وہی زیست کے لبادے — مجھے کیا خبر کہ کیا ہیں بت شوخ کے ارادے
کوئی عالم فنا کو جو دعا بھی دے تو کیا دے — جسے موت سے ہو وحشت اسے زندگی سزا دے
جسے چاہے تو بنا دے جسے چاہے تو مٹا دے — یہ مجال کس کی پوچھے کہ ہیں کیا ترے ارادے
تری بیوفائیوں سے ہے وفا کی آن قائم — جسے تو نہ یاد رکھے تجھے کس طرح بھلا دے
اسے موت کی ضرورت اسے موت کی طلب کیا — جسے خود تھپک تھپک کر یہی زندگی سلادے

تجھے کیسے دیکھ پاؤں ترا کیسے ہو نظارا جو نگاہ شوق پردے دل و دیدہ پر گرا دے
مرے حق میں بے رخی یہ تری بے محل ہے ساقی نہیں جام اگر میسر تو نگاہ سے پلا دے

ہے نفس نفس کو قابل کے تلاش تیری ہر دم
وہی ہے فقیر تیرا تیرے در پہ جو صدا دے

○

تصور کے یہ غمزے دلنشیں معلوم ہوتے ہیں مجھے وہ دور ہو کر بھی قریں معلوم ہوتے ہیں
نفس کی احتیاط آمد و شد سے یہ کھلتا ہے وہ میرے خانہ دل میں مکیں معلوم ہوتے ہیں
وہ ہو کر دور نظروں سے بھی ہوتے ہیں نگاہوں میں کبھی محسوس ہوتے ہیں کہیں معلوم ہوتے ہیں
وہ جن سے دیدہ و دل پر قیامت ڈھائی جاتی ہے ترے تیور وہ چشم سرگیں معلوم ہوتے ہیں
بدل ڈالا مزہ مے کا نگاہ چشم ساقی نے جو قطرے لب تک آئے انگبیں معلوم ہوتے ہیں
سر افلاک کس نے ہاتھ پھیلایا ہے جلوؤں کو ستارے کہکشاں کی آستیں معلوم ہوتے ہیں
نظر شمس و قمر پر ڈالتے ہی یہ خیال آیا یہ سب اس شوخ کے حلقہ نشیں معلوم ہوتے ہیں
وہ آئے بھی کبھی کے اور رخصت ہو گئے کب کے مگر جلوے ابھی تک دلنشیں معلوم ہوتے ہیں
کسی خورشید رو کو جلوہ آرا جب سے دیکھا ہے ہمیں یہ خاک کے ذرے حسیں معلوم ہوتے ہیں

سکندر ہو کہ دارا رستم و سہراب کوئی ہو
ہمیں قابل یہ پیوند زمیں معلوم ہوتے ہیں

○

لوریاں دے دے کے چشم و دل نہ بہلائے گی رات
اے تصور تیرے صدقے اب نہیں آئے گی رات

آپ کے ہوتے قیامت کس طرح ڈھائے گی رات
گیسوئے پیچاں کھلیں گے جب تو شرمائے گی رات

ہجر کا پیغام لیکر جب نظر آئے گی رات
تیرہ بختان ازل پر ناز فرمائے گی رات

صبح ہی سے مضطرب ہیں سوچ کر قلب و نظر
جب نہ ہوں گے وہ نجانے کیا ستم ڈھائے گی رات

خیر مقدم کو نہیں اسکے میسر بھی دیا
خانہ فرقت زدہ میں آکے گھبرائے گی رات

آپ ہیں تو ظلمت شب سے نہیں خطرہ ہمیں
آپکی زلفوں سے دل بہلے گا کٹ جائے گی رات

مضطرب ہے شام فرقت کے تصور سے ہی دل
جیسے کھا کر صبح محشر کی قسم آئے گی رات

پرسش اعمال سے اندھیر ہو گا صبح حشر
صبح ہستی بھی قیامت میں نظر آئے گی رات

تیرگی میں بھی نظر آئے گی تنویر جمال
آنکھ سے آنسو جو برسیں گے تو ڈھل جائے گی رات

ہو گا میرا چاند قابل شام ہی سے جب طلوع
صدقے میں تاروں کا سینہ کیا کیا نہ برسائے گی رات

○

ہے چشم و دل کی قدر نگاہ جمال میں — یہ بات بھی نہ تھی مرے خواب و خیال میں
تھیں رحمتیں نہاں عرق انفعال میں — بخشے گئے گناہ مرے دیکھ بھال میں
ہے شام غم نہ صبح قیامت خیال میں — اس درجہ گم ہے دل ترے کیف وصال میں
یہ زخم بڑھ گیا خلش اندمال میں — دل کیا سے کیا ہوا غم ہجر و وصال میں

تیرے جمال کو ہے تصور سے بھی گریز — میری نگاہ میں ہے نہ میرے خیال میں
اس حسن بے نشاں کا کہیں تو ملے نشاں — اک عمر کٹ گئی اسی فکر محال میں
طوفان معصیت مرے سر سے گذر گیا — ہوں غرق سر بسر عرق انفعال میں
دل کو الٹ پلٹ کے نہ دیکھ اے نگاہ دوست — آئینہ ٹوٹ جائے نہ یہ دیکھ بھال میں
ہر سانس میں اگرچہ قیامت کی ہے نمود — ہم گم ہیں فکر روز شب و ماہ وسال میں
اب بھی نگاہ شوق میں ہے چاند سے سوا — اس آفتاب حسن کو دیکھا زوال میں

آنکھوں کی بھی نہ جس کو کبھی لگ سکی نظر
قابل وہ حسن ہے دل فرخندہ فال میں

اس کا آنکھوں کو ہے عرفاں نہ دل و جاں کو خبر — عشق اول سے ہے اس حسن نہاں کا مظہر
دیکھ کر تجھ کو ہے جان دل و دیدہ ابتر — اب ٹھہرتی ہی نہیں ہے کسی صورت پہ نظر
رشتہ حسن و وفا دیکھ کے احساس ہوا — کار فرما ہے محبت نہ قضا ہے نہ قدر
آہ و نالہ کا یہ موقع نہیں اے قلب حزیں — شام فرقت کے جلو میں ہے قیامت کی سحر
دل میں جو تاب و تواں تھی ہوئی رخصت کب کی — اڑوں کس طرح قفس سے کہ نہ ہے بال نہ پر
تو بھی مشتاق تجلی نہ ہو میرا ذمہ — تیرے قربان دل و دیدہ کے کوچے سے گذر
ہے ازل ہی سے جہاں دام مقدر میں اسیر — کسی صورت بھی تو حاصل نہیں قسمت سے مفر
گل کو بس سادگی حسن نے بخشا اعزاز — اس میں شوکت ہے نہ سطوت ہے نہ ہے کروفر
کس طرح ہوتے نہ اس گیسوئے شب گوں کے اسیر — اپنی تقدیر میں بنگال کا لکھا تھا سفر
یہ بلانوش ہیں اک جام کے متوالے نہیں — میکدے والو ذرا حضرت زاہد سے حذر
کہنے کی بات ہے جور وستم ناز بتاں — حسن سے بھی کہیں پہنچا ہے محبت کو ضرر
رہزنی کا کوئی کھٹکا نہ خطر چوری کا — مفلسی میں تو بڑی شان سے ہوتی ہے بسر

مجھ کو ہر شے میں نظر آتی ہے اسکی قدرت　　اسکے جلووں کی ہیں موجیں نہ کہیں بحر نہ بر
للہ الحمد کہ قابل کو ملی داد سخن
کہتے ہیں وہ ترے نالوں میں بلا کا ہے اثر

○

اپنا جب آسرا دیا تو نے　　دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
وہ غم جانفزا دیا تو نے　　دل سے ہر دکھ مٹا دیا تو نے
اپنی ہستی کی معرفت کے لئے　　ہم کو ذوق فنا دیا تو نے
حسن پر جاں نثار کرنے کو　　دل محبت بھرا دیا تو نے
درد الفت اگر مجھے بخشا　　دونوں عالم کو کیا دیا تو نے
کی وہ خلوت میں جلوت آرائی　　آئینہ دل بنا دیا تو نے
اپنے جلووں کی تابشیں دے کر　　خود نظر کو چھپا دیا تو نے
سچ تو یہ ہے کہ درد دل دے کر
اپنے قابل بنا دیا تو نے

○

برق نگاہ ناز حسن اے دل زار دیکھ کر　　زحمت آشیاں نہ کر جوش بہار دیکھ کر
عشق جنوں طراز کے دشت میں یوں لئے قدم　　پھولوں کی آنکھ جھک گئی ہمت خار دیکھ کر
صحبت اولیں سے ہے دیدہ و دل میں تازگی　　دیکھیں جہاں کی بزم کیا محفل یار دیکھ کر
دامن ناز کی طرف دیکھا کسی نے بار بار　　راہ وفائے عشق میں اڑتا غبار دیکھ کر
ہم کو تغیرات کا دہر کے آگیا یقیں　　کانٹوں کی گردنوں میں پھر پھولوں کے ہار دیکھ کر
آپ نے زخم عشق کو بخشی یہ کیسی تازگی
ہے لب ناز پر ہنسی دل کو فگار دیکھ کر

○

یہ نفس کی آمد و شد بھی نہیں مجھے گوارا — کہ ہے عمر بھر کو کافی غم عشق کا سہارا
تجھے کس طرح نہ چاہوں تجھے کس طرح نہ دیکھوں — نہ ہے دل پہ میرا قابو نہ نگاہ پر اجارا
مرا ارتباط باطل تھا حجاب حق پرستی — مری بت پرستیوں پر نہ نگاہ کر خدارا
انہیں کس طرح بتاؤں جو ہے زندگی کا عالم — نہ ہوا میں غرق طوفاں نہ ملا مجھے کنارا
مرے دل کی گھات میں ہیں مری جاں کی تاک میں ہیں — وہ کماں بدوش آبرو وہ مژہ کہ ہیں صف آرا
شب غم بھی یاد تیری رہی میرے دل کی ہمدم — دی نگاہ نے دہائی تجھے دل نے جب پکارا

مرے دل کی ہے تباہی جو خلاف دوں گواہی
سر حشر بھی وہ قابل مجھے جان سے ہے پیارا

○

ہر داغ دل کا میرے تماشا نہ کیجئے — جلتے ہوئے چراغ سے کھیلا نہ کیجئے
دل آئینہ ہے آئینہ آرا نہ کیجئے — ذرہ حریف وسعت صحرا نہ کیجئے
مجھکو کیا ہے اپنی خودی سے جو روشناس — پھر مجھ سے بندگی کا تقاضا نہ کیجئے
اچھا ہے گلستان محبت ہو میکدہ — مینا کلی کو پھول کو پیمانہ کیجئے
محدود انکے جلوؤں کو رکھئے نگاہ تک — دل کو قیامتوں کا شناسانہ کیجئے
ہے چند روزہ گلشن ہستی کی یہ بہار — پھولوں سے کہئے خندہ بے جا نہ کیجئے

قابل بجائے عشق اگر حسن لازوال
دونوں جہاں بھی دے تو گوارا نہ کیجئے

○

زندگی ناآشنا ہوں جان سے بیزار ہوں — موت ہی جس کو شفا بخشے میں وہ بیمار ہوں
ہوں شب فرقت کی ظلمت حسن شام تار ہوں — پھر بھی دل کو زعم ہے میں حامل انوار ہوں

وشت فرقت میں ازل کے دن سے پا افگار ہوں ایک گل کے واسطے منت کش صد خار ہوں
مجھ پہ بھی اپنی حقیقت آج تک روشن نہیں ظلمت گیسو ہوں یا حسن رخ دلدار ہوں
تو ہی کچھ سمجھا کہ مجھ پر راز دل کھلتا نہیں میں ترا اقرار ہوں یا شوخی انکار ہوں
ہر نفس محسوس ہوتا ہے نفس ہے آخری صبح کے تارے میں تیرا آئینہ بردار ہوں

ہے مری ہستی کا قابل آئینہ حسن تضاد
اک گریباں تار تار اک دامن بے تار ہوں

○

قیامت کی طرف حسرت سے ہم دیکھا نہیں کرتے غم امروز ہے اندیشہ فردا نہیں کرتے
جگر داری کا اپنی خود بھرم ہم توڑ لیتے ہیں تجھے شرمندۂ طور اے ستم آرا نہیں کرتے
جو کم ہمت ہیں ساحل سے کریں طوفاں کا نظارہ کہ ہم طوفاں سے بھی ساحل کا نظارہ نہیں کرتے
وہ ہم کو دیکھ کر وہ چال چلتے ہیں قیامت کی کہ فتنے حشر کے سر شرم سے اونچا نہیں کرتے
تبسم ریز غنچے بھی تو ہوتے ہیں گلستاں میں مگر پھولوں کی صورت خندۂ بے جا نہیں کرتے
جناب شیخ کا طرز عبادت ہم سمجھتے ہیں وہ اپنا سر جھکاتے ہیں مگر سجدہ نہیں کرتے
گرا کر برق جلوہ وہ یہ ہم پر طنز کرتے ہیں نظر کے رو برو ہم ہیں تو نظارہ نہیں کرتے
وہی ہیں کچھ ترا ناز ستم پہچاننے والے جو تجھ پر جاں دے دیتے ہیں اور شکوہ نہیں کرتے

جو ہم سے بھی سوا واقف ہیں قابل راز الفت کے
انہیں ہم اپنے دل کی بات سمجھایا نہیں کرتے

○

ہلی ہیں جن سے خیال و نظر کی بنیادیں جہان شوق میں گونجی ہیں میری فریادیں
قرار جن سے نظر کو ہے اور دل کو سکوں شب فراق کا تحفہ بنی ہیں وہ یادیں

ہے ایک عالم ہجر و وصال میرے لئے　　نہ آپ قابو میں میرے نہ آپ کی یادیں
ہے منتظر مری چشم فراق طوفاں کی　　دل و جگر کا لہو خود وہ آکے گرما دیں

دل و نگاہ ہیں وہ دشمن وفا قابل
تصورات کے قلعے بنا کے جو ڈھا دیں

○

اپنی نظر سے دور ہیں ہم　　جلووں میں مستور ہیں ہم
دارو رسن سے خوف ہو کیا　　عشق ترے منصور ہیں ہم
انکے پاس ہیں ان سے دور　　وصل میں بھی مہجور ہیں ہم
سوز وفا ہے ناز صفت　　پھر بھی جمال نور ہیں ہم

قابل کیسے حسن اور عشق
ناظر اور منظور ہیں ہم

○

یہ ان کا حسن وحدت اللہ اللہ　　کہ رخ ہے حق کی صورت اللہ اللہ
ترے غم کی کرامت اللہ اللہ　　شب فرقت ہے راحت اللہ اللہ
خوشی ہے دو جہاں کی ہمکو حاصل　　ترے غم کی بدولت اللہ اللہ
خرام ناز سے ہے حشر برپا　　سر محشر قیامت اللہ اللہ
نظر بن کر نہاں ہر آنکھ میں ہے　　تجلی کی یہ صورت اللہ اللہ
مقیم دل مکین لامکاں ہے　　مرے دل کی یہ عظمت اللہ اللہ
قیامت سے سوا ہے چشم و دل کو　　ترا ہنگام رخصت اللہ اللہ

نگاہ اہل دل میں ہے خدا بھی محبت ہی محبت اللہ اللہ

نقاب عارض رحمت ہے قابلؔ
تری چشم ندامت اللہ اللہ

○

اس بیوفا پہ ہم سے بھروسا کیا نہ جائے جسکی نظر سے زخم جگر بھی سیا نہ جائے
تنہا نگاہ پر جو نہیں تم کو اعتماد تقسیم جلوہ دیدہ و دل میں کیا نہ جائے
جام حیات ساغر زہراب ہی سہی وہ خود ہمیں پلائیں تو پھر کیوں پیا نہ جائے
دل کو جھکا کے سر کا جھکانا ہے عام بات اب بندگی سے یہ روش عامیانہ جائے
ہم جان دینے والے نہیں اے شب فراق مرنا کریں قبول وہ جن سے جیا نہ جائے
ہے تیرے غم میں لذت کیف و سرور عشق یہ زہر تو نہیں جو کسی سے پیا نہ جائے

اظہار شوق اپنے خدا سے ہے بس یہی
قابلؔ کے دل سے عشق شہ انبیاءؐ نہ جائے

○

ازراہ حشر عالم امکاں میں آگئے ہم پھر فریب عمر گریزاں میں آگئے
ان ڈوبتوں کا خضر بھی دے ساتھ کس طرح ساحل پہ بھی جو حلقہ طوفاں میں آگئے
وحشت نے ہوشمندی سے اچھا کیا نباہ دامن کے تار میرے گریباں میں آگئے
سوغات شام ہجر کی نکلے وہ اشک غم آنکھوں سے گر کے جو مرے داماں میں آگئے

قابلؔ غم حیات اور انفاس کا یہ دام
محسوس ہو رہا ہے کہ زنداں میں آگئے

○

کبھی آرزوئے دل حزیں کبھی چشم تر کی تلاش ہے
کبھی اپنے گھر کی ہے جستجو کبھی انکے در کی تلاش ہے

جو نفس ہے مخبر سوز غم جو نظر ہے قاصد حال دل
تو ہے نامہ بر کی طلب مجھے نہ پیامبر کی تلاش ہے

جو اسیر کر گئی چشم و دل مجھے اس نظر کی ہے جستجو
ہے عطیہؔ جس کا یہ درد دل اسی چارہ گر کی تلاش ہے

نفس رواں کی طلب نہیں میں اسیر عمر فنا نہیں
سر عرش بھی مجھے لے اڑیں انہیں بال و پر کی تلاش ہے

نہیں قدر دان سخن یہاں نہیں کوئی عارف فن یہاں
مجھے قابل عرض کلام کو کسی بہرہ ور کی تلاش ہے

○

وہ محو جور ہیں اور مسکرائے جاتے ہیں
ہم اپنے دل پہ یونہی زخم کھائے جاتے ہیں

یہ کیا کہ ظلمت شام فراق میں بھی آج
تری تجلی کے انداز پائے جاتے ہیں

فغاں ہو شیون و نالہ ہو یا ہوں اشک الم
سب انکو دل کی کہانی سنائے جاتے ہیں

دل و نگاہ جمال بتاں سے بچ بچ کر
کشاں کشاں تیرے نزدیک آئے جاتے ہیں

اسی کو مستحق التفات خاص کہو
جسے ہدف وہ ستم کا بنائے جاتے ہیں

یہ مدعا ہے بقا آشنا ہوں اہل وفا
بنا بنا کے ہمیں یوں مٹائے جاتے ہیں

نہیں یہ اشک رواں دل کا خون ہے قابل
کسی کی یاد میں جو ہم بہائے جاتے ہیں

○

بجھا چراغ وفا یوں کہ اب دھواں بھی نہیں دل و نگاہ نہیں تن بدن میں جاں بھی نہیں
بڑھا گیا مری ہمت یہ ضبط کا اعجاز مرے لبوں پہ ترے روبرو فغاں بھی نہیں
یہ کیا ہوا ترے دیوانگان الفت کو رہ وفا میں تو اب گرد کارواں بھی نہیں
غم حیات ہو یا فکر عاقبت بیکار سبک روان محبت تو سرگراں بھی نہیں

ہوئے ہیں ہست و عدم دونوں عشق پر قرباں
ترا یقیں جو نہیں ہے ترا گماں بھی نہیں

○

اپنی آنکھیں جو شب ہجر میں تر رکھتے ہیں دامن عشق میں وہ لعل و گہر رکھتے ہیں
خیریت پوچھنے کو آتے ہیں یوں شمس و قمر جیسے وہ دھیان مرا شام و سحر رکھتے ہیں
اپنی جانب رخ پیکان نظر ہو کہ نہ ہو ہم دل و دیدہ بہر حال سپر رکھتے ہیں
فاصلہ دیدہ و دل کا تو ہے دیکھا بھالا ہم بھی جلووں کی ترے راہ گزر رکھتے ہیں

ہم سے ناحق ہے زمانے کو عداوت قابل
مال ہم رکھتے ہیں پاس اپنے نہ زر رکھتے ہیں

○

یوں تری نظروں سے تقدیر بدل جاتی ہے گردش چرخ کی تاثیر بدل جاتی ہے
دل میں کچھ اور نظر آتے ہیں جلوے انکے میرے آئینے میں تنویر بدل جاتی ہے
نگہ شوخ کا انداز نرالا دیکھا ہو کے دل سے شکر و شیر بدل جاتی ہے
چشم مشتاق کی پڑتے ہی مرے دل پہ نظر اپنا رخ آپکی تصویر بدل جاتی ہے

کیوں نہ آئے ترے دیوانوں کو رسوائی راس　　عشق میں عزت و توقیر بدل جاتی ہے

میری جانب وہ نگاہیں ہوئیں مائل قابل
جن سے تقدیر کی تحریر بدل جاتی ہے

○

اپنے دامن سے جو وہ جھکو ہوا دیتے ہیں　　دل میں سوئے ہوئے ارمان جگا دیتے ہیں
بخشتے ہیں کہ خطاؤں کی سزا دیتے ہیں　　دیکھیں تو حشر میں آقا مرے کیا دیتے ہیں
بھیک سے انکو غرض ہے نہ طلب کی عادت　　آپکے در کے گدا صرف صدا دیتے ہیں
انہیں جلوؤں سے ہمیں ہے فقط امید کرم　　دیدہ و دل کو جو آئینہ بنا دیتے ہیں
اشک خون دل و دیدہ کو نہ جانیں وہ حقیر　　یہ وہ قطرے ہیں جو طوفان اٹھا دیتے ہیں
تا در غیر یہی راہبر اپنے ٹھہرے　　نقش پا آپ کی منزل کا پتا دیتے ہیں

انہیں منظور ہے تزئین گلستاں قابل
رنگ پھولوں کو تو بلبل کو نوا دیتے ہیں

○

طوفان دشت میں بھی اٹھے ہیں کہیں کہیں　　کانٹے بھی اپنے پاؤں پڑے ہیں کہیں کہیں
اپنی نظر کے تاروں کو جنبش نہ دیجئے　　زخم دل و جگر تو سلے ہیں کہیں کہیں
پھولوں پہ اپنے ناز چمن کو ہے کس لئے　　گل ایسے دشت میں بھی کھلے ہیں کہیں کہیں
جن کانٹوں سے ہیں ابلہ آیا آج سرخرو　　دل میں بھی ایسے خار چبھے ہیں کہیں کہیں

صحبت سے ہے ہماری جنھیں بزم میں گریز
تنہائیوں میں ہم سے ملے ہیں کہیں کہیں

امید دوستی نہ رکھیں گے کسی سے ہم
تنگ آگئے ہیں دوستوں کی دشمنی سے ہم
مرنے سے پہلے پوچھ تو لیں یہ کسی سے ہم
خود ہم سے زندگی ہے کہ ہیں زندگی سے ہم
تیرے ہی مشق ناز سے پیدا ہوا نیاز
آئینہ بن گئے تری جلوہ گری سے ہم
محتاج رنگ و بو ہیں خود ارباب رنگ و بو
کیا لے سکیں گے پھولوں کے جام تہی سے ہم

سمجھیں جو سوز دل کا اشارہ شب فراق
دامن بچائیں دیدہ تر کی نمی سے ہم

○

یوں بھی انفاس چلا کرتے ہیں چالیں اکثر
دل مغموم سے اٹھتی ہیں صدائیں اکثر
اسی محبوب نگاہی نے بت کافر کی
دین و دنیا کی الٹ دی ہیں بساطیں اکثر
ہیں مری مشق تصور سے جو صد رشک سحر
ایسی بھی گزریں ترے ہجر میں شامیں اکثر
بے رخی پر بھی تو مجھ سے ہے یہ عالم ان کا
ڈال دیتے ہیں گلے میں مرے باہیں اکثر
تم نہیں ملتے تو ہر ذرہ اڑاتا ہے مذاق
مسکراتی ہیں ہمیں دیکھ کے راہیں اکثر
پل کے طوفان کی آغوش میں طوفان سے بیر
پاس ساحل کا کیا کرتی ہیں موجیں اکثر
گر نہ ہو ضبط کی خوگر مری چشم گریاں
اشک بھی دل کی طرح آنکھوں میں تڑپیں اکثر
کتنے پاکیزہ ہوئے دیدۂ تر فرقت میں
تیری رحمت کے یہ بادل ہیں جو برسیں اکثر

برہمی نگہ ناز پہ بھی قابل کو
یاد آتی ہیں تری پیار کی باتیں اکثر

○

وہ جلوہ دعوت صد آشنائی دیتا ہے
نظر سے چھپ کے جو دل میں دکھائی دیتا ہے
جناب شیخ کو جو پارسائی دیتا ہے
وہی ہمیں خُم و مے کی گدائی دیتا ہے

وہی جلاتا ہے الفت کی شمع ہر دل میں　ترے جمال کو جو دلربائی دیتا ہے
دل حزیں کو ترے غم نے کیف بخشا ہے　کہ اسکو دعوت نغمہ سرائی دیتا ہے

خدائے پاک کا ممنون کیوں نہ ہوں قابل
جو میری فکر کو طرز سنائی دیتا ہے

○

خدا نا آشنا ٹھہرے خودی میں مبتلا ہو کر　جہاں میں بندگی پیشہ بنے ہیں ہم خدا ہو کر
مری آنکھوں میں ہیں مستور وہ بینائی کی صورت　مرے دل میں سمائے ہیں وہ میرا مدعا ہو کر
دل مہجور کا جو تیر تھی پیکان الفت تھی　وہی آہ رسا اب جم گئی لب پر دعا ہو کر
انہیں کچھ تو نظر آیا ہے آخر پائے جاناں میں　رہے شمس و قمر کیوں حسن ہی کا نقش پا ہو کر

کوئی زنداں میں ملنے کیلئے آیا تو تھا ہم سے
جہنم میں ہیں قابل راجشاہی☆ سے جدا ہو کر

☆ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد بنگلہ دیش میں قید کی طرف اشارہ

○

قید ہو کر ہم حدود جسم و جاں تک آ گئے　لامکاں کے رہنے والے بھی کہاں تک آ گئے
آپ نے قربت کے ماروں پر کرم اچھا کیا　نقش منزل اڑ کے گرد کارواں تک آ گئے
گر نہیں برق و شرر بھی اس نظر کی شوخیاں　کیسے شعلے ہیں جو میرے آشیاں تک آ گئے
موت نے مارا ہمیں الفت نے زندہ کر دیا　رفتہ رفتہ قطرے بحر بیکراں تک آ گئے
اللہ اللہ جلوہ پنہاں نظر آنے لگا　لامکاں والے مرے دل کے مکاں تک آ گئے

ایک مرگ ناگہاں کا بس ہے قابل انتظار
ہم کہ حدّ آخر عمر رواں تک آ گئے

○

اظہار دردِ عشق کی طاقت نہ ہو سکی　　انکے حضور ہم سے یہ جرأت نہ ہو سکی
کب دشمنوں سے جلوت و خلوت نہ ہو سکی　　ہم پر ہی خاص انکی عنایت نہ ہو سکی
نفرت نہ ہو سکی کہ محبت نہ ہو سکی　　کس چیز پر بشر تجھے قدرت نہ ہو سکی
مصروف اس قدر رہے تیرے خیال میں　　ہم کو تو اک نظر کی بھی فرصت نہ ہو سکی

اے دل گزر سکے جو نہ راہ جنوں سے ہم
یہ بات بھی تو تیری بدولت نہ ہو سکی

○

بخشا ہے اللہ نے وہ دیدۂ بینا مجھے　　ہے رخ امروز بھی آئینہ فردا مجھے
جستجو میں جسکی چھانی میں نے اک دنیا کی خاک　　اپنے دل ہی میں نظر آتا ہے وہ جلوا مجھے
زخم دل کے ساتھ تازہ تھی محبت کی بہار　　آپ نے کیسا ستم ڈھایا کیا اچھا مجھے
ہر عبادت سے ہے بڑھکر انکے روضہ کا طواف　　اپنی آنکھوں میں لئے بیٹھا ہے اب کعبہ مجھے
دشت گردی کا جنوں آوارگی کا شوق ہے　　عشق کے پردے میں شاید ہو گیا سودا مجھے
میں اسی زینے سے پہنچا ہوں سر عرش بریں　　حق سے واصل کر گیا عشق شہ بطحیٰ مجھے

کون کہتا ہے کہ انکو دیکھنے والے نہیں
ایک اک ذرہ ہے قابل دیدۂ بینا مجھے

○

حال بھی آپ سے دل کا نہیں پوچھا جاتا　　اور تڑپنا بھی کسی کو نہیں دیکھا جاتا
دشت میں بھی جو گل آئینہ سیما جاتا　　دل دیوانہ وہ سودائی کہ تنہا جاتا
ابتدا ہی سے یہ حسرت دل و دیدہ کو رہی　　غم جاناں انہیں ملتا غم دنیا جاتا
پاس آداب تجلی سے نہ دیکھا اس کو　　ہم اگر آنکھ اٹھاتے تو وہ شرما جاتا

آپ کے ہم ہیں مگر آپ نہیں ہیں اپنے ہم سے تقدیر کا یہ رخ نہیں دیکھا جاتا

آپ کے غم میں بھلا رکھے ہیں دنیا اور دیں
ہم سے قابل کا یہ عالم نہیں دیکھا جاتا

○

دیدہ و دل کے درمیاں ہیں وہ کیسے جانوں کہ میری جاں ہیں وہ
حاصل عمر رائیگاں ہیں وہ میں فنا ہوں تو جاوداں ہیں وہ
ہیں وہ سجدہ کہ ہے جبیں میں گم میرا سر ہیں نہ آستاں ہیں وہ
منزل کارواں سہی لیکن آپ ہی گرد کارواں ہیں وہ
ذرہ ذرہ سے ہیں عیاں لیکن پھر بھی یہ جستجو کہاں ہیں وہ

ربط یہ بھی تو کم نہیں قابل
دیدہ و دل کے پاسباں ہیں وہ

○

نظر کے تیر برسائے تو ہوتے وہ میرے سامنے آئے تو ہوتے
تری فرقت میں خون دل کے آنسو مری آنکھوں نے برسائے تو ہوتے
ہم اپنی ذات کا نظارہ کرتے برون پردہ وہ آئے تو ہوتے
ہم اپنی ذات خود گم کرتے ان میں کسی صورت نظر آئے تو ہوتے

سر شک غم جواہر تھے جو قابل
تو یہ لعل و گہر پائے تو ہوتے

○

یہ کیسی گردش شام و سحر ہے   لگی ہے آگ دل میں آنکھ تر ہے
ندامت پر جو رحمت کی نظر ہے   تو پھر بخشش کی ضامن چشم تر ہے
دل مضطر تجھے بھی کچھ خبر ہے   اِدھر سے بڑھ کے بیتابی اُدھر ہے
فسوں میں مبتلا ذہن بشر ہے   عیاں ہے کون؟ وہ پنہاں اگر ہے
یہی شرح تعارف مختصر ہے   نہیں ہے وہ دو عالم میں مگر ہے
کروں کیوں زحمت عرض تمنا   وہ میرے حال سے کیا بے خبر ہے
خطاؤں سے سوا ہے انکی رحمت   بلا سے ہو مرا دامن جو تر ہے
کر اے دل خیر مقدم شام غم کا   اسی شب کے تو پردے میں سحر ہے
علائق زیست کے ہیں طوق گردن   قفس میں بھی ہوائے بال و پر ہے
ترے دیدار سے ہے سوختہ دل   نظارہ غمزۂ برق و شرر ہے
ذرا سجدہ سے پہلے فرق کر لوں   مرا سر ہے کہ تیرا سنگ در ہے
تو کیا دنیا سے رخصت ہو گئے ہم   یہ ماتم کیوں ہے کیسا شور و شر ہے

وہ یوں رگ رگ میں ہیں مستور قابل
نہاں جس طرح آنکھوں میں نظر ہے

○

دیدہ و دل تیری دید رخ کا نذرانہ سہی   یہ نہیں میری کہانی تیرا افسانہ سہی
دیکھنے میں وہ مری حالت سے بیگانہ سہی   پھر بھی ان کے روبر اے دل اک افسانہ سہی
پھر بھی اپنا گھر ہے اپنا گھر کوئی چھوڑے تو کیوں   آشیاں میرا نہیں بجلی کا کاشانہ سہی
گر نہیں ان کا تصور گر نہیں انکا خیال   شام فرقت اک دل محزوں کا افسانہ سہی

پھر بھی تیرے آستاں کی ہے گدائی آشکار
دل کا انداز طلب ہر چند شاہانہ سہی

○

نمود جلوہ آرائی تو ہوتی   قیامت ہی سہی ڈھائی تو ہوتی
تصور سے ترے فارغ تو ہوتے   میسّر ہم کو تنہائی تو ہوتی
تجھے بے پردہ ہم بھی دیکھ لیتے   نگاہوں میں وہ بینائی تو ہوتی
مقدر دل کا غوّاصی اگر تھا   تو بحر غم میں گہرائی تو ہوتی
قیامت ہی بلا سے سر اٹھاتی   ترے قامت کی زیبائی تو ہوتی
انہیں بھٹکے ہوئے رستہ بتاتے   خضر سے کچھ شناسائی تو ہوتی
مسرت گر نہ تھی قسمت جہاں کی   ترے غم کی ہی دارائی تو ہوتی

بلا سے رد ہی فرمائے وہ، قابل
زباں تک دل کی بات آئی تو ہوتی

○

در پئے حشر جان زار نہ ہو   شب فرقت ہو انتظار نہ ہو
تو مرے دل کو شرمسار نہ کر   تو مرے دل سے شرمسار نہ ہو
موت خود نشہ زندگی کا ہے   بیخود زیست ہوشیار نہ ہو
ہو وہ خمیازہ کش قیامت کا   زندگی کا جسے خمار نہ ہو
ہو نوا سنج شوق سے لیکن   دل! ترا راز آشکار نہ ہو
لوگ جس کو فنا سمجھتے ہیں   میری ہی عمر مستعار نہ ہو

کیسے ادراک ہو حقیقت کا
دل جو قابل جنوں شعار نہ ہو

○

رسائی دیدہ و دل کی مرے دار و رسن تک ہے
خدا کا شکر حد ایک اک مسرت کی محن تک ہے

مری نظروں سے چرچا ہے وہ عالم میں تجلی کا
کہ شہرت حسن شیریں کی حدیث کو ہکن تک ہے

مزاج کفر ہی آراستہ کرتا ہے ایماں کو
کہ یزداں کی تجلی حسن روئے اہرمن تک ہے

جو میرا دلربا ہے دیدہ و دل کی تمنا ہے
بہار گلستان رنگ و بو اس گل بدن تک ہے

پھر اسکے بعد قطرہ کو سمندر بن کے رہنا ہے
ہیولا مری صورت کا نمود جان و تن تک ہے

نہیں یہ خار و گل ہی جلوۂ صورت کے دیوانے
تجلی سے تری مسحور ہر سرو و سمن تک ہے

مری نظروں کی ہی جلوت نہ خلوت میرے دل کی ہی
مری چشم تمنا بھی بیاباں سے چمن تک ہے

نظر میں کیا سمائیں گے مہ و خورشید کے جلوے
رسائی چشم الفت کی کسی سیمیں بدن تک ہے

نہ اب غالب کوئی باقی نہ داغ و میر کے جلوے
بہار اردو کی قابل بس مرے گلزار فن تک ہے

ان کو مرے خیال سے بھی اجتناب ہے
اب ہو نہ ہو نگاہ طلب کامیاب ہے

غارت گر حیات جو تیرا شباب ہے
میری طرف سے موت ہی اسکا جواب ہے

جب مجھ پہ رحمتوں کا کرم بے حساب ہے
عین خطا خطا سے مرا اجتناب ہے

کیوں بے بساطیٔ دل مضطر پہ ہے یہ طنز
کب دو جہاں میں وسعت دل کا جواب ہے

کہنے کو میں نے دونوں جہانوں کی سیر کی
پھر بھی نگاہ شوق میں تو انتخاب ہے

میخانہ حیات میں جی بھر کے پیجئے
ہم جس کو سانس کہتے ہیں موج شراب ہے

ہے وحشت نظر ہی محبت کا آسرا
دل کو قرار سے بھی سوا اضطراب ہے

اس نے مشام جاں کو معطّر تو کر دیا
نکہت نہیں ہے اصل میں روح گلاب ہے

سب جس کو آسمان کا کہتے ہیں ایک چاند
میری نگاہ میں کوئی چشم پر آب ہے

کس کی مجال ہے کہ نظر سے نظر ملائے　تیرا جمال بھی تو سراپا حجاب ہے
دشوار ہم کو جاں سے گزرنا نہیں مگر
جینا فراق یار میں قابل عذاب ہے

○

دل ہی خانہ خراب کر بیٹھا　عمر غرق شراب کر بیٹھا
حسن نے آئینہ بنایا دل　ذرہ کو آفتاب کر بیٹھا
معصیت تو سبیل رحمت تھی　جس سے دل اجتناب کر بیٹھا
عشق نے دل کیا جلا کر خاک　آنکھ کو آب آب کر بیٹھا
دل ہے اختر شمار فرقت میں　شب کو یوم حساب کر بیٹھا
میں نے دریا میں رہ کے بدعت کی　فرق موج و حباب کر بیٹھا
وہ سکوں سے کہاں ہوا قائل
کام جو اضطراب کر بیٹھا

○

اگر دے زندگی مہلت تو اتنا کام ہی کر لوں
جنوں سے دوستی کر لوں خرد سے دشمنی کر لوں
میں صہبائے فنا کے جام بھی منہ سے لگا لونگا
ذرا پیمانۂ عمر رواں کو تو تہی کر لوں
عجب کیا ہے کوئی سجدہ یونہی مقبول ہو جائے
بیابان محبت میں ذرا سر اگلنی کر لوں

حوالے چشم و دل کے کردوں سارے حسرت و ارماں
برا کیا ہے اگر ان دشمنوں سے دوستی کر لوں

ترے نظارہ نے وہ کیف بخشا ہے کہ حسرت ہے
حواس و ہوش بھی اپنے میں نذر بیخودی کر لوں

تصور میں ترے دونوں جہاں سے ہوں کنارہ کش
قضا سے پھیر لوں منہ زندگی سے بے رخی کر لوں

تری فرقت میں دل کی دھڑکنیں ہیں حشر سے بڑھکر
عجب کیا ہے قیامت بھی جو برپا میں ابھی کر لوں

نگاہوں میں نہ آئیں وہ تو پھر اے شوق نظارہ
نظر ظلمت نشاں ٹھہرے تو دل میں روشنی کر لوں

وفا کی راہ میں قابل یہی طرز عبادت ہے
جو سر محو جنوں ہے دل کو وقف بندگی کر لوں

○

آغوش میں قضا کے جو پلتی ہے زندگی — تنہا چراغ کی طرح جلتی ہے زندگی
سچ تو یہ ہے کہ اپنی نگاہوں میں موت بھی — ہے اک کھلونا جس سے بہلتی ہے زندگی
ایک اک نفس میں کرتی ہے برپا ہزار حشر — دیدار کو ترے جو مچلتی ہے زندگی
انفاس اس چراغ کے پروانے کیوں نہ ہوں — شمع فنا کی طرح جو جلتی ہے زندگی

ایک اک نفس پہ ہوتی ہے قابل فنا کی چاہ
فطرت کا یوں مزاج بدلتی ہے زندگی

○

ترے غم میں مبتلا ہے مری جان زار کیسی
مرے دل کے زخموں پر ہے یہ نئی بہار کیسی
پڑی بار بار تجھ پر ہی نگاہ یار کیسی
چمک اٹھی تیری قسمت دل بیقرار کیسی
وہ خم کمان ابرو سے خدنگ بن کے نکلی
وہ نگاہ ہو گئی ہے مرے دل کے پار کیسی
وہ نگاہ غیر پرور مرے دل سے ہے گریزاں
مری جان کی ہے دشمن یہ ستم شعار کیسی
جو گل شگفتہ بن کر رخ غیر پر پڑی تھی
وہ نگاہ میرے حق میں ہوئی نوک خار کیسی
کوئی قطرہ خون دل کا ہوا زیب نوک مژگاں
یہ کلی سی کھل گئی ہے سر شاخسار کیسی

کسی چشم بادہ گوں نے کیا انقلاب برپا
ہوئی بیخودی میں قابل طلب خمار کیسی

○

ہر طرف جوش نمو ہے ان دنوں
بو ہے صہبا گل سبو ہے ان دنوں
اب طلب انکی نہ انکی آرزو
ہمکو اپنی جستجو ہے ان دنوں
وہ تو وہ خود انکی زلف خم بہ خم
دل کی دشمن موبمو ہے ان دنوں
غنچہ غنچہ پتہ پتہ پھول پھول
بے نیاز رنگ و بو ہے ان دنوں
راہ میں جسکی ہوئے گم چشم و دل
پھر اُسی کی جستجو ہے ان دنوں
برہمی میں بھی ہے اسکی شان لطف
مہرباں وہ شعلہ خو ہے ان دنوں

تھا جو قابل جلوہ آرا یم بہ یم
پھر وہ طوفاں جو بجو ہے ان دنوں

○

تو نے بھر دی مری رگ رگ میں محبت ساقی
چشم میگوں سے دھلی دل کی کدورت ساقی
ہے یہ تیری نگہ ناز کی برکت ساقی
برق کی سی ہے رگ و پے میں حرارت ساقی

میں نے دیکھی تری آنکھوں کی کرامت ساقی — زندگی گردش ساغر کی ہے صورت ساقی
موج بادہ میں ہے کس کے خم گیسو کی جھلک — کس کی پیمانے میں ہے چاند سی صورت ساقی
وہ جو تقدیر دل و دیدہ بنی صبح ازل — تیرے صدقے وہی ایک بار ہو زحمت ساقی
ہوش آئے تو کریں شکر کے سجدے تا حشر — ہم گنہگاروں پہ برسی تری رحمت ساقی
دل کو دیوانہ کیا روح کو بیتاب کیا — ہم نے دیکھی تری نظروں کی شرارت ساقی
تیرے الطاف کے صدقے ہوا رحمت کا نزول — حق نے بخشی ترے رندوں کو یہ عزت ساقی
آئینہ دیکھ کے دل ہو گیا غرق عرفاں — اپنی صورت میں ملی تیری شباہت ساقی
تو نے انداز توکل سے سر افراز کیا — تیرے صدقے ترے غم سے ملی راحت ساقی
جس کے نظارے نے بخشی ہمیں بیتابی دل — اپنی آنکھوں میں بسی ہے وہی صورت ساقی

سخن قابل مجبور سے ملتا ہے سکوں
اس کے شعروں میں ہے پنہاں تری چاہت ساقی

○

حشر افزا زندگی ہے آج کل — غم کے قبضے میں خوشی ہے آج کل
دوست دشمن سب سے ہیں بیزار ہم — عشق آشفتہ سری ہے آجکل
غنچہ و گل پر پڑی کیسی یہ اوس — پتہ پتہ شبنمی ہے آجکل
ہم سے دیوانوں کی جولانگاہ عشق — آپ ہی کی تو گلی ہے آج کل

شکر ہے قابل کہ ناز التفات
حسن کی ہر بے رخی ہے آج کل

○

یوں میرے سر ہوئی شب فرقت کبھی کبھی
اشکوں میں بس گئی تری صورت کبھی کبھی

سوہان روح یوں بھی ہوا ہے ترا فراق
دشمن ہوئی ہے دل کی محبت کبھی کبھی

دل کو ہوا ہے جوش مسرت بھی جاں گسل
پائی ہے یوں بھی غم سے فراغت کبھی کبھی

دیوانہ کر دیا مجھے عقل و شعور نے
وحشت بنی ہے اپنی فراست کبھی کبھی

قابل خیال صبح وطن تھا مرا ندیم
آنکھوں میں کٹ گئی شب غربت کبھی کبھی

○

طاقت ضبط نہیں حسرت فریاد نہیں
ایسے بھولے ہیں کوئی درس وفا یاد نہیں

غم پذیری تو محبت کی ہے معراج کمال
دل جو نا شاد ہوا ہے تو یہ ناشاد نہیں

حسرت وصل وہی ہے وہی ارمان دید
دل کو کس طرح سمجھ لوں کہ یہ آزاد نہیں

یوں تو اغیار بھی ہیں اور عدو بھی موجود
تیری محفل میں دل خانماں برباد نہیں

آپکو قابل دیوانہ پہ حیرت کیوں ہے
کہ یہ پروردۂ صحرا ہے چمن زاد نہیں

○

آپ سے یوں تو ہمیں کونسی دولت نہ ملی
ستم و جور و جفا پائے محبت نہ ملی

اتنا مصروف رکھا شوق طلب نے ہمکو
زندگی میں ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہ ملی

دل تو مانوس ازل ہی سے نظر آتا ہے
دیکھا اس آئینہ میں نام کو حیرت نہ ملی

لاکھ تدبیریں کیں اس شوخ سے ملنے کی مگر
کبھی تقدیر عدو سے مری قسمت نہ ملی

سدّ رہ دیدۂ مشتاق کا تو ہے اے دل
آنکھ اس بت سے فقط تیری بدولت نہ ملی

○

یہ ناوک نگاہ یہ تیر ادا ہے کیا مجھ سا بھی اور کوئی ترا جتلا ہے کیا
ہر اک سے پوچھتا ہے کہ انکا پتا ہے کیا اے قابل حزیں تجھے آخر ہوا ہے کیا
حیران کرنے والے مری چشم شوق کو آئینہ سے تو پوچھ کہ یہ دیکھتا ہے کیا
صدقے کہ انکا جوش کرم دیکھتا نہیں کیا شے گناہگار ہے اور پارسا ہے کیا

آنکھوں نے دیکھا تھا انہیں حیرت ہوئی ہے یوں
دل سے تو پوچھئے اسے آخر ہوا ہے کیا

○

صدقے تیرے غم کے اب دل میں خوشی باقی نہیں زندگی باقی ہے ذوق زندگی باقی نہیں
آدمیت کیا ہوئی انسانیت کو کیا ہوا کیا بھری دنیا میں کوئی آدمی باقی نہیں
کیا جنون عشق نے بدلا مزاج کائنات ہوش کے بندوں میں ذوق آگہی باقی نہیں
رحمت حق کا یہ انداز کرم دیکھے کوئی دو جہاں میں ایک دامن بھی تہی باقی نہیں
دل شکستوں کا سہارا ہے ترا ذکر وصال اب کسی دل میں بھی درد بے کسی باقی نہیں
خاک میں مل کر بھی دل جلوؤں کا ہے اک آئینہ کس طرح سمجھوں متاع زندگی باقی نہیں

قابل اب نظم و غزل ہیں دل کا بہلانا فقط
شاعری باقی ہے کیف نغمگی باقی نہیں

○

ممنون ہوں کہ دل سا مصاحب دیا مجھے تم نے رفیق عشق مناسب دیا مجھے
جو نیک و بد کا کرتا ہے شام و سحر شمار اس نے ضمیر بھی تو محاسب دیا مجھے
ایمان غیب کا مجھے بندہ بنا دیا خود چھپ کے شوق جلوۂ غائب دیا مجھے
یوں سانحات عشق ہیں شام و سحر کا کھیل دل سا نگاہدار مصائب دیا مجھے

ایک ایک آرزو ہوئی پوری زراہ عشق — ہر غم کسی نے حسب مطالب دیا مجھے
بے اسکے مشورے نہیں کرتا میں کوئی کام — دل کو سمجھ رہا ہوں کہ نائب دیا مجھے
بخشی گئی ازل میں مجھے روح حسن کی — یہ اور بات عشق کا قالب دیا مجھے
تقدیر کا لکھا مرا اسکی نوشت ہے — وہ جس نے خیر شر کا بھی کاتب دیا مجھے

قابل خدا نے بخش کے مجھ کو زبان میر
انداز فکر مومن و غالب دیا مجھے

لے کرتے ہیں ہم دیدہ و دل تیرے حوالے — للہ ہمیں عشق کی ذلت سے بچا لے
سفاک و جفا جو ہیں بہت گیسوؤں والے — اب دل کی خبر لے کہ کوئی جاں کو سنبھالے
یہ ہست و عدم انکو کھلونوں سے نہیں کم — مرتے ہیں کہیں موت سے الفت کے جیالے
انفاس میں انداز کرم دیکھ رہا ہوں — کہتا ہوں میں دل سے ترے دامن کی ہوا لے

یہ نظم و غزل ہی نہیں عشاق کا شیوہ
قابل نے ترے عشق میں لکھے ہیں مقالے

جلوہ گر ہوں گے شام و سحر مہومہ یوں بھی تو تیرا دیدار ہو جائیگا
ہو گا ذوق تصور جو فکر آزما تیری صورت کا اظہار ہو جائیگا

جب نکیرین مرقد میں دیں گے صدا تیرا دیوانہ ہشیار ہو
کس کا بندہ ہوں میں کس کا سودائی ہوں اسکا بھی صاف اظہار ہو

آبلہ پائی جب رنگ پر آئے گی پھول صحرا کا ہر خار ہو جائیگا
تیرے دیوانوں کے دم قدم سے ترا دشت فرقت بھی گلزار ہو جائیگا

گل سے عارض جسے تیرے ہونگے عزیز آیگا پھولوں کے دام میں کس طرح
پیار ہو گا جسے نرگس ناز سے تیری آنکھوں کا بیمار ہوجایگا

مجھ کو روز ازل سے ہے اسکا یقیں کوئی مونس محبت کا ہوتا نہیں
داور حشر بھی دیکھنا حشر میں حسن ہی کا طرفدار ہو جایگا

اپنی صورت پہ آدم کو پیدا کیا حق نے بخشا خدائی کا بھی مرتبہ
یہ خبر کس کو تھی آکے دنیا میں یہ بندۂ عقل و پندار ہو جایگا

نزہت گل ہمیں راس آئے تو کیوں عشق میں فرقت دیدہ اچھی نہیں
محو سیر چمن بھی ہوئے ھم اگر عشق نکہت کا اظہار ہو جایگا

قابل آزردۂ عشق ہی کیوں نہ ہو کشتۂ درد و صید بلا ہی سہی
تیرا دیوانہ پاتے ہی تیری رضا جان دینے کو تیار ہو جایگا

○

خانہ دل کے ہیں مکیں تنہا　　نکلے دامان و آستیں تنہا
پایا ہم نے خط جبیں تنہا　　ٹھہرے ہم انکے ہم نشیں تنہا
میرے دل کا خیال رکھتی ہے　　نگہ ناز و شرمگیں تنہا
اپنے اشک فراق کی دمساز　　نکلی بڑھ چڑھ کے آستیں تنہا

غیر کا آ سکا نہ دل میں خیال
رہے اس گھر کے وہ مکیں تنہا

○

یہ کیوں کہیں کہ ہجر میں آنسو بہا دیئے　　ہم نے چراغ سوز وفا کے جلا دیئے
لطف و کرم کا اسکے ہو کیونکر بھلا شمار　　جس نے غم حیات بھی بے انتہا دیئے
یاد آئے چشم و دل تو لبوں سے اٹھی صدا　　کیا پھول تھے جو خاک میں ہم نے ملا دیئے

اس شعلہ رو نے دل سے یہ اچھا کیا حجاب — جلوے تمام میری نظر میں سما دیئے
اب تابش جمال سے اٹھتی نہیں نظر
تم نے مری نگاہ پہ پہرے بٹھا دیئے

○

بن کر رہے پروردۂ غم آپ کی خاطر — کیا کیا نہ سہے ہم نے ستم آپکی خاطر
تخلیق ہوئے لوح و قلم آپکی خاطر — آراستہ ہیں خلد و ارم آپکی خاطر
مقصد نگہ شوق کا ہے آپکا دیدار — جلوؤں کو بنایا ہے صنم آپکی خاطر
وحشت کی طلب ہے تو خرد کا کبھی سودا — اٹھتے ہیں ہر اک سمت قدم آپکی خاطر
ارباب گلستاں کی نظر میں گل و لالہ — سو بار بنے ساغر جم آپکی خاطر
کچھ روئے منور ہے نہ کچھ گیسوئے پیچاں — ہیں ظلمت و انوار بہم آپکی خاطر
قابل کی سمجھ کے بھی ہیں انداز نرالے
ہیں ظلم و ستم، لطف و کرم آپکی خاطر

○

صحرائے غم کی خاک اگر چھانتا ہوں میں — پھول ایک ایک خار کو گردانتا ہوں میں
میں وہ نہیں کہ تجھ سے نہ آنکھیں ملا سکوں — اے صبح حشر ازل سے تجھے جانتا ہوں میں
پر تو ہیں تیرے حسن کا مہرومہ و نجوم — رخ پر تجلیوں کی ردا تانتا ہوں میں
کیوں کر تری جفا نہ دل و جاں سے ہو عزیز — اپنی وفا کا اسکو صلہ جانتا ہوں میں
کیوں بے رخی مجھے نہ ہو اک ناز التفات — ظالم تری اداؤں کو پہچانتا ہوں میں
کس طرح تیری ذات کا عرفان کر سکوں — جب اپنے آپ کو بھی نہیں جانتا ہوں میں

ہے میرا کفر عشق ترے حسن کا کمال   تجھ کو دل و نظر کا خدا مانتا ہوں میں
ثابت ہوا ازل سے جو حسن ووفا میں ربط   دیکھے بغیر آپ کو پہچانتا ہوں میں

قابل مری وفا کو ہے کس درجہ پاس حسن
انکو برا کہو تو برا مانتا ہوں میں

○

اشک غم دیدہ فرقت سے جو ڈھل جائیگا   سوز دل کا مرے ارمان نکل جائیگا
نالہ مظلوم کے لب سے جو نکل جائیگا   آسماں چیز ہے کیا عرش دہل جائیگا
غنچہ و گل سے جسے کھیلنے کی عادت ہے   چٹکیوں میں یونہی دل میرا مسل جائیگا
زیست کی خیر نہیں نالہ جو نکلا لب سے   تار انفاس مری آہ سے جل جائیگا

زندگی بھر کے یہ فتنے نہیں سونے والے
حشر کچھ وقت نہیں ہے کہ جو ڈھل جائیگا

○

عکس لیل و نہار ہے دنیا   حسن بے اعتبار ہے دنیا
کس نے پایا ہے چین جیتے جی   بے سکون و قرار ہے دنیا
ہے جہاں کاروان زیست رواں   اسی رہ کا غبار ہے دنیا
عشق صبر آزما سے کہہ دیجئے   حسن فتنہ شعار ہے دنیا
لاکھ رسوائیوں کا ہے مخزن   شاہد ننگ و عار ہے دنیا

اپنے انجام سے نہیں آگاہ
کتنی غفلت شعار ہے دنیا

○

ان کو اپنے جور بے جا کا پتا مل جائیگا
دل میں ڈھونڈیں گے تو ہر تیر ادا مل جائیگا

اپنے بے دردوں ہی میں درد آشنا مل جائیگا
رہزنوں کا جائزہ لیں رہنما مل جائیگا

دل کی حسرت اور نظر کا مدعا مل جائیگا
ان بتوں ہی میں ہمیں اپنا خدا مل جائیگا

خود تلاطم میں ہمیں موج بلا راس آئیگی
عین طوفاں ہی میں ہم کو ناخدا مل جائیگا

جس طرح ہمکو ستاتے ہیں انہیں بھی آزمائیں
انکو غیروں کی محبت کا پتا مل جائیگا

دل سے اہ و نالہ کا جاری رہا گر سلسلہ
جو نفس نے گم کیا ہے وہ سرا مل جائیگا

نرگس میگوں کبھی ہو گی جو محو التفات
ہم کو قابل عرض دل کا حوصلہ مل جائیگا

○

دلوں کے زخموں کو درد نہاں نے لوٹ لیا
خود اپنے پھولوں کو اس گلستاں نے لوٹ لیا

ترے وجود کو ڈھونڈا تو ہو گئے خود گم
نشان ہست و عدم بے نشاں نے لوٹ لیا

مقام دل سے ہمیں اس قدر ہے آگاہی
ہے لامکاں جسے حسن مکاں نے لوٹ لوٹ لیا

نہ عرض غم کی سکت ہے نہ ہے مجال سکوت
ہمارا راز تری داستاں نے لوٹ لیا

اِدھر ہے ناوک مژگاں اُدھر خدنگ نظر
دل و نگاہ کو تیر و سناں نے لوٹ لیا

○

نہ ہے میرا راز کوئی نہ کوئی مرا فسانہ
مری زندگی کی صورت ترے عشق کا بہانہ

نہ قفس مکان اپنا نہ چمن ہے آشیانہ
میں کسی کو کیا بتاؤں ہے کہاں مرا ٹھکانہ

مرے دل میں آہ سوزاں تو لبوں پہ ہے ترانہ
ہے حجاب عاشقی کا مری نغمگی بہانہ

مرے چشم و دل کو حاصل ہے سکون شام فرقت
مجھے راس آ گیا ہے ترے غم سے دل لگانا

ترے گیسوؤں کی شامیں ترے رخ کی صبح روشن
ہے مری نظر میں اب تک جو گزر گیا زمانہ

○

دیدہ و دل جو پر انوار نظر آتے ہیں   دونوں اک پردۂ اسرار نظر آتے ہیں
غم گساری کے عوض کرتے ہیں خاطر شکنی   دشمن دل ہمیں غم خوار نظر آتے ہیں
کیسے گل رو کی تجلی نگہ شوق میں ہے   خار گلشن ہمیں گل بار نظر آتے ہیں
چشم مشتاق پہ ہے مشق تصور کا کرم   ہم کو ظلمت میں بھی انوار نظر آتے ہیں

جانے کیا اپنے گلستاں پہ قیامت گزری
غنچہ و گل ہمیں خونبار نظر آتے ہیں

اے زخم خوردگان نظر جاگتے رہو   ہو چشم شوق بند مگر جاگتے رہو
ہے انکی خفتگان دل و دیدہ پر نظر   خود مبتدا ہے محو خبر جاگتے رہو
گزری ہے آہ و زاری میں اپنی شب فراق   اب ہو نہ ہو دعا میں اثر جاگتے رہو
دل خانہ اقامت ارمان و شوق ہے   اس گھر کے ہیں نہ بام نہ در جاگتے رہو
لیل و نہار کروٹیں بدلیں ہزار بار   آوارگان شام و سحر جاگتے رہو

یہ گوشہ لحد نہیں سونے کے واسطے
نزدیک حشر کی ہے سحر جاگتے رہو

حسرت دل بھی کسی سے نہ نکالی جائے   وہ بلا ہے شب فرقت جو نہ ٹالی جائے
دیدہ و دل میں بھرے ہیں مرے جلوے کیا کیا   تیری تصویر انہیں سانچوں میں ڈھالی جائے
دل برگشتہ قسمت کا مقدر کیا خوب   زلف برہم بھی جو روٹھے تو منالی جائے
دل کا ہر داغ نیا زخم وفا بن کے رہے   وار کیوں تیر نظر کا ترے خالی جائے

دیدہ و دل ترے کوچے میں جو ہو جائیں خاک — انکی بگڑی ہوئی تقدیر بنالی جائے
چھپنے والے میں ترے پردے کے صدقے لیکن — دل سے کیونکر تری تصویر خیالی جائے
کس طرح اسکے ازالے کی ہو صورت پیدا — بے سبب دل میں کدورت جو بٹھالی جائے
اب ہے منظور یہ دل کو کہ ترا صدقہ دید — گوہر اشک لئے آنکھوں کی تھالی جائے

بے رخی ہی کے لئے رخ جو دکھایا ہے تو پھر
جو نظر دل پہ جمی ہے وہ ہٹالی جائے

○

میں ہوں کیا یہ جاننے کی مجھے بیحد آرزو تھی — تری جستجو سے پہلے مجھے اپنی جستجو تھی
جو نفس کی آمد شد مجھے تیغ بر گلو تھی — مری زندگی ہی قاتل مری جان کی عدو تھی
مری وحشت مسلسل تھی کمال شوق دل کا — یہی عظمت وفا تھی یہی میری آبرو تھی
تری چشمک تجلی مرے حق میں تھی قیامت — کبھی تھی نظر سے پنہاں کبھی دل کے روبرو تھی
دل و دیدہ سے مسلسل رہی چھیڑ اس نظر کی — کبھی اس سے دو بدو تھی کبھی اس سے دوبدو تھی
مرا شغل بادہ خواری تھا حجاب عشق بازی — نہ وہ داستان مے تھی نہ حکایت سبو تھی
مرے خون دل نے کیا کیا نہ لٹائے لعل و گوہر — مرے اشکوں کی روانی کوئی موج آبجو تھی

مرا دل کا سوز الفت فقط انکی تھی تمنا
مری آنکھوں کی بصارت فقط انکی آرزو تھی

○

زخم الفت تری نظروں سے سیئے جاتا ہوں — اپنے ہی دل کا لہو ہے جو پیئے جاتا ہوں
ایک اک جور کا احسان لئے جاتا ہوں — بت کافر میں تجھے جان دیئے جاتا ہوں

ایک ہم رشتگی ہوش و جنوں کی خاطر　　اپنے دامن سے گریباں سیئے جاتا ہوں
مرنے والے کا ازل سے ہے فنا کا رشتہ　　اپنے سر زیست کا الزام لئے جاتا ہوں
بادہ نوشی کا مجھے طعنہ نہ دیجئے واعظ　　میں ہوں اک گل کہ لہو اپنا پئے جاتا ہوں
نہیں ناداں جو رہوں راہ عدم میں تنہا　　زندگی تجھ کو بھی میں ساتھ لئے جاتا ہوں

پیرہن زیست کا نکلا جو دریدہ قابل
تار انفاس سے اسکو میں سیئے جاتا ہوں

شام و سحر دل وہ بدل جاتے ہیں ہر روز　　بن کرمہ و خورشید نکل جاتے ہیں ہر روز
اس بت کو سنانے کو غزل جاتے ہیں ہر روز　　قابل ہیں کہ انداز بدل جاتے ہیں ہر روز
آنا ترا ہوتا ہے جو جانے کا بہانہ　　فتنے ہیں قیامت کے جو ٹل جاتے ہیں ہر روز
یہ چشم طلب کا ہے ترے ہجر میں عالم　　چشمے مری آنکھوں سے ابل جاتے ہیں ہر روز

کیا حسن کی باتوں میں ہے جادو کوئی قابل
ہم موم کی صورت جو پگھل جاتے ہیں ہر روز

ادا یہ آخری فرض وفا بھی کر جاؤں　　عطا ہو اذن تو میں جان سے گزر جاؤں
یہ آرزو ہے کہ الفت میں نام کر جاؤں　　قضا اب آئے نہ آئے مگر میں مر جاؤں
میں اپنے دل سے رہ غم میں جس طرح گزرا　　بڑا مزا ہو اگر جاں سے بھی گزر جاؤں
ادھر ہے حوروں کا دخل اور ادھر بتوں کا عمل　　بتا مجھے مرے اللہ میں کدھر جاؤں
یہ میری جرأت عشق جواں سے دور نہیں　　زمیں کو لے کے ترے بام عرش پہ جاؤں

شب فراق یہی ہے تو کچھ بعید نہیں ہجوم حشر میں مرنے سے پیشتر جاؤں

جمالِ رخ کا تقرّب تو ہو نصیب مجھے
جو بن کے گیسوئے مشکیں ترے بکھر جاؤں

○

گزرے ہیں وہ ضرور نظر کے قریب سے جلوے نگاہ شوق میں ہیں کچھ عجیب سے
دردِ وفا میں تو نہیں آئیگی کچھ کمی یہ بات پوچھتے ہیں ہم اپنے طبیب سے
کچھ پوچھتے حکایت دار و رسن مگر منصور آسکے نہ پلٹ کر صلیب سے
اک دوست کی طلب میں ہوئے دشمن آشنا کرنی پڑی ہے دوستی ہم کو رقیب سے

قابلؔ کی عرض حال کا انداز ہے جدا
شعروں میں باتیں کرتے ہیں اپنے حبیب سے

○

آوارہ زندگی ہے قضا کی تلاش میں یہ کارواں ہے راہ نما کی تلاش میں
دل کو جو شہریارئ الفت کا ہے جنوں سایہ سا اڑ رہا ہے ہما کی تلاش میں
کرتے ہیں ہم عناصر ہستی کو مجتمع ہیں نور و نار و آب و ہوا کی تلاش میں
خود اپنی ذات سے ہے یہ تصویر کبریا انسان کس لئے ہے خدا کی تلاش میں
ہے زندگی کا جنبش انفاس پر مدار اک بلبلہ ہو جیسے ہوا کی تلاش میں
امید و یاس راہ وفا سے ہیں دور دور ہم آج تک ہیں بیم و رجا کی تلاش میں

قابلؔ خبر نہ تھی وہ ہوئے خلد آشیاں
ملتان ہم گئے تھے ضیا☆ کی تلاش میں

☆ منظور الحسن ضیا

○

ہے ساز عشق سوز نوا کی تلاش میں
قلب حزیں ہے آہ رسا کی تلاش میں

واعظ رہ طلب میں ہے نیت مری بخیر
گم ہو گیا ہوں راہ نما کی تلاش میں

اُس سمت ہے سفینۂ ہستی کنارہ جُو
ساحل اِدھر ہے موج بلا کی تلاش میں

کذب و فریب سے ہے جو معمور کائنات
ہم دربدر ہیں صدق و صفا کی تلاش میں

یہ انقلاب رسم محبت تو دیکھئے
اہل وفا ہیں اہل جفا کی تلاش میں

اس درجہ کر دیا ہے فنا آشنا ہمیں
خود زندگی ہے اپنی قضا کی تلاش میں

اے گلستاں ہمیں نگہ غیر سے نہ دیکھ
آئے ہیں ایک لالہ قبا کی تلاش میں

پہنچے ہیں ہم بھٹک کے بیابان ہجر تک
گلزار وصل تیری ہوا کی تلاش میں

عرض نیاز عشق کا قابل نہیں شعور
ہوں بے نوا فقیر نوا کی تلاش میں

نفس نفس جو لئے حشر کا پیام آیا
مری سمجھ میں تیرا جلوۂ خرام آیا

شب فراق مرے لب پہ کس کا نام آیا
کہ تہنیت کا مرے قلب سے پیام آیا

مری سمجھ میں نہ کچھ عشق کا نظام آیا
سحر کے ہونے سے پہلے ہی وقت شام آیا

ہر ایک سانس فنا کا نقیب ہے تو پھر
حیات کا مرے سر کیوں یہ اتہام آیا

دل و نگاہ پہ مُہر سکوت لگ کے رہی
سمجھ میں آج ترا عشوۂ کلام آیا

جو راندۂ درجاناں تھا پائمال ستم
قدم قدم پہ وہی دل ہمارے کام آیا

یہ منزلت رہ الفت میں کم نہیں قابل
کہ انکے چاہنے والوں میں میرا نام آیا

زخم تیر نگہ ناز عطا ہو جیسے گلشن دل میں مرے پھول کھلا ہو جیسے
جرم ہو یا نہ ہو عشّاق کو ملتی ہے سزا اپنی ناکردہ گناہی بھی خطا ہو جیسے
ہم پہ ہو چشم کرم یا ہو ستم کی بارش ہم ہیں راضی بہ رضا تم ہمیں چاہو جیسے
شیخ میخانے کے جلوے تری جنت میں کہاں دور کے ڈھول سہانی سی نوا ہو جیسے
ساغر دل میں یہ عالم ہے شراب غم کا چائے کی پیالی میں طوفان اٹھا ہو جیسے

تیرے گیسو کا اسیر عشق کا خسرو ٹھہرا
سایۂ زلف ترا بال ہُما ہو جیسے

○

جہان عشق میں کیا اعتبار چہروں پر جھلک ہے حسن کی جب بیشمار چہروں پر
نگاہ دار ہیں سیرت کے حسن و خوبی کے وہ ہم نہیں ہو جنھیں افتخار چہروں پر
تو کیا زمانہ ہوا دید حسن سے مانوس یہ کیسا چھایا ہوا ہے غبار چہروں پر
تلاش صبر و سکوں میں ہے بیقرار جہاں برس رہا ہے عجب انتشار چہروں پر
خوشی کا نام و نشاں مٹ گیا جہاں سے کیا لگی ہوئی ہے غموں کی قطار چہروں پر
ہر آنیوالے کو دیکھا کیئے وہ محفل میں نگاہ اٹھ کے پڑی بار بار چہروں پر
یہ چاند ہیں مرے خورشید رُو کے پروردہ جمال ایک سا دیکھا ہزار چہروں پر
تو کیا سب آئینے ہیں انکے حسن صورت کے نگاہ شوق ہوئی کیوں نثار چہروں پر

سپر بنے ہیں نظارے کو عشق کے بندے
لیا ہے حسن کا ایک ایک وار چہروں پر

○

نگاہ ناز سے گر زخم دل رفو کرتے　　تو کشتگان محبت نہ ہاؤ ہو کرتے
رہے ازل سے کسی بت کی آرزو کرتے　　تمام عمر کٹی اپنی جستجو کرتے
دل و جگر کے لہو سے اگر وضو کرتے　　تو گل چمن میں نہ ارمان رنگ و بو کرتے
کسی کی نرگس میگوں کے گر چھلکتے جام　　تو ہم طواف خم و ساغر و سبو کرتے
دل و نظر کی تڑپ کا نظارہ کر لیتے　　جو تیغ ناز قریب رگ گلو کرتے
بتوں سے دل کو لگایا تو عاقبت بگڑی　　اب آرزو ہے فقط تیری آرزو کرتے
کسے نہیں بھلا پاس و لحاظ شیخ حرم　　وہ میکدہ میں جو آتے ہم آبرو کرتے
بشر کا راز حقیقت جو ان پہ کھل جاتا　　فرشتے آدمی بننے کی آرزو کرتے
بھلا ہوا کہ فنا ہو کے رہ گئے ورنہ　　عدم میں بھی اسی کافر کی جستجو کرتے

جو ترے عہد کا عرفان ہم کو ہو جاتا
ازل کے دن سے قیامت کی آرزو کرتے

○

یہ تمنا ہی رہی قطرہ نہ کیوں دریا ہوا　　آپ سے ہو کر جدا میں کیا بنا بندا ہوا
روز و شب جاری سرشک خوں کا اک دریا ہوا　　اب یہ آنکھیں ہیں کہ دل کا زخم ہے رستا ہوا
آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر سکتا ہوا　　اے مری الفت کے دشمن کچھ تو کہہ یہ کیا ہوا
چاند پر انسان پہنچا تو انہیں خطرہ ہوا　　پھر زمیں کی خاک کا ذرہ فلک پیما ہوا
اس طرح دل پر ہوا تیری محبت کا نزول　　دیکھنے والے سمجھ بیٹھے ہمیں القا ہوا

سن کے قابل کی خبر بولے وہ بھر کے آہ سرد
چل بسا بیمار الفت کا چلو اچھا ہوا

○

بیخودوں میں وہ کرامت ہے نہ ہشیاروں میں
بات جو دیکھی ترے عشق کے بیماروں میں

عشق نے ذوق نظارہ کو کیا حسن عطا
پھول ہی پھول نظر آئے ہمیں خاروں میں

محو آرائش گیسو تجھے معلوم نہیں
دیدہ و دل ہیں ترے آئینہ برداروں میں

مطربا برق سی گرتی ہے دل و دیدہ پر
کیسی آواز ہے پازیب کی جھنکاروں میں

دے کے جاں آپ پہ پائی ہے حیات جاوید
فتح کے بھی کئی پہلو ہیں مری ہاروں میں

قریہ قریہ کی انہیں کوچہ نوردی ہے عزیز
دیدہ و دل ہیں تیرے عشق کے میخاروں میں

دل کی تقدیر پہ رونا مجھے آیا قابل
حضرت ناصح مشفق بھی ہیں غم خواروں میں

کیا خبر تھی زندگی موت آشنا ہو جائیگی
دیکھتے ہی دیکھتے ظالم ہوا ہو جائے گی

یہ فنا بھی آنی جانی ہے کسے معلوم تھا
موت بھی اپنی حیات برق پا ہو جائے گی

چشم خونابہ فشاں کو آپ نے دیکھا نہیں
روتے روتے چشمہ آب بقا ہو جائے گی

ہو گا یوں موج نفس کو لالہ و گل سے گریز
نکہت آوارہ گلشن سے ہوا ہو جائے گی

آپکو جب تک نہ دیکھاتھا نہ تھی اتنی خبر
آنکھ کی جنبش ہی پیغام قضا ہو جائے گی

حسن پنہاں نے نہ رکھی خود اگر پردے کی لاج
پھر کوئی سرزد نگاہوں سے خطا ہو جائے گی

منزل دل میں قدم رکھنا تو کیا معلوم تھا
ابتدا کرنے سے پہلے انتہا ہو جائے گی

نرگس ناز اپنے بیماروں کا غم کھاتی ہے کیوں
موت آتے ہی مریضوں کو شفا ہو جائے گی

کار فرمائی تصور کی اگر جاری رہی
سانس اپنی انکے دامن کی ہوا ہو جائے گی

اپنے دل کا حال ان سے کہو تو دیں لیکن ہے خوف
عرض غم بھی ہم کریں گے تو گلا ہو جائے گی

ہو گیا عرفان طوفان وفا قابل اگر
ڈوبنے والوں کا ہر موج آسرا ہو جائے گی

ناحق مرے دل اس بت کافر سے گلے ہیں پتھر کی زمیں میں بھی کہیں پھول کھلے ہیں
کیوں پیش نظر آج قیامت کے گلے ہیں کیا آپ بچھڑنے کیلئے ہم سے ملے ہیں
تو بھی تو کبھی اپنے گلستاں کی ہوا کھا دل میں تری نظروں سے عجب پھول کھلے ہیں
تیر نگہ ناز کی ہے شعبدہ کاری پھولوں کی طرح زخم محبت جو کھلے ہیں
وہ اور ہیں جن کو نہیں کچھ پاس وفا کا ہم کو تو جفا جُو سے شکایت نہ گلے ہیں
وہ شیخ حرم جن کے تقدس کا ہے چرچا اکثر ہمیں مے خانے کے نزدیک ملے ہیں

رخصت کی طلب کا بھی تو انداز عجب ہے
فرماتے ہیں ہم تجھ سے بچھڑنے کو ملے ہیں

○

نگاہوں سے جو زخم دل رفو ہو محبت ہی محبت چار سو ہو
اگر ہم کو ہماری جستجو ہو گھڑی بھر میں وہ کافر روبرو ہو
وفاؤں کا علم بردار ہوں میں جفا کا آئینہ بردار تو ہو
خزاں کا راز کھل جائے جو ان پر نہ پھولوں کو ہوائے رنگ و بو ہو
میری تقدیر کا ہے یہ نوشتہ جو میرا دوست بن جائے عدو ہو
ہے چشم گریاں میں قامت تمہارا تم اک سرو کنار آب جو ہو

سبھی ٹھہرے ہیں میری جاں کے دشمن
ترا غم ہو مرا دل ہو کہ تو ہو

○

مرا درد دل جگاتے تو کچھ اور بات ہوتی مرے غم پہ مسکراتے تو کچھ اور بات ہوتی
ترے ناوک نظر پر لب شوق مسکرائے تجھے زخم دل دکھاتے تو کچھ اور بات ہوتی

کٹی دشت غم میں اپنی جو تمام عمر تو کیا ترے در کی خاک اڑاتے تو کچھ اور بات ہوتی
کیا تیرے قدموں پر خم جو سر نیاز ہم نے اگر اپنا دل جھکاتے تو کچھ اور بات ہوتی
دل زار لے چلا ہے مجھے کوئے دلربا میں
جو وہ خود مجھے بلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

○

جلوے جو برستے ہیں مرے دیدۂ تر سے وہ ہو نہ ہو گزرے ہیں اسی راہ گزر سے
یہ پستی الفت ہے گراں بار محبت کیا انکا ٹھکانا جو گرے تیری نظر سے
یہ معجزہ ہے آپ کی تحریک نظر کا نالے شب فرقت میں ہیں محروم اثر سے
مخزن سے جدا ہوتے ہی ہو جاتے ہیں پانی آنکھوں میں ہیں آنسو نظر آتے ہیں گہر سے
منظور ازل ہی سے تھی کیا صبح قیامت تا عمر جو ہم آپ کے دیدار کو ترسے
جس روز نشیمن کی بنا ڈالی چمن میں مربوط اسی دن سے ہوئے برق و شرر سے
مٹی میں ملایا مجھے نا قدری فن نے
شرمندہ ہوں قابل میں بہت اپنے ہنر سے

○

انہیں دیکھ کر جو مرتے تو کچھ اور بات ہوتی شب ہجر سے گزرتے تو کچھ اور بات ہوتی
وہ مری گلی سے گزرے مرے در پہ بھی نظر کی گھڑی دو گھڑی ٹھہرتے تو کچھ اور بات ہوتی
بھری اشک غم سے تم نے مری چشم شوق لیکن مرے جام دل، کو بھرتے تو کچھ اور بات ہوتی
سہی خضر اک شناور ترے چشمہ بقا کے جو فنا کے گھٹ اترتے تو کچھ اور بات ہوتی
مجھے کہہ کے اپنا شیدا کیا دو جہاں میں رسوا کوئی اور نام دھرتے تو کچھ اور بات ہوتی

مرے دل میں غم کے طوفاں اٹھے یوں تو لاکھ لیکن مرے سر سے یہ گزرتے تو کچھ اور بات ہوتی

انہیں جس سے برہمی ہے انہیں جس سے ضد ہے قابل
وہی بات کہہ گزرتے تو کچھ اور بات ہوتی

○

مانا وہ دشمن نظر و جاں تو ہو گیا تیر نگاہ قلب میں مہماں تو ہو گیا
دامن نہ بھر سکا ترے جلوؤں سے وہ مگر آئینہ تجھ کو دیکھ کے حیراں تو ہو گیا
وحشت نے اشک شوئ کو دامن بچا لیا گو تار تار اپنا گریباں تو ہو گیا
گو زخم دل ہرے ہوئے فصل بہار میں غنچہ چٹک کے اک گل خنداں تو ہو گیا
شبنم نے چشم تر سے بہائے سرشک غم پھولوں نے آنکھ کھولی چراغاں تو ہو گیا
برق نظر نے پھونک دیا آشیان روح ظلمت کدہ میں دل کے چراغاں تو ہو گیا
یوں عظمت بشر نے جھکایا ملک کا سر آدم خدا نہ بن سکا انساں تو ہو گیا
عصیاں سے جیتے جی نہ ملی گو ہمیں نجات ابر کرم مزار پہ گریاں تو ہو گیا
ہم نے قضا کا دیکھ لیا چہرۂ مہیب دیدار حسن عالم امکاں تو ہو گیا
گو پھونک پھونک کر رکھے برق نظر نے پاؤں دل کی بساط پر کوئی حیراں تو ہو گیا
برپا نہ کر سکا وہ قیامت تو کیا ہوا حق میں جہاں کے فتنہ دوراں تو ہو گیا
لاتا تھا دل نہ زخم جگر کو نگاہ میں یہ ایک پھول کھل کے گلستاں تو ہو گیا
اس پر بھی سرد ہو نہ سکا دوزخ فراق سوز وصال خلد بداماں تو ہو گیا
پلکوں سے چشم شوق کی ٹپکا نہ خون دل اندازۂ تراوش مژگاں تو ہو گیا

قابل نے ان کے مصحف رخ کی بلائیں لیں
یہ کافر آج صاحب ایماں تو ہو گیا

○

جنبش چشم ناز بھی گردش جام ہو گئی　　ہوش ٹھکانے لگ گئے نیند حرام ہو گئی
اپنی ہی شرم معصیت لطف دوام ہو گئی　　زخم گنہ کی چارہ گر رحمت عام ہو گئی
دل کی شکستہ پائی پر حسن کو ترس آ گیا　　راہ طلب میں دستگیر لغزش گام ہو گئی
آپکے شوق دید کا چرخ نے حوصلہ دیا　　تابش انجم و قمر جلوۂ بام ہو گئی
نقش وفا ہی کی نمود بن گئی موت کا وجود　　سعئی صلاح کار ہی نقص نظام ہو گئی
وقعت عشق بڑھ گئی دل کو جو آیا کچھ بھی ہوش　　پختہ ہوئی اگر خرد اور بھی خام ہو گئی
میرے وجود سے نہیں نظم جہاں کی گر نمود　　سلطنت حیات و موت کیوں مرے نام ہو گئی
اپنے ہی سانس نے کیا قصہ تمام زیست کا　　جنبش ہر نفس ہمیں حلقہ دام ہو گئی
آپکی چشم شوخ کا اس میں اگر نہیں ہے ہاتھ　　وحشت عشق کیوں مری دل سے غلام ہو گئی
کس کی نگاہ مست نے بدلا نظام رنگ و بو　　باغ میں جو کلی کھلی صورت جام ہو گئی
حشر میں چال وہ چلی کشتوں کے پشتے لگ گئے　　اب تو جفا سے باز آ مشق خرام ہو گئی
مہر شباب ڈھل گیا پیری کا داؤ چل گیا　　روح کا دم نکل گیا زیست کی شام ہو گئی
دل کو ہے حسرت طلب پورا ہوا ہے شوق کب　　آپ کی تیغ ناز کیوں وقف نیام ہو گئی

قابل زار آپ پر حسن نے یہ کرم کیا
کشور رنج و غم تمام آپ کے نام ہو گئی

○

بنی ہے ظلمت ہستی نظر کی روشنی میری　　پیام موت لیکر آئی ہے خود زندگی میری
نہ کیجئے اس طرح برہم بساط زندگی میری　　وہ دن بھی آئیگا محسوس ہوگی جب کمی میری
خوشی کی روشنی میری نہ غم کی تیرگی میری　　یہ کس منزل پہ لے آئی شکستہ خاطری میری

میں کیسا عندلیب خوش نوا ہوں باغ ہستی میں کہ ایک اک پھول کھل کھل کراڑاتا ہے ہنسی میری

مہکتے ہیں گل و لالہ مرے گلزار ہستی میں
کہ ہے موج نسیم صبح نکہت سے بھری میری

○

جب تک آشفتگی نہیں ہوتی دل کو تسکین ہی نہیں ہوتی
جلوہ بردار ذرہ ذرہ ہے آئینوں میں کمی نہیں ہوتی
آسرا ہو گرانکی رحمت کا بیکسی بیکسی نہیں ہوتی
جن کو دولت کی چاہ ہوتی ہے ان کو آسودگی نہیں ہوتی
دیکھ تو ہی کہ تیرے پردے سے تیری پردہ دری نہیں ہوتی
کیا سخن سنج تیری محفل میں عشق کی خامشی نہیں ہوتی

دونوں عالم کے غم اٹھا کر بھی
پوری دل کی خوشی نہیں ہوتی

○

خزاں نصیب ہے جس کا وہی بہار ہوں میں شگفتہ پھولوں کا دامان تار تار ہوں میں
مئے سرور کا آسودۂ خمار ہوں میں ہو اذن ساقی کوثر تو ہوشیار ہوں میں
خدا ہی جانے طلب کیا ہے سرور دیںؐ سے وہ سامنے ہیں مگر رہن انتظار ہوں میں
یہ میرا قامت ہستی بھی کیا قیامت ہے کہ انکے وعدۂ فردا کا اعتبار ہوں میں
مرا نفس بھی لب حسن کا ہے سحر کلام دلوں میں گونجنے والی کوئی پکار ہوں میں
مری صدائے دل و دیدہ ہے نوائے سروش حجاب ساز محبت سے نغمہ بار ہوں میں

پس فنا مجھے ایسا سکوں گوارا نہیں سر مزار ہو کوئی تہہ مزار ہوں میں

بلند وپست وصال و فراق آنکھ میں ہیں
ہوں آبشار کہ اک جوئے کوہسار ہوں میں

○

اک ایسا آئینہ حسن کردگار ہوں میں کہ جس کے جلوۂ پنہاں سے آشکار ہوں میں
فضائے عشق میں اڑتا ہوا غبار ہوں میں ہوں سرفراز تجلی وہ خاکسار ہوں میں
مری فسردہ دلی ہے زراہ محرومی خزاں زدہ نہیں آزردۂ بہار ہوں میں
مری تلاش میں دشت ختن کی راہ نہ لے غزال حسن تیرا نافہ تتار ہوں میں
مری نوائے دل شام ہجر ہے لرزاں یہ کس کے ساز محبت سے نغمہ بار ہوں میں
چراغ صبح کی ہے اک بھڑک نمود مری جمال ظلمت فرقت سے تابدار ہوں میں
عجیب شے مری توسیع ذات کا ہے حصار ہوں بے کنار تو پھر ان سے ھمکنار ہوں میں

مرا حجاب غیوب اک شہود ہے قابل
خود اپنی پردہ نمائی سے آشکار ہوں میں

○

ہے گلستاں بھی دشت و در کی طرح ایک اک گل ہے چشم تر کی طرح
ہے لطافت حجاب حسن کہ وہ آنکھ میں چھپ گئے نظر کی طرح
کیا قیامت کا اعتبار اے دوست تیرے پیمان معتبر کی طرح
خود زمیں اہل عشق کے حق میں ہو گئی چرخ فتنہ گر کی طرح

عشق وحشت نہیں ہے کچھ قابل
درد دل اب ہے درد سر کی طرح

○

سفر ٹھہرا جبیں سے آستاں تک کمال بندگی پہنچا کہاں تک
فنا کے ذوق کا ممنون ہوں میں مرے کام آئی عمر رائیگاں تک
انہیں کے جلووں کی دیکھیں بہاریں نگاہ شوق پہنچی ہے کہاں تک
فغان صبحگاہی اللہ اللہ مسلط ہے زمیں سے آسماں تک

خدا کا شکر قابل بندگی میں
رسائی ہے کسی کے آستاں تک

انکی جفا کے رخ میں بھی دیکھا وفا کا رنگ غالب ہوا ہے ان پہ دل مبتلا کا رنگ
میرے سکوت لب سے پڑے ہیں جبیں پہ بل کیا میری خاموشی میں بھی تھا التجا کا رنگ
دنیا کے بادشاہوں میں یہ تمکنت کہاں ہے انکے در پہ اور ہی ان کے گدا کا رنگ
اس کو خلوص عشق سے تعبیر کیجئے ہے دل کی بات بات میں صدق و صفا کا رنگ

قابل کے جذب عشق کے قربان جایئے
ہے حسن کی جفا سے نمایاں وفا کا رنگ

ذوق گناہ کیوں نہ ہو میری نجات کی سبیل قلب خطا شعار کی رحمت حق ہے خود کفیل
خضر رہ وفا ہے یہ زیست کا رہنما ہے یہ تیرا ضمیر ہی فقط تیرے عمل کا ہے وکیل
دیکھی نہ آئینہ میں بھی ترے جمال کی جھلک ہے تری ذات بے مثال تیری صفات بے عدیل
ہے ترا جبر و قہر بھی رہرو راہ اعتدال بھٹکے ہوؤں کو راہ کے تو نے دی انتہا کی ڈھیل

قابل ادائے مغفرت رحمت حق کی ہے سرشت
جا نہ سکے گا خلد میں ہے جو مزاج کا بخیل

دیکھ لی ہم نے ہجر کی شام — لیجئے نہ صبح حشر کا نام
جب بھی وفا کا ذکر چھڑا — لب پر آیا میرا نام
انکی تجلی ایک اک سمت — ان کا تصور ایک اک گام
دل کے رفیق ہیں رنج و محن — جاں کے انیس غم و آلام
وجہ سکون جان و دل — تیری باتیں تیرا نام

لے کے دل اس بت نے کہا
عشق کا ہے قابل انعام

○

ان کے در پر ہیں جو ازل سے مکیں — ان سے کوئی بھی باز پرس نہیں
دور نظروں سے اور دل کے قریب — آپ کے پردہ کا جواب نہیں
اعتماد اس قدر وفا پر ہے — اب تو دل کا گمان بھی ہے یقیں
ذرہ ذرہ سے آشکار ہے تو — حسن پنہاں ترا جواب نہیں

اک فقط آپکی محبت ہے
وجہ تسکین و باعث تمکیں

○

تم روح نظر قلب وفا جان صفا ہو — اللہ ہی جانے کہ صنم ہو کہ خدا ہو
صحرائے جنوں میں جو کوئی آبلہ پا ہو — حق تیری طلب تیرے تجسس کا ادا ہو
تم میری رگ جاں سے اگر جلوہ نما ہو — کس طرح مری روح کا دروازہ نہ وا ہو
تم پر نہ کرے کیوں وہ دو عالم کو تصدق — تم عشق کی نظروں میں دل و جاں سے سوا ہو

سب آپ کے اندازِ تجلی کے ہیں شاہد　　گلشن میں ہو گل بلبل نالاں کہ صبا ہو

قابل ہیں یہ انداز جنوں حسن کی خاطر
آئینہ شکن ہو کبھی آئینہ نما ہو

○

وہ جو قلب معتبر تک آ گئے　　خلوت آئینہ گر تک آ گئے
کس نے رکھا خانہ دل میں قدم　　وجد میں دیوار و در تک آ گئے
عشق کے صدقے کہ اپنے عقل و ہوش　　جلوہ دیوانہ گر تک آ گئے
آپ کے دیدار محشر کے لئے　　ہم بھی عمر مختصر تک آ گئے

جب چلے قابل شہ دیںؐ سوئے عرش
دیکھنے شمس و قمر تک آ گئے

○

دل کے سر جب کوئی وبال آیا　　ان کا بے ساختہ خیال آیا
اس نے کی یہ شکست دل پر طنز　　دیکھیے آئینہ میں بال آیا
تیری یکتائی کا تھا آئینہ دار　　تیرا بندہ جو بے مثال آیا
پرسش دوستاں سے تھی محروم　　دل تری بزم دیکھ بھال آیا

آج قابل نہ جانے بات ہے کیا
کوئے جاناں سے بھی نڈھال آیا

○

کیا اشک غم کو نور سحر کر رہے ہیں ہم
تاروں کی چھاؤں میں جو سفر کر رہے ہیں ہم

رگ رگ میں چشم شوق کی پیوست ہے جمال
اس پر بھی احتیاط نظر کر رہے ہیں ہم

بزم ازل ہو حشر ہو یا موت و زندگی
سب مرحلوں سے قطع نظر کر رہے ہیں ہم

دل خالق طلب ہے نظر شوق آفریں
ہر آئینہ کو آئینہ گر کر رہے ہیں ہم

سب جس کو کہہ رہے تھے قیامت کی رات ہے
اس شب کو شام ہی سے سحر کر رہے ہیں ہم

اک دل ربا کو ذوق تماشائے عشق ہے
یوں دل کا خون زیب نظر کر رہے ہیں ہم

قابل ہے دل رفیق نہ **ہمگام** چشم تر
تنہا رہ وفا میں سفر کر رہے ہیں ہم

اس بت کا پاس راہ گزر کر رہے ہیں ہم
سر کو رہین سجدۂ در کر رہے ہیں ہم

ہاتھوں میں لے کے آئینۂ جبر و اختیار
دونوں جہاں کو دست نگر کر رہے ہیں ہم

آزردہ جمال جو دیکھی نگاہ شوق
نالوں نے دی صدا کہ اثر کر رہے ہیں ہم

راہ جنوں میں چھوڑ چکے ساتھ عقل و ہوش
اب دل ہے جسکو خاک بسر کر رہے ہیں ہم

احسان ناخدا کے لئے ہیں کبھی نہ لیں
خود بن کے خضر راہ سفر کر رہے ہیں ہم

اے موت جیتے جی کسے آیا ترا خیال
ہیں جاں بلب تو تجھ پہ نظر کر رہے ہیں ہم

اللہ ایسی کونسی منزل نظر میں ہے
ہستی کو بھی جو زاد سفر کر رہے ہیں ہم

ہے اسکی بے رخی بھی اک انداز التفات
وہ جس سے آرزوئے نظر کر رہے ہیں ہم

قابل نگاہ ڈال کے ان پر بشوق دید
دنیائے دل کو زیر و زبر کر رہے ہیں ہم

پھر قدم راہ محبت میں نہ ڈالے کوئی / آئینہ گر مری قسمت کو بنا لے کوئی
ہو مرے دل کی طرف پھر غلط انداز نظر / پہلے بہکی ہوئی نظریں تو سنبھالے کوئی
ایک اک موج نفس دیتی ہے پیغام حیات / دل کی صورت ترے دامن کی ہوا لے کوئی
بحر غم میں ہے مرے دل کو سہارا تیرا / ڈوبنے والے کو جس طرح اچھالے کوئی
باغ میں خندہ گل گریہ شبنم بے سود / شوق سے ہمکو ہنسا لے کہ رلا لے کوئی
بزم اغیار سے آتی ہے یگانہ آواز / ہم بھی حاضر ہیں نظر ہم سے ملا لے کوئی
ہم سے خورشید قیامت کا ہے پیہم اصرار / دھوپ ہے دامن تر اپنا سکھا لے کوئی

یاد آجائے نہ اللہ رہ فرقت میں
نظر اس بت پہ ذرا سوچ کے ڈالے کوئی

دل خاک بسر ہے تو نظر رہن سفر آج / یاد آئی ہے کس کی یہ ہمیں راہگزر آج
ہنگام نظارہ یہ خوشی کے نہیں آنسو / ہیں دیدۂ پر شوق کے دامن میں گہر آج
دل اپنی جگہ ان کی نظر اپنی جگہ ہے / کس واسطے ہے نظم جہاں زیر و زبر آج
جلووں کا یہ طغیان تجلی کا ہے طوفان / جیسے دل و دیدہ ہوں تری راہگزر آج
اے شوق نظارہ ترے دریا میں یہ طوفاں / ہے اپنا دل زار بھی ہمدوش نظر آج
اڑتا ہے تکبر کی ہواؤں میں ہر انساں / ہر مور فرومایہ کے پاؤں میں ہیں پر آج

جو پھول ہے وہ خار ہے جو لعل ہے پتھر
قابل ہے یہ نا قدری ارباب ہنر آج

جنس دل کے ہیں خریدار بہت عشق کی گرمی بازار بہت
کوئی دیوانہ بنے تو منصور جا بجا ہیں رسن و دار بہت
کیا خبر تھی ہمیں اے وعدہ شکن لطف دے گا ترا انکار بہت
رخ سیمیں پہ پڑی کس کی نظر آج آنکھیں ہیں گہر بار بہت
کوئی ساقی ہو پلانے والا بزم ہستی میں قدح خوار بہت

خون کرنے کو ہے دل کا قابل
حسرت طالب دیدار بہت

○

ٹوٹے پیمانوں کی طرح دل ہیں ویرانوں کی طرح
آپ کے جور بھی ہیں ہمکو آپ کے احسانوں کی طرح
ہیں گلزار محبت بھی غم کے بیابانوں کی طرح
ساقی دیکھ ہیں سارے پھول خالی پیمانوں کی طرح
چشم و دل سے رشتہ عشق بکھرے ہوئے دانوں کی طرح
آنکھ سے ڈھلکے اشک مگر دل کے ارمانوں کی طرح
محشر عشق کے ہیں انداز چاک گریبانوں کی طرح
نکلے جو منہ سے دل کے راز پھیلے افسانوں کی طرح
دنیا کفر کدہ ہی سہی رہیئے مسلمانوں کی طرح

ہم سے وہ ملتے ہیں قابل
سچ مچ انجانوں کی طرح

○

دل سوزاں کے لب پہ آہ سرد   عشق حسن تضاد میں ہے فرد
میں جو روتا ہوں مسکراتے ہیں   کوئی ہو گا نہ آپ سا بیدرد
آپ دل کا مزاج کیا جانیں   اس کے دل میں ہے دو جہاں کا درد
موسم آرزو کا کیا کہنا   اس کی آب و ہوا ہے گرم نہ سرد

ماہ و انجم ہیں گرد پائے حضورؐ
کہکشاں راہ عرش کی ہے گرد

تیرے رکوع بے اثر ترے سجود بے اثر   جب نہیں تیرا دل ترا تیرا وجود بے اثر
عالم ہست و بود میں اپنی نمود بے اثر   جلوۂ ہست بے مآل پرتو بود بے اثر
تیرے سلام بے نمود تیری درود بے اثر   گل ہے جو شمع دل تو پھر شعلہ و دود بے اثر
ساز حیات کچھ نہیں سوز ممات کچھ نہیں   منزل و راہ عشق میں ہیں یہ قیود بے اثر
ہے شب ہجر کا یہ رنگ حشر کی صبح ہو تو کیوں   سرخ و سپید بے وجود سبز وکبود بے اثر
قائد موت و زیست دل شاہد حسن و عشق دل   شوق نمود بے اثر ذوق شہود بے اثر
ظلمت شام غم سے ہے حشر کی صبح کو فروغ   جس میں زیاں نہ ہو کوئی اسکا ہے سود بے اثر
ہے ترا شوق جرم ہی رحمت عام کا سبب   ذوق گنہ اگر نہیں حسرت جود بے اثر
معرفت دل و نگاہ سے ہے قیام ہست و بود   شامہ ہو اگر نہ تیز عنبر و عود بے اثر

قابل اگر نہ ہو کرم حسن نظارہ ساز کا
قلب سعود بے محل چشم شہود بے اثر

دیدہ و دل ہیں جب سے اداس — گم ہیں خرد کے ہوش و حواس
کس کا جمال اور کیسی دید — ٹوٹ گئی سب دل کی آس
ہم ہیں اپنے آپ سے دور — جب سے ہے کوئی اپنے پاس
ہم نے نہ کی ہیروں کی قدر — نکلا ایک اک اشک الماس
دل ہے حسن کا آئینہ — نظریں ہیں دل کی عکّاس
ہم ہیں وہ کشتۂ ذوق فنا — آئی نہ جن کو موت بھی راس

قابل انکے ہیں بیم ورجا
اپنی امید نہ اپنی یاس

یہ چھیڑ رہتی ہے انکی ہر اجنبی کے ساتھ — کبھی کسی کے قریں ہیں کبھی کسی کے ساتھ
نفس نفس پہ دیا دم فنا کی صورت پر — تمام عمر رہی چھیڑ زندگی کے ساتھ
مزاج عشق کی ترکیب کچھ نرالی ہے — جنون کی بھی ملاوٹ ہے آگہی کے ساتھ
خدا کے در پہ جو سر ہے تو دل بتوں کی طرف — عجب مذاق کیا ہم نے بندگی کے ساتھ
یہ التفات مسلسل ہے اپنے ساقی کا — کہ ذوق میکشی بڑھتا ہے تشنگی کے ساتھ
بہار آئی ہے کیا قاصد خزاں بن کر — کہ سینہ چاک ہے گل کا شگفتگی کے ساتھ
چمن میں شبنم گریہ نے کیا جمایا رنگ — گلوں کی آنکھوں سے آنسو بہے ہنسی کے ساتھ
ہمیں پہ جور مسلسل ہمیں پہ ناز بھی ہے — ہمیں سے انکو لگاوٹ ہے بے رخی کے ساتھ
محال عیش و طرب ہے جہاں فانی میں — کہ رنج و غم کا بکھیڑا ہے زندگی کے ساتھ

رضائے دوست تھی مقصود زندگی قابل
کہ راہ عشق میں دی جان بھی خوشی کے ساتھ

بخشش کا بھی یقین تھا تر دامنی کے ساتھ
رندوں نے یوں گناہ کئے ہیں خوشی کے ساتھ

کلفت کا غم کیا نہ کیا رنج کا ملال
یوں زندگی گزار دی آسودگی کے ساتھ

ہے اضطراب بحر سے قائم نظام بحر
ہے جمع خاطری فقط آشفتگی کے ساتھ

اہل فنا کی نظروں میں ہے عین خود کشی
گر ہوش زندگی کا رہا بندگی کے ساتھ

دولت کی چاہ کی نہ کیا مفلسی کا غم
کی زیست ہم نے راحت و آسودگی کے ساتھ

دیکھا بہار کو جو خزاں کا پیام بر
پھولوں نے آنکھیں پھیر لیں افسردگی کے ساتھ

اتنا تو بلبلوں کو ہے پاس مزاج گل
نکلی ہے لب سے آہ بھی آہستگی کے ساتھ

اس کے نیاز مند ہیں جو بے نیاز ہے
قابل ہمیں ہے ناز مگر عاجزی کے ساتھ

○

نگاہ لطف اے ساقی اگر اک بار ہو جائے
تو یہ ویرانۂ دل پھر گل و گلزار ہو جائے

عجب کیا جان لیوا حسرت دیدار ہو جائے
ہجوم جلوہ چشم شوق کو دیوار ہو جائے

حقیقت ہم پہ کھل جائے اگر اسباب ہستی کی
تو اپنا ہر نفس آمادۂ پیکار ہو جائے

خرد ہی کے لوازم ہیں جنون و وحشت ہستی
جسے دیوانگی مطلوب ہو ہشیار ہو جائے

تصور صبح محشر کا ہو اتنا شام فرقت بھی
کہ شب کی تیرگی آئینہ انوار ہو جائے

مرا گلزار الفت غنچہ و گل کو ترستا ہے
کوئی قلب حزیں پر پھر نظر کا وار ہو جائے

جسے ازارہ الفت جور پیہم سے نوازا تھا
اسی دل کی طرف پھر اک نظر سرکار ہو جائے

محبت چارہ ساز دیدہ و دل ہو تو پھر قابل
خرد کی آنکھ لگ جائے جنوں بیدار ہو جائے

○

میرے دل کی میرے لب پر التجا ہیں آپ ہی — عالم فرقت میں ہونٹوں کی دعا ہیں آپ ہی
خود نگاہ و خود شناس و خود نما ہیں آپ ہی — آپ ہیں رنگ فنا نقش بقا ہیں آپ ہی
آپ ہیں حشر و ازل اور آپ ہی موت و حیات — اور پھر ہست و عدم کا فاصلہ ہیں آپ ہی
آپ ہی گلزار ہستی کی بہار جانفزا — آپ ہی ہیں غنچہ و گل اور صبا ہیں آپ ہی
آپ سوز آرزو ہیں آپ درد جستجو — آپ ہی جرم محبت اور سزا ہیں آپ ہی
آپ ہیں حسن یگانہ آپ ہیں چشم طلب — آپ ہی عشق اور دل بے مدعا ہیں آپ ہی
آپ دامان طلب ہیں آپ ہیں دست سوال — آپ مسئول اور سائل کی صدا ہیں آپ ہی
آپ غنچوں کی چٹک ہیں آپ پھولوں کی مہک — ساز گلشن آپ بلبل کی ادا ہیں آپ ہی
آپ قطرہ آپ ہی ہیں بحر ناپیدا کنار — آپ ذرہ اور صحرا کی فضا ہیں آپ ہی
آپ ہی عشق و محبت کا نیاز بندگی — حسن مستور آپ اور اسکی ادا ہیں آپ ہی
آپ ہی قلب و نظر کی حسرت سجدہ طراز — قبلہ دیں آپ حسن حق نما ہیں آپ ہی
آپ ہی شان توکل آپ ہی معراج صبر — سچ تو یہ ہے طاقت ہر بے نوا ہیں آپ ہی
حسن کا ناز جفا ہے آپکی شان جلال — آپ اخلاص محبت ہیں وفا ہیں آپ ہی
جینے والوں کیلئے ہیں آپ توفیق قضا — مرنے والوں کیلئے حشر آزما ہیں آپ ہی

پرسش روز قیامت کا ہو پھر کیا خوف اسے
ولی سمجھتا ہے کہ قابل کے خدا ہیں آپ ہی

○

برق صورت گزر گیا کوئی — اِدھر آیا اُدھر گیا کوئی
بن کے تیر نگاہ برق انداز — کیسا دل میں اتر گیا کوئی
بے وفا بن کے سب بے وفائی کا — مجھ پہ الزام دھر گیا کوئی
میرے قلب و نگاہ میں بس کر — بن کے شمس و قمر گیا کوئی
راس آئی نہ جب بہار جمال — پھول بن کر بکھر گیا کوئی

رخ رنگیں دکھا کے پھولوں سے   دامن دل کو بھر گیا کوئی
صورت صبح وصل جب دیکھی   خوف فرقت سے مر گیا کوئی
کیسا مقتل سجایا قاتل نے   کٹی گردن نہ سر گیا کوئی

قابل آئینہ بن کے آیا تھا
ہو کے آئینہ گر گیا کوئی

○

ہر نفس روح فزا ہو جیسے   تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے
جسم سے روح جدا ہو جیسے   تیری فرقت ہی قضا ہو جیسے
راہ ہستی میں ہیں گم ہوش و حواس   تو مجھے بھول گیا جو جیسے
ہے یہ ایک ایک نفس کا عالم   تیری خاموش صدا ہو جیسے
خلوت دل میں ترا ناز خرام   اک قیامت سی بپا ہو جیسے
اپنی صورت پہ قمر کو ہے ناز   تیرا نقش کف پا ہو جیسے
ہر نفس تیرے قدم کی آہٹ   دل کو دھوکا سا ہوا ہو جیسے
زندگی ہم سے ہے لرزاں کتنی   اپنی مٹھی میں قضا ہو جیسے
تیرے پیکان نظر کا اعجاز   دل کوئی آبلہ پا ہو جیسے
اپنے کانوں میں نوائے نالہ   گنبد دل کی صدا ہو جیسے

دیکھا قابل کے بیاں کا انداز
شاعر شعلہ نوا ہو جیسے

○

آس دیدار کی بندھی ہے ابھی   چشم فرقت میں روشنی ہے ابھی
اپنی فکر و نگاہ پر غالب   کیف نغمات سرمدی ہے ابھی

جو کبھی چشم غم سے بھڑکی تھی   آگ دل میں وہی دبی ہے ابھی
بندوں بس کبریائی کی ہے ادا   دل میں پندار بندگی ہے ابھی
مرگ پروانہ کا ہے اسکو غم   شمع کا رنگ ماتمی ہے ابھی
وہ جو شمع ازل نے بخشی تھی   وہی آنکھوں میں روشنی ہے ابھی
ہے وہ تصویر آئینہ بیزار   دل کو ناز شکستگی ہے ابھی
زلف بنگال کے ہے دام میں دل   راجشاہی کی لو لگی ہے ابھی

جانے قابل وہ حور تھی کہ پری
جو نظر سے گزر گئی ہے ابھی

○

جب رادھر چشم سرگیں، ہو گی   روزو شب کی خبر نہیں ہو گی
ان کے در پر اگر جبیں ہو گی   بندگی عرش کی مکیں ہو گی
گر مخاطب وہ نازنیں ہو گی   ہم سے تو بات بھی نہیں ہو گی
سنگ در انکا جسکو سمجھے ہو   ہو نہ ہو وہ مری جبیں ہو گی
جہاں ہو گا دل نظارہ طلب   نگہ شوق بھی وہیں ہو گی
مصحف رخ کو دیکھتے ہی ترے   ہر نظر آیت مبیں ہو گی
نگہ نار نے جو کی گردش   چرخ ہو گا نہ یہ زمیں ہو گی
ہم نے ایسے ستارے دیکھے ہیں   جن سے خم چاند کی جبیں ہو گی
جس کو نرگس کا پھول کہتے ہیں   آپ کی چشم شرگیں ہو گی

بعد مردن بھی قبر میں قابل
دل نشیں، صورت حسیں ہو ئی

○

جفائے دوست کا محشر میں کیا گلہ کرتے — تمام عمر جنھیں ہو گئی وفا کرتے
فراغ اگر غم جاناں سے ہوتا ہم کو نصیب — تو اس جہان میں ہم رنج ماسوا کرتے
نہ ہوتا کیف حضوری اگر ہمیں حاصل — جبیں شوق کو سجدوں سے آشنا کرتے
زمیں کی لاج رکھی دور چرخ نے ورنہ — جو دشمنوں سے ہوا ہے وہ آشنا کرتے
نہ ہو اجازت محبوب تو ہے بات گناہ — جو اذن ملتا تو ہم عرض مدعا کرتے
ہیں اپنے دیدہ و دل حسن کے مزاج شناس — اشارہ پاتے نظر کا تو حوصلہ کرتے
خیال انہیں دل مشتاق دید کا ہوتا — تو آئینہ سے نہ تصویر کو جدا کرتے
سرور و کیف طلب کا جو ہو ہمیں عرفاں — تمام عمر گزر جائے التجا کرتے

وہ جانتے تھے کہ قابل ہے عشق کا پیکر
جمال حسن سے کیوں اسکو آشنا کرتے

حسن کو حسن حقیقت آشنا ہم نے کیا — کیا غضب ڈھایا کہ اس بت کو خدا ہم نے کیا
حسن مستور ازل کو خود نما ہم نے کیا — اپنے حق میں آپ سامان قضا ہم نے کیا
دیکھ کر تیر نظر کی زخم دل سے چھیڑ چھاڑ — انکی آنکھوں کو تبسم آشنا ہم نے کیا
پایا جب اسکی طلب میں خود کو راہ حق سے دور — دیدہ و دانستہ اس بت کو خفا ہم نے کیا
حسن کے حسن تصور کو کیا ایماں شکن — دل کے آئینہ کو صورت آشنا ہم نے کیا
فکر باطل کا کرشمہ ہے من و تو کا جمال — ماسوا کو خود حقیقت سے جدا ہم نے کیا
دیکھ کر ہر موج کے پردے میں ساحل کی نمود — عشق کو طوفان غم میں ناخدا ہم نے کیا
جب کیا اس آئینہ سے تیری صورت نے گریز — ثبت لوح دل پہ ترا نقش پا ہم نے کیا
دیکھ کر آمادۂ اظہار اس بت کا جمال — صبر دل کو اپنے مجروح دعا ہم نے کیا
کیوں لطافت حسن کی ہوتی کثافت آشنا — رنگ و بو کو ایک اک گل سے جدا ہم نے کیا

خود لگائی آرزوؤں پر غم جاناں کی مہُر　　قلب آوارہ کو یوں بے دست وپا ہم نے کیا

حسن کو قابل کیا کیوں دیدہ و دل آشنا
کر دیا بیدار فتنوں کو یہ کیا ہم نے کیا

○

جب ترے جلوے چار سو ٹھہرے　　دل میں کیوں تیری آرزو ٹھہرے
کیوں نہ موضوعِ گفتگو ٹھہرے　　جس کی ہر بات صرف تو ٹھہرے
روز میخانے کا طواف کریں　　گردشِ ساغر وسبو ٹھہرے
کس کو ہو ذوقِ بادہ شبنم　　پھول تو سارے باوضو ٹھہرے
ہے نسیمِ چمن جو آوارہ　　کیا گلستاں میں رنگ و بو ٹھہرے
کون ماتم کرے بہاروں کا　　گل تو گلشن میں خندہ رو ٹھہرے
ہم سے رندوں کے ہوں ندیم وہ کیوں　　شیخ صاحب فرشتہ خو ٹھہرے
اب مرے خونِ آرزو کی بہار　　دستِ قاتل سے تا گلو ٹھہرے
چشمِ پُر اشک میں ترا قامت　　ایک شمشاد آبجو ٹھہرے

نکلا کیا بے وفا دلِ قابل
بات جب ہے کہ روبرو ٹھہرے

○

اظہار تمنا کی تمنا نہیں کرتے　　ہم ضبطِ غمِ عشق کو رسوا نہیں کرتے
اے ساقیِ گل رو جو ترے مست نظر ہیں　　دامن کبھی آلودۂ صہبا نہیں کرتے
بدنام کہیں وہ نگہ ناز نہ ہو جائے　　ہم دل کے بھی لٹ جانے کا چرچا نہیں کرتے

کرتے ہیں طواف دل و دیدہ ترے غم میں — جو اہل نظر ہیں تجھے ڈھونڈا نہیں کرتے
دل میں نگہ ناز کھلا دیتی ہے جو پھول — ان زخموں کا اپنے وہ مداوا نہیں کرتے
تسخیر دل و جاں تری نظروں کا ہے اعجاز — ہم جذب محبت کا بھی دعویٰ نہیں کرتے
ہر دم ہے جنھیں تیرے تصور سے سروکار — دنیا میں خیال غم فردا نہیں کرتے
جس میں دل دیوانہ ہو جلووں کے مقابل — کیوں ایسی قیامت ابھی برپا نہیں کرتے
دیکھا تھا کہ دل جان کے دینے کو ہے بیتاب — کیوں اپنی نگاہوں سے اشارا نہیں کرتے
اپنی ہی طلب ہے ہمیں اپنا ہی تجسس — ہم بھول کے بھی تیری تمنا نہیں کرتے

قابل دل پر غم کے مقابل ہیں وہ نظریں
اس ذرہ کو اب کس لیے صحرا نہیں کرتے

○

وہ جاتے جاتے ہمیں بات یہ جتا کے چلے — جسے نہ مرنا ہو رستے پہ وہ نظر اٹھا کے چلے
مسرتوں کا ہوا ہے سدا الم انجام — ہنسانے والے ہمیں کس لئے رلا کے چلے
وہ دیکھیے انہیں دل کا خیال آ ہی گیا — چلے وہ ناوک مژگاں وہ تیر ادا کے چلے
سمجھتے تھے کہ کریں گے وہ قصر دل تعمیر — جو آئے اور نگاہوں سے حشر ڈھاکے چلے
قدم قدم پہ یہاں خار زار حسرت ہے — چلے جو راہ پہ دل کی نظر اٹھا کے چلے
میں کس طرح انہیں معمار چشم و دل سمجھوں — بنانے آئے تھے قلب و نظر مٹا کے چلے

اسیر گیسوئے بتاں ہیں ابھی قابل
کراچی آئے کراچی سے سیدھے ڈھاکے چلے

○

نہیں وہ رند جو اللہ سے دعا نہ کرے — گناہگار رکھے ہم کو پارسا نہ کرے
عجیب شے ہے خدا رکھے سوز الفت بھی — جسے یہ درد ملا ہو کبھی دوا نہ کرے
یہ حکم ہے ہمیں جو بھی عزیز رکھتا ہے — وہ بھول کر بھی محبت کا ادعا نہ کرے
وہ کیوں نہ کعبہ عارض سے تیرے پھیرلے رخ — جسے اسیر ترا گیسوئے دوتا نہ کرے
جو بخشے جانے کی خاطر گناہگار بنے — توجہ اس پہ بھلا رحمت خدا نہ کرے
کرے نہ دل تری صورت سے صورتیں پیدا — جو کام آئینہ گر کا ہے آئینہ نہ کرے

جو بندہ عقل و خرد کا جہاں میں ہے قابل
رہ جنوں پہ وہ چلنے کا حوصلہ نہ کرے

○

سر سے طوفان شب غم جو گزر جاتا ہے — رخ ذرا صبح قیامت کا نکھر جاتا ہے
ہو اگر ہوتا ہے دل خنجر ابرو سے شہید — کہیں اس شوخ کا انداز نظر جاتا ہے
دل آوارہ کو ہے دشت نوردی میں سکوں — وہی جلوہ نظر آتا ہے جدھر جاتا ہے
دل دیوانہ یہ ہے۔ راہ محبت ہشیار — پاؤں اٹھنے بھی نہیں پاتے کہ سر جاتا ہے
درحقیقت ہے وہی زندۂ جاوید فنا — نام مرکر رہ الفت میں جو کر جاتا ہے
ہوتا ہے پیری میں انسان کو عرفان حیات — وقت جب جینے کا آتا ہے تو مر جاتا ہے

رحلت فخری☆ پہ دل کی یہ فغاں تھی قابل
سامنے آنکھوں کے وہ نور نظر جاتا ہے

☆ شاعر کے فرزند جو نو عمری میں انتقال کر گئے

○

ہم انکی محبت کا تو دعویٰ نہیں کرتے — لیکن نگہ شوق کا سودا نہیں کرتے

آتا ہے حجاب انکو فقط چشم طلب سے — اے قلب حزیں تجھ سے تو پردا نہیں کرتے

جس طرح دل و دیدہ ہوئے کشتہ دیدار — یوں دیکھنے والے تجھے دیکھا نہیں کرتے

اے حسن نہاں ہم کو ترا پاس ہے اتنا — خود ہوتے ہیں رسوا تجھے رسوا نہیں کرتے

ہے دل کی تڑپ انکے لئے وجہ مسرت — یوں درد محبت کا مداوا نہیں کرتے

تقدیر پہ شاکر ہیں رہ عشق میں قابل
ہم ان سے کسی بات کا شکوا نہیں کرتے

کروٹ وہ لی ہے گردش لیل و نہار نے — دل بھی لگا نگاہ کا صدقہ اتارنے

ہوش و حواس انکے تصور میں کھو چکے — گم صم کیا ہے حسرت دیدار یار نے

زخم فسردگی ہے مآل شگفتگی — گل میں خزاں کی روح بھری ہے بہار نے

مارے ہوئے ہیں کشمکش ہست و نیست کے — ہم پر کیا ہے جبر غم اختیار نے

یوں حکمراں ہیں راہ سلامت روی سے دور — اندھا کیا ہے خیرگیٔ اقتدار نے

ڈھائی ہیں خوف حشر نے دل پر قیامتیں — ہر غم بھلا دیا غم روز شمار نے

گزری قیامت اور خبر تک نہیں ہوئی — اس طرح طول کھینچا شب انتظار نے

دنیا کا کام کر کے ہوا دین کا شعور — آنکھیں ہماری کھول دیں انجام کار نے

بھٹکا سکا نہ جادۂ دیں سے جمال کفر
قابل کرم کیا مرے پروردگار نے

اس نے جو نقاب اٹھا دیا ہے   اک پردہ نیا گرا دیا ہے
دم دے کے بھی ہم نے کیا دیا ہے   جو آپ سے تھا لیا دیا ہے
دل دے کے کسی نے بحر الفت   اک قطرہ ہی میں سما دیا ہے
خود آشنا ہم کو کر کے اس نے   اپنا ہی پتہ بتا دیا ہے
پھولوں نے چمن میں مسکرا کر   اک نغمہ غم سنا دیا ہے
اس در پہ جو جان دی ہے دل نے   کوئی یہ بتائے کیا دیا ہے
اے دیدۂ ہجر سوز غم نے   زہر آنسوؤں میں ملا دیا ہے
اے خار جنوں تری خلش نے   دل میں نیا گل کھلا دیا ہے
اک قطرہ تھا دل بنا کے دریا   آنکھوں سے مری بہا دیا ہے
انجام سے بے خبر بنا کر   ہم کو غم ابتدا دیا ہے
آئے ہیں وہ چارہ ساز بن کر   اک درد نے کیا مزا دیا ہے

قابل ہمیں دے کے اپنی صورت
اس بت نے حجاب اٹھا دیا ہے

○

نظر سے پردۂ ہستی بھی ہم اٹھا نہ سکے   جہاں کو جانچا مگر خود کو آزما نہ سکے
خزاں کے خوف نے دل کے اڑائے وہ ٹکڑے   کہ پھول باغ میں کھل کر بھی مسکرا نہ سکے
وہ آرزو و نظر بن کے چشم و دل میں رہے   یہ مدعا تھا کہ آنکھیں کوئی ملا نہ سکے
جو اک نظر تجھے دیکھا تو یہ ہوا عالم   کہ حسن ہر دو جہاں ہم نظر میں لا نہ سکے
ستم ظریفی فصل بہار کیا کہنا   ہنسا ہنسا کے بھی پھولوں کو جو رلا نہ سکے
گلوں کا چاک جگر پردہ دار غم کا ہوا   تو کیا وہ گریہ شبنم کا راز پا نہ سکے
مری فنا ہی بقا کا سبب ہوئی مجھکو   مجھے مٹا کے وہ نقش عدم مٹا نہ سکے

ہم اپنی جان سے گزرے کہ وہ ہمارے ہوں — مگر ہم اس پہ بھی اپنا انہیں بنا نہ سکے
قیامت آ بھی گئی حشر بھی ہوا برپا — وہ خفتگان ازل کو مگر جگا نہ سکے
میں ایک قطرہ بحر فنا سہی لیکن — وہ ایک قطرہ سمندر میں جو سما نہ سکے
ہم انکی راہ محبت کے وہ مسافر ہیں — کہ جن کا بیٹھ گیا دل قدم اٹھا نہ سکے

زمانے بھر سے لی داد سخن تو کیا قابل
جب اپنے دوست کو اپنی غزل سنا نہ سکے

○

درس جنوں خرد کو سکھا جانا چاہیئے — دل کو حدیث عشق سنا جانا چاہیئے
دل اشک بن کے آ ہی گیا چشم شوق تک — اب بزم دل ربا میں بہا جانا چاہیئے
اپنی نگاہ میں نہیں ہستی کا کچھ وقار — یہ پردۂ دوی بھی اٹھا جانا چاہیئے
کیوں کوئے دلربا کا پتہ غیر کو ملے — اس رہ میں نقش پا بھی مٹا جانا چاہیئے
بے مہری عزیز ویگانہ ہے زخم روح — اب ہمکو اس جہاں سے چلا جانا چاہیئے
آراستہ ہیں دیدہ و دل انکے واسطے — انکو حریم ناز میں آجانا چاہیئے
دیوانوں کے بغیر سجے گی یہ بزم دید — اے صور حشر ہمکو جگا جانا چاہیئے
لب بستہ ہر کلی ہے امید بہار میں — موج نسیم ان کو کھلا جانا چاہیئے

مطلوب آبیاری جو کشت وفا کی ہے
قابل سر اسکی رہ میں کٹا جانا چاہیئے

○

جانا نہ. ہاتھ خالی آنکھوں میں بسنے والے — دل جان کر دیئے ہیں ہم نے ترے حوالے
بُنتے رہے ہیں دل پر شام و سحر کے جالے — عارض یہ گورے گورے گیسو یہ کالے کالے

مرتے ہیں جو وفا پر بھاری ہیں وہ قضا پر / دل ہو کہ چشم مضطر دونوں ہیں یہ جیالے
وہ بھی ہیں جو خدا سے پھر کر ہوئے بتوں کے / ہمکو کیا بتوں نے اللہ کے حوالے
کس طرح پا سکیں گے واعظ حرم کی منزل / ہے جنکا کعبہ دیں اصنام اور شوالے
مایوس آرزو ہوں پامال جستجو ہوں / مرتا ہوں اس طلب میں اپنا کوئی بنالے
یہ کہہ کے اک مریض فرقت نے دیدیا دم / ہم روٹھتے ہیں ہم کو آ کر کوئی منا لے
ایک اک نظر کو دیکھا ایک اک نفس کو پرکھا / سب موت کی مشینیں سب ہیں اجل کے آلے
اب انجم و کہکشاں کی اڑتی ہے خاک سر پر / گرد اپنے چاند کے ہیں قلب و نظر کے ہالے
اب فرق حق و باطل نظروں سے اٹھ گیا ہے / ہیں جلوہ گاہ اسکی مسجد ہوں یا شوالے

دھونے پڑیں گے ان کے کوچے میں ہاتھ جاں سے
دو حرف دل بھی قابل منہ سے اگر نکالے

میں ترا دل ہوں تو سینے سے لگالے مجھکو / اور نظر ہوں تو پھر آنکھوں میں چھپالے مجھکو
دیدہ و دل رہے ہر لحظہ سنبھالے مجھکو / عشق میں پھر بھی پڑے جان کے لالے مجھکو
کھلنے پائے نہ سفر میں مری منزل کا نشاں / وہ کہیں راہ طلب ہی میں نہ پالے مجھکو
دیکھنے آئے وہ سرگشتہ دشت غم کو / راس آئے ہیں مرے پاؤں کے چھالے مجھکو
ان کی محفل میں جو پہنچوں تو زباں سے نکلے / لڑکھڑاتے ہیں قدم کوئی سنبھالے مجھکو
بھری دنیا میں تری یوں ہوں میں تنہائی پسند / غیر کوئی کہیں اپنا نہ بنالے مجھکو
کس کے کانوں کو میسر ہیں بھلا حسن کے چاند / کر گئے حلقہ بگوش آپ کے بالے مجھکو

قابل آنکھوں میں مری شام الم اشک فراق
نظر آتے ہیں اندھیرے میں اجالے مجھکو

عکس جلوہ ہے چشم پرنم پر ہے مسرت کا سایہ بھی غم پر
سر بالیں ہیں زلف بکھرائے جان صدقے کسی کے ماتم پر
اللہ اللہ رے غرور جفا بے وفائی کا ہے گماں ہم پر
یوں بھرا اس نظر نے دل کا جام پڑ گئی اوس ساغر جم پر
ہوا سرزد گناہ کیا ہم سے کس لئے ہنس رہے ہیں وہ ہم پر
دیکھا اک بحر خون مسلم بھی ہم نے گنگ و جمن کے سنگم پر
ان کی شیریں زباں سے دل ہشیار انگبیں کا گماں نہ کرسم پر
دیکھ کر صید افگنی کا شوق دل نے دی جان زلف کے خم پر
ہے فقط سانس نزع کا ساتھی جان قربان ایسے ہمدم پر

ہے یہ انداز حضرت قابل
مسکراتے ہیں درد پیہم پر

○

تیرے قدموں کے ناز اٹھانے کو ہم نے ٹھکرا دیا زمانے کو
صید جلوہ ہیں جادہ و منزل راہ آنے کو ہے نہ جانے کو
کارگاہ فساد ہے دنیا ہے زمانہ فریب کھانے کو
ہیں فقط پھول ادا شناس صبا یہ سمجھتے ہیں گد گدانے کو

آرزو یہ سر نیاز کی ہے
جذب کر لوں اس آستانے کو

○

رنگیں ہے کس قدر مرے رنگیں ادا کی یاد ہے قلب گل میں بلبل شعلہ نوا کی یاد
کیوں خضر راہ عشق نہ ہو رہنما کی یاد بندوں کی مغفرت کی ہے ضامن خدا کی یاد

دل دام صبح و شام کا ہو کر رہا اسیر　　یوں رخ نما ہوئی تری زلف دوتا کی یاد
فرقت میں ہر نفس بھی قیامت سے کم نہیں　　کیا جانے کیا دکھائے مجھے دلربا کی یاد
ہر ساعت اسکا ذکر ہے ہر لحظ اسکی فکر　　دیوانہ کر نہ دے کہیں صبح و مسا کی یاد

قابل جہان زیست میں ہے عاقبت کی فکر
ہے ابتداء سے دل میں مکیں انتہا کی یاد

عاشقی کا ملال کیا جانیں　　وہ مرے دل کا حال کیا جانیں
جو خیال ازل میں ہیں لرزاں　　زندگی کا مآل کیا جانیں
پھول شبنم کے چند قطروں کو　　عرق انفعال کیا جانیں
ان کو اپنے جواب سے مطلب　　کیا ہے میرا سوال کیا جانیں
ان کی زلفوں میں دیدہ و دل کا　　قید ہے بال بال کیا جانیں
وہ قیامت کو جانتے ہیں حشر　　ہے یہ یوم وصال کیا جانیں

ان کے گھر کا ہے اک گدا قابل
ہے وہ اہل کمال کیا جانیں

میری نگاہ شوق سے کیوں نہ نظر ملا سکے　　وہ مرے سامنے کوئی مری غزل نہ گا سکے
تیرا تصور لطیف ہوتا نگاہ سے کثیف　　چشم خیال میں بھی ہم تجھ کو کبھی نہ لا سکے
اتنا بھی بس نہیں ہمیں قلب و نگاہ شوق پر　　اشک کی طرح آنکھ سے دل کو نہ ہم گرا سکے
میری فنا میں بھی عجیب شان بقا کی ہے نمود　　نقش قدم ہوں انکا میں کون مجھے اٹھا سکے

قابل زار مثل جاں اپنے سخن میں ہوں نہاں
سمجھے نہ جو مرا کلام کیسے وہ مجھکو پا سکے

چمن کے ہیں قریں جس طرح آگے بن کے بیٹھے ہیں
جنم میں بھی ہم جلوے لیئے گلشن کے بیٹھے ہیں

چھپا کر چاند سی صورت جگر پر داغ ڈالے ہیں
ہمارے قلب پر سکّے تری چلمن کے بیٹھے ہیں

خس و خاشاک گلشن میری صحبت سے گراں ٹھہرے
نشیمن میں جو ہیں تنکے وہ لاکھوں من کے بیٹھے ہیں

جو اٹھے ہیں تو ہم لیکر بلائیں تیری زلفوں کی
جو بیٹھے ہیں تو سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

رقیبوں ہی کی قسمت میں ہے رخ بھی اور نظریں بھی
بت بے مہر ہم بھی منتظر درشن کے بیٹھے ہیں

قیامت ڈھائے گی قابل جھڑی فرقت کے اشکوں کی
کہ قاصد دونوں آنکھوں میں مری ساون کے بیٹھے ہیں

○

وقت پیری قدم رکاب میں ہے
عشق کا لطف بس شباب میں ہے

ماہ میں ہے نہ آفتاب میں ہے
جو تجلی رخ جناب میں ہے

محو دل یاد بوتراب میں ہے
دولت دیں مرے حساب میں ہے

جس سے ایمان و دیں ہیں لرزہ بہ تن
ایسی کیا شے شراب ناب میں ہے

اب نظر ہی کہیں نہیں جمتی
کون یہ چشم انتخاب میں ہے

شیخ جنت جسے سمجھتے ہیں
دشت وہ بھی دل خراب میں ہے

بے نیاز آپ سے بھی ہے قابل
آپ کا جلوہ کس حساب میں ہے

○

لذت جرم ارتکاب میں ہے   اسکی توفیق بھی شباب میں ہے
جلوہ جو ماہ و آفتاب میں ہے   وہی موج شراب ناب میں ہے
حق کی ضو حسن بوتراب میں ہے   خاک بھی نور کے حساب میں ہے
جستجو جسکی تھی ازل سے وہ دل   آج حاضر تری جناب میں ہے
شیخ کل تک مکین جنت تھا   آج کیوں عالم خراب میں ہے

موت سے بھی نہ بات کی قابل
زیست بیچاری کس حساب میں ہے

○

اف تیرا جلوہ اف بے حجابی   مصحف ایماں روئے کتابی
مخمور آنکھیں دل بھی شرابی   اللہ رہے اس رخ کی گلابی
دیکھی جنوں کی یہ ہمرکابی   بحر الم سے گزرا سرابی
آئینہ بھی دل پرتو بھی رخ کا   یہ بے مثالی یہ لاجوابی

رخ عارفانہ دل غازیانہ
قابل کی فطرت ہے بوترابی

○

دو عالم کو زیرو زبر دیکھ لیتے   انہیں چاند تارے اگر دیکھ لیتے
نظر آتا وہ رخ اگر زیر گیسو   تو ہم شام غم کی سحر دیکھ لیتے
نظر اپنی اٹھتی اگر دل کی جانب   تو ہم روئے آئینہ گر دیکھ لیتے
ہنسی کو لگاتے نہ منہ گلستاں میں   جو گل اپنا زخم جگر دیکھ لیتے
انہیں دیکھ پاتے بسوز شب غم   تو دوزخ میں خلد نظر دیکھ لیتے

عدم کے جو رہرو ہیں رخصت سے پہلے ذرا اپنا زاد سفر دیکھ لیتے
اگر دیکھتے اپنی ہستی کو قابل
انہیں ہم بشان دگر دیکھ لیتے

○

نگہ التفات ہو جاتی بات کیا تھی جو بات ہو جاتی
آپ ملتے تو آپ ہی سے کچھ بحث ذات و صفات ہو جاتی
اور کیا ہوتا حشر میں ہستی کشتۂ حادثات ہو جاتی
وہ نہ آتے اگر قیامت میں صبح محشر بھی رات ہو جاتی
چشم و دل گر نہ ہوتے شکوہ سنج
قابل اس بت کی بات ہو جاتی

○

شمع تجلیات کا پروانہ بن کے جی اے دل کسی کے حسن کا افسانہ نہ بن کے جی
جی اور اپنی ذات سے بیگانہ بن کے جی غافل جمال دوست کا نذرانہ بن کے جی
مد نظر رکھ اپنے کہ انجام ہو بخیر کعبہ کی آرزو ہے تو بت خانہ بن کے جی
سب اہل میکدہ ترے رخ سے ہوں بہرہ مند ساقی کی چشم ناز کا پیمانہ بن کے جی
ظلم و جفائے دوست سے کر دل کو اپنے خاک اس زلف مشکبار کا اک شانہ بن کے جی
پھل پھولنے سے تیرے زمانہ ہو فیضیاب تو کشت زار دہر میں اک دانہ بن کے جی
قابل رہ حیات بھی دار فنا میں ہے
دنیائے عقل و ہوش میں دیوانہ بن کے جی

○

محبت کا بار گراں لیتے لیتے
تھکے وہ مرا امتحاں لیتے لیتے

تری یاد نے مضطرب ہمکو رکھا
کٹی زندگی سسکیاں لیتے لیتے

جفاؤں کا اس بت کی احسان پیہم
ہوئے سرگراں قلب و جاں لیتے لیتے

وہ کہتے ہیں ہم تجھ سے اکتا گئے ہیں
دعائے دل و چشم و جاں لیتے لیتے

ہوئے عاجز ارباب فن کتنے قابل
مری فکر کا امتحاں لیتے لیتے

دل ہے یوسف کا خریدار خدا خیر کرے
ہے کہاں مصر کا بازار خدا خیر کرے

کوئی غافل ہے نہ ہشیار خدا خیر کرے
کیا جہاں کو ہوا سرکار خدا خیر کرے

دل پُرشوق ہدف ہے نگۂ قاتل کا
پردہ سے ہوتا ہے اظہار خدا خیر کرے

حسرت دید میں اٹکا ہے نگاہوں میں دم
جاں بلب ہے تیرا بیمار خدا خیر کرے

بزم دشمن میں بھی اس بت نے جناب قابل
سن لئے آپ کے اشعار خدا خیر کرے

مرا عشق ہے حقیقی مرا غم نہیں مجازی
ہے ادائے دل نوازی ہی یہ تری ستم طرازی

جو نہ تو حجاب کرتا نہ میں آشکار ہوتا
ہے تیرے فسوں کا صدقہ یہ مری فسانہ سازی

مری زندگی کا باعث مری موت کا بہانہ
وہی تیری رخ نمائی وہی تیری حیلہ سازی

مرے دل کو اک جھلک سے کیا موم سنگدل نے
کوئی اس نظر کی دیکھے ذرا آئینہ طرازی

مرا دلربا ہے قابل مرا شاہد محبت
نہ عراقی و حجازی نہ وہ ترک ہے نہ تازی

تجلی ہے اگر وہ برق تو کیا کام حاصل سے گرے گی یہ میرے دل پراٹھی ہے یہ مرے دل سے
لگی ہے نزع میں اب کشتی انفاس ساحل سے یہ آسانی بھی ہاتھ آئی ہے میری جان مشکل سے
نگاہ مست نے کیا کردیا جادو سر محفل کہ جو ہشیار تھے وہ سب نظر آتے ہیں غافل سے
فقط مقصود راہ عشق کی ہے ۔جادہ پیائی نظر آتی ہے جب منزل پلٹ آتا ہوں منزل سے

یہ کیا پیہم اشارے ہو رہے ہیں غیر کی جانب
کوئی تازہ غزل کیا آپکو سنتا ہے قابل سے

○

تری ایک اک نظر ہے برق سوزاں کیا ہوا ہم سے
بتا تو اے عدوئے قلب و ایماں کیا ہوا ہم سے
تجھے تو کچھ خبر ہو گی بتا اے نالۂ بلبل
بہار آتے ہی چھوٹا کیوں گلستاں کیا ہوا ہم سے
تری تابش ہوئی کیوں ماند نکلا لب سے گر نالہ
بتا اے داغ دل کے ماہ تاباں کیا ہوا ہم سے
عدم ہے ترے پیچھے تو قیامت ہے ترے آگے
کدھر ہے رخ ترا عمر گریزاں کیا ہوا ہم سے
یہ خوں چھالوں کا ہے یا لالہ کاری ہے بیاباں کی
بتا تو ہی ہمیں خار مغیلاں کیا ہوا ہم سے
نظر آتے ہی اس کافر کے قابل کیا ہوا عالم
گریزاں کیوں ہیں ہم سے دین و ایماں کیا ہوا ہم سے

○

نہ علاقہ ہے جہاں سے نہ ہے ربط لامکاں سے
مجھے خود خبر نہیں ہے کہ میں آیا ہوں کہاں سے

ترے دل کی آرزو کا کبھی بھید ہی نہ کھلتا
مرے دل نے راہ پائی ترے شوق امتحاں سے

مرا وہم بھی ہے ظالم تری آنکھ کا اشارہ
مرے ہر نفس میں تو ہے یہ یقیں ہوا گماں سے

مجھے سجدہ کی ضرورت کہاں راہ عاشقی میں
کہ خدا بھی مل گیا ہے مجھے انکے آستاں سے

یہی بندگی کا مقصد یہی بندگی کا حاصل
کہ جبیں نہ ہو ممیز ترے سنگ آستاں سے

مرے راز دل کی قابل ہو طلب جسے جہاں میں
مرے دل کی بات پالے مرے حرف دلستاں سے

ہے کچھ نہ کچھ انکو دلچسپی قابل تیرے افسانے سے
آگے ترے بزم دشمن میں آتے ہیں نظر بیگانے سے

الفت ہے صراحی سے انکو ہے عشق انہیں پیمانے سے
لی جامہ تلاشی رندوں نے جب شیخ چلے میخانے سے

منہ دونوں جہاں سے موڑ لیا جب عشق سے رشتہ جوڑ لیا
سمجھے گا دل دیوانہ کیا ناصح ترے سمجھانے سے

اے باد صبا اس گل کی خبر بلبل کو خدارا پہنچا دے
کیا برق نے گلشن پھونک دیا اٹھا ہے دھواں کاشانے سے

لے ناز محبت دیکھ لیا انداز محبت دیکھ لیا
جب شام جدائی روٹھ گیا دل بہلا ترے بہلانے سے

روداد میں جو لذت ہے تری وہ اور کسی قصہ میں نہیں
بو عشق کی آتی ہے قابل ہم کو تو ترے افسانے سے

ہو کے تجلیوں میں گم اپنی طرف نہ آسکے   منزل حسن تو ملی منزل دل نہ پا سکے
اپنے نفس نفس میں ہے سوز حیات شعلہ زن   برق ہے شمع آشیاں کون اسے بجھا سکے
میرے تصورات نے کیا یہ نیا ستم کیا   اف ری لطافت خیال خواب میں وہ نہ آسکے
قابو نگاہ پر ترا دل پہ تھا تیرا اختیار   چاہا بھلا دیں ہم تجھے پھر بھی نہ ہم بھلا سکے
جنبش ہر نفس ہزار راہ نما ہوئی مگر   ایک دو گام بھی تو ہم انکی طرف نہ جا سکے
راہ فنا میں بھی رہے چشم فنا سے دور دور   موت کو بھی حیات کی شکل نہ ہم دکھا سکے

قابل اگر حیات ہے جلوۂ کائنات ہے
حشر میں عالم خیال کون کسے دکھا سکے

○

دل ہے وقف سوز پنہانی ہنوز   کر رہا ہوں غم کی مہمانی ہنوز
میری قسمت گھر کی دربانی ہنوز   انتظار حسن لاثانی ہنوز
جو ہوئی تھی انکی زلفوں سے نصیب   جوں کی توں ہے وہ پریشانی ہنوز
ناممکل سی نظر آتی ہے کیوں   آپ کی تخلیق انسانی ہنوز

دل گیا قابل نہ لیکن جا سکی
آپ کی یہ زمزمہ خوانی ہنوز

○

سرطور ہو کر سردار ہو کر   رہ دل میں آیا ہوں ہشیار ہو کر
مجاز و حقیقت سے بیزار ہو کر   سکوں پا رہا ہوں ترا یار ہو کر
مری بیخودی حد سے باہر نہیں ہے   کہ غافل ہوا ہوں میں ہشیار ہو کر
نفس اکھڑے اکھڑے نظر بہکی بہکی   کہاں آئے ہو میری سرکار ہو کر

تعارف ہوا مجھ سے کیوں دو جہاں کا　　رہا راز کیوں وقف اظہار ہو کر

نہیں اب نگاہوں سے مستور قابل
تری فکر چمکی ہے اشعار ہو کر

○

مری زیست اک فسانہ مری موت اک بہانہ　　ہے فنا کی آندھیوں میں مری شمع جاودانہ
مرا دل ہے پارہ پارہ مرے لب پہ ہے ترانہ　　ترے غم کی پردہ داری کا ہے ہر نفس بہانہ
میں بتاؤں کیا کہ کیا ہوں اسی غم میں مبتلا ہوں　　مرا دل ہے مومنانہ تو نگاہ کافرانہ
مری ہر نظر سے ظاہر ہے جمال حسن مخفی　　مرے ہر نفس میں پنہاں ہے حیات جاودانہ
مری بندگی میں پنہاں ہے حقیقت خدائی　　ترے ناز کی ہے مظہر مری شان عاجزانہ
تری آرزو سے روشن ہے مری نگاہ حسرت　　ہے حریم دل میں میرے ترا غم چراغ خانہ

مری حسرت دلی کی جو ہے پردہ دار قابل
مری اس نظر سے دنیا نہ تراش لے فسانہ

○

انفاس میں پنہاں ہو نظروں سے نمایاں ہو　　تم ہو نگہ و دیدہ تم میرے دل و جاں ہو
اے تاب رخ روشن اس گھر میں اجالا کر　　ظلمت کدہ دل میں دم بھر کو تو مہماں ہو
کہدیجئے تجلی سے پیش نگہ طالب　　یا صبح قیامت ہو یا چاک گریباں ہو
یہ ارض و سما کیا ہیں یہ دشت و دمن کیا ہیں　　فردوس بریں حق ہے آدم کا گر انساں ہو

تم کو دل قابل نے دیکھا ہے بچشم خود
ہر چیز میں پنہاں ہو ہر شے سے نمایاں ہو

○

فنا ہو کے بھی نقش ہوں جاودانہ   کہ تیری حقیقت ہے میرا فسانہ
ہمیں دونوں ہیں دو جہاں میں یگانہ   نہ تم سی حقیقت نہ مجھ سا فسانہ
مرا سر سہی سنگ دراں کا لیکن   مری ٹھوکروں میں ہے سارا زمانہ
ہوا منکشف عشق پردے میں اپنا   نظر راز دل تھی نظر ہی فسانہ
چمکتی ہے کیا برق سی سوئے گلشن   مرا آشیانہ مرا آشیانہ

وہ کہتے ہیں مومن ہے گو فکر قابل
مگر اسکا انداز ہے کافرانہ

یہاں نہ اہل خرد ہے نہ کوئی دیوانہ   جمال یار بناتا ہے خود سے بیگانہ
سپر ہیں دیدہ و دل جلوہ نہاں کے حضور   تری تجلی کا انداز ہے حریفانہ
چمن نے دل سے کیا خیر مقدم ساقی   بنا ہے غنچہ صراحی تو پھول پیمانہ
وہ میرے کعبہ دل سے قدم نکالیں تو   سجائے بیٹھا ہوں کب سے نظر میں بت خانہ

ہے سائل انکی تجلی کا اسطرح قابل
نظر فقیر مگر دل کا ناز شاہانہ

مجھ کو ہے تیری آرزو ترا جمال کچھ بھی ہو   مجھکو ہے بس ترا خیال تیرا خیال کچھ بھی ہو
تو نہ ستم سے ہاتھ اٹھا میرا مآل کچھ بھی ہو   دیدہ و دل کا کچھ ہو حشر جان کا حال کچھ بھی ہو
کر کے رہیگا ان سے دل عرض وصال کچھ بھی ہو   انکا جواب ہے ضرور میرا سوال کچھ بھی ہو
ہو گا جواب ناز حسن میرا نیاز عاشقی   بن کے رہونگا میں ضرور انکی مثال کچھ بھی ہو

راہ نفس میں ہر قدم ہونگی قیامتیں بپا　　اے مری عمر مختصر اب ترا حال کچھ بھی ہو
حشر کی راہ ہی سہی ہو کے رہے گی ایک دن　　پیدا شب فراق سے صبح وصال کچھ بھی ہو

قابل خوش نوا یہاں نغمے ترے سنے گا کون
آج کسے ہے قدر فن تیرا کمال کچھ بھی ہو

○

دل ایماں سراپا نظر کافرانہ　　یہ میری حقیقت یہ میرا فسانہ
اجل کے لئے تھی مری عمر فانی　　مری زندگی موت کا تھی بہانہ
مرے نقش فانی کو باقی بنایا　　محبت نے بخشا غم جاودانہ
میرے سانس نے زندگی دی فنا کو　　حقیقت بنا مرے دم سے فسانہ
ہوا سے سنورتے ہیں سنبل کے گیسو　　نہیں زلف فطرت کی مرہون شانہ

مریض محبت کی پہچان قابل
نہاں دل میں آہیں لبوں پہ ترانہ

○

کھلا نہ ساقی پہ بھی میرا راز جام و سبو　　نماز عشق پڑھی کر کے خون دل سے وضو
نہ مجھ میں وضع محبت نہ تجھ میں حسن کی خو　　یہ کس لئے دل و دیدہ بہا رہے ہیں لہو
بنا کے ناوک مژگاں بے رخی کا شہید　　نگاہ حسن مجھے ڈھونڈتی ہے اب ہر سو
مآل ہست و عدم کیا ہے کوئی کیا سمجھے　　تری تلاش میں میں ہوں مری تلاش میں تو

جو بنگلہ دیش میں قابل قیامتیں گزریں
ابھی دل انکے تصور سے رو رہا ہے لہو

○

کیا قضا کا ہے تعلق ترے بیمار کے ساتھ   جان کیوں آئی ہے ہونٹوں پہ دل زار کے ساتھ
عشق کا ربط ہے یہ حسن کے اسرار کے ساتھ   رنگ اڑتا ہے نظر کا بھی رخ یار کے ساتھ
تیرا بیمار محبت تھا کہ تھی اسکی روح   دیکھی پرچھائیں سی اک سایۂ دیوار کے ساتھ
حسرت دید کے ہمدوش ہے ارماں وصال   دل کی بیماری بھی ہے آنکھ کے آزار کے ساتھ

دونوں عالم پہ چلے اس کے سخن کا جادو
پختہ قابل ہو جو کردار بھی گفتار کے ساتھ

اے عشق کیا تو نے کیا وار حریفانہ   خود شمع حقیقت ہے پروانہ کی پروانہ
ہے چشم تمنا ہی حسن رخ جانانہ   بلوے ہیں عقیدت کے کعبہ ہے نہ بت خانہ
دیکھی تو نظر آئی پنہاں مری رگ رگ میں   وہ شمع حقیقت کی دل جس کا ہے پروانہ
دیکھی تری صورت بھی جلوے بھی ترے پرکھے   کعبہ ہے خیالوں میں نظروں میں صنم خانہ
زاہد تری طاعت بھی ہے حسن ریاکاری   زنّار ہے ہمرشتہ تسبیح کا ہر دانہ
دیوانہ ہوا ہے تو آپ اپنی تجلی کا   ہے شمع ترا پرتو سوز دل پروانہ
ہیں ارض و سما پیاسے اک جام تجلی کے   مے خانہ ہے کُل عالم ہر چیز ہے پیمانہ
یوں تجھ کو مہ خوبی دیکھا ہے محبت سے   صدقہ ہے نظر دل کا دل جان کا نذرانہ
عنقا ہے نگاہوں میں شاہیں کا نشیمن تک   آزادی کے متوالے رکھتے نہیں کاشانہ

یوں دامن وحشت میں دانش کا گریباں ہے
مطلب سے نہیں خالی قابل دل دیوانہ

تو کیا آئینہ دل نے بنایا رازداں مجھکو
کہ اپنے رخ پہ بھی ہونے لگا تیرا گماں مجھکو

یہ کیوں مل کر ستاتے ہیں زمین و آسماں مجھکو
دو عالم نے سمجھ رکھا ہے کیا نقش گراں مجھکو

یہ میری بے بسی ہے اختیاری راہ الفت میں
ہے مقصود اپنی مجبوری سے انکا امتحاں مجھکو

مرے اسباب ہستی ہی ہیں میری جان کے دشمن
جلائے جا رہا ہے برق بن کر آشیاں مجھکو

میں دامن بھرچکاہوں دوزخ وجنت کے جلوؤں سے
ہوائے دشت و در مجھ کو نہ شوق گلستاں مجھکو

کہاں کی حسرت وصل اور کس کا شوق نظارہ
انہیں دیکھوں تو حاصل ہو سکون قلب و جاں مجھکو

نقاب رخ نے پردہ میرے چہرے سے اٹھایا ہے
نمایاں کر رہا ہے آپ کا حسن نہاں مجھکو

دکھا کر رخ ازل میں مجھکو حشر جاوداں بخشا
ابھی تک یاد ہے پہلی نظر کی داستاں مجھکو

مری ہستی ہی قابل نیستی کی رہنما نکلی
فنا کی راہ پر لائی حیات جاوداں مجھکو

گلشن سے اٹھ چکا ہے قسمت کا آب و دانہ
اب ہے قفس کی زد میں بلبل کا آشیانہ

میری یہی حقیقت میرا یہی فسانہ
سر میرا سنگ در ہے دل تیرا آستانہ

میرے سرشک غم سے انجم ہیں خاک در کی
ہے میرے سوز دل سے بجلی چراغ خانہ

ہے چشم مست ساقی غارت گر دل و جاں
ایمان کی جو پوچھو ہے کفر کا زمانہ

جس سے بپا ہو محشر ہے خاک میرے دل کی
جل جائے برق جس سے ہے میرا آشیانہ

یہ کیسا تماشہ ہے اے جلوۂ جانانہ   دل ہی ترا کعبہ ہے دل ہی ترابت خانہ
اک نالۂ غم دیدہ اک لغزش مستانہ   یہ میری حقیقت ہے وہ آپ کا افسانہ
بخشے جو مرا ساقی پیمانہ بہ پیمانہ   کعبہ بنے رندوں کا میخانہ کا میخانہ
بخشی تجھے خالق نے تخلیق کی قدرت بھی   ہر غمزۂ تازی ہے اک عشوۂ ترکانہ
جلووں کی نظر قسمت الفت کا مقدر دل   بے پردہ کریگا خود انداز حجابانہ
اک سوختہ ساماں کے گلشن کو نہ تاک اے برق   ظالم مرا کاشانہ ظالم مرا کاشانہ

دیکھا انہیں قابل تو یہ راز کھلا ہم پر
جو عشق سے غافل ہے ہے حسن سے بیگانہ

جسے تم نے سلایا حشر میں بیدار کیسے ہو   جسے تم نے پلائی ہو وہ پھر ہشیار کیسے ہو
جو سر ہو سنگ در ان کا وہ زیب دار کیسے ہو   جسے وہ عظمتیں بخشیں ذلیل و خوار کیسے ہو
حضور دوست نظروں میں شبیہ غم نہیں رہتی   مرے راز وفا کا حسن پر اظہار کیسے ہو
اٹھا حشر انکی محفل سے قیامت ہو گئی برپا   ادب سے دل نے جب پوچھا مرے سرکار کیسے ہو

بوقت نزع انکے دیکھنے کو دم ہے آنکھوں میں
نہیں کھلتا کہ قابل عشق کے بیمار کیسے ہو

مری چشم دل سے نہاں تم نہیں ہو   حقیقت یہ ہے لامکاں تم نہیں ہو
یہ ارض و سما مہرومہ دیدہ و دل   کہاں تم نہیں تھے کہاں تم نہیں ہو
خیالوں میں تم ہو نگاہوں میں ہو تم   تو کیا دیدہ و قلب وجاں تم نہیں ہو

تو کیا نم نہیں قلب بلبل کا نالہ
تو کیا برگ گل کی زباں تم نہیں ہو

کبھی ہو جبیں اپنے قابل کی پھر بھی
خود اپنا ہی کیا آستاں تم نہیں ہو

○

کشتۂ عشق ہیں زیب رسن و دار ہیں ہم
ہو کے مجبور بھی صدقے ترے مختار ہیں ہم

آتش و آب و گل و باد سے ہے اپنا خمیر
قدرت دست مصور ترا شہکار ہیں ہم

وہ مصور ہے تو ہم صورت آئینہ ہیں
وہ ستمگر ہے تو لذت کش آزار ہیں ہم

حسن کثرت سے ہوئے ناوک وحدت کے شہید
اختیارات کی یہ حد ہے کہ ناچار ہیں ہم

جو خیالوں میں نہ آئے جو نظر سے ہو دور
اس لطافت کے ہیں حامل تو گراں بار ہیں ہم

ملا ہر دم نگہ مست سے گو درس جنوں
پھر بھی یہ عالم غفلت ہے کہ ہشیار ہیں ہم

انکی رحمت نے جو پوچھا ہے تو کہیئے قابل
ہاں خطا پیشہ خطاکار خطاوار ہیں ہم

○

جو بناؤں آنکھوں کو آئینہ تو نظر ملا نہ سکو گے تم
گو خیال سے ہو لطیف تر مرے دل میں آنہ سکو گے تم
ہوں ازل سے نقش [illegible] و نظر تو مجھے بھلا نہ سکو گے تم
میں نہاں ہوں جلوۂ ذات [illegible] مرا راز پا نہ سکو گے تم
ہوں نشستہ نقش قدم کی طرح مجھے اٹھا نہ سکو گے تم
میں فنا بروش سہی مگر مجھے خود مٹا نہ سکو گے تم

میں نحیف عشق سہی مگر مرا شوق ہے مرا راہبر
درناز پہ جو جھکادوں سر مرا سر اٹھانہ سکو گے تم

مری چشم تر نہیں منفعل کہ نہاں اسی میں ہے راز دل
جو نظر ملادوں نگاہ سے مرا غم چھپا نہ سکو گے تم

مرے راہبر مرے رہنما مرے غم سے لاکھ ہو آشنا
کبھی بھٹکوں راہ فنا سے میں مجھے رہ پہ لا نہ سکو گے تم

سنو مجھ سے قابل خوش نوا ہے تمہارے دل کا مجھے پتا
جو کہی ہے انکے فراق میں وہ غزل سنا نہ سکو گے تم

○

ہجوم تجلی دل و جاں کہاں تک — یہ کشتی کہاں تک یہ طوفاں کہاں تک
گرفتار گیسو پرستار رخ ہیں — ہوئے کافر انکے مسلماں کہاں تک
نظر چشم و قلب و جگر سب ہیں زخمی — کہاں تک ستم یہ مری جاں کہاں تک
اجل بھی ستم ہے جفا زندگی بھی — سہے جبر تقدیر انساں کہاں تک
عیاں آنسوؤں سے نظر سے ہویدا — رکھے راز غم کوئی پنہاں کہاں تک
ذرا دیدہ و دل کو تو آزمالوں — میں دیکھوں ہوا تیرا عرفاں کہاں تک

رگ جاں بھی ہے دست وحشت کی زد میں
ہوا چاک قابل گریباں کہاں تک

○

نگاہ دوست جو آئی نظر سناں برکف — تو پہنچا میرا دل بیقرار جاں برکف
یہ کون آبلہ آیا دشت غربت میں — ہر ایک ذرۂ صحرا ہے گلستاں برکف

خدنگ ناز نظر ہے یہ دل میں پیوستہ　　کہ رہے سپاہیٔ فوج وفا نشاں برکف
لئے ہیں خاک نے آنکھوں پہ کس کے نقش قدم　　کہ ذرہ ذرہ زمیں کا ہے آسماں برکف
غضب ہوا مرا راز دل آشکار ہوا　　کہ میرے سانس کی جنبش ہے داستاں برکف
جھکے تو کیسے جھکے اور کس کے در پہ جھکے　　وہ سر ازل سے رہا ہو جو آستاں برکف
جو دیکھا داور محشر نے تو کہا قابل
یہ ایک آدم خاکی ہے دو جہاں برکف

○

طوفاں میں بھی ہوں ساحل دریا نما کے پاس　　میں ناخدا کے پاس ہوں دل ہے خدا کے پاس
یہ جذب آستاں ہے کہ ہے جذب بندگی　　گم ہے جبیں کسی کی ترے نقش پا کے پاس
جو حسرت نظر تھا جو تھا مدعائے دل　　خود مل گیا مجھے دل بے مدعا کے پاس
ہے تیرا قرب بھی تری دوری کا اک حجاب　　اب تک ہے دل شکنجہ بیم و رجا کے پاس
ربط اس قدر ہے رحمت حق کو گناہ سے　　تاثیر آ کے ٹھہری ہے اکثر دعا کے پاس
تعویز بندگی کا ہے معبود کو عزیز　　نقش نیاز ہے ترے ناز و ادا کے پاس
قابل ہوا نہ تھا ابھی داور سے شکوہ سنج
لے پہنچا مجھکو خود بت کافر خدا کے پاس

○

محشر کا انتظار کئے جا رہا ہوں میں　　اس بت کا اعتبار کئے جا رہا ہوں میں
باغ فنا کے پھولوں نے ایسا کیا ہے سحر　　کانٹوں سے بھی تو پیار کئے جا رہا ہوں میں
ایک اک فریب وعدہ سے ہوں باخبر مگر　　رہ رہ کے اعتبار کئے جا رہا ہوں میں

نام حیات جس کو دیا چشم یار نے وہ جبر اختیار کئے جا رہا ہوں میں
یہ راہ تو نہیں ترے جلووں کی رہگزر کیوں چشم و دل غبار کئے جا رہا ہوں میں

فکر رسا کے صدقے کہ ایک ایک شعر کو
قابل حدیث یار کئے جا رہا ہوں میں

○

چشم و دل جان مبتلا تم ہو بت بنے ہو مگر خدا تم ہو
بیکسی میں بھی دشت غربت کی میری ہمت کا آسرا تم ہو
خوف طوفاں نہ فکر ساحل کی میری کشتی کے ناخدا تم ہو
دل یہ کہدے تو راز کھل جائے حق ہوں میں اور حق نما تم ہو

شعر قابل سے کھل گیا ہم پر
فکر قابل کا مدعا تم ہو

○

دل کی آنکھوں کو حقیقت میں اگر واکر لوں آپکے جلووں کو میں اپنا سراپا کر لوں
دل ٹھہر پوری ذرا اپنی تمنا کرلوں خود کو بھی دیکھ کے اس بت کا نظارہ کر لوں
تیرے جلووں سے عبارت ہے جوعالم اے دوست کیوں نہ جی بھرکے میں دنیا کا نظارہ کر لوں
جان جاتی ہے تو جائے مجھے پروا کیا ہے جنبش خنجر قاتل کا تماشا کر لوں

صف بہ صف لشکر افکار ہو یک جا قابل
شعر کہنے کا کبھی میں جو ارادہ کر لوں

○

اے نگاہ دوست تیرے ناز اٹھا سکتا ہوں میں
تیر کھا سکتا ہوں زخم دل سجا سکتا ہوں میں

چھپ کے خود پردہ من و تُو کا اٹھا سکتا ہوں میں
ہو کے گم ہستی میں اپنی تجھ کو پا سکتا ہوں میں

گو ترا حسن لطافت ہے خیالوں پر بھی بار
دل تو کیا نظروں کو آئینہ بنا سکتا ہوں میں

بزم آرا حشر کا تُو ہے تو پھر تیرے لئے
ایک دل کیا دونوں عالم سے بھی جا سکتا ہوں میں

وہ مرے جان و جگر ہوں یا مرے قلب و نظر
یہ اگر پردہ دوئی کا ہیں اٹھا سکتا ہوں میں

تو مرے دل کا مکیں ہے تو نگاہوں میں مقیم
سچ بتا کیا تیرے جلوؤں میں سما سکتا ہوں میں

انکی صورت پر اگر کردوں دل و ایماں نثار
قابل اپنی زندگی کا راز پا سکتا ہوں میں

○

میں توفیق عرض ہنر پا گیاہوں
کسی دلستاں کی نظر پا گیا ہوں

جو ہے اہل سجدہ وہ سر پا گیا ہوں
جو مشتاق سر ہے وہ درپا گیا ہوں

تقاضائے اہل نظر پا گیا ہوں
مبارک کہ قدر ہنر پا گیا ہوں

نہیں ہونگے زیر وزبر اب دو عالم
کہ میں راز زیر و زبر پا گیا ہوں

مجھے آہ کرنے کی فرصت نہیں ہے
دعا کے جلو میں اثر پا گیا ہوں

نظر غنچہ و گل پہ ٹکتی نہیں ہے
کہ میں راز برگ و ثمر پا گیا ہوں

تری شوخ نظروں نے تسکین بخشی
اِدھر دل ہوا گم اُدھر پا گیا ہوں

دل راہ زن تیرے عشوؤں کے صدقے
کہ پہلو میں ہی راہبر پا گیا ہوں

جواب نکا ہے میری قسمت کا لکھا
ترے رخ سے اے نامہ بر پا گیا ہوں

قفس میں ہوا خانہ آباد میرا
نشیمن کو بے بال و پر پا گیا ہوں

جو تم مل گئے ہو تو سب کچھ ہے میرا
میں ہر چیز المختصر پا گیا ہوں

جہاں بجلیوں نے نشیمن بنایا
چمن میں وہ شاخ شجر پا گیا ہوں

محیط دو عالم ہے میری محبت　میں گیرائی بحر و بر پا گیا ہوں
قیامت کا دیوانہ ہوں میں ازل سے　ہوا جس جگہ حشر بر پا گیا ہوں
دل خوں شدہ تیرے دم سے ہوں گریاں　میں اشکوں میں لعل و گہر پا گیا ہوں

میں آئینہ دل کا ناظر ہوں قابل
یہیں جلوهٔ معتبر پا گیا ہوں

○

دیدہ و دل کو مرا پردہ بنار رکھا ہے　تم نے مجھکو مری نظروں سے چھپا رکھا ہے
اور تو اور محبت پہ ہے خود حسن کی طنز　وہ بھی کہتے ہیں مرے عشق میں کیا رکھا ہے
آج تک روز ازل سے انہیں فرصت نہ ملی　اسلئے وعدہ قیامت پہ اٹھا رکھا ہے
سرخی خون شہیداں بنی غازہ رخ کا　انجم و ماہ و گل و غنچہ میں کیا رکھا ہے
ہے سبکسار محبت کو تو سر بار دوش　تیغ قاتل کیلئے صرف لگا رکھا ہے
موت سے ہوتا ہے آغاز حیات ابدی　نام تغیرُ دل و جاں کا فنا رکھا ہے

جس کا پہرہ ہے مری فکر و نظر پر قابل
عرض مجبوری کا نام اس نے دعا رکھا ہے

○

ہوں شب غم میں مبتلا محو بکا نہیں ہوں میں　جذب تصورات دیکھ تجھ سے جدا نہیں ہوں میں
سجدہ شوق جب ادا دل نے کیا سنی صدا　تو ہے خود اپنا کردگار تیرا خدا نہیں ہوں میں
میں ہی خدنگ ناز ہوں میں ہی ہوں ناوک نظر　تو ہی بتا کہ کیا ترا حسن ادا نہیں ہوں میں
پرتو آئینہ میں ہے صورت آئینہ نہاں　مجھ میں جو تو ہے جلوہ گر نقش فنا نہیں ہوں میں

زاہد خلد آشنا میں ہوں طلب سے ماورا　　حور و قصور کے لئے محو دعا نہیں ہوں میں

قابل خوش نوا مجھے ذوق نوا سے کام کیا
شعر سرا تو ہوں مگر نغمہ سرا نہیں ہوں میں

○

ہے خزاں کا خمار آنکھوں میں　　پھر رہی ہے بہار آنکھوں میں
میرے دل میں ہے کون جلوہ گر　　کون ہے پردہ دار آنکھوں میں
نگہ ناز دیکھ لیتی ہے　　صورت انتظار آنکھوں میں
آج تک اس نگاہ پر نہ کھلا　　دل ہے یا جان زار آنکھوں میں

انکی نظروں نے پڑھ لیا قابل
قلب ہے اشکبار آنکھوں میں

○

ہنستا ہوا ہر زخم جگر دیکھ رہا ہوں　　یوں دیکھنے والے کی نظر دیکھ رہا ہوں
دل پر تری نظروں کا اثر دیکھ رہا ہوں　　آئینہ کو اے آئینہ گر دیکھ رہا ہوں
صورت ہے تری قابل دیدار ازل سے　　کیا جرم ہوا مجھ سے اگر دیکھ رہا ہوں
اے شام جدائی ترے قرباں ترے صدقے　　صورت میں تری نور سحر دیکھ رہا ہوں

قابل نہیں محتاج میں تحسین جہاں کا
جو کچھ ہے یہاں قدر ہنر دیکھ رہا ہوں

○

باغ دل میں اک گل خوش بو نظر آیا مجھے   ہُو بہُو اے جان جاناں تو نظر آیا مجھے
قامت رعنائے جاناں دیدۂ تر کے حضور   سرو ـ آزاد اک کنار جو نظر آیا مجھے
جب رکھا دل نے بصد ناز اسکے کوچے میں قدم   آبلہ پاؤں کا دشت ہو نظر آیا مجھے
کی مری چشم طلب نے جب تجسّس کی نظر   کوئی دل سے محو گفت و گو نظر آیا مجھے

اپنی چشم شوق کا عالم جو دیکھا شام غم
اشک دل کے خون سے مملو نظر آیا مجھے

○

اشک فرقت جو شمع طور نہیں   یہ سمجھ لے کہ دل میں نور نہیں
آنکھ تک اشک بن کے جو آئے   حسرت قلب ناصبور نہیں
ہے تصور میں چودھویں کا چاند   کیا خیال رخ حضور میں
عشق تھا عشق ہے رہے گا عشق   اور دل کا کوئی قصور نہیں

اپنی ہی ذات کا نظارہ کر
ان کا ملنا کوئی ضرور نہیں

○

نگہ شرمسار آنکھوں میں   حسن کا ہے وقار آنکھوں میں
جیسے گلشن میں آبروئے گل   ہے نظر کی بہار آنکھوں میں
شدت اشک غم خدا کی پناہ   برسا ابر بہار آنکھوں میں
انکو دیکھا تو یہ ہوا محسوس   ہے رخ کردگار آنکھوں میں

حسرت دل تھا حشر میں قائل
عمر بھر کا خمار آنکھوں میں

○

ہم کو توفیق جمال رخ یزداں بھی نہیں — کس کو دیکھیں کہ جہاں میں کوئی انساں بھی نہیں
دوزخ آسودہ نہیں خلد بداماں بھی نہیں — دل وہ کافر ہے کہ کم بخت مسلماں بھی ہیں
مسلک عشق کو کیا سمجھے خرد ہے عاجز — یہ رہ کفر نہیں جادۂ ایماں بھی نہیں
دل تصور میں کبھی گم کبھی غم سے بیتاب — درد فرقت ترا درماں بھی ہے درماں بھی نہیں
رخ روشن پہ سجے ہیں ترے گیسو اس طرح — ہے پریشان تری زلف پریشاں بھی نہیں

آپ کو قدر ادب ہے ہمیں تسلیم مگر
آپ کی بزم میں قابل سا غزل خواں بھی نہیں

○

نہ جدا ہوئے نہ مرے بنے نہ یہ ہو سکا نہ وہ ہو سکا
نہ چھپے نہ دل میں مرے بسے نہ یہ ہو سکا نہ وہ ہو سکا
دل و دیدہ تیرے فراق میں کبھی روٹھے اور کبھی من گئے
کوئی آہ کی نہ یہ چپ رہے نہ یہ ہو سکا نہ وہ ہو سکا
مرا عشق تنگ خیال ہے مرا شوق دل کا وبال ہے
ترے ناز اٹھائے نہ غم سہے نہ یہ ہو سکا نہ وہ ہو سکا
نہ نظر کی پیاس بجھا سکے نہ ترا نقاب اٹھا سکے
تجھے پا سکے نہ بھلا سکے نہ یہ ہو سکا نہ وہ ہو سکا
مری شمع عشق یونہی رہی انہیں قابل اپنی پڑی رہی
نہ جلا سکے نہ بجھا سکے نہ یہ ہو سکا نہ وہ وہ سکا

○

اپنی شان بے نیازی کو عیاں کرنا پڑا — انکو مرے، چشم و دل کا امتحاں کرنا پڑا
بے چھپے جانے کی رکھی لاج حسن دوست نے — پردے کی خاطر دو عالم کو عیاں کرنا پڑا

کر دیا اک بندہ نے یوں بندگی کا حق ادا   اپنے سر کو جذب سنگ آستاں کرنا پڑا
یوں بنایا اپنی ہستی کو فنا کا پردہ دار   خود اجل کو زندگی کا پاسباں کرنا پڑا

لاکھ نظروں نے دیا ضبط محبت کا سبق
قابل ان سے حال درد دل بیاں کرنا پڑا

○

دیر و کعبہ کا ہے بندہ نہ کلیساؤں کا   دل ہے دلدادہ ترے بادیہ پیماؤں کا
میرا سینہ بھی نہیں گنج شہیداں سے کم   دل ہے اک مرقد مستور تمناؤں کا
تیرے سائے میں پلے حشر کے فتنے ظالم   عشق متوالا ہے اول سے تری چھاؤں کا
حسرت دل خلش دید تمنائے وصال   پڑ گیا نام محبت انہیں سوداؤں کا

دل قابل کو ہے یوں ذوق سخن فکر غزل
کام باقی ہے ترے زمزمہ پیراؤں کا

○

غم کا افسانہ سنا لوں تو چلے جایئے گا   دل کے احوال بتا لوں تو چلے جایئے گا
کیف دید نگہ ناز ہے دل پر طاری   میں ذرا ہوش میں آلوں تو چلے جایئے گا
رہے تصویر ہی تسکین محبت کے لئے   دل کا آئینہ دکھالوں تو چلے جایئے گا
آپ سے کہنے کے قابل نہیں افسانہ مرا   اک غزل اور بنالوں تو چلے جایئے گا
نگہ ناز کا ہر زخم ابھی تک ہے ہرا   گلستاں دل کا سجالوں تو چلے جایئے گا
آپ کے جلووں کو ضد ہے کریں دل کو پامال   ان کا یہ ناز اٹھالوں تو چلے جایئے گا
دیدہ و دل ہیں ازل ہی سے خفا سے مجھ سے   اپنے روٹھوں کو منالوں تو چلے جایئے گا

مصحف رخ کا میں دیوانہ نہیں ہوں کیا خوب　　سر پہ قرآن اٹھا لوں تو چلے جایئے گا

آپکو دیکھ کے خود رفتہ ہوا ہے قابل
بیخودی اس کی مثالوں تو چلے جایئے گا

○

تمنائے دل کا کرشمہ نہ کہنا　　نظر آئے جو اسکو جلوا نہ کہنا
ہے دل شمع عارض کا پروانہ کہنا　　نظر ہے تجلی کا افسانہ کہنا
نگاہوں نے چادر سی تانی ہے رخ پر　　اسے روئے انور کا پردا نہ کہنا
ستم سے کہیں دست کش ہو نہ جائیں　　جفا بھی وفا کا ہے پروانہ کہنا

اگر حال دل بھی کہا ان سے قابل
وہ سمجھیں گے عرض تمنا نہ کہنا

○

مہ و انجم کو شمع رخ کا پروانہ بنا دینا　　دو عالم کو تم اپنا آئینہ خانہ بنا دینا
مرے اکھڑے ہوئے سانسوں کو افسانہ بنا دینا　　مجھے اپنا بنا کر خود سے بیگانہ بنا دینا
سن اے برق تجلی یوں ہی کاشانہ بنا دینا　　جلا کر شاخ گلشن کو اک افسانہ بنا دینا
تب و تاب رخ انور سے نظریں مست ہو جائیں　　ترے صدقے مجھے اک آئینہ خانہ بنا دینا

نگاہ شوق کی ہو گر رسائی روئے جاناں تک
دل صد پارہ کو اس زلف کا شانہ بنا دینا

○

غنچہ سے پھول بنا پھول سے پیمانہ بنا　　اب کے اس طرح بہار آئی کہ میخانہ بنا
ساتھ انجام کے رکھ اپنی نظر میں آغاز　　دل کو کعبہ ہی بنانا ہے تو بت خانہ بنا

میری تعمیر ہے خود اپنی خرابی کی رہین   برق نے جلوہ نمائی کی تو کاشانہ بنا
دل ہوا مخزن اسرار ترے چھپنے سے   تو مرے سامنے آیا تو اک افسانہ بنا

اسکو اشعار میں قابل نے کیا ہے محفوظ
نگہ ناز کی جنبش سے جو افسانہ بنا

○

وہ تو ہیں کب سے بے نقاب میری نظر کو کیا ہوا   انکے قدم لئے نہ کیوں یہ مرے سر کو کیا ہوا
حسرت چارہ گر ہے کیوں درد جگر کو کیا ہوا   ہمت دل کو کیا ہوا ضبط نظر کو کیا ہوا
دل سے ہے کوئی بے خبر دیدۂ تر کو کیا ہوا   میری دعا کو کیا ہوا اسکے اثر کو کیا ہوا
اب نہ نظر میں ہے وہ رخ رخ پہ نہ گیسوئے سیاہ   وہ میری رات کیا ہوئی میری سحر کو کیا ہوا
اب نہ وہ پرتو جمال اب نہ وہ حسن کا خیال   خالی ہے دل کا آئینہ آئینہ گر کو کیا ہوا
کیوں نہیں دل لگی میں سوز کیوں نہیں دلبری میں ساز   چشم و نظر کو کیا ہوا قلب و جگر کو کیا ہوا

قابل اب اپنے دل کو ہے سجدہ سر سے احتراز
جذب جبیں نہیں وہ در عظمت در کو کیا ہوا

○

نظر نے زخم تمنا سیا سیا نہ سیا   مریض ہجر نے اب دم لیا لیا نہ لیا
نظر سے جام محبت پیا پیا نہ پیا   کسی نے ساقی کا احساں لیا لیا نہ لیا
مجھے وہ دیکھ کے یہ کہہ کے ہو گئے رخصت   مریض عشق کا کیا ہے جیا جیا نہ جیا
وہ کہتے ہیں کہ غم ہجر سم قاتل ہے   یہ جام زہر کسی نے پیا پیا نہ پیا

وہ میرے زخم جگر پر یہ طنز کرتے ہیں
یہ گل کا چاک جگر ہے سیا سیا نہ سیا

○

قسمت دل میری حیرت سے نمایاں ہو گئی وہ نظر اٹھنے نہ پائی تھی کہ مژگاں ہو گئی
جس قیامت پر تری محشر خرامی کو تھا ناز وہ مری ہستی کے افسانے کا عنواں ہو گئی
تھی مری ہستی کے دامن میں حیات جاوداں دل کا عالم دیکھ کر عمر گریزاں ہو گئی
کیا نگاہ ناز جاناں کو کھلونا مل گیا زخم دل دیکھا تو محو ماہ تاباں ہو گئی

قابل اپنے نالے نغمہ بن گئے انکے حضور
دل کی کیفیت مرے شعروں میں پنہاں ہو گئی

مبارک ہو کہ ہیں وہ آج تک مستور آنکھوں سے یقیناً" پاس ہیں دل کے اگر ہیں دور آنکھوں سے
تری فرقت میں دیکھی ہم نے شمع طور آنکھوں سے شرار اشک خوں اب تک نہیں مستور آنکھوں سے
نہاں ہے بندگی کی کیفیت اشک مسلسل میں برستا رہتا ہے ہر دم خدا کا نور آنکھوں سے
نہیں ہوتی جدا دم بھر کو بھی اب بیخودی مجھ سے کسی نے دل کو دیکھا تھا کبھی مخمور آنکھوں سے

چڑھایا دار الفت پر ہمیں چشم تماشا نے
صراط عشق میں قابل ہوئے منصور آنکھوں سے

دیدہ و دل ہیں پائمال عشق موت ہی ہو تو ہو مآل عشق
بہکی بہکی نظر ہے اکھڑے سانس دل کو ان پر ہے احتمال عشق
دوری سے قرب ہوتا ہے حاصل حسن کا ہجر ہے وصال عشق
حسن کے بھی نہیں ہے بس کا دل کس سے ہوتا ہے اندمال عشق

حضرت قابل از رہ اشعار
رقم اب کر رہے ہیں حال عشق

خلق میں پردہ نشین دل کو رسوا کر دیا
اے مرے شوق تماشا تو نے یہ کیا کر دیا

موت کو کیوں میرے جینے کا سہارا کر دیا
آمد شد نے نفس کی حشر برپا کر دیا

کھل گیا اس پر کہ دل لذت کش آزار ہے
کیوں ستمگر سے جفاؤں کا تقاضا کر دیا

ہو گیا پیوستہ دل جب خدنگ ناز حسن
اسکو بھی ظالم نے اک میری تمنا کر دیا

جلوے جب مستور دیکھے چشم نظارہ سے آج
دل کو ہم نے مبتلائے عہد فردا کر دیا

قابل اعدا نے جو پوچھا کون ہے اہل وفا
مسکرا کر اس نے میری سمت اشارا کر دیا

آپکی زلفوں سے جس دل نے بھی رسم وراہ کی
ہر سحر نالہ کیا ہر شام اس نے آہ کی

ایک دل نے دونوں عالم کا سہا غم لاکھ بار
دیکھ لی دنیائے وسعت دامن کوتاہ کی

تیرے ہوتے دل میں کیوں آیا خیال ماسوا
راہ پالی کیوں بتوں نے تیری جلوہ گاہ کی

عشق کی نظروں میں ہے معنی فلاں ابن فلاں
ایک ہے اس راہ میں منزل گدا و شاہ کی

ہو گئے بیکار عقل و دانش و ہوش و حواس
دل نے قابل اس طرح وحشت سے رسم و راہ کی

مجھے دیکھا تو رنگ رخ اڑا شیخ و برہمن کا
کہ ہوں میں راز داں دیر وحرم کے دشت وگلشن کا

میں اک بلبل ہوں اے حسن سراپا تیرے گلشن کا
ترا تار نظر رشتہ ہے میری روح اور تن کا

رہا اس بزم میں کھٹکا ہمیشہ دل کو دشمن کا
نظر اس نے ادھر کی اور ماتھا غیر کا ٹھن کا

ادھر دل محو نالہ ہے ادھر گریاں مری آنکھیں
جواک موسم ہے پت جھڑ کا تو اک موسم ہے ساون کا

وہ دل کے داغ ہوں زخم جگر ہوں اشک فرقت ہوں　　نہیں قسمت کا میری ایک دانہ بھی تو خرمن کا
مرے مشرب میں اور زاہد کے مسلک میں ہے فرق اتنا　　گریباں کا میں دیوانہ تو وہ سائل ہے دامن کا

جہاں شعر و ادب کا یوں تو ہے ظلمت کدہ یکسر
چراغ اک حضرت قابل ہے روشن ہے مگر فن کا

○

نظر اٹھی نہ تھی جبتک وہ سب حجاب رہے　　نظر ملی تو وہ عارض تہہ نقاب رہے
وہ دور طفلی ہو پیری ہو یا شباب رہے　　خراب حسن و محبت سدا خراب رہے
یہ عز و جاہ نہیں ہے ترے وصال سے کم　　نگاہ و دل تری نظروں میں انتخاب رہے
میں آئینہ بنا انکی مثال ہو کے رہا　　مرے وجود سے پہلے وہ لاجواب رہے

غزل وہ ہے جسے سنکر دھنیں سر اہل ادب
مبارک آپکو قابل کہ انتخاب رہے

○

دل دیوانہ کے ہاتھوں پڑی بنیاد نظر　　میری قسمت کا مقدر بنی افتاد نظر
ہے یہی نالہ دل اور یہی فریاد نظر　　جلوہ عارض تاباں سے روداد نظر
دل ہوا بندہ بے دام محبت انکا　　دیکھنے میں جو نظر آئے تھے صیاد نظر
یوں سیہ بختی ہوئی دیدہ و دل میں تقسیم　　ہے یہ پامال تمنا وہ ہے برباد نظر
دیکھنے والو نہیں حیرت نظارہ حسن　　منتظر دل ہے کہ کیا ہوتا ہے ارشاد نظر
چشم و دل لے اڑے اس در سے جو تھا انکا نصیب　　کوئی آباد نظر ہے کوئی برباد نظر

اس نے اس پیار سے دیکھا کہ میں سمجھا قابل
کچھ ہوا چاہتا ہے دل سے اب ارشاد نظر

○

مثلث عشق کی بنتے گریباں آستیں دامن ۔ اگر ہوتے خرد والے گریباں آستیں دامن
ہمیں سمجھے تو کیا سمجھے گریباں آستیں دامن ۔ جنوں کے پڑ گئے پلے گریباں آستیں دامن
فقط نقشے تھے تاروں کے گریباں آستیں دامن ۔ مگر ماہ مبین نکلے گریباں آستیں دامن
نظر نے لی بلائیں وحشت دل کی جو بن آئی ۔ مری تقدیر سے چمکے گریباں آستیں دامن
تجلی کے کرشمے ہیں دل و دیدہ مرے دونوں ۔ نگاہ ناز کے غمزے گریباں آستیں دامن
ابھی یوں چاک ہوں بن جائیں جلوہ صبح محشر کا ۔ ہیں انکے حکم کے بندے گریباں آستیں دامن

یہ ہیں کیا تار جاں کی بھی اڑیں گی دھجیاں قابل
مری وحشت سے گر الجھے گریباں آستیں دامن

○

ملی تعبیر مجھکو عشق کے خواب پریشاں کی ۔ بڑی مشکل سے کافر کے لب اعجاز نے ہاں کی
ترے دیوانہ کو کیا بلبل گلزار سے نسبت ۔ مقدر تھا وہ گلشن کا یہ قسمت ہے بیاباں کی
پجاری کفر کا کافر نہ مومن دین کا بندہ ۔ ہوئی مٹی پلید اس دور میں وہ کفر و ایماں کی
پرستار مجاز اللہ نہ کروہ حق کا بندہ ہوں ۔ مجھے پھولوں میں کیوں آئے شباہت روئے جاناں کی
کسی دیوانہ گل کی یہ وحشت رنگ لائی ہے ۔ بیاباں کے بھی سر پر خاک اڑتی ہے گلستاں کی

دل انکی جستجو میں مجھ کو بھی منزل بنا بیٹھا
بشر ہے ہو بہو تصویر قابل حسن پنہاں کی

○

ہے ماہ فلک جیسے پیانہ میں پیانہ ۔ دل سینے میں ہے یا ہے ویرانہ میں ویرانہ
گلشن میں گل و غنچہ میخانہ میں میخانہ ۔ ہر راز ہے فطرت کا افسانہ میں افسانہ
یہ کس نے بنایا ہے کاشانہ میں کاشانہ ۔ دل کعبہ میں کعبہ ہے بت خانہ میں بت خانہ
ساغر میں رکھا گل کو یوں ساقی کوثر نے ۔ رندوں کو نظر آیا پیانہ میں پیانہ

دل مل کے ترے دل سے روداد محبت تھا　　پیدا کیا نظروں نے افسانہ میں افسانہ
فرمایا ستمگر نے جب عمرِرواں بخشی　　صدقے میں ہے یہ صدقہ جرمانہ میں جرمانہ

قابل تری وحشت سے کم کیوں ہو جنوں دل کا
کہتے ہیں ترا دل ہے دیوانہ میں دیوانہ

○

با اثر کب مری دعا نہ ہوئی　　مجھ پہ کب رحمت خدا نہ ہوئی
کب مری آہ دل رسا نہ ہوئی　　کب جبیں غم کی زیر پا نہ ہوئی
سچ تو یہ ہے صلوٰۃ عشق و وفا　　مر گئے ہم مگر ادا نہ ہوئی
مجھ سے رخ پھیرتی ہے جان زار　　یہ بھی کیا آپکی ادا نہ ہوئی

دل کا غم کیا کروں نظر قابل
حسن کے دام سے رہا نہ ہوئی

○

ملتی ہے مئے الفت پیمانہ بہ پیمانہ　　ساقی کی نوازش ہے میخانہ بہ میخانہ
تقسیم خرد نکلی دیوانہ بہ دیوانہ　　فیضان ہے وحشت کا فرزانہ بہ فرزانہ
راز ان کا ہوا افشا افسانہ بہ افسانہ　　چھلکی ہے مئے جلوہ پیمانہ بہ پیمانہ
کیا بلبل نالاں کی تقدیر چمک اٹھی　　بجلی نے زیارت کی کاشانہ بہ کاشانہ
دیکھا یہ ترا عالم اے سوز غم الفت　　اک شمع فروزاں ہے پروانہ بہ پروانہ
پنہاں جو خرابی میں تعمیر عبادت تھی　　ڈھونڈا کیے کعبے کو بت خانہ بہ بت خانہ

ہے قدر سے پُر قابل ہر اہل ادب کا دل
ہے شمع تری روشن پروانہ بہ پروانہ

○

اٹھا نہ بزم سے میں تماشا کیے بغیر　　کیا رہتا زخم دل کا مداوا کیے بغیر
اک دل ہے اور محشر صد یاس و آرزو　　کیوں کر رہوں اسے تری دنیا کیے بغیر
اچھا ہے چشم و دل سے رہے کچھ حجاب ناز　　جلوہ دکھایئے نہ تقاضا کیے بغیر
دیدار دل ربا کو سجائی تھی کائنات　　کیوں رہتے شام غم شب اسرا کیے بغیر

قابل کچھ ان کے رخ کا نظارہ نہیں ہے سہل
جان و دل و نگاہ کو تحفا کیے بغیر

○

میری حالت ابتر اک دل کی بدولت پھر ہوئی　　دیکھنے کی سی بت کافر کے حسرت پھر ہوئی
مائل ظلم و ستم دل کی طبعیت پھر ہوئی　　اس کو ظالم دیکھنے کی مجھکو حسرت پھر ہوئی
پھول بن کر پھر مرے گلشن میں جام آہی گیا　　دونوں عالم زیر کر لینے کی قدرت پھر ہوئی
پھر مری چشم طلب سے آپ نے برتا حجاب　　مانع نظارہ کیا دل کی کدورت پھر ہوئی

پھر ہوئی دیوانگیٔ فکر قابل کی انیس
روز سو سو شعر کہہ لینے کی عادت پھر ہوئی

○

کیا تیری خدائی ہے اے جلوۂ جانانہ　　بت خانہ کیا کعبہ کعبہ کیا بت خانہ
مائل ہوئی رندوں پر وہ نرگس مستانہ　　اب غنچہ صراحی ہے اب پھول ہے پیمانہ
دل کو رہ الفت میں کیا عقل عطا کی ہے　　دیوانہ کا دیوانہ فرزانہ کا فرزانہ
سائل ہیں کہ جیسے ہوں حقدار تجلی کے　　فقر دل و دیدہ کا انداز ہے شاہانہ

کہتے ہیں سبھی غزلیں پڑھتے ہیں سبھی نظمیں
قابل ترے شعروں کی ہے طرز جداگانہ

○

مری نظر جسے منجملہ نقاب کیا   اسی نگاہ سے کیوں آپ نے حجاب کیا
جمال حسن نے یہ کام انتخاب کیا   نظر کے ساتھ مرا دل بھی باریاب کیا
ترے نثار تری چشم ناز کے صدقے   کہ دل کو لاکھ حسینوں میں انتخاب کیا
رہ وفا میں کسی اور کا تو ذکر ہی کیا   خود اپنے آپ سے بھی ہم نے اجتناب کیا
میں اپنے ساقی فرقت نواز کے صدقے   کہ میرے اشکوں کو جس نے شراب ناب کیا

کمال فکر رسا دیکھتے نہیں قابل
کہ کتنے شعر کہے روز کچھ حساب کیا

○

کیسے کہدوں کہ ترے ہجر میں آرام نہیں   کیا تصور ترا مجھکو سحر و شام نہیں
زندگی میرے لئے موجب آلام نہیں   یہ نفس کیا ہے اگر آپ کا پیغام نہیں
ہم پہ قابو ترا اے گردش ایام نہیں   کرنسا دن ہے کہ توفیق مے و جام نہیں
حسرت دید قیامت نے اٹھایا ہے حشر   لحہ بھر بھی تو مجھے قبر میں آرام نہیں
میری الفت مری حسرت مرا ارماں مرا شوق   ہے وہ آغاز کہ منت کش انجام نہیں

تجھ کو شاید بت کافر کا ہوا وصل نصیب
قابل اب تیرے سخن میں کوئی پیغام نہیں

○

کیسے سمجھوں کہ تری دید کی حسرت نہ رہی   پرسکوں میری نظر دل کی بدولت نہ رہی
تجھ سے ملکر جو بچھڑ جانے کی قدرت نہ رہی   جسکو دل غیر سمجھتا تھا وہ حالت نہ رہی
لحہ لحہ وہ تصور نے تراشے نئے بت   اب ترے وصل کی بھی ہمکو ضرورت نہ رہی

میں اس انداز تجلی کے تصدق سوبار　　نظر آنکھوں سے ملی دل میں کدورت نہ رہی

ہوئے سنجیدہ غزل سنتے ہی میری قابل
نگہ ناز میں شوخی و شرارت نہ رہی

○

وہ جو ترساتے رہے ہیں ہمیں پیمانے کو　　اپنی آنکھوں میں لئے بیٹھے ہیں میخانے کو
اس نے بخشی ہے ضیا کعبہ کی بت خانے کو　　بھول سکتی نہیں دنیا مرے افسانے کو
پردہ میں رکھا نہ جب سوز محبت نے اسے　　شمع نے خاک جلا کر کیا پروانے کو
مجھ سے یہ کہتے ہوئے طنز کی اس نے دل پر　　تو نے پہلو میں بٹھا رکھا ہے بیگانے کو

شعر سن کر بھی تو قابل نہیں سمجھی مری بات
خلق نے راز بنایا مرے افسانے کو

○

ازل کے زخم کا اک شاہکار باقی ہے　　تری نگاہ کا ابتک خمار باقی ہے
جفا کشوں کا ابھی اختیار باقی ہے　　کہ دل گیا ہے مگر جان زار باقی ہے
فراغت اہل چمن کو کہاں نصیب ہوئی　　ہر ایک پھول کے پہلو میں خار باقی ہے
دل حزیں تری دیوانگی کا کیا کہنا　　قیامت آئی مگر انتظار باقی ہے

میں نا امید ہوں کیوں دید حشر سے قابل
ابھی تو زندگی مستعار باقی ہے

○

مری سمت آیا کوئی دلبرانہ　　قیامت کو اچھا ملا یہ بہانہ
ہے انداز ہستی مرا والہانہ　　مری ٹھوکروں میں ہے سارا زمانہ
تصور ہے تصویر کا تیری پرتو　　اب انداز مومن بھی ہے کافرانہ
چمن بندئی دشت و صحرا کی خاطر　　ملا خاک میں سرنگوں ہو کے دانہ
ہیں اس دور میں اجنبیت کے بندے　　نہ بیگانہ کوئی نہ کوئی یگانہ
خطا ہو کسی کی مگر ازرہ عشق
مجھے قابل الزام دے گا زمانہ

○

حیات اپنی طاعت گزاری میں گزری　　جو شام و سحر شرمساری میں گزری
بخیر اپنا انجام ہستی سمجھیے　　اگر حسرت فضل باری میں گزری
ادھر نالہ گل ادھر اشک شبنم　　حیات چمن آہ وزاری میں گزری
سدا قہقہہ بار دیکھا گلوں کو　　یہ غنچوں کی کیا بردباری میں گزری
رہا قابل الفت میں یہ شغل اپنا
دل و دیدہ کی غم گساری میں گزری

○

سمجھتے ہیں تری رحمت کے جو قرینوں کو　　وہ اپنی جیب میں رکھتے ہیں آستینوں کو
دل شکستہ ہے جلووں کا گھر خدا کی شان　　مکان سے کوئی نسبت نہیں مکینوں کو
اس آرزو میں کہ عمر فنا کی موج ہوں ہم　　تمام عمر ڈبوتے رہے سفینوں کو
خرد کے بندوں کو کیا ہو شعور راہ جنوں　　کہ کند ذہن ہی پایا یہاں ذہینوں کو

اتارنے کو تری رحمتوں کا صدقۂ رخ — چھپا کے لائے ہیں دامن میں آستینوں کو
قضا نے آتے ہی قصہ تمام پل میں کیا — ملاتے ہی رہے ہم سال اور مہینوں کو
لطافت نگہ شوق کے امین ہیں ہم — کہ ہم نگاہ میں رکھتے ہیں نازنینوں کو
نہ شکر جور و جفا ہے نہ پاس ناز و ادا — بھلا چکے ہیں محبت کے ہم قرینوں کو

انہیں کے دم سے ظہور کمال ہے قابل
عزیز رکھئے دل و جاں سے نکتہ چینوں کو

○

یہ اختیار ملا تیرے درنشینوں کو — سجاتے ہیں خط قسمت سے خود جبینوں کو
تری طرف سے ہے شمس و قمر کے دل میں داغ — فلک نے سر پہ چڑھا رکھا ہے کمینوں کو
خمیر کفر نہ ہوتا جو کعبے کی بنیاد — بتوں کی چاہ نہ ہوتی حرم نشینوں کو
یہ کس نے دیدہ و دل کو بنا دیا نازک — نظر سے ٹھیس پہنچتی ہے ان نگینوں کو
مری نگاہ میں بحر فنا کے ہیں طوفاں — سجا رہا ہوں دل و دیدہ کے سفینوں کو
ہیں میری آنکھوں کی جھیلوں میں جو شریک غم — شب فراق ڈبو دے نہ ان سفینوں کو
یہ چشم شوق میں آنسو نہیں ہیں شام فراق — سجا رہا ہوں ترے غم کے آبگینوں کو
دل و نگاہ کو عرفان آرزو تو ہو — بلند کیجئے نیچی نظر کے زینوں کو
نیاز کیشوں کے ذوق وفا کو دی عزت — نہ بخشا سوز محبت جو نازنینوں کو
جنوں کے بندوں کو شوق طلب سے نسبت کیا — نہ ٹانکو میرے گریباں میں آستینوں کو

ضرور ہے تری الفت میں کچھ کمی قابل
گلہ جو تجھ سے ہوا تیرے ہم نشینوں کو

○

اڑے جاتے ہیں بلبل گلستاں سے کوئی پھولوں کو اب لائے کہاں سے
سنا حال چمن گل کی زباں سے بہاروں کا پتہ پایا خزاں سے
زمیں نے خاک میں ہمکو ملایا ہمیں شکوہ نہیں کچھ آسماں سے
بتا او لوٹ کر دل جانے والے یہ تجھ میں شوخیاں آئیں کہاں سے

کوئی فریاد کی حد بھی ہے قابل
وہ تنگ آئے ترے درد نہاں سے

○

شب غم آہ یوں نکلی دہن سے نکل جاتا ہو جیسے تیر سن سے
ہوئی جس طرح جاں رخصت بدن سے نہ یوں نکلے کوئی اپنے وطن سے
وہ دن بھی تھے کہ تھیں باتیں سخن کی سخن ور اب تو عاجز ہیں سخن سے
نظر میں باغباں کی ہیں وہی خار چنے تھے ہم نے جو تنکے چمن سے
فسوں جن پر چلا ہوش و خرد کا سبق لیں وہ مرے دیوانہ پن سے
شب غم اور صدائے پائے جاناں یہ کیا کانوں میں آواز آئی چھن سے
ہیں نظم نو کے طالب تیرے بندے ہے دنیا تنگ شیخ و برہمن سے
نسیم صبح کیا پیغام لائی کہ نکلے پھول آزردہ چمن سے

جو کل جدت طراز دو جہاں تھے
وہ قابل آج ہیں نقش کہن سے

○

دل و نگاہ پہ وہ ظلم ڈھائے ہیں ہم نے
کہ تیری آنکھوں سے آنسو بہائے ہیں ہم نے

عجب نہیں وہی صبح وصال کی ہوں نوید
شب فراق جو نغمات گائے ہیں ہم نے

خودی کی راہ سے آئی ہے بیخودی ہم تک
کہ گم ہوئے تو ترے راز پائے ہیں ہم نے

یہی کبھی تری الفت کی بھی مہک دیں گے
وہ پھول جو سر مژگاں کھلائے ہیں ہم نے

نہیں اٹھائے حجابات ہی فقط دل کے
تری نظر سے بھی پردے اٹھائے ہیں ہم نے

ہماری بیخودی و سرخوشی پہ طنز نہ کر
یہ معرفت کے ہیں گوہر جو پائے ہیں ہم نے

درون دل سے ترے غم صدا یہ دیتے ہیں
تنے پہاڑوں کے جڑ سے ہلائے ہیں ہم نے

تجھے شعور ادا تھا نہ اشتیاق ستم
تری نظر کو کرشمے سکھائے ہیں ہم نے

معمہ ہیں دل و دیدہ تو اس پہ حیرت کیا
کہ راز بن کے ترے راز پائے ہیں ہم نے

وہ جن پہ حسن و محبت کا انحصار ہے آج
تری نظر میں وہ جادو جگائے ہیں ہم نے

بلند تر تھا تجلی سے مرتبہ دل کا
نیاز بن کے ترے ناز اٹھائے ہیں ہم نے

تری ادائیں ہیں پروردۂ وفائے عشق
تجھے جفا کے قرینے سکھائے ہیں ہم نے

ہمارے ضبط کا ایثار یہ بھی کیا کم ہے
کہ یاد کر کے ترے غم بھلائے ہیں ہم نے

ہماری دشت نوردی کا دیکھیے اعجاز
کہ ذرہ ذرہ سے صحرا اگائے ہیں ہم نے

ہمارے دل کو سمجھتے ہیں آپ خون کی بوند
اس ایک قطرہ سے دریا بہائے ہیں ہم نے

نہ آئی نوبت ابھی تیرے ناز اٹھانے کی
ابھی تو صرف ترے غم اٹھائے ہیں ہم نے

تری ادائے سخا کب طلب کی تھی محتاج
یہ دامنوں سے گریباں بنائے ہیں ہم نے

فلک تک اڑ کے گئی ہے ہمارے سر کی خاک
مہ و نجوم کے نقشے جمائے ہیں ہم نے

گلوں کو ہم نے کیا آشنائے نکہت و رنگ
کلی کو ناز تبسم سکھائے ہیں ہم نے

جو زندگی کا مقدر تھے عاشقی کا نصیب
پس فنا بھی وہی گیت گائے ہیں ہم نے

حیات و موت کے ہم خضر ازل سے ہیں قائل
بھٹکنے والوں کو رستے بتائے ہیں ہم نے

○

بنائے بیٹھے ہیں دنیا کو حشر زار ابھی
پڑی نہیں ہے بتوں پر خدا کی مار ابھی

مری میانہ روی پر نہ طنز کر اے دوست
تو اپنا دشت جنوں تو ذرا سنوار ابھی

شب وصال بھی جلوہ ترا حجاب میں ہے
دل و نظر کو میسر نہیں قرار ابھی

خرد کے بندوں کی وحشت طرازیاں کیا خوب
نظر میں آیا نہیں ہے مآل کار ابھی

دل و جگر میں سے ابتک وہی خلش باقی
ہے چشم شوق بدستور اشکبار ابھی

قیامت آتی ہے آئے مگر سمجھ لیجئے
ازل کے جام کا اترا نہیں خمار ابھی

نجوم و کا ہکشاں بن کے ہے جو زینت چرخ
فلک کے سرپہ تری خاک رہگزار ابھی

وہ کس طرح تیرے وعدے کا اعتبار کرے
وہ دل کہ جسکو نہیں اپنا اعتبار ابھی

کبھی کی بخش چکی رحمت تمام ان کو
گناہگار ہیں محشر میں شرمسار ابھی

ہے ارتباط دل و دیدہ میں کمی باقی
کہ راہ حسن و محبت ہے خارزار ابھی

حجاب آرزو کے باوجود تیرا جمال
بنا ہوا ہے محبت کا اشتہار ابھی

حیات ہو کہ عدم دونوں عارضی شے ہیں
فنا تو کیا کہ بقا بھی ہے مستعار ابھی

نگاہ و دل ہی مرے مضطرب نہیں قابل
تجلیوں کو بھی حاصل نہیں قرار ابھی

○

عشق ظالم نے بنایا ہے تماشا ہمکو
چین ہی لینے نہیں دیتی ہے دنیا ہم کو

اس خطا پر کہ قضا کی تھی تمنا ہم کو
عمر بھر دیتی رہی زندگی ایذا ہم کو

رخ نما ہے تری صورت کا یہ انداز حجاب
چھپنے والے ترا پردہ بھی ہے جلوہ ہم کو

سرمۂ دیدۂ فردوس بنی جس کی مہک
للہ الحمد ہے اس کوچہ کا سودا ہم کو

شکل محبوب خدا ؐ کی جو ہے آنکھوں میں بسی
خواب میں بھی نظر آتا ہے مدینا ہم کو

ذرہ ذرہ ہے حقیقت میں محیط صحرا   قطرہ قطرہ میں نظر آتا ہے دریا ہمکو

عشق نے دونوں جہاں سے کیا اس درجہ غنی
حرص کے بندوں نے قابل نہیں سمجھا ہم کو

○

یہ نقش حسیں پہلے کھنچا تھا نہ کھنچا ہے   تصویر پہ دل آپ مصور کا فدا ہے
روشن سر افلاک قمر کا جو دیا ہے   سم ہے ترے سو سن کا کہ نقش کف پا ہے
جو سانس بھی آتا ہے وہ ہے حشر در آغوش   شاید مری ہستی ہی ترا تیر قضا ہے
دیتا ہے مجھے نرگس میگوں کے بھرے جام   اچھے مرے ساقی تجھے کیا آج ہوا ہے
تو مشق جفا کر ترے انداز کے صدقے   ہونٹوں پہ فغاں کیوں ہو مرے لب پہ دعا ہے

یہ نیستی بھی عظمت ہستی کا ہے پردہ
کچھ بھی نہیں قابل تو سمجھ لو کہ خدا ہے

○

ہے پتہ پتہ مرے حرف داستاں کی طرح   چمن کے غنچہ و گل ہیں مری زباں کی طرح
یہ دل زمیں کی طرح ہے نہ آسماں کی طرح   مگر ہے پھر بھی ترے حسن بے نشاں کی طرح
ہیں ایک آبلہ پاکے کھلائے گل بوٹے   نگاہ میں ہے بیاباں جو گلستاں کی طرح
یہاں بھی حور شمائل بتوں کے ہیں ڈیرے   ہے میرا دل بھی ترے گلشن جناں کی طرح
گو خاک و باد سے اپنا خمیر ہے لیکن   نہ ہم زمیں کی طرح ہیں نہ آسماں کی طرح
قضا سے بڑھ کے یہ خدشہ قضا کا ہے مہلک   نہ ہو اجل بھی ہمیں عمر رائیگاں کی طرح

حضور دوست نظر جب کبھی اٹھی قابل
ہوئی وہ قطع مرے حرف داستاں کی طرح

○

کفر بھی ایک مرا پرتو ایماں نکلا
دشت غم آبلہ پائی سے گلستاں نکلا

جان کا لیوا بنا خود نفس سوز پسند
خیر سے دود چراغ تہ داماں نکلا

یہ بھی یکسو نہ ہوا یہ بھی ٹھکانے نہ لگا
حسن کا کفر بھی عشاق کا ایماں نکلا

تار تار اسکو بھی ہونا تھا مرے ہاتھوں سے
میرا دامن بھی حقیقت میں گریباں نکلا

مستقل اسکی اقامت نہ ہوئی اپنا نصیب
کبھی آنکھوں کا کبھی دل کا وہ مہماں نکلا

جلوہ گر آپ تھے دل میں مجھے معلوم نہ تھا
میں نے پہلو میں جو دیکھا مہ تاباں نکلا

جلوہ زخم جگر نے کی قیامت برپا
صبح محشر سے سوا چاک گریباں نکلا

آپ قابل کو برا کہتے ہیں کرتے ہیں برا
ہم نے پرکھا وہ بڑے کام کا انساں نکلا

○

ہجر کے شکوے مری نوک زباں تک آ گئے
آخر اپنے دیدہ و دل بھی فغاں تک آ گئے

ناخدا نے کر دیا تھا جن کو ساحل آشنا
وہ سفینے بڑھ کے خود موج رواں تک آ گئے

دیکھنے والے فنا کی دلپذیری دیکھ لیں
خضر بھی اب ترک عمر جاوداں تک آگئے

سینے کے چھالے نظر آئے ہیں بن کر اشک ہجر
دل کے کانٹے چشم غم کے گلستان تک آگئے

ان پہ جان و دل نے مٹ کے بخشا عرفان خودی
یہ وہ قطرے تھے جو بحر بیکراں تک آگئے

اپنی نظروں میں جدا ٹھہرا حقیقت سے مجاز
دیدہ و دل امتیاز جسم و جاں تک آگئے

حسن کو کیا تابش خورشید محشر ہے پسند
انکے جلوے کیوں مرے قلب تپاں تک آگئے

کہکشاں و ماہ و انجم ہمکو دیتے ہیں پتہ
اڑ کے اس کوچے کے ذرے آسماں تک آگئے

عندلیبان چمن کا ربط دل سے بڑھ گیا
بلبلوں کو میرے انداز فغاں تک آگئے

یہ بھی کیا کم ہے ستم پیشوں کو فرصت مل گئی
آشنا غیروں کے بزم دوستاں تک آگئے

نکتہ چینیوں کو مبارک ہو یہ فتح حرف و صوت
ہار کر قابل مرے طرز بیاں تک آگئے

ہیں تقدیر دل کلفت و جور بس — یہی تیری دنیا کے ہیں طور بس
مرے جان و دل لے کے اس نے کہا — نہیں تیرے دامن میں کچھ اور بس
ہوئے زندگی کے مراحل تمام — ہے پیش نظر آخری دور بس
نظر میں ہے اقلیم شیر دکن — ہمیں یاد آیا ہے بنگلور بس
رقیب و عدو ہیں بڑے کم نصیب — ہوئے ختم ہم پر ترے جور بس

زمانے کی قابل شکایت عبث
کر یہ بے وفائی کا ہے دور بس

○

ہے کفر فزا عشق میں ایماں کا نشاں اور — کرتا ہوں یقیں ان پہ تو ہوتا ہے گماں اور
پروردۂ الفت نہیں کچھ آہ و فغاں ہی — بخشی ہے دل و دیدہ کو بھی اس نے زباں اور
حائل ہیں وہ خود جادۂ عرفان خودی میں — ہے انکا تصور بھی تو اک سنگ گراں اور
اشکوں میں تب و تاب کہاں شمس و قمر کی — افلاک کے ہیں دیدۂ خونابہ فشاں اور
اس بت کا لب و لہجہ سمجھتے ہیں فقط ہم — کافر کی نہیں اور ہے ہوں اور ہے ہاں اور
سینہ میں ترے دل کے سویدا کا ہے پرتو — اے چاند مرے دل میں ہے اک داغ نہاں اور
اے بحر کرم اسکو بھی سینے سے لگا لے — کشتی کی جو صورت میں ہے اک موج رواں اور
یہ دونوں جہاں راندۂ درگاہ وفا ہیں — پیدا ہوں محبت کے لئے کون و مکاں اور

قابل تری اعجاز بیانی ہے مسلّم
کس نے نہ کہا ہے ترا انداز بیاں اور

○

دیکھ کر وہ مجھے کہتے ہیں کہ دیکھا نہ کروں   یہ اشارہ ہے کروں تجھ سے کہ پردا نہ کروں
زخم جو انکی نظر کی ہیں نشانی دل پر   ہو مداوا بھی جو انکا تو مداوا نہ کروں
اس جفا جوٗ کی محبت پہ نہ کیوں پیار آئے   خود جو سمجھائے کہ ایسا کروں ایسا نہ کروں
اپنی ہی ذات میں دیکھوں نہ ترا حسن صفات   چشم و دل ہی کو میں کیوں آئینہ سیما نہ کروں

جانے کس بات کا ڈر ہے انہیں قابل جو کہا
بزم میں عرض سخن کا میں ارادہ نہ کروں

○

دل میں ہر گل کے خار دیکھ لیا   ہم نے رنگ بہار دیکھ لیا
تیرے کوچے میں دیدہ و دل کا   ہم نے اڑتا غبار دیکھ لیا
نفس با وفا نے دم توڑا   عمر ناپائیدار دیکھ لیا
اپنے ہاتھوں اڑائی اپنی خاک   جبر کا اختیار دیکھ لیا
اڑ کے پہنچی فلک پہ خاک زمیں   دور لیل و نہار دیکھ لیا
عشق کے کوئے نیک نامی میں   اچھے اچھوں کو خوار دیکھ لیا
اپنے بنگالی دوستوں کا سلوک   تم نے اہل بہار دیکھ لیا
ان کو بے اعتبار کیا پایا   خود کو بے اعتبار دیکھ لیا
توسن زندگی ہے بے قابو   نفس بے مہار دیکھ لیا

لب قابل ہوئے تبسم ریز
غم دل آشکار دیکھ لیا

○

عالم جذب محبت جو نمایاں ہوگا   دیدۂ شوق کا پردا رخ جاناں ہوگا
جان پڑ جائے گی پتھر میں بھی نظارہ سے   آئینہ آپ کو دیکھے گا تو حیراں ہوگا
نگہ یاس سنائے گی فسانہ دل کا   ترا غم جتنا چھپائیں گے نمایاں ہوگا
رنگ و بو جس میں نہ ہونگے رخ جاناں تیرے   میری نظروں میں وہ گل خار بیاباں ہوگا
ان کے دامن کا بھی نظارہ کرے گی دنیا   چاک محشر میں اگر میرا گریباں ہوگا
جب بھی چٹکا کوئی غنچہ تو کھلے گا نیا گل   غم کا پہلو بھی مسرت سے نمایاں ہوگا
کیوں تصور سے گزر کر نہ ہو تصویر کا شوق   بت پرستی سے مکمل رخ ایماں ہوگا

حسن صیاد پہ دل آیا ہے ایسا قابل
ہوئے آزاد تو ہم کو غم زنداں ہوگا

میرے دل و نگاہ پہ اب چھا رہا ہے کون   ایک ایک شے میں مجھ کو نظر آرہا ہے کون
جھوٹی کسی کے سر کی قسم کھا رہا ہے کون   اے وحشت وفا تجھے بہلا رہا ہے کون
یہ جان کر کہ دل خم گیسو کا ہے اسیر   سلجھا کے اپنی زلف کو الجھا رہا ہے کون
دل میں چھپا کے اک گل خوبی کی آرزو   برسوں جہاں میں بادیہ پیما رہا ہے کون
محفل میں غیر بھی ہیں عدو بھی رقیب بھی   اس پر بھی مجھکو دیکھ کے گھبرا رہا ہے کون
اے صبح وصل تیرے تصور میں بارہا   تارے شب فراق کے گنتا رہا ہے کون

قابل کسی کے وعدۂ دوشیں کی یاد میں
خود انتظار کش پئے فردا رہا ہے کون

ناقابل اظہار ہے افتاد ہماری — اب سرور عالمؐ سئیں فریاد ہماری
اک غنچہ و گل ہی نہیں کانٹے بھی ہیں اپنے — گلشن کی ہر اک چیز ہے صیاد ہماری
صناع دوعالم کا ہیں شہکار فقط ہم — کچھ قدر کرے عالم ایجاد ہماری
ہے قبلہ اول پہ یہ کیوں کفر کا غلبہ — ہستی نہ مٹا دے کہیں الحاد ہماری
بخشی عمل خیر کی توفیق خدا نے — تا حشر بڑھا دی گئی معیاد ہماری
بن بن کے لبھاتی ہے ہمیں بزم تماشہ — ٹھکرائی ہوئی جنت شداد ہماری
کیوں جان نہ دیں ہم تری تکمیل وفا کو — ہمت جو بڑھا دے لب ارشاد ہماری
فانی ہیں مگر نقش وفا ہم سے ہے روشن — خود دست قضا نے رکھی بنیاد ہماری
دم سے جو ہمارے نہیں آرائش بیداد — کیوں کرتا ہے خاطر ستم ایجاد ہماری
کی ہم نے ادا سنت میثاق ازل کی — تکمیل فرائض کرے اولاد ہماری

گر کر بھی سر کنگرہ عرش بریں ہیں
کس درجہ بلندی پہ ہے افتاد ہماری

○

وعدۂ دید جب ایفا ہو گا — اک قیامت کا تماشا ہو گا
جس کو کہتی ہے قیامت دنیا — ہو نہ ہو تیرا سراپا ہو گا
ہوگی ہم سے نہ محبت نہ وفا — ہم سے ہو گا بھی تو پردہ ہو گا
پوچھنا کیا ہے مریض غم کا — آپ آئیں گے تو اچھا ہو گا
اور کیا ہو گا تری دنیا میں — وہی جینا وہی مرنا ہوگا
پھول نے چاک کیا اپنا جگر — ہو نہ ہو آپ کو دیکھا ہوگا

قابل اب باندھ بھی لے رخت سفر
کوئی رستہ ترا تکتا ہوگا

○

چمن میں گلوں پر نکھار اللہ اللہ — یہ تقریب فصل بہار اللہ اللہ
تجھے دیکھ کر تیرے شوق لقا میں — لطافت ہے پھولوں پہ بار اللہ اللہ
ہے ذروں کو بھی مہوِمہ کا تصور — یہ ہے حسرت اقتدار اللہ اللہ
ہے ہر چشم بینا کا سرمہ جہاں میں — تری رہگزر کا غبار اللہ اللہ
ترے وحشیوں کی تمنا بر آئی — سجا دامن تار تار اللہ اللہ
محبت کو دیتا ہوں دل سے دعائیں — کہ دشمن پہ آتا ہے پیار اللہ اللہ

مسلمان ہوں میرے ایماں کا قائل
ہے کافر کو بھی اعتبار اللہ اللہ

○

شور ہستی فغاں سے دور نہیں — اب مکاں لامکاں سے دور نہیں
خاک اڑانا جو دل کی ہے قسمت — دشت بھی گلستاں سے دور نہیں
کیسی جنت کہ عرش اعظم بھی — آپکے آستاں سے دور نہیں
زندگی جہد بے عمل ٹھہرے — کوشش رایگاں سے دور نہیں
جام پیا ہیں ہم جہاں ساقی — وہ زمیں آسماں سے دور نہیں
کوئی سمجھے تو نالہ دل بھی — جرس کارواں سے دور نہیں
حشر سے پہلے چشم و دل کی قضا — وقفۂ درمیاں سے دور نہیں

زندگی کیا کہ موت بھی اب تو
قابل نیم جاں سے دور نہیں

○

کیوں خزاں سے ہے دل ملول بہت ہے سلامت چمن تو پھول بہت
معصیت جب سے ہے بشر کا شعار انکی رحمت کا ہے نزول بہت
تو نے ہمکو بھلا دیا تو کیا ہوتی ہے آدمی سے بھول بہت
کیا خبر تھی وہی ہے حاصل عشق جس کا دشوار تھا حصول بہت

قابل اس بے نیاز کے صدقے
بے رخی جس کا ہے اصول بہت

○

حیات کیا ہے ممات کیا ہے یہ مرنے جینے کی بات کیا ہے
محیط کل ہے جو ذات انکی تو پھر یہ ذکر صفات کیا ہے
تجلی رخ سے بہرہ ور ہیں اسیر زلف سیہ مگر ہیں
یہ صبح کیوں ہے یہ شام کیوں ہے یہ دن ہے کیسا یہ رات کیا ہے
ہمیں ہیں جب نقش موت و ہستی ہمیں ہیں جب اصل ہوش و مستی
یہ تیرے عشوؤں کا ذکر کیا ہے یہ تیرے غمزوں کی بات کیا ہے
ہے سہو و نسیاں بشر کی فطرت ہے اسکی دانش بھی عین غفلت
یہ تہمت معصیت ہے کیسی یہ آرزوئے نجات کیا ہے
تری تجلی ہے بزم آرا نہیں بغیر نگاہ چارا
نفس نفس کا حجاب کیوں ہے نظر نظر کی قنات کیا ہے
مجاز اگر ہے رخ حقیقت تو چشم و دل کے ہیں کیسے پردے
یہ حسن کے سانحات کیا ہیں یہ عشق کی واردات کیا ہے
سراب ہے بحر کا نگینہ تو موج کیسی کہاں سفینہ
یہی ہے آیات کا قرینہ تو پھر رخ بیّنات کیا ہے

ہیں پیش خورشید ماند تارے نہیں ہیں جب زیست کے سہارے
قضا کی ہم سے ہے تاک کیسی اجل کی ہم سے یہ گھات کیا ہے

جو ایک تصویر کے ہیں دو رخ یہ حسن و الفت یہ وصل و فرقت
ہے صدقہ میری وفا کا کیا شے تری جفا کی زکوٰۃ کیا ہے

وہی خدا ہے وہی ہے بندہ نگاہ و دل کا فقط ہے پھندہ
جنون ذات و صفات کیا ہے طلسم لات و منات کیا ہے

وہ حسن یکتا ہو جلوہ آرا تو کس کو نظارہ کا ہو یارا
نعیم بے ہوش سے سمجھیے نگاہ کی کائنات کیا ہے

فنا پہ انسان ہو جو مائل تو ہو حیات ابد کے قابل
یہ فتح ہے تو شکست کیا ہے یہ جیت اگر ہے تو مات کیا ہے

وہی ہے جادہ وہی ہے منزل وہی ہے دونوں جہاں کا حاصل
جو دل ہی مردہ ہے تیرا قابل تو پھر یہ ذکر حیات کیا ہے

○

سوز کے بندو شکست ساز کی باتیں کرو
جس نے دم توڑا ہے اس آواز کی باتیں کرو

اس جمال صاعقہ انداز کی باتیں کرو
ہوش والو ہوش کی پرواز کی باتیں کرو

اس خرام ناز حشر انداز کی باتیں کرو
صبح محشر ہے مرے غماز کی باتیں کرو

عندلیب زمزمہ پرداز کی باتیں کرو
گوش گل میں رس بھری آواز کی باتیں کرو

جس سے مرجاتے ہیں زندہ جس سے اڑجاتے ہیں ہوش
اے مسیح جاں اسی اعجاز کی باتیں کرو

ان کے غم سے بھی سوا ہے دل کے جانے کا الم
ہے کہاں ظالم مرے دم ساز کی باتیں کرو

تم نے دیکھا اپنے ارمانوں سے دھو بیٹھے وہ ہاتھ
اور دیوانوں سے حرص و آز کی باتیں کرو

وہ نگاہ اولیں جس کا ہیں صدقہ دل کے زخم　　ہے جو بے انجام اس آغاز کی باتیں کرو
پہلے پھونکو اپنے ہاتھوں خرمن قلب و نظر　　پھر کسی کے شعلہ آواز کی باتیں کرو
لالہ و گل کے فسانے ہیں قفس میں بے محل　　بلبلو اپنے پر پرواز کی باتیں کرو
عرش پر معراج سرورؐ کا اگر ہو تذکرہ　　کہکشاں کے فرش پا انداز کی باتیں کرو
مہوشان رقص فرما کا رہے کچھ تذکرہ　　مطربان خوش نوا کے ساز کی باتیں کرو

جو ہر قابل پرکھنے کو نظر کی ہے تلاش
چشم بینا سے مری آواز کی باتیں کرو

○

نکہت زلف و نگاہ ناز کی باتیں کرو　　شام غم کٹ جائے اس انداز کی باتیں کرو
یاد ماضی سے دل قابل کو ہوتا ہے سکوں　　اسکی بالیں پر اسی انداز کی باتیں کرو
تم نے جس انداز سے کل شب دیا تھا جام مے　　اس تغافل آشنا انداز کی باتیں کرو
ہے زبان برگ گل کی لن ترانی بے محل　　بلبلوں کی آہ بے آواز کی باتیں کرو
جس کے سننے کو سراپا گوش ہیں گلشن کے پھول　　اس نوائے زمزمہ پرداز کی باتیں کرو
جس نے دل کو اپنی صورت کا بنایا آئینہ　　اس نگاہ آئینہ پر داز کی باتیں کرو

جس میں اقرار محبت کی جھلک پاتا ہے دل
اپنے قابل سے اسی انداز کی باتیں کرو

○

قیامت سے شناسائی تو ہوتی　　مگر اپنی قضا آئی تو ہوتی
تصور بھی کسی کا آہی جاتا　　مگر توفیق تنہائی تو ہوتی

اثر ہی کی سخت جانی دیکھ لیتے   لبوں تک آہ دل آئی تو ہوتی
برستی کھل کے ہم پر رحمت حق   نگاہوں میں گھٹا چھائی تو ہوتی
نظر کا تھی مقدر بیقراری   نصیب دل شکیبائی تو ہوتی
بلا سے وہ سزا سے بچ نکلتے   بھرے محشر میں رسوائی تو ہوتی

بلا سے خون ہوتا میرے دل کا
کف نازک کی زیبائی تو ہوتی

○

میرے دل کو پڑی نظارہ کی عادت کیسی   آئینہ کو بھی ہوئی مجھ سے محبت کیسی
دو قدم چل کے سر حشر کیا حشر بپا   پاؤں پڑ کر رہی اس بت کے قیامت کیسی
اہل فردوس کا حق ہیں مے و مینا و سبو   شیخ عادت کو لئے پھرتے ہیں عادت کیسی
التفات اس کے تغافل سے ہے پایا جاتا   بے رخی سے بھی ٹپکتی ہے محبت کیسی
لب خاموش کی فریاد سے ہل جاتا ہے عرش   اس نے مجبوروں کو بخشی ہے یہ قدرت کیسی
جب کہا حشر میں دیدار تو ہو گا تو کہا   عشق میں روز قیامت ہے قیامت کیسی
آپ کا واسطہ غیروں سے رہا ہے اب تک   آپ کیا جانیں کہ ہوتی ہے محبت کیسی
ہے مریض غم فرقت کا تری دید علاج   تیرے دیکھے سے سنبھل جاتی ہے حالت کیسی

دیدۂ عرش کا سرمہ ترے قدموں کی ہے خاک
ذروں کو بخشی مہ و مہر کی رفعت کیسی

○

ظلم کا حشر برا ہے تجھے معلوم نہ تھا   غمزدوں کا بھی خدا ہے تجھے معلوم نہ تھا
عشق تسلیم و رضا ہے تجھے معلوم نہ تھا   حسن انداز و ادا ہے تجھے معلوم نہ تھا
بادہ اندوہ ربا ہے تجھے معلوم نہ تھا   درد حسرت سے سوا ہے تجھے معلوم نہ تھا

نگہ شوق سے پردے کی ضرورت کیا ہے کوئی دیوانہ ترا ہے تجھے معلوم نہ تھا
آنکھ میں تیرا تصور ہے تو دل میں تصویر مہر ذروں میں چھپا ہے تجھے معلوم نہ تھا

زیست کے بعد ہے کیا موت کا رونا قابل
زندگی عین قضا ہے تجھے معلوم نہ تھا

○

خرد کریں بیخودی پہ قربان ہوش کو نذر جام کر لیں
قضا سے کہدو کرے نہ جلدی حیات کا اہتمام کر لیں

مسافران رہ قیامت جو ہو سکے اتنا کام کر لیں
پڑی ہے دنیا جو راستے میں تو چند روزہ قیام کر لیں

کسی کی صورت پہ جان دیکر نہ کیوں شہیدوں میں نام کر لیں
فنا پذیر اپنی زندگی کو نثار عمر دوام کر لیں

ہمارے قبضے میں ہے یہ دنیا ہمارے بس میں ہے آخرت بھی
ہے موت کا انتظار کیسا حیات کا اختتام کر لیں

نفس نفس میں ہے حشر برپا نظر نظر پردۂ قیامت
ہمیں ملے زندگی سے فرصت تو موت کا اہتمام کر لیں

جو دل تک آنے میں ہے تکلّف ہے شوق نظارہ سے جو پردہ
بنائیں آنکھوں کو مرحلہ وہ مری نظر میں قیام کر لیں

یہ انکے دیدار کی طلب ہے یہ انکے نظارہ کی تمنا
ہمارے بس میں اگر ہو قابل تو مرنا جینا حرام کر لیں

○

دل ہے وحشت شکار کس سے کہوں　　آنکھ ہے اشکبار کس سے کہوں
حسن کی بے رخی کے پردے سے　　عشق ہے آشکار کس سے کہوں
واہ ری غیر آشنا دنیا　　کون ہے کس کا یار کس سے کہوں
وصل پر جان دینے والوں کو　　ہجر ہے سازگار کس سے کہوں
اب تو سینے میں میرے دل کی جگہ　　درد ہے یادگار کس سے کہوں
وہ جو ہر بات پر بگڑتے ہیں　　ان پر آتا ہے پیار کس سے کہوں

وہ نہیں تو وطن میں بھی قابل
ہوں غریب الدیار کس سے کہوں

○

وہ زلف رسا جو لٹکتی رہی　　محبت کی دنیا مہکتی رہی
کبھی چشم انجم جھپکتی رہی　　کبھی دل کی دنیا چمکتی رہی
تجلی جو انکی رہی بے نقاب　　پلک مہوشہ کی جھپکتی رہی
دل مضطرب کو خبر ہی نہیں　　نظر کیا شب ہجر تکتی رہی
تصور سے دل میں مرے شام غم　　کوئی چاندنی سی دمکتی رہی

ہوئی رخ سے قابل نمود سحر
شب زلف جاناں لٹکتی رہی

○

عشق کے اسرار ہم ہیں حسن کا افسانہ ہم　　شمع ہیں لیکن نظر میں ہیں پر پروانہ ہم
برہمن ہم شیخ ہم کعبہ ہیں ہم بت خانہ ہم　　اب ہمارا پوچھنا کیا راز ہم افسانہ ہم

لب کشائی کی نہیں محتاج شرح آرزو
چپ ہوئے تو بن گئے گویا ترا افسانہ ہم
ہیں نہاں آئینہ دل میں قیامت صورتیں
اپنے سینے میں لئے بیٹھے ہیں اک بت خانہ ہم
شام غم مایوسی چشم تماشا دیکھ کر
دل کے جلووں سے لپٹ جاتے ہیں بیتا بانہ ہم
دل کی صورت دیکھ کر دل کی تجلی دیکھ کر
اپنی نظروں کو بنا بیٹھے ترا دیوانہ ہم
جان و تن میں اور جلووں کی ہے گنجائش ابھی
ہیں کناروں سے بہت اترا ہوا پیمانہ ہم
دین و دنیا ہم سے پاتے ہیں محبت کی ضیا
جیسے سچ مچ ہوں ازل سے ایک صورت خانہ ہم
دستگیری کے لئے نظریں ہیں ساقی کی طرف
اپنے ہاتھوں سے چلے اے لغزش مستانہ ہم
اب کہیں شمع تجلی کی جھپکتی ہے پلک
شعلہ برق تپاں ہیں صورت پروانہ ہم
کھیلیں گے جلووں کا تیرے تیر ارماں سے شکار
اب تجھے چاہیں گے ظالم دل سے سفاکانہ ہم

غیرت آدم ہے قابل خاکساروں کی شکست
ان کے در سے واپس آئے آبرومندانہ ہم

○

عیاں ہو کر نگاہوں سے چھپا ہوں
ترے جلوے کا میں حسن ادا ہوں
حیات جاوداں کا آسرا ہوں
مگر دنیا سمجھتی ہے قضا ہوں
وہ بندہ ہوں کہ شان کبریا ہوں
حقیقت کیا حقیقت سے سوا ہوں
ہے میری بیخودی طرز ارادی
میں خود دیوانگی میں مبتلا ہوں
نہ نکلے دل سے جو ہوں بد دعا وہ
نہ آئے لب پہ جو ایسی دعا ہوں
ہدایت ہوں سراپا بہر عالم
میں فرمان شہ کرب و بلا ہوں

نہیں قابل پہ اپنے کیا بھروسہ
ازل سے آپ کا ہوں آپ کا ہوں

○

انداز ہر نفس میں جو آہ و فغاں کے ہیں — ہم اہل اس جہاں میں غم دو جہاں کے ہیں
جلوے کہاں نجوم و مہ و کہکشاں کے ہیں — ذرے اڑے ہوئے یہ ترے آستاں کے ہیں
کون و مکاں بھی نقش اگر لا مکاں کے ہیں — کس در پہ جائیں وہ جو ترے آستاں کے ہیں
ہو زندگی کہ موت ازل ہو کہ حشر ہو — جلوے تیرے حجاب میں کون و مکاں کے ہیں
در پر کسی کے اب نہ جھکے گا سر نیاز — سجدے جبیں میں جذب تیرے آستاں کے ہیں
تیری نظر نے خاک کو بخشا ہے یہ عروج — جتنے زمین کے ذرے ہیں چاند آسماں کے ہیں
لذت کش وفا ہوئی آخر جفائے حسن — ٹکڑے تری زباں پہ میری داستاں کے ہیں
وہ منہ سے کچھ کہیں نہ کہیں ہم سمجھ گئے — نظروں کی جنبشوں میں بھی پہلو زباں کے ہیں

قابل نمود عشق سے ہے کائنات حسن
ہر سجدۂ نیاز میں نقش آستاں کے ہیں

○

فرقت کی شب تار شب غم تو نہیں ہے — اس شوخ کا یہ گیسوئے برہم تو نہیں ہے
ہر نجم کہیں اشک شب غم تو نہیں ہے — یہ چاند مرا دیدۂ پرنم تو نہیں ہے
محشر میں تری بزم کا عالم تو نہیں ہے — یہ بھی کہیں اعجاز شب غم تو نہیں ہے
جبریل بشر کا نہ ہو کیوں حاشیہ بردار — مانا ہے مکرم مگر اکرم تو نہیں ہے
ہے حسن کا ہر جور مآل طلب دل — میری ہی وفا خالق ہر غم تو نہیں ہے
بیکار ہے یہ تبصرہ فرق مراتب — حسن اور محبت میں کوئی کم تو نہیں ہے

ہے جان سے پیارا مجھے تقدیر کابل بھی
یہ بھی تری زلفوں کا کوئی خم تو نہیں ہے

○

بے مہریٔ عالم سے ہوا دل کو یقیں اور　　ہاں ناز اٹھائیں گے تیرے غم کے ہمیں اور
اس شوخ پہ تنقید نہ کر قلب حزیں اور　　تنویر گماں اور ہے تصویر یقیں اور
کیوں ایک ہمیں پر ہے ترے غم کی نوازش　　کیا عشق طلب ہم سا زمانے میں نہیں اور
دیر و حرم و گلشن و صحرا سے اٹھا جی　　اے قلب جفا جُو ہمیں لے چل نہ کہیں اور

دل کا ترے دیدار سے اب تک نہ بھرا جی
کچھ چشم توجہ ہو مرے آئینہ ہیں اور

حسن ہے آشفتہ سر شعلہ بجاں میرے بغیر　　زلف شب گوں شمع رخ کا ہے دھواں میرے بغیر
زرد ہیں ماہ و نجوم و کہکشاں میرے بغیر　　سرد ہے بازار ہستی کی دکاں میرے بغیر
جذبۂ دار و رسن ہے اب نہ ذوق ہاؤ ہو　　سونے سونے ہیں ترے کون ومکاں میرے مرے بغیر
عارض گل پر ہے شبنم یا سرشک خون دل　　ہے خزاں دیدہ بہار بوستاں میرے بغیر
دل پہ آرے سے چلاتی ہیں نفس کی جنبشیں　　زندگی بھی پیار کے قابل کہاں میرے بغیر
اب نہ چشم عاشقاں ہے اور نہ دیدار بتاں　　حسن ہے جلووں سے اپنے بدگماں میرے بغیر
دین و ایماں ہیں دل دیوانہ کے غم میں نڈھال　　بن گئی ناقوس کعبہ کی اذاں میرے بغیر

دشت شوق و آرزو میں سر بسر اڑتی ہے خاک
ہائے بے منزل ہے غم کا کارواں میرے بغیر

حسن انداز بھی ہو گا نظر انداز کبھی　　دل کے آئینے میں دیکھیں گے رخ ناز کبھی
سرد مہری ہوئی مہر لب اعجاز کبھی　　دل پہ یہ برف ہوئی صاعقہ انداز کبھی

اس نے دیکھا ہی نہیں ہے ترا اعجاز کبھی — دل کو دیوانہ بنا اے نگہ ناز کبھی
کھینچ لیتی ہے تری دور کی آواز کبھی — زندگی ہوتی ہے آسودۂ پرواز کبھی
کام آئی ہے مرے خاطر ناساز کبھی — دل میں بھی پائے گے آپ کے انداز کبھی
موت ہو جاتی ہے خود زیست کی دمساز کبھی — منکشف ہوتا ہے انجام سے آغاز کبھی
دل کے سر یوں ہوئی تحریک لب ناز کبھی — شمع بن بن کے بجھا شعلہ آواز کبھی
ہیں ہدف تیری تجلی کا مہ و مہر و نجوم — دل کو بھی صید بنا اے قدر انداز کبھی
اپنے انداز نظر کا یہ تماشہ دیکھا — مجھ سے بھی روٹھ گئے ہیں مرے دمساز کبھی
یہ نیا پردہ محبت کو جنوں نے بخشا — سعی افشائے حقیقت بھی بنی راز کبھی
زندگی دور خرابات تھی لیکن اے دوست — تجھ کو بندوں نے کیا بھی نظر انداز کبھی
یہ مرے نالہ شب گیر کا انداز خرام — برق لرزاں سے رہی مشق تگ و تاز کبھی
تو میرے عشق کی روداد مرے دل سے پوچھ — یہ خوش انجام رہا تشنہ آغاز کبھی

اپنی مٹی سے توقع ہے یہ مجھ کو قابل
لائے گی میکدہ میں پھر گِل خُم ساز کبھی

○

زندگی ہوتی ہے یوں خانہ بر انداز کبھی — آتش نغمہ سے جل اٹھتا ہے خود ساز کبھی
بیخودی میں تھی خودی رہبر پرواز کبھی — میری آواز سے نکلی تری آواز کبھی
نظر آلودہ ہوئی جلوہ نگہ ناز کبھی — عشق کے دامن عصمت سے چھنی آز کبھی
دل سے رخصت نہ ہوا وصل کا اعجاز کبھی — دے مرے دم کو دلاسہ مرے دمساز کبھی
مہر و مہ پر نہ ہوئی چشم کرم باز کبھی — دل کی صورت نہ ہوا کوئی بھی ممتاز کبھی
نہ سنی میری کہانی مرے دمساز کبھی — آئی لب تک نہ مرے قلب کی آواز کبھی

بندگی کو ہو مری ناز خدائی حاصل — میری آغوش میں آ اے بت طناز کبھی
کیا قیامت ہے کہ دشمن کی خوشی کی خاطر — غم کی تصویر بنا ہے وہ رخ ناز کبھی
یہ مرا ذوق نفس ہے یہ مرا کیف وجود — مست ہے اپنے ہی نغمات سے یہ ساز کبھی
شوق پرواز اڑا لایا ہے سوئے صیاد — ہوئے ہیں دشمن جاں بال و پر تاز کبھی
خون دل بھرتا ہے تصویر وفا میں کبھی رنگ — دے کے جاں ہوتے ہیں الفت میں سرافراز کبھی
کبھی غم دیدۂ فرقت ہے کبھی کشتۂ وصل — دل کی آواز میں ہے سوز کبھی ساز کبھی
تو ہے اس بت کی تجلی کی اداؤں کی امیں — خود کو بھی دیکھ ذرا چشم نظر باز کبھی

اتنی روداد اسیران قفس ہے قابل
رنگ رخ بن کے اڑی ہمت پرواز کبھی

○

تم نے تدبیر کو بخشا ہے یہ اعجاز کبھی — آپ تقدیر ہوئی ہے سپر انداز کبھی
جستجو میں بھی تھے محرومی کے انداز کبھی — لے اڑی دور حقیقت سے تگ و تاز کبھی
ہو تصور میں شب غم جو رخ ناز کبھی — آہ جاں سوز بھی ہو جاتی ہے دمساز کبھی
سنتا ہوں ہجر میں بھی نغمہ دمساز کبھی — شب کی خاموشی بھی بن جاتی ہے آواز کبھی
صورت حال ہوئی تھی نظر انداز کبھی — لب خاموش ہوا عشق کا غماز کبھی
حشر کے روپ میں دیکھا ہے رخ ناز کبھی — جان پر کھیل گئے ہیں ترے جانباز کبھی
دل قابل نہ ہوا ملتفت آز کبھی — زد میں کرگس کے کہیں آیا ہے شہباز کبھی
ہر نفس میں ترے قدموں کی سی آہٹ پائی — پردۂ دل سے سنی ہے تری آواز کبھی
بے رخی میں بھی ہے اک ناز توجہ شامل — جیسے خفگی میں ترے عفو کے انداز کبھی
گو نگاہوں سے ہر انجام محبت دیکھا — دور دل سے نہ ہوئی لذت آغاز کبھی
عمر بھر عشق خدا داد رہا دم کا رفیق — دم بھر اپنی نہ ہوئی عقل جنوں ساز کبھی

دل نے توڑا ہے کبھی آپ کا پیام الست — سینہ سے نکلی ہے گھٹتی ہوئی آواز کبھی
اپنے ہی سوز دل و جاں کا جو سن لیں نغمہ — اہل سجادہ نہ ہوں ملتفت ساز کبھی
آپ کے جلوۂ پنہاں سے تعلق رکھا — میری ہو کر نہ رہی حسرت دمساز کبھی
مجھ کو اس طرح پکارا ہے رہ الفت میں — نگہ شوق سنی ہے مری آواز کبھی

چشم قابل نے رکھا ہے تجھے آنکھوں میں قمر☆
دل کے تاروں نے سنی ہے تری آواز کبھی

☆ شاعر کے دوست بزم مشاعرہ کے بانی

○

اپنے اللہ کی رحمت پہ نظر رکھتے ہیں — ہم گنہگار یہی زاد سفر رکھتے ہیں
سنگ در کو بھی ترے جذب جبیں کر لیں گے — آستاں پر ترے سجدے کو جو سر رکھتے ہیں
غنچہ و گل نے وہ کھائے ہیں بہاروں کے فریب — کہ خزاں میں بھی وہ امید سحر رکھتے ہیں
آپ نے دیدۂ فرقت ابھی دیکھے ہی نہیں — وہ صدف ہیں کہ جو دامن میں گہر رکھتے ہیں
صاف وہ جادہ محشر سے گزر جائیں گے — سر میں سودا جو ترا زندگی بھر رکھتے ہیں
بڑھ کے قدموں سے لپٹ جاتے ہیں کانٹے کیا کیا — عشق کی راہ میں ہم پاؤں جدھر رکھتے ہیں

دیکھیں نور نظر زہرا ؓ کا عالم قابل
لخت دل رکھتے ہیں جو لخت جگر رکھتے ہیں

○

قلب مضطرب تنہا اور چشم نم تنہا — آپ سے جدا ہو کر سب ہیں بیش و کم تنہا
ہم ازل کے دن سے ہیں شیخ محترم تنہا — کس طرح اٹھائیں گے دو جہاں کے غم تنہا

آپ جب ہوئے رخصت تو ہمیں ہوا محسوس   جیسے دونوں عالم میں رہ گئے ہوں ہم تنہا
پرچم غم الفت اٹھ سکا نہ دنیا سے   دل نے ہی اٹھایا ہے آپ کا علم تنہا
کس کی تھی بھلا ہمت راہ عشق میں چلتا   ہم فقط اٹھاتے ہیں آپ کے ستم تنہا

زلزلہ زمیں پر تھا آسماں تھا گردش میں
راہ عشق میں ہم نے جب رکھا قدم تنہا

○

شعلہ سا لامکاں سے اٹھتا ہے   عشق کافر کہاں سے اٹھتا ہے
آتش گل سے جو دھواں نہ اٹھا   بلبلوں کی فغاں سے اٹھتا ہے
دل میں کل تک نہاں تھا جو طوفاں   آج اشک رواں سے اٹھتا ہے
تیلیوں سے قفس کی دیکھا ہے   کہ دھواں آشیاں سے اٹھتا ہے
سونے والے مزار کے ہشیار   حشر خواب گراں سے اٹھتا ہے
تیرا غم ہے لطیف تیری طرح   کہیں تاب و تواں سے اٹھتا ہے
تیری آنکھوں میں تھا جو فتنہ نہاں   میرے قلب نہاں سے اٹھتا ہے
منتظر کفر و شرک کب سے ہیں   پردہ حق کہاں سے اٹھتا ہے
کوئی دیتا نہیں کسی کا ساتھ   اٹھنے والا جہاں سے اٹھتا ہے

جو بھی دنیا کا بندہ ہے قابل
جان دے کر جہاں سے اٹھتا ہے

○

آنکھوں سے چھپ کے آئینہ دل میں آگئے   جلوے کسی کے عشق کی منزل میں آگئے
ان کے حضور ہم نے کیا اس طرح سوال   ارمان دل کے سب لب سائل میں آگئے

کشتی دل حزیں کی کنارے لگی تو کیا طوفاں سمٹ کے دامن ساحل میں آ گئے
ان سے کروں شکایت درد فراق کیا آنکھوں سے روٹھ کر جو مرے دل میں آ گئے

قابل مری نوازی☆ کی قسمت تھے جو کبھی
جلوے تمام وہ رخ شاغل☆ میں آگئے

☆ شاعر کی مرحوم اہلیہ نوازی خاتون

☆ شاعر کے فرزند اول سید مختار عالم شاغل

○

مقدور ہو تو پوچھیں کسی کی نظر سے ہم یہ کس کے شوق دید میں ہیں خود نگر سے ہم
پوشیدہ رہ سکیں گے نہ اپنی نظر سے ہم آئینہ بن کے پوچھیں جو آئینہ گر سے ہم
آزادیوں کے شام و سحر آگئے جو یاد روئے لپٹ کے زنداں کے دیوار و در سے ہم
سچ تو یہ ہے کہ صبح ازل سے ہیں آشنا بے جبر و اختیار قضا و قدر سے ہم
کردار چشم و دل پہ نہیں ہم کو اختیار آنکلے تیرے کوچے میں جانے کدھر سے ہم
پھر بھی چمن کے آئینہ دار جمال ہیں شاخ و شجر سے ہم ہیں نہ برگ و ثمر سے ہم
جب سے تری ادا کی تجلی کے ہیں امیں ہیں آشکار گردش شام و سحر سے ہم
رندوں کا حال دیکھ ذرا شیخ پاکباز پہنچے تری بہشت میں دامان تر سے ہم
ٹوٹے اگر نہ اب بھی قیامت تو حشر ہے مرنے کی راہ تکتے رہے عمر بھر سے ہم

قابل جہاں میں آئے تو محسوس یہ ہوا
گزرے ہیں بار بار اسی رہ گزر سے ہم

○

صبا ہو جب بھی گذر چمن مین تو میرے گل کو سلام کہنا
اگر ہو توفیق گفتگو کی تو چشم و دل کا پیام کہنا

یہ بارش نکہت معنبر یہ کیف و مستی بھری فضائیں
چمن میں ہے میکدہ کا عالم پڑا ہے ہر گل کو جام کہنا

ازل سے تا حشر دور ہستی ہے ایک ظلمت کدہ الم کا
ہوا ہے دشوار زندگی کو تجلی صبح و شام کہنا

تو کیا مقدر میں تیرے زاہد نہیں ہیں حورو جناں کے جلوے
ہوا ہے کب سے حلال تجھ کو شراب غم کو حرام کہنا

شعور معراج مصطفیٰ ہو اگر کبھی دیدہ و نظر کو
تو قابل عرش نہیں کہ بھی تم نسیم الفت کا بام کہنا

○

سکوت لب کی زباں رہے ہیں نگاہ کی داستاں رہے ہیں
ہمیں وہ پیری کا دیں نہ طعنہ کبھی تو ہم بھی جواں رہے ہیں

محیط ہے حسن دو جہاں پر محبت یک نظر کا جذبہ
کبھی وہ میرا پتہ بنے ہیں کبھی وہ میرا نشاں رہے ہیں

چمن میں ہست و عدم کے ہم سے کھلے ہیں گل موت و زندگی کے
ہمیں حجاب فنا بنے ہیں ہمیں رخ کنُ فکاں رہے ہیں

کبھی درُ بے بہا کی صورت بنے ہیں بحر فنا کے کنکر
کبھی ہوئے ہیں ہم اتنے ارزاں کہ اس نظر پر گراں رہے ہیں

یہ حشر کیا ہے یہ نشر کیا ہے فقط ہے بے پردگیٔ جلوہ
انہیں کی ہے قابل آزمائش جو در پئے امتحاں رہے ہیں

○

ہم سے پوچھو جو دل کا عالم ہے   ان کو عرفان غم بہت کم ہے
زندگی نے کیا نہ شاد تو کیا   ہمکو اول سے حسرت غم ہے
دل نگاہ طلب سے ہے بیزار   آئینہ آئینے سے برہم ہے
کوئی دل چاک ہے کوئی لب بند   غنچہ و گل میں کس کا ماتم ہے

قابل انکے بغیر لطف حیات
زندگی زندگی کا ماتم ہے

کہتے کہتے جو بھر آئی آواز   داستاں نکلی پرائی آواز
چھیڑا نغمہ وہ سکوت لب نے   دل سے دل میں اتر آئی آواز
مہرومہ نے ترے گائے نغمے   غنچہ و گل نے سنائی آواز
روتے میں گاتے رہے عشق کے گیت   ہم نے دریا میں بہائی آواز
لب فریاد کھلے آخر دم   بیٹھ کے دل نے اٹھائی آواز

آہ سوزاں تھی بھڑکتا شعلہ
میرے اشکوں نے بجھائی آواز

وہ دن بھی آئے کہ اپنا کوئی بنائے مجھے   میں روٹھ جاؤں تو سو سو طرح منائے مجھے
میں اس تمنا میں اس کوچہ کا طواف کروں   وہ دیکھ کر مجھے آواز دے بلائے مجھے
ملے وہ راہ گزر میں تو دل یہ دے آواز   بھٹک گیا ہوں میں رستہ کوئی دکھائے مجھے
رہے نہ اسکا جہاں میرے فیض سے محروم   میں ایک دولت غم ہوں تو پھر لٹائے مجھے

یہی ہے جذب محبت یہی ہے سحر عشق	میں جس کو بھولنا چاہوں وہ یاد آئے مجھے
مشاہدے نے یہ توفیق عشق بخشی ہے	کہ ٹوٹے شاخ سے گل اور زخم آئے مجھے
حریم عشق بریں تک میں اس طرح پہنچا	مہ و نجوم بھی تیرے نہ دیکھ پائے مجھے

میں جسکو دیکھ کے بیہوش ہو گیا قابل
مین دل کی بات کہوں ہوش میں تو لائے مجھے

○

خون دل فکر میں ڈھل جائے تو میں شعر کہوں	یہ خلش دل سے نکل جائے تو میں شعر کہوں
کہیں افتاد محبت نہ قیامت ڈھائے	دل اگر گر کے سنبھل جائے تو میں شعر کہوں
دھیان آتے ہی ترا اڑنے لگے ہوش و حواس	یہ قضا سرے جو ٹل جائے تو میں شعر کہوں
عشق کا دیدۂ بیدار ہے قلب مضطر	کسی صورت یہ بہل جائے تو میں شعر کہوں

میری نظروں میں رخ ہست و عدم ہے قابل
دل کھلونوں سے بہل جائے تو میں شعر کہوں

○

کس روز ہم پہ آپکے لطف و کرم نہ تھے	کس روز چشم ناز کے منظور ہم نہ تھے
تصویر ناز پیش نگاہ خیال تھی	آرزوۂ الم تری فرقت میں ہم نہ تھے
کب ہم پہ اعتماد وفا تھا نہ حسن کو	اے چشم ناز کب تری نظروں میں ہم نہ تھے
اے شاہد ازل تجھے کس کی تلاش ہے	جیسے ہیں آج یوں تری زلفوں کے خم نہ تھے

ایک ایک آرزو تھی عروس دل و نظر
حوران خلد سے مرے ارمان کم نہ تھے

○

یہ عالم کیا کہوں دیکھا نہ جائے — تجھے چاہوں مگر چاہا نہ جائے
دل اس در پر لئے عرض تمنا — نہیں جاتا اگر اچھا نہ جائے
دل مضطر یہ اچھی بے بسی ہے — کہ میں تڑپوں مگر تڑپا نہ جائے
تصور ہی سے بہلائیں نہ کیوں دل — جب ان کو روبرو دیکھا نہ جائے

کبھی دیکھا ہے اس بت نے بھی قابل
یہ تیرا حال جو دیکھا نہ جائے

○

نہ پوچھ درد محبت ہمیں کہاں سے ملا — ہمیں یہ غم بھی ترے نازکُن فکاں سے ملا
نشاں بقا کا ہمیں عمر رائیگاں سے ملا — بہار گل کا اشارہ ہمیں خزاں سے ملا
بہشت و حور و زمان و مکاں تو ایک طرف — خدا بھی ہمکو فقط انکے آستاں سے ملا
وہ ماسوا کی تجلی یہ عین حق کا جمال — نہ نقش پا بھی ترا ماہ و کہکشاں سے ملا
شعور شعر و سخن کا مرے حریفوں کو — مری زباں سے ملا یا مرے بیاں سے ملا

تجلیات کا آئینہ بن گیا قابل
یہ مرتبہ بھی اسے ان کے آستاں سے ملا

○

میرا محبوب میرے پاس نہیں — اب مجھے زندگی کی آس نہیں
اپنے اللہ سے ہے میرا سوال — اب کسی سے کچھ التماس نہیں
اپنا حال آپ سے کہیں بھی تو کیا — دل ہے حاضر مگر حواس نہیں
پڑھیئے دل ہی سے داستاں دل کی — یہ کتابوں کا اقتباس نہیں

تیری رحمت ہے خضر راہ تو پھر   اپنی منزل سے مجھ کو یاس نہیں
ان کی بے التفاتیوں پر بھی   دل پُرامید ہے اداس نہیں
بھری دنیا میں بھی ہوں میں تنہا   کوئی ہمدرد آس پاس نہیں
دل کا عالم ترے تصور میں   تشنگی بھی ہے اور پیاس نہیں

قابل ان سے جفا کا کیا شکوہ
جنکو مہر و وفا کا پاس نہیں

○

(ذو قافیتین)

جو جذب ہو تو جبیں آستاں سے دور نہیں   قضا نہ ہو تو زمیں آسماں سے دور نہیں
وہ جانتا ہے کہ ہے عشق جان کا لیوا   مری قضا کا یقین بدگماں سے دور نہیں
دل ان کی برہمیٔ چشم دلستاں سے حذر   خزان گوشہ نشیں گلستاں سے دور نہیں
ہجوم نالہ و آہ و فغاں میں گم ہو جا   کہ تیرا ناقہ نشیں کارواں سے دور نہیں
لبوں پہ موج تبسم ہو شوخ کے تو سمجھ   کہ تیرا قلب حزیں امتحاں سے دور نہیں
جو گل ہے زلف کے خم میں تو لٹ ہے عارض پر   گلاب فرق نشیں بوستاں سے دور ہیں

جو زلف پیچاں سے رخ پر نظر پڑی تو کھلا
کہ میرا ماہ مبیں کہکشاں سے دور نہیں

○

دونوں جہاں کو آئینہ ساماں کئے ہوئے
ہے کون رخ پہ زلف پریشاں کئے ہوئے

ہم نے اسی جہان میں فردوس دیکھ لی
جلوے ہیں ہر نظر کو گلستاں کئے ہوئے

ہیں مہرومہ کے رخ پہ نقاب تجلیات
دونوں چراغ ہیں تہہ داماں کئے ہوئے

وہ ڈال کر بتوں کو جہنم کی آگ میں
دوزخ کو بھی ہیں خلد بداماں کئے ہوئے

اے نازش بشر تری تصویر کے لیے
آنکھیں ہیں دل کو آئینہ ساماں کئے ہوئے

کچھ ہم کو زندگی نے کیا شرمسار عشق
کچھ ہم ہیں زندگی کو پشیماں کئے ہوئے

اے نوبہار حسن ترے شوق دید میں
ایک ایک گل ہے شمع فروزاں کئے ہوئے

کیا جانے کس خیال میں ہے دل شب فراق
حسرت کئے ہوئے ہے نہ ارماں کئے ہوئے

اللہ رے وحشت طلب آرزوئے حسن
دامن بھی ہیں ہم اپنا گریباں کئے ہوئے

جہل ہو جیسے آگہی سے شروع
موت ہوتی ہے زندگی سے شروع

جانے کیا گزرے پھول ہونے تک
چاک دل ہے کلی کلی سے شروع

چشم مشتاق راہ لے دل کی
ان کا کوچہ ہے اس گلی سے شروع

چاند کیا چاند کے جگر کو دیکھ
نور ہوتا ہے تیرگی سے شروع

مسکرائے وہ دیکھ کر مجھکو
غم ہوا ہے ہنسی خوشی سے شروع

ہو کسی کا بھی ذکر عشق و وفا
بات ہوتی ہے کیوں مجھی سے شروع

ہم تکلف جسے سمجھتے ہیں
وہ بھی ہوتا ہے سادگی سے شروع

پہنچی آخر مری محبت تک
بات جب بھی ہوئی کسی سے شروع

رحمتوں کو ملا بہانہ لطف
یہ خطا بھی ہوئی مجھ سے شروع

ہے حدیث جمال میرا سخن
عشق ہے میری شاعری سے شروع

مجھ سے بدلی ہوئی سی چشم دوست التفات اور بے رخی سے شروع
اس کو بندوں کا لاکھ بار سلام
جو خدائی ہو بندگی سے شروع

○

نہ طلوع صبح بہار تک نہ تکلف گل و خار تک مری زندگی ہے یہ زندگی کہ ہے ایک تجلی یار تک
مری چشم شوق کے دام میں ہے جمال لیل ونہار تک مرے قلب زار کی دسترس ہے نظام محفل یار تک
دل و دیدہ کی کہاں مقدرت کہ رسا ہوں خلوت یار تک کہ سمجھ میں آج تک آسکا نہ طلسم لیل و نہار تک
ہے مری خودی مرا قافلہ مری بیخودی مری رہنما کہ گزر کے منزل دار سے گیا آستانہ یار تک
تری خاک پا ترا نقش پا میں غم فنا سے ہوں ماورا نہ مٹے گا میرا مزار تک نہ اڑے گا میرا غبار تک
مری عاشقی مری بندگی مری شاعری مری زندگی یہ ہے انکے جلووں کا قافلہ نہ رکے گا منزل دار تک
نہیں میری نظروں میں معتبر وہ جنون دل جو ہو منحصر کبھی اقتدار بہار تک کبھی اعتبار بہار تک
یہ مری خطا کا نکھار ہے کہ ترے کرم کا وقار ہے تری رحمتوں کی بہار ہے مرے معصیت کے شعار تک
تری رحمتیں ہیں فقط کرم انہیں کیوں ہو زحمت بیش وکم نہ مری خطا کے شعار تک نہ مری خطا کے شمار تک
مری زندگی کی عبارتیں رخ حسن کی ہیں اشارتیں مرا دل ہے وصل حبیب تک تو نظر ہے جلوہ یار تک
میں ہوں قابل آئینہ حسن کا مرا عشق غمزۂ دل ربا
مری فکر ہے غم دوست تک مرا نغمہ جلوۂ یار تک

○

آنکھیں اسیر اشک ہیں دل مبتلائے داغ اے چاند تیرے عشق میں کیا کیا اٹھائے داغ
یہ کشتۂ فراق ہے وہ محو اشتیاق شمس و قمر نے کس کی محبت میں کھائے داغ
دادوستد کے کتنے کھرے ہیں بتان عشق لیتے ہیں دل تو دیتے ہیں دل کے بجائے داغ

ہم کشتگان عشق کو یہ بھی نہیں خبر — دل کی جگہ ہے داغ کہ دل ہے بجائے داغ
دل داغدار ہو تو محبت ہے معتقد — ہے کاروبار عشق میں دل ہی بہائے داغ
دل میں ہے حسن و عشق کی محفل سجی ہوئی — اک بزم سوز و ساز ہے خلوت سرائے داغ
دنیا میں شمع و گل تو مہ و مہر چرخ پر — دل ایک ایک حسن کا ہے آشنائے داغ

ہیں یوں تو میر و غالب و مومن انیس و ذوق
قابل مگر غزل کو یہ غم ہے کہ ہائے داغ

○

چشم محبوب میں عتاب کا رنگ — جیسے نرگس میں ہو گلاب کا رنگ
اڑ گیا چشم نیم خواب کا رنگ — دیکھیے آ گیا حجاب کا رنگ
آب گوہر سے بھی سوا نکلا — ہجر میں دیدۂ پُر آب کا رنگ
ہم نے اے چاند تیرے رخ کے حضور — اڑتے دیکھا ہے آفتاب کا رنگ
اپنے شائستہ جمال سے پوچھ — حسن سے ہے سوا حجاب کا رنگ
کیا خبر کیوں مرے سوالوں میں — آ گیا آپ کے جواب کا رنگ
وجہ رحمت اگر خطا ہے تو پھر — معصیت میں بھی ہے ثواب کا رنگ
ہے چمن میں فروغ لالہ و گل — یا مرے ساغر شراب کا رنگ
ہے حقیقت پس مجاز کہ اب — موج دریا میں ہے سراب کا رنگ
ہر نظر میں گمان و وہم کی لہر — ہر نفس میں خیال و خواب کا رنگ

ان لبوں کی شگفتگی قابل
خامشی میں بھی ہے خطاب کا رنگ

○

جلوے کہاں نجوم و مہ و کہکشاں کے ہیں — ذرے اڑے ہوئے یہ ترے آستاں کے ہیں
کون و مکاں میں نقش اگر لا مکاں کے ہیں — کس در پہ جائیں وہ جو ترے آستاں کے ہیں

تیری نظر نے خاک کو بخشا ہے یہ عروج جتنے زمیں کے ذرے ہیں چاند آسماں کے ہیں
لذت کش وفا ہوئی آخر جفائے حسن ٹکڑے تری زباں پہ مری داستاں کے ہیں
وہ منہ سے کچھ کہیں نہ کہیں ہم سمجھ گئے نظروں کی جنبشوں میں بھی پہلو زباں کے ہیں
در پر کسی کے اب نہ جھکے گا سر نیاز
سجدے جبیں میں جذب ترے آستاں کے ہیں

○

حسن انداز بھی ہوگا نظر انداز کبھی دل کے آئینہ میں دیکھیں گے رخ ناز کبھی
زندگی ہوتی ہے یوں خانہ برانداز کبھی آتش نغمہ سے جل اٹھتا ہے خود ساز کبھی
سنتا ہوں ہجر میں بھی نغمہ دمساز کبھی شب کی خاموشی بھی بن جاتی ہے آواز کبھی
ہیں ہدف تیری تجلی کا مہ و مہر و نجوم دل کو بھی صید بنا اے قدر انداز کبھی
اپنے انداز نظر کا یہ تماشہ دیکھا مجھ سے بھی روٹھ گئے ہیں مرے دمساز کبھی
یہ مرے نالہ شب گیر کا انداز خرام برق لرزاں سے رہی مشق تگ و تاز کبھی
خون دل بھرتا ہے تصویر وفا میں کبھی رنگ دے کے جاں ہوتے ہیں الفت میں سرافراز کبھی
کبھی غم دیدۂ فرقت ہے کبھی کشتۂ وصل دل کی آواز میں ہے سوز کبھی ساز کبھی
ہر نفس میں ترے قدموں کی سی آہٹ پائی پردۂ دل سے سنی ہے تری آواز کبھی
مجھ کو اس طرح پکارا ہے رہ الفت میں نگہ شوق بنی ہے مری آواز کبھی
اتنی روداد اسیران قفس ہے قابل
رنگ رخ بن کے اڑی ہمت پرواز کبھی

○

عظمت میخانہ صہبا سے نہ پیمانے سے ہے ساری رنگینی تری آنکھوں کے افسانے سے ہے
عشق ہے آغاز ہستی عشق انجام عدم دین اور دنیا کی رنگینی اس افسانے سے ہے

کفر ہی تنویر ایماں کفر ہی تصویر دیں　　ہو نہ ہو بنیاد کعبے کی صنم خانے سے ہے
ایک دزدیدہ تبسم اک اچٹتی سی نظر　　مری ترتیب کتاب اس دل کے افسانے سے ہے
عشق کی آسودگی مے، عقل کا درماں شراب　　حلّ ہر مشکل جو ممکن ہے تو پیمانے سے ہے
ربط آلودہ ہو کیونکر حسن یکتائی پسند　　گیسوئے برہم میں جوالجھن بھی ہے شانے سے ہے
تابش رخ یک نفس تھی دل کی دھڑکن تا ابد　　شمع سے تیری تجلی تھی کہ پروانے سے ہے
اب تری تصویر کو دیکھا کریں دیر و حرم　　ربط اس کا مرے دل کے آئینہ خانے سے ہے

عشق کی آشفتگی ہے حسن کی آسودگی
کشت غم سرسبز قابل دل کے ویرانے سے ہے

○

سر جھکا کر کعبہ اہل رضا ہو جایئے　　سجدہ یوں کیجئے کہ انکا نقش پا ہو جایئے
یاخدا بن کر مجھے دیجئے تلاطم سے نجات　　یا مری کشتی ڈبو کر ناخدا ہو جایئے
یا مجھے لے لیجئے آغوش رحمت میں حضور　　یا مری توفیق غم میری خطا ہو جایئے
مجھکو جس مقصد سے ذوق آرزو بخشا گیا　　آپ دل بن کر ہی دل کا مدعا ہو جایئے
آرزو بن کر نہ کیجیے دیدہ و دل کا طواف　　میرے لب تک آیئے میری دعا ہو جایئے

غنچہ لب بند کی دل بستگی اچھی نہیں
پھول بننا ہے تو قابل لب کشا ہو جایئے

○

حدود ضبط سے باہر نہیں فغاں میری　　سکوت لب کی زباں پر ہے داستاں میری
ہے احتجاج فنا عمر رایگاں میری　　مرے نفس کے شکنجوں میں ہے فغاں میری
ہوئی ہے جلوہ طلب حسرت نہاں میری　　چھڑی ہے حشر کے پردے میں داستاں میری

وہی زباں ہے وہی شوکت بیاں میری   یہ ساز ہست و عدم ہے کہ داستاں میری
تلاطم نفس دم بدم کے دم تک ہوں   یہ موج وہ ہے جو ہے کشتی رواں میری
بہے جو اشک تو داغ جگر ہوئے شاداب   بہار باغ محبت بنی خزاں میری
ہوائے گل کے تقاضے نہ رنگ و بو کا دماغ   قفس سے کم نہیں تہذیب گلستاں میری
صلوٰۃ عشق کی تکمیل فرض ہے لیکن
ابھی تو قوم ہے ناواقف اذاں میری

○

یہ ہو نہو ترے جلوؤں کا بول بالا ہے   نظر نے آنکھ سے باہر قدم نکالا ہے
بشر کو حسن کے سانچے میں کس نے ڈھالا ہے   کہ ہر نفس گل صد آرزو کی مالا ہے
نگاہ شوق سے کب کوئی چھپنے والا ہے   حجاب حسن اندھیرا نہیں اجالا ہے
جو تو نہو تو نہو لذت فنا بھی نصیب   غم حیات تجھے جان دے کے پالا ہے
شکست دل نے بڑھا دی کچھ اور قیمت دل   یہ پھول باغ محبت کا کھلنے والا ہے
فنا کے بعد ہیں کچھ مستحق بقا کے تو ہم   کہ ڈوب کر بھی ترے نام کو اچھالا ہے
نہ ہو جو دل تو کٹے کیسے راہ ہست و عدم   کہ دو جہاں میں اس اک شمع سے اجالا ہے
شکست قلب کا آئینہ دار ہے آنسو   گہر یہ کس نے تہہ بحر سے اچھالا ہے
فنا کی راہ سے گزرا ہوں کس قیامت سے   نفس بھی آبلہ پا زندگی کا چھالا ہے
رہ فنا کی صعوبت کا کیا گلہ قابل
ہمارے دل نے ہمیں خلد سے، نکالا ہے

○

مایوس کیوں ہوں ہم غم صبر آزما کے بعد   اک اور زندگی بھی ملے گی فنا کے بعد
طوفان غم میں رحمت حق کا ہوا نزول   اب ناخدا کو کون پکارے خدا کے بعد

تجھ سے ہوا ہے یوں متعارف جہان عشق
اک تری ذات کا ہے سہارا خدا کے بعد

ہے دل کے حق میں فتنہ دوراں حجاب حسن
آنکھوں میں ہے جفاؤں کی شوخی حیا کے بعد

آئی بہار پہلے گلستاں میں عندلیب
لیکن شکست غنچہ و گل کی صدا کے بعد

تکمیل ربط عشق کی صورت یہی تو ہے
ان کو بھی بھول جا دل بے مدعا کے بعد

آ کر جہان خاک میں بھولے مقام خلد
ہم کیا ہوئے تغیّر آب و ہوا کے بعد

فتنہ خرام و حشر در آغوش کیوں نہو
یہ زندگی کشا کش بیم و رجا کے بعد

اے پاسدار غیرت الفت نہ کر قبول
تجھ کو خدائی بھی جو ملے التجا کے بعد

خود داری سوال ہے انعام سے سوا
دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھا لے دعا کے بعد

ہر دور میں حقیقت ہستی ہے مستقل
جو ابتداء سے پہلے تھا ہے انتہا کے بعد

شاید تری نگاہ کرم تھی گناہ پر
نکلے کئی ثواب کے پہلو خطا کے بعد

قابل کے حق میں ہے یہی ایک صورت نجات
لب پر تمہارا نام ہے نام خدا کے بعد

غم کشتگان عیش کا ماتم کہیں نہیں
گل ہنس رہے ہیں گریۂ شبنم کہیں نہیں

بڑھتے ہیں آنکھیں بند کئے رہروان موت
یہ راہ زندگی ہے یہاں خم کہیں نہیں

معمورۂ حیات ہیں کون و مکاں مگر
اس خاکدان زیست کا عالم کہیں نہیں

ہر سانس عیش رفتہ کے غم میں ہے مضطرب
یہ اہتمام غم ہے مگر غم کہیں نہیں

زلفوں کی چھاؤں میں رخ تاباں ہے جلوہ گر
پیچیدہ راہ عشق سہی خم کہیں نہیں

حشر و ازل ہیں دو متوازی خطوط عشق
یعنی حیات و موت کا سنگم کہیں نہیں

قابل وہ بزم حسن ہو یا رزم گاہ عشق
دونوں جہاں میں ہمسر آدم کہیں نہیں

رکھے نگاہ میں آداب بے خودی میں نے
نہ دی حیات کو تکلیف آگہی میں نے

مری حیات کا ممنون ہے وجود فنا
اجل کو دی ہے تب و تاب زندگی میں نے

عطا کی میں نے گلستان زندگی کو بہار
شگفتگی سے بدل دی فسردگی میں نے

خمار زیست کا خمیازہ کش ازل سے ہوں
مئے قضا بھی جو پی تو کبھی کبھی میں نے

نظر ملا نہ سکی ان سے حشر میں جو نظر
ضرور ان کی محبت میں کی کمی میں نے

بہار موج تبسم کوئی لب جاناں
ترے خیال میں چومی کلی کلی میں نے

رہا حیات کی صورت غم حیات عزیز
ہزار جان سے کی آپ کی خوشی میں نے

حریف عشق بنا کر نگاہ کو قابل
کسی کے حسن کو بخشی خود آگہی میں نے

بجھ گئی دامن میں لے کر شمع پروانے کی خاک
صبح سے پہلے اڑی شب بھر کے افسانے کی خاک

چشم ساقی تیرے نشہ کے ہیں ہم ناز آشنا
میکشوں کی آنکھ کا سرمہ ہے میخانے کی خاک

جلتے ہیں محفل میں ان کی سوز الفت کے چراغ
شمع بن کر نور برساتی ہے پروانے کی خاک

جن کے سینے میں ہو میرا دل نہ میرا درد دل
قدر ہو ان کی نظر میں میرے افسانے کی خاک

خُم کدہ کی خاک ہے رندوں کی مٹی کا خمیر
مے نہیں ساقی تو پھر ساغر میں مے خانے کی خاک

یہ رخ روشن کا غازہ یہ دل سوزاں کی لو
شمع کے دامن میں کیا ہے صرف پروانے کی خاک

جس پہ دنیا کو نجوم و کہکشاں کا ہے گماں
اڑ گئی ہے مے کشوں کے سر سے میخانے کی خاک

حسن کے دل میں اتر جاتی ہے بن کر سوز عشق
شمع کی پھونکوں سے کب اڑتی ہے پروانے کی خاک

جس کے ہو ایک اک قدم کی زد میں پہنائے عدم
دشت و در سے ہو تسلی ایسے دیوانے کی خاک

دل ہے مخمور تجلی آنکھ مسرور جمال
آپ کے کوچے کی مٹی ہے کہ میخانے کی خاک

دشمنوں کے ساتھ آئے لے کے پیغام اجل
مرنے والے کو خوشی ہو آپ کے آنے کی خاک

یہ بھی دیوانوں کے اعجاز فنا سے کم نہیں — عارض گلشن کا غازہ ہے جو ویرانے کی خاک

شکوۂ دل پر تبسم عرض غم پر زہر خند
تم نے ہنس ہنس کر اڑائی میرے افسانے کی خاک

○

اشکوں کے دُر نظر میں پرونا بھی ہے عبث — اے چشم آرزو ترا رونا بھی ہے عبث
بے فائدہ عطا کی ہمیں صورت نمود — ثابت ہوا اجل سے کہ ہونا بھی ہے عبث
اے چشم خفتہ خواب میں بھی وہ نہ آئیں گے — لے جاگ جا کہ ہجر میں سونا بھی ہے عبث
بہلا ہے دل نہ بہلے گا تیرے فراق میں — یہ موت و زندگی کا کھلونا بھی ہے عبث
موج شمیم کہتی پھری یہ روش روش — ان کے بغیر گل کا بچھونا بھی ہے عبث
جب جنبش نظر سے بھی تسکین جاں نہ ہو — کانٹا یہ زخم دل میں چبھونا بھی ہے عبث

اپنے شعور ذات کی قدرت نہیں اگر
پانا بھی ہے عبث ترا کھونا بھی ہے عبث

○

زندگی کشمکش غم میں گرفتار ہے آج — ہر نفس آئینہ دار رسن و دار ہے آج
مجھکو اتنا تو بتا راہ رو ہوش و خرد — کیا ترقی کی ضمانت تری رفتار ہے آج
مصلحت کوش سیاست ہے منافق کا اصول — دوست کے بھیس میں ہر دشمن عیار ہے آج
جس نے طوفانوں میں روشن رکھے عظمت کے چراغ — قوم اے قوم وہی کیا ترا کردار ہے آج
کس طرح آئے نظر عظمت مشرق کا نشاں — آنکھ مغرب کی تجلی سے گراں بار ہے آج
روشنی تیرگی قلب کی آغوش میں ہے — خیرہ چشمی کے سبب ظلمت انوار ہے آج
فاتح ارض و سما صید زمانہ ہے بشر — اپنے ہی دام میں صیاد گرفتار ہے آج

مقصد زیست ہے عرفان حقیقت لیکن کس کو عرفان حقیقت سے سروکار ہے آج
پردہ داری غم پنہاں کی ہے شاید مقصود
سر بمہر اپنا جو قابل لب گفتار ہے آج

○

کہتے تھے ہم کریں گے وفا جھوٹ ہے کہ سچ ہمکو ملی وفا کی سزا جھوٹ ہے کہ سچ
تم نے نگاہ کی تو ہوا دل نظر شناس حق ہے کہ حق ہوا نہ ادا جھوٹ ہے کہ سچ
کہنے کو ہے وجود بھی موت و حیات بھی یہ بھید آج تک نہ کھلا جھوٹ ہے کہ سچ
جب سن چکے وہ گوش توجہ سے میرا حال منہ پھیر کر عدو سے کہا "جھوٹ ہے کہ سچ"
وہ ہم سے پوچھتے ہیں بتائیں تو کیا بتائیں ان کی وفا اماں یہ خدا جھوٹ ہے کہ سچ
کہنے کو لوگ کہتے ہیں فرقت میں زندگی نا کردہ جرم کی ہے سزا جھوٹ ہے کہ سچ
دشمن سے جب سنا انہیں میرا خیال ہے
قابل مجھے خیال ہوا جھوٹ ہے کہ سچ

○

دیکھے تو کوئی وسعت داماں چشم شوخ آ کر کھلا ہے دل میں گلستاں چشم شوخ
اس کا شباب صبح ہے اس کا حجاب شام دونوں جہان پر ہے یہ احسان چشم شوخ
پہچان ان کے ناز تغافل کی ہے محال جب تک نگاہ کو نہ ہو عرفان چشم شوخ
ہے سرگمین نگاہ میں روداد وصل و ہجر افسانہ آفریں ہوا عنوان چشم شوخ
آنکھیں لڑائی ہیں ترے جلووں سے بار بار میری نگاہ پر ہے یہ بہتان چشم شوخ
رخ پر نمود ہے عرق انفعال کی اب ان کا حسن بھی ہے پشیمان چشم شوخ
اب شرم ہے بہانہ تکلف حجاب ہے جو دل کی آرزو ہے وہ ارمان چشم شوخ

وہ شوخی جمال سے باز آئیں کس طرح	ہاتھوں میں ہے نگاہ کے دامان چشم شوخ

ساقی کی ہر نگاہ ہے صہبا کی ایک موج
قابل خراب دید ہیں رندان چشم شوخ

○

میری ہر رگ و پے میں وہ نگاہ بستی ہے	اب تو خود پرستی بھی عین حق پرستی ہے
ہر نفس گریباں ہے ہر نگاہ ہے داماں	اے خرد کے دیوانو یہ جنوں کی بستی ہے
چشم و دل سو حیراں ہیں جان و تن سو ویراں ہیں	زندگی کی صورت پر موت سی برستی ہے
بزم رنگ و بو کیا ہے اک نگاہ کا سودا	چشم و دل کے بدلے میں جنس عشق سستی ہے
جو نہ ان کے در پر ہو جو نہ انکے دامن پر	داغ ہے جبیں سائی جرم پیش دستی ہے
بے نیاز کیف و کم ماورائے پیچ و خم	ایک ذات ہے ان کی ایک میری ہستی ہے
سانس دام بن بن کر خود ہمیں جکڑتا ہے	موت جب شکنجے میں زندگی کو کستی ہے
وحشت وفا کیا ہے عقل فتنہ زا کیا ہے	اک نگاہ کی شوخی ایک نظر کی مستی ہے
میں وہ ابرنیساں ہوں ہست و بود امکاں ہوں	مجھ سے دونوں عالم میں زندگی برستی ہے
ہر نفس پیاسی ہے ہر نگاہ افسانہ	ہونہو ترے دل میں حسرتوں کی بستی ہے

مہر و ماہ و انجم ہیں میرے نقش پا قابل
میرے دم قدم سے ہی دو جہاں کی ہستی ہے

○

ملا سکون ابد عشق لازوال کے بعد	کوئی خیال نہ آیا ترے خیال کے بعد
ہم اٹھ گئے تو وفا سے جہاں ہوا محروم	ہوا کمال کا عرفاں مگر زوال کے بعد

وہ میرا شک ندامت تھا یا تری رحمت
گناہ ہی نہ رہا کوئی انفعال کے بعد

یہ تو نے کیا کیا اے دل سوال وصل کیا
یہ بات ان سے نہ کہنی تھی عرض حال کے بعد

نظر کی زد میں دل آیا تو رحم آہی گیا
وہ آپ آ ہی گئے آئینہ میں بال کے بعد

اجل کے آنے پر انساں کی آنکھ کھلتی ہے
حیات ہوش میں آتی ہے انتقال کے بعد

وہ سوز عشق کی لوتھی کہ ساز حسن کی لے
چراغ دل کے جلے شعلہ جمال کے بعد

سکون دل کسی طوفاں کا پیش خیمہ ہے
کہ زخم عشق ابھرتے ہیں اندمال کے بعد

کئی پیام دیئے دل کی دھڑکنوں نے مجھے
ترے جواب سے پہلے مرے سوال کے بعد

تری نگاہ توجہ تری ادائے ستم
یہ دن نصیب ہوا ہم کو ماہ و سال کے بعد

بھرم کہاں رہا قابل جو ہاتھ پھیلائے
جواب مل گیا ہر در سے اک سوال کے بعد

حقیقت چشم ظاہر سے نہاں ہو گی جہاں ہو گی
محبت دو دلوں کے درمیاں ہو گی جہاں ہو گی

تجلی دور از شرح و بیاں ہو گی جہاں ہو گی
تری ہستی و رائے این و آں ہو گی جہاں ہو گی

تمنا داستاں در داستاں ہو گی جہاں ہو گی
نظر ہی خود نظر کی ترجماں ہو گی جہاں ہو گی

تصور ہی سے جس کے بے پیئے مخمور ہیں واعظ
وہ جنت جام و مے کے درمیاں ہو گی جہاں ہو گی

جلو میں ہونگی انجام بہاراں کے بہاریں بھی
خزاں دشت و چمن کے درمیاں ہو گی جہاں ہو گی

تصور میں ترے یہ خود فراموشی کا عالم ہے
میں کیا جانوں مری عمر رواں ہو گی جہاں ہو گی

تری دنیا میں تو انصاف مظلوموں کا دشمن ہے
عدالت چارہ ساز بے کساں ہو گی جہاں ہو گی

تری آنکھوں کی گردش پر مدار زندگی ہو گا
یہ بجلی تیری شاخ آشیاں ہو گی جہاں ہو گی

ازل ہو جلوہ گاہ رنگ و بو ہو بزم محشر ہو
مری ہستی ہی شرح کن فکاں ہو گی جہاں ہو گی

فغاں دل کی، صدا ناقوس کی، نغمہ عنادل کا
تری آواز کعبہ کی اذاں ہو گی جہاں ہوگی

حقیقت جس کا عنوان تماشا پردہ داری ہے
یقیناً" خالق وہم و گماں ہو گی جہاں ہو گی

وہ بزم کُن ہو دنیا ہو قیامت ہو کہ جنت ہو
ازل سے تا ابد الفت جواں ہو گی جہاں ہو گی

نبت کی طرف ہو یا جمال حسن کی جانب
وفا قلب نظر کے درمیاں ہو گی جہاں ہو گی

تری الفت ہو تیری بندگی ہو یا عبادت ہو
تجارت اپنی بے سود و زیاں ہو گی جہاں ہو گی

وہ دنیا ہو کہ عقبی زندگی ہو یا قیامت ہو
اجل انکے ہمارے درمیاں ہو گی جہاں ہوگی

حرم ہو دیر ہو میخانہ ہو یا میکدہ ہو قابل
جبین عشق سنگ آستان ہو گی جہاں ہو لی

ان کی زباں پہ آئی جب شرح کُنْ فکاں تک
ہر پھر کے بات پہنچی میری ہی داستاں تک

حیرت کہ اس کو اپنا عرفاں نہیں ہے حاصل
وہ مشت خاک جس کے چرچے ہیں آسمان تک

تعمیر آرزو پر گزرے ہزار عالم
آشفتگی دل سے آسودگی جاں تک

ہو برق کا نشانہ میرا ہی آشیانہ
ہر برق کی رسائی میرے ہی آشیاں تک

کیا منزل سفر بھی شامل ہے قافلے ہیں
اٹھ اٹھ کے بیٹھتی ہے کیوں گرد کارواں تک

وہ زندگی نہیں ہے دھوکا ہے زندگی کا
محدود ہو جو قابل ترکیب جسم و جاں تک

عشق کا حق ہے اگر ہو زمزمہ خوان غزل
حسن کے جلوے ہیں خود اک شمع ایوان غزل

مثنوی کو فخر ہے مجھ پر رباعی کو ہے ناز
میری روشن فکر ہے شمع شبستان غزل

نظم مغرب سے پریشاں شرق کا شعر و ادب
آج داماں غزل میں ہے گریباں غزل

عشق کی دنیا میں ہے کون اس سے بڑھ کر دیندار
حسن یزدان غزل ہے عشق ایمان غزل ہے

یہ تخیل کی لطافت یہ تصور کی بہار
ہے ہر اک مصرعہ غزل کا سرو بستان غزل

راز دار حسن بھی ہے ترجمان عشق بھی
کشور قلب و نظر ہے زیر فرمان غزل

ہر نفس جیسے شرارا ہر نظر جیسے دھواں
سینۂ دل میں ہے شاید قلب سوزاں غزل

باوجود کسمپری باوجود بے کسی
نظم کی جنت سے بہتر ہے بیابان غزل

ہے قیامت سے سوا قابل ادب کا انقلاب
نابلد علم غزل سے ہیں نگہبان غزل

○

کاش کوئی سکھا بھی دے قوم کو فرد کا لحاظ
عصمت زن کا احترام عظمت مرد کالحاظ

یوں مرے اضطراب سے دونوں جہاں ہیں بیقرار
جیسے ہو پوری قوم کو کلفت فرد کا لحاظ

حسن و وفا کی چھیڑ چھاڑ شام فراق کی بہار
آنکھوں کو اپنے غم کا پاس دل کو ہے درد کا لحاظ

میرے سرشک غم سے ہے نرگس نیم باز نم
دامن حسن کو بھی ہے عشق کی گرد کالحاظ

غنچہ و گل کی آنکھ نم فرق مہ و نجوم خم
یہ مری آہ کا بھرم یہ دم سرد کا لحاظ

شام فراق بھی مجھے آہ و بُکا سے ہے گریز
جیسے ہو ترے غم کاپاس جیسے ہو درد کا لحاظ

آپ اسے شوق سے کہیں عصر جدید کا کمال
مرد کو پاس زن ہے کچھ زن کو نہ مرد کالحاظ

○

الفت کا زر خرید ہے افسانۂ فراق	ہے کیف وصل حسن بھی بیعانۂ فراق
ساقی شکست دیدہ و دل پر بھی اک نظر	ہیں چور چور شیشہ و پیمانۂ فراق
کس طرح چشم شوق کا دل سے نباہ ہو	یہ طالب وصال و دیوانۂ فراق
اے حسن تیری چشم تصور کے فیض سے	دل سا اسیر وصل ہے پروانۂ فراق
اس چشم مست کے سر مژگاں نہیں یہ اشک	آنکھوں کی کشت زار میں ہے دانۂ فراق
دشوار امتیاز ہے اب دل کے باب میں	کاشانہ وفا ہے کہ غم خانۂ فراق
وہ بادۂ غزل کا رہا کیف عمر بھر	ایک اک نفس تھا میکش میخانۂ فراق

قابل زبان حال سے ہے شکوہ سنج عشق
ایک اک نگاہ شوق ہے افسانۂ فراق

○

یوں صبح کے آتے ہی جو خاموش ہوئی شمع	کیا رات کے ماتم میں سیہ پوش ہوئی شمع
میری ہی طرح پیتی رہی ہجر میں آنسو	پروانے ترے غم میں بلا نوش ہوئی شمع
کیا آتش عشق اس کے بھی دل میں بھڑک اٹھی	پروانوں کے جلتے ہی جو پرجوش ہوئی شمع
دونوں میں ہوا سوز نہاں ربط کا باعث	پروانے سے بڑھ کے جو ہم آغوش ہوئی شمع
اک رات کے جلوہ کو جگر اپنا جلایا	دل گیر نہو کیوں کہ نظر کوش ہوئی شمع
اک آنکھ اسے غیر کا جلوہ نہیں بھایا	اپنے ہی اجالوں میں جو خود پوش ہوئی شمع
رقص پر پروانہ پہ وجد اس کو وہ آیا	کیا کہیے کہ مدہوش کہ بیہوش ہوئی شمع
شب بھر اسے سولی پہ چڑھانے کو ہے کافی	یہ جرم کہ پروانہ فراموش ہوئی شمع
پروانے! سنیں ہم بھی تو کچھ راز کی باتیں	کیا تو نے کہا جو ہمہ تن گوش ہوئی شمع

پروانوں کی قابل شب غم اور بڑھا دی
شعلوں سے جو کھیلی تو سحر پوش ہوئی شمع

○

عمر دوام کو نہیں خضر کے نام سے فروغ — بلکہ ہے نام خضر کو عمر دوام سے فروغ
یوں ہے شراب عشق کو شیشہ و جام سے فروغ — جیسے حجاب حسن کو جلوہ عام سے فروغ
ہوش و خرد کے باب میں کچھ بھی ہو فتوئی جمال — عشق و جنوں کو ہے مگر اپنے مقام سے فروغ
بادہ [illegible] ہست و نیست یوں تو ہیں اور بھی مگر — میکدۂ حیات کو ہے مرے جام سے فروغ
زینت حسن میں لگے قلب و نظر سے چار چاند — حسن کی جلوہ گاہ کو ہے دروبام سے فروغ
میری نظر میں ہے وہی شاعر عصر ادیب وقت — جس کے نصیب میں نہیں شہرت عام سے فروغ
نظروں کی جنبشیں رکوع قلب کی دھڑکنیں سجود — کب ہے صلوٰۃ عشق کو قود و قیام سے فروغ
ہے رخ تابناک پر پرتو گیسوئے سیاہ — جلوۂ صبح کو بھی ہے ظلمت شام سے فروغ

میری کتاب زیست ہے آپکی داستان حسن
میرے نفس نفس کو ہے آپ کے نام سے فروغ

○

اے حسن! چشم نم پہ کہیں آ نہ جائے حرف — تیری ہنسی سے غم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
نغموں کے زیروبم پہ کہیں آ نہ جائے حرف — چھپ جایئے کہ ہم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
ہے ضبط غم پہ ناز محبت میں اس قدر — ڈر ہے ترے ستم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
ہے اجتناب، جرم و خطا سے بھی کوئی بات — لیکن ترے کرم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
زاہد بلا ہے صحبت رندان میکدہ — دستار محترم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
ہر سانس سے تجلی غم ہو نہ آشکار — توفیق دم بدم پہ کہیں آ نہ جائے حرف
میری شکست دل ہے تماشا بنی ہوئی — ظالم ترے ستم پہ کہیں آ نہ جائے حرف

قابل غم فراق سے ہے مطمئن سا دل
جلوؤں کے کیف و کم پہ کہیں آ نہ جائے حرف

○

عشق پھر مہر بلب ضبط بجاں آیا ہے — آپ کا نام بھی ہونٹوں پہ کہاں آیا ہے
پیش پھر معرکہ عشق بتاں آیا ہے — مر کے جنت میں جو آیا ہے جواں آیا ہے
مہر ہو ماہ ہو غنچہ ہو گل و لالہ ہو — آپ کی بزم میں خونابہ فشاں آیا ہے
نفس سرد ہے روداد حیات غم کی — دل کے ہونٹوں پہ پھر افسانہ جاں آیا ہے
قدر کر دیدہ خونبار کی اے جلوہ دوست — آبگینوں میں مرا سوز نہاں آیا ہے
ضبط غم کی کوئی تصویر ابھر آئی ہے — اشک لرزاں مری آنکھوں میں کہاں آیا ہے
آپ کی چشم پشیماں نے یہ کیا سحر کیا — دل تک اک تیر بہ انداز کماں آیا ہے
کہکشاں آپ کے دیوانے کا ہے ناز فغاں — چرخ تک نالہ سوزاں کا دھواں آیا ہے
دل بھی سوجان سے ہے حسن کی محفل میں شریک — ایک دیوانہ بھی صاحب نظراں آیا ہے
تیری فرقت میں نہ آیا جنہیں جینا ان کو — تجھ پہ مرنے کا سلیقہ بھی کہاں آیا ہے
ہاتھ دامن کے ہے اب عشق و محبت کا بھرم — دل سے آنکھوں میں ترا راز نہاں آیا ہے

شرمگیں رخ پہ جو بل کھاتے ہیں گیسو قاتل
شمع خفتہ کے جگانے کو دھواں آیا ہے

○

ضبط رنج و الم کی خو ہے شرط — اشک فرقت کی آبرو ہے شرط
ہو زمیں کی طرح فلک پامال — تیرے وحشی کی ہاؤ ہو ہے شرط
حسن نیرنگ کا ہے نام چمن — گل کو تزئین رنگ بو ہے شرط
زخم دل بھی بہار دے جائے — نگہ دوست سے رفو ہے شرط
ان کا عرفاں کبھی نہیں مشکل — پہلے اپنی ہی جستجو ہے شرط
شیشہ دل میں بال آجائے — یورش زلف موبمو ہے شرط
لطف تکمیل آرزو کے لیے — زحمت ترک آرزو ہے شرط

فطرت گلستاں خزاں ہی سہی   پھر بھی تائید رنگ و بو ہے شرط
بہرِ یک سوئی نظر قابل
جستجو ان کی چار سو ہے شرط

○

ہے نسبت دیرینہ جو کعبے سے بتوں کو   ناقوس کی لے میں بھی ہے اک بانگ حرم اور
ہر شاخ مسرت میں ہیں گل رنج و الم کے   اے طالب راحت تری قسمت میں ہیں غم اور
کچھ دور تو مسجد سے نہیں میکدہ واعظ   دوچار قدم اور ارے دوچار قدم اور
ہر رنگ میں جو اشک ندامت کا امیں ہو   وہ دامن ترا اور ہے وہ دیدہ نم اور
اس حسن صداقت میں ہے حیرت کا بھی پہلو   بڑھتی ہے اگر عمر تو ہو جاتی ہے کم اور
کترا کے جو گزرے ہیں رہ ہست و عدم سے   پیش آیا ہمیں جادہ الفت میں یہ خم اور
ہر بات میں پہلو ہیں نئی بات کے قابل
اس بت کی زباں اور ہے قول اور قسم اور

○

یہ نہ کہہ عشق کی شراب ہے تلخ   میرے شیریں دہن جواب ہے تلخ
کتنی شیریں ہے لذت عصیاں   ہر گنہ کا مگر حساب ہے تلخ
لطف الفت سے ہے جوانی کا   گر نہو عشق تو شباب ہے تلخ
زہر سا گھل رہا ہے اشکوں میں   شام غم دیدہ پر آب ہے تلخ
حشر ڈھانے لگی تجلی دوست   ہے کڑی دھوپ آفتاب ہے تلخ
نظر آتی ہے چاندنی بے کیف   ہجر میں تیرے ماہتاب ہے تلخ

لب پہ دشنام بھی تبسم بھی   موج شیریں مگر حباب ہے تلخ
کہدی قابل سے کس نے کڑوی بات
خیر ہو خاطر جناب ہے تلخ

○

راز رہتا ہے کہیں الفت کے افسانوں کا راز   شمع جلتی ہے تو جو کھل جاتا ہے پروانوں کا راز
دونوں عالم میں ہوا مشہور ربط حسن و عشق   جیسے اپنوں کا فسانہ جیسے بیگانوں کا راز
مضطرب موجیں ہیں دریا کی جوانی کی ترنگ   ہے لب خاموش میں ساحل کے طوفانوں کا راز
حشر میں بے پردہ ہوتا ہے رخ ہست و عدم   اک نئے عنوان سے کھلتا ہے انسانوں کا راز
پنجہ عقل و خرد کی ہے کب اس تک دسترس
دامن وحشت میں پنہاں ہے گریبانوں کا راز

○

کشتہ غم ہے کس قدر خاموش   دل ہے گویا مگر نظر خاموش
تیرے بیمار کی دوا معلوم   ہو گیا سن کے چارہ گر خاموش
دل کا یہ حال اور ان کا خیال   ہے دعا جاں بلب اثر خاموش
لے اڑے گی قفس ہوائے گل   رہ نہیں سکتے بال و پر خاموش
چاند تکتا ہے یوں کسی کی راہ   جیسے ہو نقش رہگزر خاموش
ہر نظر آہ ہر نفس نالہ   میں ہوں محو فغاں مگر خاموش
لے کے آنکھوں میں انکے نقش قدم   کہکشاں کی ہے رہگزر خاموش
جب سے سُونا کیا ہے دل تم نے   اس مکاں کے ہیں بام و در خاموش
حشر سے بھی رُکا نہ سیل حیات   زندگی نے کیا سفر خاموش

آدمی کی خدا نگاہی پر — ہے قضا دم بخود قدر خاموش
ڈوبتا ہے تو ڈوبنے دے دل — اس کو اے ضبط غم نہ کر خاموش
اب تو ہر مرحلہ ہے منزل شوق — کارواں گم ہے راہبر خاموش
جرس کارواں تھا اپنا کلام — رہ گئے میرے ہم سفر خاموش
کی جبیں نے کچھ ایسی سرگوشی — رہ گیا ان کا سنگ در خاموش
باز آئے گا کیا دھڑکنے سے — دل کو غم نے کیا اگر خاموش

یاس کی زد میں آس ہے قابل
وہ اُدھر چپ ہیں دل اِدھر خاموش

○

بندہ ہوتا خدا نما اے کاش — عشق کو حسن دیکھتا اے کاش
بزم میں دل کی کم نگاہی کا — وہ سمجھ لیتے مدعا اے کاش
ہم سے ساحل کنارا کرتے ہیں — ناخدا اپنا ہو خدا اے کاش
بارہا جس نے دل پہ ڈھائے حشر — پھر وہی حشر ہو بپا اے کاش
داغ فرقت نے گل کھلائے ہیں — دیکھتا دل وہ دلربا اے کاش
دل دھڑکتا نہ آنکھ خوں روتی — کوئی تو ہوتا کام کا اے کاش

شکوہ یہ چشم و دل سے ہے قابل
ہوتا اپنوں کا آسرا اے کاش

○

کرنی پڑی وہ آپ کے غم کی خوشی کہ بس
دیکھی ہے اپنے دل کی وہ دیوانگی کہ بس

آوارہ کوُ بہ کوُ ہے پریشاں روش روش
کہتی ہے بوئے گل سے یہ گل کی ہنسی کہ بس

دل دے چکے تو جان کا دینا ہے کیا محال
تم نے یہ مرنے والوں سے اچھی کہی کہ بس

ہر راز ہم نے ہست و عدم کا سمجھ لیا
حاصل ہوئی جنون سے وہ آگہی کہ بس

دھڑکا جو دل تو بن گئی ہستی کی جان پر
گھٹ گھٹ کے ہر نفس نے یہ آواز دی کہ بس

دن میں بھی آگیا شب غم کا اگر خیال
آنکھوں میں اپنے بھر گئی وہ تیرگی کہ بس

قابل شراب و جلوہ حور و رخ بہشت
دیکھا وہ ہم نے ماحصل بندگی کہ بس

○

غم و آلام کی ہے فکر نہ راحت سے غرض
ہم کو ہے تیری خوشی تیری محبت سے غرض

شاد وہ جان جو مٹ جائے تری راہ میں دوست
اے خوشا دل جو رکھے شوق شہادت سے غرض

جی رہے ہیں تیرے دیدار کو مرنے والے
حشر کی ورنہ تمنا نہ قیامت سے غرض

بُرِش تیغ قلم کند ہوئی ختم ہوئی
جب سے وابستہ ہوئی اہل صحافت سے غرض

اور کچھ دیکھتی ہے چشم تماشا تجھ میں
ورنہ جلووں کی تمنا ہے نہ صورت سے غرض

شمع رخ کا تری پروانہ ہوا ہے جب سے
عقل سے دل کو سروکار نہ وحشت سے غرض

ہے مرے اور ترے افکار میں زاہد یہ فرق
تجھکو جنت کی تمنا مجھے رحمت سے غرض

○

سرمستی جنوں کے لئے آگہی ہے شرط
عرفان بیخودی کے لئے بھی خودی ہے شرط

یہ سن کے زاہدوں پہ قیامت گزر گئی
ان پر کرم کے واسطے تر دامنی ہے شرط

عمر دوام بھی نہیں بے تلخی اجل — آب حیات کے لئے تشنہ لبی ہے شرط
عجز و نیاز ہی سے ملے گا جو کچھ ملے — معراج آدمی کے لئے بندگی ہے شرط
کس طرح مان لوں کہ دعا ہو نہ مستجاب — ہاں دل میں سوز آنکھوں کے اندر نمی ہے شرط
دریوزہ گر مجاز کی کب ہے نگاہ شوق — ہر حسن دلربا ہے مگر سادگی ہے شرط
سمجھے کوئی تو چند نفس پر ہے بزم دوست — منزل فنا کی دور نہیں زندگی ہے شرط
دمساز چشم و دل ہے جو سوز وفا تو کیا — اس غم کے واسطے بھی تو انکی خوشی ہے شرط
دل کی طرح ہوں آنکھیں بھی شائستہ فراق — اے حسن پردہ دار تری بے رخی ہے شرط

قابل نباہ کھیل نہیں چشم ناز سے
آسان انکی دید ہے لیکن کڑی ہے شرط

○

محبت میں نمود سوز پنہانی نہیں ہوتی — کہ دریا ہوں بھی آنکھوں میں تو طغیانی نہیں ہوتی
رہ عشق و محبت میں بنائیں عقل کو رہبر — خرد مندان وحشت سے یہ نادانی نہیں ہوتی
تحیّر ہو تو سمجھو ہجر ہے ان کا تصور ہے — وہ جب آنکھوں میں ہوتے ہیں تو حیرانی نہیں ہوتی
مرے اشک ندامت سے تری رحمت برستی ہے — گناہوں کی پشیمانی پشیمانی نہیں ہوتی
ازل سے آشنائے اضطراب دل ہیں دیوانے — پریشانی کے خوگر کو پریشانی نہیں ہوتی
بشر ہو کر بشر کے حال سے بے واسطہ رہنا — وہ کچھ بھی ہو مگر تہذیب انسانی نہیں ہوتی
ترے جلوؤں سے دیوانے کہیں دامن چھڑاتے ہیں — گریباں دھجیاں ہوں چاک دامانی نہیں ہوتی
لہو ہے دل، جگر پر داغ، آنکھیں خونچکاں لیکن — یہ حسرت ہے کہ کیوں غم کی فراوانی نہیں ہوتی
میں جب یہ پوچھتا ہوں دونوں عالم کانپ اٹھتے ہیں — یہ کیا ہوتے اگر تخلیق انسانی نہیں ہوتی
وہ بندہ ہوں کہ انکی بندگی کو سر نہیں جھکتا — شریک حال اگر تائید یزدانی نہیں ہوتی
جو دنیا دار رہ کر دین کی جنت میں بستے ہیں — تن آسانی تو ہوتی ہے سبک جانی نہیں ہوتی

چراغوں کی جگہ جلتے ہیں دل بزم تمنا میں خرد کی عشق کی دنیا میں من مانی نہیں ہوتی

مہیّا سارے اسباب تماشہ ہیں مگر قابل
ہزاروں طور ہیں کیوں جلوہ سامانی نہیں ہوتی

○

مائل بہ حق بشر کی جو فکر جواں ہے آج اللہ بھی نگاہ سے پنہاں کہاں ہے آج
پرواز مشت خاک سے حیران ہیں ملک کیسی زمین زیر قدم آسماں ہے آج
ٹوٹا طلسم ساحل و موج و حباب کا دریا کو فکر ہے مری ہستی کہاں ہے آج
پیش بشر ہے لرزہ بر اندام کائنات ہر شے سمجھ رہی ہے مرا امتحاں ہے آج
کونین کی یہ کس نے طنابیں سی کھینچ دیں ماضی کی بات فرق زمان و مکاں ہے آج
ہیں مہر و ماہ خاک کے ذرات کے غلام انجم میں حفظ ذات کی طاقت کہاں ہے آج
دونوں جہاں خلافت آدم کے ہیں اسیر قبضہ میں اپنے دولت حورو جناں ہے آج

قابل ریاضت دل و دیدہ ہوئی قبول
معبود اپنے بندوں کا تسبیح خواں ہے آج

○

فطرۃً تیرے تصور کے جو نخچیر ہیں ہم تجھکو دیکھا نہیں پھر بھی تری تصویر ہیں ہم
ہائے کس خواب شب وصل کی تعبیر ہیں ہم اپنے ہی آپ سے دیکھا کہ بغلگیر ہیں ہم
یہ بھی اپنی ہی طلب تھی کہ نہ پوری ہو مراد کیا دعا مانگیں کہ منت کش تاثیر ہیں ہم
ہے یہ انداز اسیری تو جنوں کی معراج سر سے کھیلیں گے کہ پا بستہ زنجیر ہیں ہم
یہ خطاؤں کی بہاریں یہ گناہوں کے بہشت ہم نہ چھوڑیں گے کہ لذت کش تعزیز ہیں ہم

حسن برہم کی نظر ہم پہ ہے اول دن سے　　امتحاں گاہ وفا میں ہدف تیر ہیں ہم
اپنی ہستی سے گزرنا تو ہے مقصود حیات
خاک ہونا ہمیں آجائے تو اکسیر ہیں ہم

○

انکے ہاتھوں قتل ہو جانے کی حسرت دل میں ہے　　اف وہ بسمل جس کا دل بھی خنجر قاتل میں ہے
عشق لامحدود کی وسعت کہاں گم ہو گئی　　ہے مرا پہلا قدم اور آخری منزل میں ہے
ہے وہی خلد تصور اور وہی عہد الست　　راندۂ بزم تجلی پھر تری محفل میں ہے
ان غلط انداز نظروں کو نہیں اتنی خبر　　انکے ترکش میں جو ناوک تھا وہ مرے دل میں ہے
انکا اعجاز تبسم ہو گیا دل کا حریف　　سعی حاصل، کی بھی لذت سعی بے حاصل میں ہے
پرسش محشر ہے قابل اور پھر ان کے حضور
زندگی کی سہل انگاری بڑی مشکل میں ہے

○

دل نشتر نظر کو ہے مہماں کئے ہوئے　　زخموں سے اپنی بزم چراغاں کئے ہوئے
کتنی نظر سے دور ہے شان حجاب حسن　　ہیں مہومہ شعاعوں کو مژگاں کئے ہوئے
تو وہ کہ تیرا عشق تجلی شکار ہے　　شمس و قمر ہیں چاک گریباں کئے ہوئے
یہ کہہ کے رکھتے ہیں دل پر داغ میں قدم　　ہے کب سے بزم عشق چراغاں کئے ہوئے
ان کی نظر کے پھولوں کی رکھتا ہوں آرزو
گردوں کو اپنی وسعت داماں کئے ہوئے

○

گریباں چاک چاک آئے جو دامن تار تار آئے　　اجل کو کیوں نہ اس دیوانۂ ہستی پہ پیار آئے
طلب میں کوئے جاناں کی جو راہ خار زار آئے　　قدم لینے کسی رہرو کے منزل بار بار آئے
مجھے راہ طلب میں خضر کی ہو پھر ضرورت کیوں　　قدم لینے جو ایک اک گام منزل کا غبار آئے
دل دیوانہ کی یہ کشمکش اول سے ہے برپا　　جو رخصت عقل بدانش ہوں تو وحشت کو قرار آئے

نہ کیوں پھر جان دینے کیلئے ایک بار جی اٹھوں
مرا قاتل سر تربت جو بن کر سوگوار آئے

○

لگا فردوس میں نہ جی یارو　　کیا قیامت ہے زندگی یارو
کرو روداد رنگ وبو نہ دراز　　لب پہ پھولوں کے ہے ہنسی یارو
درحقیقت خدا رسیدہ ہے　　جس کو ہو خود سے آگہی یارو
عشق نے جو ازل میں چھیڑی تھی　　بات ابتک ہے ان کہی یارو
زخم دل کے کھلائے جس نے پھول　　پھر نہ ایسی ہوا چلی یارو
ہے تجلی درون ظلمت عشق　　تیرگی سے ہے روشنی یارو
گم کئے جس نے کاروان ہوش　　عقل نے کی وہ رہبری یارو
ایک اک شرمسار ہستی ہے　　جیسے مجرم ہوں ہم سبھی یارو
ہے حضور ان کے اور ہی عالم　　اب خودی ہے نہ بیخودی یارو
پھول سے دل کا خون کرتی ہے　　حسن کی چشم شبنمی یارو

کچھ تو کرنا ہے کام ان کے حضور
اے دل زار ہنس ابھی یا - رو

○

کب سوز خواب عشق کی تعبیر میں نہیں　　کب حسن ہر چراغ کی تنویر میں نہیں
یوں حسرت صنم دل دلگیر میں نہیں　　جو تجھ میں بات ہے تری تصویر میں نہیں
بنیاد پر خرابی کی اپنا وجود ہے　　تخریب کونسی مری تعمیر میں نہیں
جو دیدۂ نجوم میں ہے چشم ماہ میں　　کیا دلکشی وہ حلقہ زنجیر میں نہیں

قابل خیال دوست ہے بڑھ کر وصال سے
لذت جو خواب میں ہے وہ تعبیر میں نہیں

○

پھر ساز نفس سے مرے آتی ہے صدا کیا　　پھر دیتی ہے پیغام کوئی **مجھکو** قضا کیا
دل ہو گیا آسودہ تسلیم و رضا کیا　　کھلتا ہی نہیں اب کہ کرم کیا ہے جفا کیا
پایا نگہ شوق نے جلووں کا پتا کیا　　آئینہ دل آپ ہوا ہوش ربا کیا
پھر اٹھتی ہے دل میں مرے الفت کی مہک سی　　یہ غنچہ افسردہ نئے سر سے کھلا کیا
معصومیت حسن پہ پیار آئے نہ کیونکر　　اس بت کو پتہ ہی نہیں ہوتا ہے خدا کیا
ہیں دور طلسمات مہ و مہر کے ہم صید　　یہ کس کو ہے معلوم فنا کیا ہے بقا کیا

ہر ذرہ دشت اپنا قدم گیر ہے قابل
صحرا میں کوئی پھول گلستاں کا کھلا کیا

○

ان کے اعزاز تجلی کو چھپا لے کوئی　　نگہ شوق کو آنکھوں سے لگا لے کوئی
ستم و جور و جفا نازو ادا حسرت و غم　　یوں بھی دیتا ہے محبت کے حوالے کوئی
تابش زلف سیہ ہو مرے دل کی قسمت　　یوں ہی میری شب فرقت کو اجالے کوئی

دم آخر بھی ہے اک کشتۂ غم چشم براہ　　کاش مایوس تمنا کی دعا لے کوئی
جب تصور کو بھی امکان تعین کا نہیں　　کس طرح آپکی تصویر بنا لے کوئی
نور بن کر ہیں دو عالم پہ وہ چھائے جاتے　　ہے اشارہ ہمیں آنکھوں میں چھپالے کوئی
عقل و دانش سے تو دل کا نہیں نکلا کوئی کام　　نگہ شوق کو دیوانہ بنا لے کوئی
ہو ہی جائیگا کبھی سجدہ سر بھی مقبول　　پہلے دل تو ترے قدموں میں جھکا لے کوئی

کوئے جاناں کے ہیں ذرے بھی مہ و مہر و نجوم
کاش ان تاروں کو پلکوں سے اٹھا لے کوئی

○

سنی جائیگی کب دل کی کہانی　　ہے عرض حال آنکھوں کی زبانی
اجل کا تو مقرر ایک دن ہے　　حیات البتہ نکلی ناگہانی
محبت کی لطافت کوئی دیکھے　　ہے جلووں سے نظر کو سرگرانی
انہیں حرماں نصیبی کا گلہ ہے　　جنھیں کل تک تھا زعم کامرانی

بجائے نغمہ لب پر آہ قابل
کسے ہے اب دماغ شعر خوانی

○

ہیں حسن و عشق آزردہ جہاں سے　　نظر آتے ہیں دونوں سرگراں سے
ہے سجدہ گاہ آدم فرش خاکی　　زمیں اتری ہے اپنی آسماں سے
رقابت ہو نہ انجام رفاقت　　مجھے خطرہ ہے اپنے راز داں سے
محیط دو جہاں ہے قصۂ دل　　وہ فرمائیں سناؤں میں کہاں سے

اچانک حادثہ تھی زندگی بھی　　کھلا عقدہ یہ مرگ ناگہاں سے
لطافت مانع نظارہ ٹھہری　　عیاں ہو کر نظر آئے نہاں سے
خم گیسوئے جاناں اللہ اللہ　　نظر گزری ہے راہ کہکشاں سے
نہیں صحرا میں سرگرداں بگولہ　　کوئی بھٹکا ہے اپنے کارواں سے
تری تصویر سے بہتر تصور　　یقین شوق برتر ہے گماں سے

وہی سمجھیں گے انداز زباں بھی
جو واقف ہیں مرے طرز بیاں سے

○

گزر گئیں شب فرقت قیامتیں کیا کیا　　دل و نظر نے سنائیں حکایتیں کیا کیا
ہے دل اسیر فغاں آنکھ اشکبار ہوئی　　جبین ناز پہ ابھریں عبارتیں کیا کیا
کبھی مرے دل آوارہ تو نے سوچا بھی　　تری طرف سے ہیں انکو شکاتیں کیا کیا
سوال مجھ سے ہے کیا میرے زخم دل سے پوچھ　　نگاہ شوخ نے کی ہیں شرارتیں کیا کیا

دل و نظر کی یہ معصومیاں محبت میں
خطا سے پہلے ہوئی ہیں ندامتیں کیا کیا

○

وہ جفا کر کے بھی رہے محبوب　　ہم وفا کر کے ہو گئے معتوب
جب سے بدلا ہے عشق کا اسلوب　　ہمیں طالب ہیں اور ہمیں مطلوب
ہم سے بڑھ کر ہے کون خسرو دل　　ہیں گدایان عشق میں محبوب
حسن یوسف کی یہ جہاں گیری　　ہے ہر اک آنکھ دیدہ یعقوب

جس کو دیکھا نہیں نگاہوں نے
وہی فکر و نظر کا ہے محبوب

جس کا اول عدم فنا آخر
ہے طلسم حیات بھی کیا خوب

جنھیں عرفان عشق ہے ان کو
حسن کی دید بھی نہیں مطلوب

شعر قابل بھی ہے اسی کی طلب
ہے جو قلب و نگاہ کا مطلوب

○

جنون شوق دل کو کم نہیں ہے
جو پہلے تھا وہ اب عالم نہیں ہے

پریشاں ہیں اگر جلوے سحر کے
تو زلف شام کیا برہم نہیں ہے

کہوں دنیا میں دل کی بات کس سے
یہاں کوئی مرا ہمدم نہیں ہے

یہ مانا ہے شکست دل قیامت
شکست ناز بھی کچھ کم نہیں ہے

مزاج حسن طرفہ تر ہے اے دل
وہ برہم ہے اگر برہم نہیں ہے

شگفت گل ہے چاک دل کی مظہر
خوشی بھی کیا نمود غم نہیں ہے

حقارت سے نہ سائل کی طرف دیکھ
کہ داماں سے گریباں کم نہیں ہے

ہے میدان قیامت دل خبردار
یہ موت و زیست کا سنگم نہیں ہے

انہیں دیکھا تو دیکھے جا رہا ہوں
مگر شوق نظارہ کم نہیں ہے

کسی کے لب پہ ہے موج تبسم
قیامت سے یہ عالم کم نہیں ہے

جو ہو بغض و حسد سے پاک قابل
وہ دل کیا رشک جام جم نہیں ہے

○

ازل سے ہے یہ دل دیوانہ کس کا — ہے لب پر صبح و شام افسانہ کس کا
اجازت ہو تو میں زلفوں سے پوچھوں — دل صد چاک نکلا شانہ کس کا
تجسس کیوں کریں مقصد ہے سجدہ — حرم کس کام ہے اور بت خانہ کس کا
بتا اے باغبان باغ ہستی — سجا ہے برق سے کاشانہ کس کا
گدائے آستان حسن ہے دل — مگر انداز ہے شاہانہ کس کا
ترانے ہیں لب بلبل یہ کس کے — زبان گل پہ ہے افسانہ کس کا

کوئی دیکھے ذرا احوال قابل
یہ فرزانہ ہوا دیوانہ کس کا

○

زلف جاناں سے کوئی کہہ دے کہ یوں برہم نہ ہو — گردش دوراں کی قیمت پھر نظر میں کم نہ ہو
غم سے دل تسکین پاتا ہے یہ راحت کم نہیں — ہم تو مرجائیں خوشی گر رنج میں مدغم نہ ہو
ہو خزاں کا ہی نہ کوئی شعبدہ رنگ بہار — خندہ گل بھی سبیل گریہ شبنم نہ ہو
جاتے جاتے دے گئے مجھ کو وہ جنت کی دعا — لو چراغ زندگی کی اب کہیں مدھم نہ ہو
آپ کی محفل سے دل پلٹا ہے مایوس اس قدر — یہ کہیں خلد بریں سے رخصت آدم نہ ہو
ہو نہ مایوسی میں گر رحمت کا تیری آسرا — بھول کر کوئی خوشی سے مبتلائے غم نہ ہو
یہ نہیں چشم تصور کا تو ہے کس کا کمال — وہ رہیں پردے میں اور ذوق تماشا کم نہ ہو
غیر ممکن ہے کہ ہو وہ عارف ذات خدا — آدمی جب تک خود اپنی ذات کا محرم نہ ہو
ان کے جلوؤں کی نہ ہو یلغار اگر پروانہ وار — شمع چشم شوق حسن و عشق کا سنگم نہ ہو
مطربا گر ہو نہ تیرا رقص دل کی تان پر — کانوں کی جنت تری پازیب کی چھم چھم نہ ہو
کس کی دستار فضیلت ہے گریباں رند کا — میکدہ میں دیکھ ساقی شیخ بے ہنگم نہ ہو

سینہ کوبی ہے فقط قلب منافق کی ترنگ ہو خلوص غم تو اس انداز سے ماتم نہ ہو
یوں فنا پرداز ہستی ہے مراساز حیات جیسے نغمات ازل میں کوئی زیروبم نہ ہو
دوش پر زلفیں پریشاں بہکی بہکی سی نظر
حسن کا عالم یہ قابلؔ عشق کا عالم نہ ہو

○

حسرت دید بھی اک سنگ گراں ہو جیسے نگہ شوق کوئی موج رواں ہو جیسے
عشق اک ناوک جستہ زکماں ہو جیسے راہ دل جادۂ صاحب نظراں ہو جیسے
اس طرح عالم فانی میں ہے آنا جانا موت اک مشغلہ پیر و جواں ہو جیسے
میری روداد محبت نہیں کس کو معلوم پھر بھی افسانہ دل راز نہاں ہو جیسے
ایک اک اشک کو آنکھوں نے رکھا ہے دل میں یہ بھی اک آبلہ قلب تپاں ہو جیسے
صورت آرا سرفانوس ہے شمع ہستی زندگی سلسلہ خواب گراں ہو جیسے
جادہ زیست میں قابلؔ یہ نفس کا عالم
ایک اک گام پہ کوئی نگراں ہو جیسے

○

دیکھیے تو ذرا جلوہ عمر جاوداں اپنا گامزن فنا پر ہے کب سے کارواں اپنا
انقلاب عالم نے کروٹ ایسی بدلی ہے غیر کا تو شکوہ کیا اپنا بھی کہاں اپنا
ظلمتوں کے پردے میں حسن کی تجلی ہے تاج سر بنایا ہے شمع نے دھواں اپنا
راندہ در الفت گزرے دونوں عالم سے اب زمین ہے اپنی اور نہ آسماں اپنا
ہم نہ کہتے تھے قابلؔ شوق دید ہے دشمن
ہو گیا نہ راز دل نظروں سے عیاں اپنا

○

جب سے جلوہ نما ہوئے ہیں آپ — چشم و دل کے خدا ہوئے ہیں آپ
اپنی آنکھوں میں دن بھی ہے شب تار — مل کے جب سے جدا ہوئے ہیں آپ
میری ہستی کا کھل گیا ہے بھرم — اس طرح خود نما ہوئے ہیں آپ
درد دل کا ہو کس طرح درماں — درد دل کی دوا ہوئے ہیں آپ
چرخ پر بن کے کہکشان جمال — زلف کا سلسلہ ہوئے ہیں آپ

ہم سے پوچھے کوئی کہ ہم قابل
رہن بیم و رجا ہوئے ہیں آپ

○

بھلا بیٹھے ترے لطف و کرم کو — یہ عزت ہم نے دی تیرے ستم کو
جنھیں نغمات ہستی کا ہے عرفاں — وہی سمجھیں گے ان کے زیروبم کو
جفا کے تم وفا کے ہم ہیں بندے — نہ تم کو پاس الفت ہے نہ ہم کو
مبدل کر دیا ہے کہکشاں سے — فلک نے تیری زلف خم بہ خم کو
ہوئی خونابہ افشاں پیش داور — رکھا ہے آنکھ نے دل کے بھرم کو
بنا کر تیرا خالق نے سراپا — مشکل کر دیا حسن اتم کو
یہ دیکھی چشم پُر فن کی کرامت — کہ رنگ انگیں بخشا ہے سم کو
بتوں کی چاہ سے صیقل کیا دل — بنایا کعبہ اک بیت الصنم کو

توکُل پر بسر کی ہم نے قابل
کہ سمجھا خاک دینار و درم کو

○

غم جاناں! ہے کس لئے یہ ترنگ   دل مرا دل ہے کوئی خشت نہ سنگ
عشق کا آج کل عجیب ہے رنگ   ولولہ ہے نہ کوئی دل میں امنگ
انقلاب مزاج عالم دیکھ   امن کے مدعی ہیں بانی جنگ
اس قدر ہے جنون دانش مند   عقل بھی جس کو دیکھ کر ہے دنگ

کس کا سایہ پڑا گلستاں پر
سبزہ خفتہ بھی ہوا گل رنگ

○

کھنچی ہے کس سے تصویر محبت   محبت خود ہے تفسیر محبت
محبت خواب ہے دیوانگی کا   شب فرقت ہے تعبیر محبت
نگاہ شوخ کیا ڈالی ہے تو نے   گلوئے دل میں زنجیر محبت
شب فرقت فغان صبح گاہی   ہے آواز گلو گیر محبت

ملے قابل سے جا کر آج ہم بھی
ہے دیوانہ وہ دلگیر محبت

○

اب کس کو یہ احساس کہ دل کیا ہے جگر کیا   اک طرفہ تماشہ ہے ترا تیر نظر کیا
ہرگام پہ کیوں آنکھیں بچھاتے ہیں مسافر   منزل نظر آتی ہے انہیں راہگزر کیا
طول شب فرقت سے جو ہے دل کو تسلی   سوئی ہوئی ہے خواب گہہ شب میں سحر کیا
آباد ہے ان سے جو مرا خانہ ہستی   تنکے ہیں نشیمن کے مرے برق و شرر کیا

قابل کے قدم راہ وفا کے ہیں مسافر
حیرت سے انہیں تکتی ہے وہ راہگزر کیا

○

نحیف ہو کے بھی تصویر اضطراب ہوں میں
سلام کر مجھے پیری! ترا شباب ہوں میں

ہے تیری معرفت حسن بیخودی کا پیام
اب اپنی ذات سے بھی محو اجتناب ہوں میں

ہے میری حرماں نصیبی بہ التفات جمال
جو کامیاب نہیں ہوں تو کامیاب ہوں میں

محال ہے مرا عرفان ذات دنیا کو
خیال میں جو نہ آئے کبھی وہ خواب ہوں میں

بلند و پست دو عالم ہیں میرے قدموں میں
مسافر رہ فاروقؓ و بوترابؓ ہوں میں

خیال میں نہیں میرے وجود کا ادراک
مگر نگاہ میں بے حدّو بے حساب ہوں میں

وفا کے حق میں ہے تکمیل آرزو ہی موت
خدا وہ دن نہ دکھائے کہ کامیاب ہوں میں

ہے پیش دیدہ حیراں تجلیوں کی بساط
کہ رحل عشق پہ اک حسن کی کتاب ہوں میں

میری نمود سے ظاہر ہے میرا نقش فنا
خود اپنے خاتمہ زندگی کا باب ہوں میں

تغیرات عبارت ہیں میری ہستی سے
نفس نفس قدر انداز انقلاب ہوں میں

فنا بقا مری ہستی کے کھیل ہیں قابل
کہیں ہوں موجۂ دریا کہیں حباب ہوں میں

جفا کا تیری دلدادہ ہے اب تک
مزاج دل بہت سادہ ہے اب تک

تلاش منزل و جادہ ہے اب تک
تجسس پر دل آمادہ ہے اب تک

اسے فرصت کہاں پیغمبری سے
بشر تیرا فرستادہ ہے اب تک

فلک کس راہ رو کا منتظر ہے
کہ نقش کہکشاں جادہ ہے اب تک

دل اب تک ناشناس عاشقی ہے
اسیر منزل و جادہ ہے اب تک

یوں جہاں میں فنا پذیر ہیں ہم ‏‏ پانی کی سطح پر لکیر ہیں ہم
حسن اور عشق کے سفیر ہیں ہم ‏‏ یوں بھی مخلوق بے نظیر ہیں ہم
بے ولایت ہیں پادشاہ عشق ‏‏ خسروحسن کے وزیر ہیں ہم
ہیں مکرّم نگاہ خالق میں ‏‏ گرچہ مخلوق میں حقیر ہیں ہم
نقش تقدیر سے مزیّن ہے ‏‏ جس جریدے کے اک مدیر ہیں ہم
ہے ہمیں پر فرشتوں کا دھوکہ ‏‏ آپ منکر ہیں اور نکیر ہیں ہم
ہیں جو اپنی فنا کے نقش دوام ‏‏ زندگی کے اجارہ گیر ہیں ہم
گوہیں مجبور دست قدرت میں ‏‏ پھر بھی قادر ہیں اور قدیر ہیں ہم

حسن توحید کے ہیں دیوانے
قابل اک عاشق کبیر ہیں ہم

○

ہمیں جادہ ہیں اور ہمیں منزل ‏‏ عشق کی بھی ہے کیا حسیں منزل
شوق افزا اگر نہیں منزل ‏‏ کیوں ہو دیوانوں کی کہیں منزل
در محبوب کی طلب بے سود ‏‏ آستاں کی ہے خود جبیں منزل
عشق ہے اپنا گردش پرکار ‏‏ جہاں رہرو ہے ہے وہیں منزل
قدم اولیں سے ہوتی ہے ‏‏ راہ الفت میں دلنشیں منزل
سفر آرزو ہو کیونکر طے ‏‏ ہم کہیں ہیں تو ہے کہیں منزل
یوں قدم زن ہوں راہ ہستی ہیں ‏‏ کہے خود بڑھ کے "آفریں" منزل
ہو اگر راہ رو میں جذب طلب ‏‏ رکھے قدموں پہ خود جبیں منزل

ہے دل آویزی طلب ورنہ
راہ دل کش نہ ہے حسیں منزل

○

کس کی فرقت میں سوگوار ہے عشق　　حسن کی زلف تار تار ہے عشق
اضطرب حیات ہو کر بھی　　قلب و جاں کا مرے قرار ہے عشق
غازہ عارض حیا افروز　　نکہت زلف تابدار ہے عشق
حل کئے اس نے عقدہ ہائے حیات　　جبر ہو کر بھی اختیار ہے عشق

کوئی منصور عصر ہو پیدا
اس تمنا میں زیب دار ہے عشق

○

اے مرے حسن نازنیں ایک نظر مری طرف　　اے مرے قلب کے مکیں ایک نظر مری طرف
گلشن دل کے خوشہ چیں ایک نظر مری طرف　　اے مرے جام انگبیں ایک نظر مری طرف
قلب و نظر سے دور دور چشم خیال کے حضور　　اے رگ جاں سے بھی قریں ایک نظر مری طرف
تیرا جمال عشق سوز صورت مہر نیمروز　　اے مرے درد دلنشیں ایک نظر مری طرف
میری نظر کی جستجو اے مرے دل کی آرزو　　اے مرے سجدہ جبیں ایک نظر مری طرف
خرمن آرزو ہے تو گلشن رنگ و بو ہے تو　　برق ہے جس کی خوشہ چیں ایک نظر مری طرف
چشم طلب ہے اشکبار دل کو نہیں مرے قرار　　روح وفا ہے پھر حزیں ایک نظر مری طرف
آنکھ میں ہے ترا مقام سانس میں ہے تیرا قیام　　قلب میں تو ہے جاگزیں ایک نظر مری طرف
تیرے خیال میں مگن ہے مرا قلب پُر محن　　اے شب غم کے مہ جبیں ایک نظر مری طرف

قابل درد آشنا ہے ترے غم میں مبتلا
دل کو قرار ہو کہیں ایک نظر مری طرف

○

آپ کے جلوے سلامت ہیں تو دیوانے بہت　　شمع محفل میں فروزاں ہے تو پروانے بہت
وہ تجلی راز پنہاں ہے تو افسانے بہت　　حسرت تعمیر کعبہ ہے تو بت خانے بہت

ہے نظر آنکھوں میں دل میں آرزو پھولوں میں بو — تیرے جلووں نے سجائے آئینہ خانے بہت
عرصہ محشر ہو یا ہو زندگی کا ہفت خواں — ان کے دیوانوں کے دامن میں ہیں ویرانے بہت
عشوہ و شوخی و غمزہ ناز و انداز و ادا — ایک حرف دل کے ہیں دنیا میں افسانے بہت
میری آنکھیں میرا دل میری نظر میرا خیال — تجھ کو مسکن کی تمنا ہے تو غم خانے بہت

جو مرے دل آشنا ہیں ہیں تغافل آشنا
ہو گئے انجان قابل جانے پہچانے بہت

○

ہیں ایک اک شے میں ہم تیرا سراپا دیکھنے والے — ہمیں ہیں وہ جو دنیا میں ہیں عقبیٰ دیکھنے والے
جو تیری دید کے جویا ہیں مجھ پر بھی نظر ڈالیں — مری جانب بھی دیکھیں تیرا جلوہ دیکھنے والے
جو تجھ پر اک نظر ڈالیں گے خود آنکھوں سے دیکھیں گے — تماشا بن گئے کیونکر تماشا دیکھنے والے
میں وہ آئینہ ہوں جس سے تجلی حسن پاتی ہے — مجھے دیکھیں گے کیا اس بت کا جلوہ دیکھنے والے
چنیں کانٹے بہائیں اشک غم صحرا کے دامن پر — اب ان گلیوں کی چھانیں خاک دریا دیکھنے والے
وہاں آتش فروزاں تھی یہاں جلوے درخشاں ہیں — مرے دل کو بھی دیکھیں طور سینا دیکھنے والے

میں ان پر جان دیتا ہوں تو قابل ہنس کے کہتے ہیں
یہی ہیں تھے جو اعجاز مسیحا دیکھنے والے

○

مشتعل ہیں مری آہوں سے ستارے کیسے — خرمن چرخ پہ برسے ہیں شرارے کیسے
میری تقدیر کی الجھن سے تری زلف کا خم — میری بگڑی ہوئی قسمت کو سنوارے کیسے
بہہ گئے عقل کی رو میں مرے افکار جنوں — بحر ظلمات بنے نور کے دھارے کیسے
جن کی میزان میں تُلتے ہیں دل و جان و نظر — آنکھوں آنکھوں میں وہ ہوتے ہیں اشارے کیسے

غم دوراں غم جاناں غم عقبیٰ غم دل خرمن زیست میں پنہاں میں شرارے کیسے
دیکھ اے دل دم رخصت نگہ مست کی چال جاتے جاتے ترے جذبات ابھارے کیسے

یہ ستارے یہ مہ و مہر یہ غنچے قابل
دم بخود دیکھ کے ان کو ہوئے سارے کیسے

○

اب تک کھلا نہ عقدہ وحشت فزائے دل دل مبتلائے غم ہے کہ غم مبتلائے دل
ان کی نظر کے تیر بھی ہونے لگے خطا پیوست چشم شوخ ہوئی ہے ادائے دل
آنکھیں جو خوں فشاں ہیں تو رکھ آبروئے اشک کشتی ڈبو نہ میری مرے ناخدائے دل
ممتاز دو جہاں جو ہوئے ازرہ دماغ بدنام شش جہات ہوئے بر بنائے دل
مجھ سے نہ پوچھ میرے مسافر کی منزلیں تیری تجلیات بھی ہیں نقش پائے دل

آیات غم کی روح و رواں ہے مری غزل
قابل مری نوا کو سمجھئے نوائے دل

○

کیا زحمت عذاب سے ہونگے دوچار ہم رحمت وقار آپ ہیں عصیاں شعار ہم
اپنے نفس میں زیست ہے اپنی نظر میں موت بے اعتبار دوست کا ہیں اعتبار ہم
جس دن سے تیرے عشوۂ کُن کے ہیں آشنا اس دن سے کر رہے ہیں ترا انتظار ہم
اب تک نہ کر سکے تری الفت میں فیصلہ تو ہے ہمارا دوست کہ ہیں تیرے یار ہم

ہے اپنی جاں نسیم تو اپنا نفس شمیم
قابل ازل سے ہیں گُل دامان یار ہم

○

لب پہ بندوں کے دعا ہو ہمیں منظور نہیں   غافل اس درجہ خدا ہو ہمیں منظور نہیں
بہر تحصیل مراتب کوئی پروانۂ بزم   شمع کے رخ پہ فدا ہو ہمیں منظور نہیں
کوئی سفّاک جفا جو پئے تائید جفا   رخنہ انداز وفا ہو ہمیں منظور نہیں
جب ترے خون کا خواہاں ہو کوئی دست ستم   تیرے ہاتھوں میں حنا ہو ہمیں منظور نہیں

اس زمانے میں کہ ہے برق بھی رہوار بشر
دشت میں آبلہ پا ہو ہمیں منظور نہیں

○

جو ترے عشق کو افسانہ بنا بیٹھے ہیں   شمع کو غیرت پروانہ بنا بیٹھے ہیں
خسرو جاں تری الفت میں لٹا کر دل و جاں   فقر کو سطوت شاہانہ بنا بیٹھے ہیں
آپکا حسن ہو رسوا ہمیں منظور نہیں   عشق کو لغزش مستانہ بنا بیٹھے ہیں
دل کو چھلنی جو کیا تھا تری زلفوں نے تو ہم   تیری زلفوں کا اسے شانہ بنا بیٹھے ہیں
ہم ترے در سے نہیں اب کہیں جانے والے   تو ہمیں اپنا بنا یا نہ بنا بیٹھے ہیں
حسن جاں سوز کی تسکین رضا کی خاطر   زندگی کو غم جانانہ بنا بیٹھے ہیں
ہم کو دراصل ہے توہین امارت مقصود   بھیس اپنا جو فقیرانہ بنا بیٹھے ہیں
حسن کا آئینہ خانہ کہ صنم خانہ عشق   ہم دل و دیدہ کو کیا کیا نہ بنا بیٹھے ہیں

حسن یکتا کا اک آئینہ بنا کر قابل
دل کو ہم گو ہر یک دانہ بنا بیٹھے ہیں

○

نہ آنکھیں فلک کی نہ دل ہیں ستارے   رخ مہ جبیناں کا تل ہیں ستارے
تضاد ان کی فطرت تضاد ان کی صورت   کہ فانی ہیں اور مستقل ہیں ستارے

خراماں خراماں نظر آتے ہیں کیوں   اگر چرخ پر پا بہ گِل ہیں ستارے
فلک کی جفا کاریوں پر ہیں نادم   یہ کیوں دیدۂ منفعل ہیں ستارے
مرے چاند کی کیا طلب ہے انہیں بھی   مری طرح کیوں مضمحل ہیں ستارے
نگاہوں میں ہے وصل کی رات ان سے   مری شام غم میں مخل ہیں ستارے
نزول ان سے الہام کا قلب و جاں پر   مرے شعر و حکمت کا دل ہیں ستارے

یہ فطرت کے معدن کے گوہر ہیں قابل
نہ کنکر نہ پتھر نہ سل ہیں ستارے

○

زلف اگر تابہ کمر جائے گی   اک بلا سر سے اتر جائے گی
رہرو عشق نہ ہو گا تنہا   دل کے ہمراہ نظر جائے گی
صحن گلشن میں گھر آئیگی گھٹا   زلف بکھری تو سنور جائے گی
دے سکے گی نہ ترا ساتھ نگاہ   یہ بھی تاحد نظر جائے گی
حشر میں بھی نہ فنا ہو گی حیات   یہ قیامت مرے سر جائے گی
نظر آلودہ تجلی ہے ابھی   دل تک آئی تو نکھر جائے گی
بیکسی پر وہ مری کھائیں گے ترس   بات بگڑی تو سنور جائے گی

طور شبنم جو یہی ہے قابل
آبروئے گل تر جائے گی

○

زیست کو کب ہوا عرفان مقام شہدا   زندگی آپ ہے دُرد تہہ جام شہدا
عرش و کرسی سے بلند اوج مقام شہدا   کیوں نہ ہوں لوح و قلم نقش دوام شہدا

اے حسین اے مئے مرد افگن جام شہدا تیرے ایثار سے ہے حرمت نام شہدا
ہے سر عرش بریں جلوہ بام شہدا ہے ازل سے دل یزداں میں مقام شہدا
ان میں نبیوں کی ہیں ارواح تو ولیوں کی ہے جان عرش کی مٹی سے اٹھا ہے قوام شہدا
مجھکو نسبت سبا" سید احمد سے بھی ہے جد امجد ہیں مرے خاص امام شہدا

یہ وہ راکب ہیں کہ مرکب ہے مشیت قابل
حق کے ہاتھوں میں ازل سے ہے زمام شہدا

○

بہر آدم ہے غربت سرا عارضی دار فانی ہے رنج و الم کی جگہ
تیری دنیا ہے اول سے دارالمحن تیری دنیا نہیں غم سے رم کی جگہ
اپنا دیس آہوان ختن کا چمن اپنا ملک اہل دیر و حرم کی جگہ
جب سے آنکھوں میں ہے ارض پاک وطن میرے دل میں ہے خلد و ارم کی جگہ
رزم و بزم جہاں میرے زیر قدم سیف کیا لے گی میرے قلم کی جگہ
اس طرح ہوں مسلط دو عالم پہ میں جیسے گم ہو گئی ہو عدم کی جگہ
تیرے جلوؤں کے افسانے کیا ہو گئے شمع صورت کے پروانے کیا ہو گئے
سچ بتا تیرے دیوانے کیا ہو گئے تیرے دل میں نہیں ان کے غم کی جگہ
اب تو ہے رخ پہ سایہ تری زلف کا اب ہو کون اپنی قسمت کا عقدہ کشا
اب تو ہے آہ شب گیر سے واسطہ ہجر میں نالہ صبح دم کی جگہ
عشق کے دن گئے غم کی راتیں گئیں ہم سے اندھی عقیدت کی باتیں گئیں
اب تو پیا: عقل ہے حق نما چشم و دل کے لئے جام جم کی جگہ
ایک اک ذرہ میں جیسے دشت الم ایک اک قطرہ میں جیسے دریائے غم
حیرت! آئینہ صورت ہیں اہل ہم اب نظر میں کہاں بیش کم کی جگہ

اب مرے دل کی دنیا میں اندھیر ہے آنکھ تک تیرے دیدار سے سیر ہے
شام شبخوں زن صبح ہو جس طرح رخ پہ ہے کاکل خم بہ خم کی جگہ
چھپ کے پینا نہیں سنت میکشاں مرکے جینا نہیں شیوہ عاشقاں
رند کو جام و مینا سے فرصت کہاں کون لے واعظ محترم کی جگہ
جنگ☆ و وحدت ریاست وطن الاماں رہنما و زمیندار و آفاق کا
سالہا سال قابل رہا خامہ کش میرے دل میں ہے اہل قلم کی جگہ

☆ ہندو پاکستان کے ان اخبارات و رسائل کے نام جن کی ادارت شاعر نے انجام دی۔

○

میں نے ڈالی ہے بیاباں میں جو گلشن کی طرح — پھول ہیں مجھ سے گریزاں ترے دامن کی طرح
دوست نے زندگی بخشی مجھے دشمن کی طرح — خار انفاس سے ڈالی ہے نشیمن کی طرح
گل کھلے دشت میں کس کے مرے گلشن کی طرح — کس کا دامن ہے گریباں مرے دامن کی طرح
برق کی زد میں نہ آجائے یہ گلشن کی طرح — حسن نے ڈالی تو ہے عشق کے خرمن کی طرح

وہ بگڑتا ہے تو بن جاتی ہے دم پر قابل
وہ جو اک دوست ہے ظالم مرا دشمن کی طرح

○

مطمئن ہے شدت غم سے مرا دل آجکل — ہم سفر کشتی کا ہے طوفاں میں ساحل آجکل
میں کہ ہوں منزل شناس راہ تسلیم و رضا — راہ تسلیم و رضا میں ہے مرا دل آجکل
پڑ گئی ہے اوس گلشن پر ترے جانے کے بعد — گل کی سمت اٹھتی نہیں چشم عنادل اجکل
کوئی وابستہ حرم سے ہے کوئی منسوب دیر — ہے فقط میری جبیں اس در کے قابل آج کل

کیا یہ پہلا مرحلہ ہے باز گشت خلد کا   ہے زمین آسماں انساں کی منزل آج کل
عشق رسوا سے کوئی کہہ دے کہ اپنی راہ لے   حسن کی آغوش منزل ہے مرا دل آجکل
کسی کے غم میں چھا رہے ہیں رخ پہ گیسوئے سیاہ   کن گھٹاؤں میں ہے مرا ماہ کامل آجکل
انکی نظروں سے ہے اب میری محبت آشکار   انکے پہلو میں دھڑکتا ہے مرا دل آجکل
مجھ میں معراج بتاں ہے مجھ میں محراب حرم   میری گردن میں ہیں وہ باہیں حمائل آجکل

وامق و منصور ہے قابل نہ قیس و کوہکن
دم بخود ہیں طوق و زنجیر و سلاسل آجکل

باطل میں شان حق نظر آئے تو کیا کروں   ہر بت خدا کی یاد دلائے تو کیا کروں
ہر گل کو چوم لوں ترے رخسار جان کر   دیوانہ مجھکو ہوش بنائے تو کیا کروں
وہ شعلۂ خفیٔ محبت کہ ہے اجل   جل کر چراغ زیست بجھائے تو کیا کروں
یہ سنتے ہی کہ آپ سر شام آئیں گے   دل صبح سے چراغ جلائے تو کیا کروں
وہ دل کہ ہے ازل سے خودی و خدا پسند   لطف صفات' ذات میں پائے تو کیا کروں
مجھکو جو تیری ذات بھی مجملۂ صفات   اک نقش ماسوا نظر آئے تو کیا کروں

قابل جمال بتکدہ و رنگ میکدہ
ان کے سوا نہ کچھ نظر آئے تو کیا کروں

شراب عشق حقیقی لب مجاز سے پی
یہ خاص مے ہے مرے پاس آ کے ناز سے پی

مزا ہے جاگتے میں بھی ہو خواب کا سا سرور
نظر ملا کے کسی چشم نیم باز سے پی

یہ دونوں میکدہ حسن و عشق ہیں حاضر
غم نیاز سے پی یا غرور و ناز سے پی

عجیب گیسوئے شب رنگ کے ہیں مستانے
مئے سیاہ تری کاکل دراز سے پی

ہوئے نہ مانع احوال، حال و قال کبھی
خروش نغمہ سے پی اور سکوت ساز سے پی

ازل کے دن سے ہے پردہ میں ہر تجلی حسن
شراب عشق ذرا احتیاط راز سے پی

ہمیں ازل سے ہے تہذیب میکدہ کا شعور
شراب شام بھی چشم سحر طراز سے پی

○

ہر حسن رہگزر پہ جو دل مبتلا ہوا
اے خالق ازل ترے جلوؤں کو کیا ہوا

کیوں فصل گل میں ساز چمن بے صدا ہوا
ہیں بلبلیں خموش تو پھولوں کو کیا ہوا

نظروں میں پھر گئے کبھی دل میں سما گئے
ان شوخیوں کا نام فنا و بقا ہوا

اے ہوش رفتگان سیاست خطا معاف
کیا ہو گا سوچئے یہ نہ کہئے کہ کیا ہوا

اے حسن پردہ کار تکلف سے [illegible]
میری نگاہ شوق کا دل ہے دکھا ہوا

پھولوں کی ہیں ہزار زبانیں مگر خموش
بلبل کا ایک دل ہے مگر بولتا ہوا

نظریں اٹھیں تو جلوؤں نے دل میں کیا قیام
آنکھیں جھکیں تو سجدہ الفت ادا ہوا

قابل حجاب دوست کے انداز کیا کہوں
دیکھا ہے میں نے نظروں کا دل ڈوبتا ہوا

○

محفل سوز و ساز ازل، حشر ہے بزم ناز عشق
طے ہوئی ایک سانس میں زندگی دراز عشق

صورت آفتاب میں پیکر ماہتاب میں
چرخ سے ہے لگی ہوئی چشم نظارہ باز عشق

میری نظر نظر رہی عصمت حسن کی امیں
ختم ہے میری ذات پر سلسلہ دراز عشق

میرے وجود میں نہاں ہیں وہ رموز کن فکاں
مجھکو نہ آرزوئے حسن مجھکو نہ حرص و آز عشق

طائرک شکستہ پر اپنی بساط پر نظر
جو نہ دے رخصت مفر دل ہے وہ شاہباز عشق

میری نگاہ میں کلیم قلب میں شاہ دیںؐ مقیم
طور جمال ہے نظر دل ہے مرا مجاز عشق

دونوں ہیں اپنی حد سے دور قلب و نگاہ کا قصور
عشق ہے خاک پائے حسن حسن ہے سرفراز عشق

قابل دیدان کا حال دونوں وفا سے ہیں نہال
عشق ہے دل نواز حسن، حسن نظر نواز عشق

درمان عشق اس کی نظر سے عطا ہوا
بخشا ہمیں وہ درد جو بڑھکر دوا ہوا

جتنا نظر سے دور مرا دلربا ہوا
اتنا ہی دل کو قرب تجلی عطا ہوا

کیا قطع ہو گی آنکھوں سے تاریک راہ عشق
اشکوں کا اک چراغ ہے وہ بھی بجھا ہوا

کیا جانیں آپ ہیں کہ تصور ہے آپ کا
شعلہ سا ہے کوئی مرے دل میں چھپا ہوا

کوتاہی خرد ترے قربان جایئے
آیا نہ جو سمجھ میں وہ اپنا خدا ہوا

آنکھیں شب فراق ہوئیں لالہ گوں تو پھر
دل میں ضرور زخم محبت ہرا ہوا

لاکھوں برس کی ہے جبیں سائی سے بھی سوا
وہ ایک سجدہ جو تہہ دل سے ادا ہوا

بلبل نے اڑ کے لوٹ لی ساری متاع عشق
گل شاخ گل پہ رہ گیا پر تولتا ہوا

دیتا ہے خال اس عرق آلودہ رخ کو زیب
دیکھا ستارا چاند میں اک ڈوبتا ہوا

میں ہی حجاب دوست تھا میں ہی نقاب دوست
قابل وہ چھپ گیا تو مرا سامنا ہوا

جی رہا ہوں کہ سزا ہو جیسے — بوئے گل گل سے جدا ہو جیسے
موت ناکردہ خطا ہو جیسے — زندگی اپنی سزا ہو جیسے
دل شب غم کی ضیا ہو جیسے — تارا اک ٹوٹ گیا ہو جیسے
ہر نفس موج صبا ہو جیسے — تیرے دامن کی ہوا ہو جیسے
دیکھ کر ان کو ہوا یوں محسوس — وقت خود ٹھہر گیا ہو جیسے
کیا کہوں گردش چشم ساقی — گردش صبح و مسا ہو جیسے
کتنا دلکش ہے دو عالم کا سکوت — کوئی مانوس صدا ہو جیسے
شاہد جلوہ معراج ہے چاند — تیرا نقش کف پا ہو جیسے
دل کے قالب میں یہ کردار ضمیر — میرے پہلو میں خدا ہو جیسے
دل ناکام ہے یوں کشتہ شوق — اک دیا جل کے بجھا ہو جیسے
دھڑکنیں دل کی پتہ دیتی ہیں — تو مجھے بھول گیا ہو جیسے
خوش ہوں اس درجہ پریشاں ہو کر — غم محبت کا صلہ ہو جیسے
عصر حاضر میں ہے ناموس وفا — بنت زہرا کی ردا ہو جیسے

زیست قابل کی ہے یوں تیرے بغیر
ساز بے صوت و صدا ہو جیسے

کہاں بشر ترے حدّ شعور تک پہنچے — مجال خاک نہیں ہے کہ نور تک پہنچے
دل و نظر ہیں وہ آوارۂ جمال بتاں — تلاش قربت حق میں جو دور تک پہنچے
عیاں ہوئے ہیں تو سمجھو کہ وہ نہاں ہیں ابھی — وہ راز پردے میں ہے جو ظہور تک پہنچے
فقط فراق کی آتش میں جل کے خاک ہوئے — دل و نگاہ کہاں شمع طور تک پہنچے

نیاز عشق کے ساتھ ارتکاب کفر نہ کر　　کہ تیرے ناز تو حد غرور تک پہنچے
تعینات کی منزل سے ماورا ٹھہرے　　جو تیری بزم میں کیف و سرور تک پہنچے
دلوں کا کعبہ بنے قبلہ جمال ہوئے　　وہ ظلمتوں کے شوالے جو نور تک پہنچے
اس انکشاف رہ چشم و دل کو کیا کہیے　　کہ اپنی ذات تک آئے تو دور تک پہنچے

وہ جس نے منہ نہ لگایا بہشت کو قابل
وہ کیا تجلی حور و قصور تک پہنچے

نقاب رخ سے جو جلوے نکلتے جاتے ہیں　　مری نگاہ کے سانچے میں ڈھلتے جاتے ہیں
دل ان کا ناوک غم ہے نظر خدنگ جمال　　ہم ان کھلونوں سے کیا کیا بہلتے جاتے ہیں
خدا نے بخشی ہے جن کو نگاہ جلوہ شناس　　جبین دل ترے قدموں سے ملتے جاتے ہیں
ابھی تو حسن کی جلوہ نمائیاں ہیں دور　　ابھی سے عشق کے تیور بدلتے جاتے ہیں
یہ چشم و دل کہ ہیں پیش جمال ماہ رخاں　　ہیں آئینے جو نظر سے پگھلتے جاتے ہیں
نگاہ شوق نے کیا کہہ دیا خدا جانے　　کہ اس نظر کے مطالب بدلتے جاتے ہیں

جو ماورائے حدود و قیود تھے قابل
تعینات کے سانچے میں ڈھلتے جاتے ہیں

مہروماہ منزل انوار تک آپہنچے ہیں　　یہ جو نقش قدم یار تک آپہنچے ہیں
گیسوؤں کی شب تاریک سے کٹ کر دل و چشم　　سحر عارض دلدار تک آ پہنچے ہیں
لذت درد کے متوالے ترے دشت نورد　　آرزوئے خلش خار تک آ پہنچے ہیں

ہم گنہ گاروں کی قسمت کی رسائی دیکھی   آستان شہ ابرار تک آپہنچے ہیں
سجدہ در کی تمنا میں غلامان حضور   گرتے پڑتے در سرکار تک آپہنچے ہیں
وہی جلوے جو کبھی شمس و قمر کا تھے نصیب   رنگ وبو بن کے گل و خار تک آپہنچے ہیں
از رہ شدت فرقت دل مہجور کے غم   بارش دیدہ خونبار تک آپہنچے ہیں
چرخ کی بزم میں آنسو مرے انجم بن کر   چاند کے دامن بے تار تک آپہنچے ہیں
دست بوسی کی تمنا میں مرے دیدہ و دل   پھول بن کر کف گلبار تک آپہنچے ہیں
آپ ہی پردہ بہ پردہ ہیں دل و جاں میں مقیم   آپ ہی کوچہ و بازار تک آپہنچے ہیں

دل لگی حضرت واعظ سے رہے گی قابل
خلد میں ہم سے **گہنگار** تک آپہنچے ہیں

○

منتشر جلوے ہیں میری چشم تر کے سامنے   آئینہ دل کا رکھوں آئینہ گر کے سامنے
صف بہ صف بسمل ہیں پیکان نظر کے سامنے   سامنے دل کے جگر ہے دل جگر کے سامنے
بے خودی بندگی میں اب جہان جھکتا ہے سر   آستان یار آ جاتا ہے سر کے سامنے
عشرت غم کر رہی ہے عشق کی دنیا تباہ   دل کے ذرے رقص کرتے ہیں نظر کے سامنے
اشک آنکھوں میں بھر آئے اس طرح ہنگام دید   جیسے حائل ہو کوئی دیوار در کے سامنے
کعبہ در دل میکدہ درچشم بتخانہ بدوش   میں جہاں بھی ہوں وہ جلوے ہیں نظر کے سامنے
پرتو رخسار محبوب خداؐ ہے نور کل   گرد ہیں انجم رخ خیرالبشرؐ کے سامنے
آئینہ جوش لطافت سے نہ کھا جائے شکست   دل کی ہمت ہے کہ ہو تیری نظر کے سامنے

میں وہی آسودۂ غربت ہوں قابل کیا کہوں
جو وطن کو بھی بھلا بیٹھا سفر کے سامنے

بنائے قلب و نظر ناز حسن اٹھانے کو   یہ بات یاد رہے گی تری زمانے کو
یہ روز روز کے سجدے ہیں کیف دل میں مخل   جبیں میں جذب نہ کر لوں اس آستانے کو
تصورات نے صورت مری بدل ڈالی   تری شبیہ کا دھوکا ہے اک زمانے کو
چراغ خانہ کی صورت ہو شام غم پیدا   سجاؤں برق سے کیونکر نہ آشیانے کو
شکستہ دل جو ہوئے دیکھ کے وہ رنگ چمن   نسیم صبح چلی پھول گدگدانے کو
انہیں ہے اپنی محبت کا امتحاں منظور   بنائے ہیں دل و جاں بار غم اٹھانے کو
زہے نصیب کہ ہم پر ہوئی نوازش ناز   ہمیں کو خاص کیا عشق آزمانے کو
ہے میرے داغ تمنا کی چاند سی صورت   خدا رکھے تری نظروں کے اس نشانے کو

ہم ان کے عشق کی مالا جپا کئے قابل
کہاں کہاں نہ سناتے رہے فسانے کو

رباعیات و قطعات

ہر وقت یہ مہر و مہ و انجم کا طلوع
یہ سجدۂ کہسار ، شجر کے یہ رکوع
ہے نظم دو عالم تری ہستی کا ثبوت
کرتا ہوں ترے نام سے میں بات شروع

حمدیہ

زلفوں کو پریشان کیا ہے تو نے
کافر کو مسلمان کیا ہے تو نے
پردے سے دکھا کر مرے دل کو جلوہ
آئینہ کو حیران کیا ہے تو نے

گل بن کے رہے زخم اگر سینے کے
مرنے کے ہیں یہ طور نہیں جینے کے
دل سے تری یہ چشم نمائی کیا خوب
آئینہ مقابل ہے اک آئینے کے

طفلی و جوانی ہیں عطیہ کس کا
ہیں زندگی و موت کرشمہ کس کا
اللہ پہ ایمان نہ لانے والے
اتنا تو بتا تو بھی ہے جلوہ کس کا

تخیّل و تصور بشر کا خاکہ تو ہے
ارمان خلیل و شوق موسیٰ تو ہے
عیسیٰ کی ادائے قُم طلب ہے تیری
آخر لب مصطفٰےؐ کا کلمہ تو ہے

روحوں سے ازل میں ترا پیمان ہوا
تو رب ہے دو عالم کا یہ اعلان ہوا
مومن ہو کہ منکر رہے تیرے پابند
جو کفر سے چھوٹا وہ مسلمان ہوا

ہر بحر کو ہوتا ہے کنارا کافی
نظروں کو تجلی کا اشارا کافی
جب ٹوٹ گیا ہست و عدم کا رشتہ
قابل کو رہا تیرا سہارا کافی

جو نغمہ کنُ تھا وہی اک ساز ہوا
الہام تری بات کا انداز ہوا
دیکھا تری رحمت کا نرالا اعجاز
خود اپنے گناہوں پہ ہمیں ناز ہوا

فکر و نظر بشر ہے سوغات تری
غنچوں کی چٹک میں ہے اک بات تری
دو رخ تری تصویر کے ہیں ہست و عدم
عالم جو بدن ہے روح ہے ذات تری

ہر وقت یہ مہرومہ و انجم کا طلوع
یہ سجدہ کہسار شجر کے یہ رکوع
ہے نظم دو عالم تری ہستی کا ثبوت
کرتا ہوں ترے نام سے میں بات شروع

مجھ میں ہے ازل فنا بقا ہے مجھ میں
ہر موجۂ طوفان بلا ہے مجھ میں
قابل مری ہستی ہے وہ گورکھ دھندا
مخلوق ہی کیا کہ گم خدا ہے مجھ میں

کہتا ہے کوئی مادّہ اور روح کوئی
معنی کا طلسمات ہے تیری ہستی
عرفان سے عاجز ہوئے جب فکر و نظر
کی غیب و شواہد نے پرستش تیری

مغرب میں ہوں اور مشرق میں ہوں
آزاد سلاسل علائق میں ہوں
قطرہ ہو کر ہوں بحر ناپیدا کنار
بیمار نہیں طبیب حاذق میں ہوں

پندار کے بام سے اتر کے دیکھے
آنکھوں میں سرشک عشق بھر کے دیکھے
اللہ کے دیکھنے کا جسکو ہو شوق
وہ اپنا مطالعہ تو کر کے دیکھے

وہ ایک ہے پنہاں ہے نہ پیدا دس میں
شیرینی ہے اسکی ہر نفس کے رس میں
وہ کیا ہے کہاں ہے اور کیوں ہے قابل
اسکا بھی جواب ہے کسی کے بس میں

کیوں فہم و خرد ہوں اس سے آگاہ
کیوں ہو وہ کثافت آلود نگاہ
جو حلقۂ ہر گرفت سے ہے باہر
ہاں ہاں ہے وہی فقط ہمارا اللہ

پڑ جائے اگر جوہر ہستی پہ نظر
مخلوق ہو خالق کا سراپا یکسر
دانہ کا طلسم ہو اگر عقدہ کشا
دانہ دانہ نہیں نظر آئے شجر

خود بزم ازل سجائی کس نے تو نے
دل اسکی لطافتوں سے مانوس ہوا
تصویرِ بشر بنائی کس نے تو نے
یوں فکر و نگاہ کو وہ محسوس ہوا
پالیں خود کو تو وصل تیرا ممکن
اس پر بھی ہے اسکی معرفت امر محال
یہ راہ ہمیں سجھائی کس نے تو نے
اللہ ہی کیا جو عقل محبوس ہوا

کیوں وحدت راز رہا جدا ہوجاتی
تخم الفت دلوں میں بوتا کون
کیوں ذات وہ رونما ہوجاتی
نظروں میں اشکوں کو پروتا کون
کر لیتی اگر عقل تصور اس کا
کائنات اس کی ذات کا ہے عکس
اللہ کی لطافت نہ ہوا ہو جاتی
وہ نہ ہوتا اگر تو ہوتا کون

وحدت کا چمن کھلانے والے ہم ہیں
گل میں ہے اسکا رنگ و بوئے وفا
کثرت کا علم گرانے والے ہم ہیں
خار میں اسکی بے رخی کی ادا
سنت افروزِ "یومنون بالغیب"
ضد انکار حق کی صورت میں
نادیدہ سے دل لگانے والے ہم ہیں
کفر کو بھی ہے اعتراف خدا

منزل کا شعور ہے تو گمراہ ہوں کیوں
پردہ میں نفس کے آنے جانے والے
اللہ ہے مجھ میں تو خود آگاہ ہوں کیوں
نغمہ توحید کا سنانے والے
پہچان لوں خود کو تو میں کافر ہو جاؤں
وہ بن کے ضمیر انساں کی پکار
اللہ کا بندہ ہوں میں اللہ ہوں کیوں
ہیں خواب حیات سے جگانے والے

ہے کوئی سبو تو کوئی جام ہستی
ہر ذرہ ہے پابند نظام ہستی
اللہ کا عرفان ہے سب کی پہچان
اے بندۂ حق سمجھ مقام ہستی

جلوے ہیں بیشتر نگاہوں سے
رحمتیں ہیں سوا گناہوں سے
درجاناں نے بخشا یہ اعزاز
ہیں گدا بڑھ کے بادشاہوں سے

اک نظم کے ہیں اسیر انجم و شمس و قمر
کیوں جمتی نہیں عین حقیقت پہ نظر
کس کے ہاتھوں میں ہے زمام ہستی
اتنا بھی نہیں سوچتی کیوں عقل بشر

نہیں بے سود و عبث سلسلہ ہست واجل
ایک اک ذرہ دو عالم کا ہے مصروف عمل
باغ ہستی میں نمودار جو ہوتی ہے کلی
گردش ہفت سمٰوات کا قابل ہے یہ پھل

کیا چیز ہے ہوش اور مستی کیا ہے
یہ معرفت بلند و پستی کیا ہے
ہے حق کی مشیت اپنے کردار کی روح
ورنہ ہم کیا ہماری ہستی کیا ہے

تن اگر روح آشنا ہوتا
ساز اگر واقف نوا ہوتا
اپنا عرفان ہوتا گر حاصل
بندہ بندہ نہیں خدا ہوتا

دل میں ہرلحظہ آرزو کا جوش
دم بدم سانس میں صدائے خروش
حسن پنہاں نظر کا ہے مشتاق
ہم کہ صبح ازل سے ہیں مدہوش

اپنے خالق سے بند کر کے آنکھ
عظمت کائنات کو مانے
کفر و الحاد و شرک سے رشتہ
اور ہوتے ہیں کیسے دیوانے

جن کی فرقت میں کرتے ہیں نالے
ہیں وہ محبوب گیسوؤں والے
دونوں عالم میں کیوں نہوں یکتا
ہم ہیں توحید حق کے متوالے

ہر ذرہ میں کائنات پنہاں ہے
ہر موت میں اک حیات پنہاں ہے
اے ذات و صفات کے اسیر طلسم
ظاہر میں صفات ذات پنہاں ہے

ملک و جن نے خوف کھایا ہے
راز کو کب کسی نے پایا ہے
لب یزداں پہ ہے تبسم ناز
ہم نے وہ کام کر دکھایا ہے

خالق دو جہاں کبریا ایک ہے
ساز لاکھوں ہیں روح نوا ایک ہے
بلبل و گل کو توحید یزداں کی دھن
گلستاں کی صدا ہے خدا ایک ہے

تیرے در پر جھکی ہے دل کی جبیں
مل سکا کب سکون اور کہیں
نہیں تیری رضا اگر حاصل
بڑھ کے دوزخ سے ہے بہشت بریں

بندے کس آن بان سے گزرے
مٹ کے ایک اک نشان سے گزرے
جن کو تیرا یقیں ہوا حاصل
تیر بن کر کمان سے گزرے

پہلے تخریب اور پھر تعمیر
خواب ہستی کی ہے یہی تعبیر
نفی نقش ثبات ہے قابل
حرف لا ہے الہ کی جاگیر

تن قفس ہے نہ آشیانا ہے
روح کا عارضی ٹھکانا ہے
دل و جاں کو بھی بھول جا قابل
دل گر اللہ سے لگانا ہے

رسن و دار کی لپیٹ میں ہیں
خویش و اغیار کی لپیٹ میں ہیں
ہو کے مجبور عظمت حق سے
کافر انکار کی لپیٹ میں ہے

پھول تیرے ہیں خار تیرے ہیں
نقش لیل و نہار تیرے ہیں
بخشا تو نے دوام ہستی کو
سب عمل برقرار تیرے ہیں

موت ہے یا کہ ہے حیات بڑی
ہے بڑا حق کہ کائنات بڑی
ذکر خالق میں محو ہیں قابل
چھوٹے منہ والوں کی ہے بات بڑی

ہر قطرہ میں دریا ہے تو ذرہ صحرا
ہر تخم میں اک نخل مچلتا دیکھا
ہر جزو میں ہے کُل کا تماشا قابل
ہر بندہ ہے خالق کا مکمل جلوا

زندگی باعث الم کیوں ہو
موت آئے تو اسکا غم کیوں ہو
ہیں رضائے خدا پہ ہم شاکر
اپنے خالق سے ربط کم کیوں ہو

دیتے ہیں سہارا خود گرا کر ہمکو
تنبیہ وہ کرتے ہیں خود جتا کر ہمکو
قدرت کی اداؤں پہ دل و جاں صدقے
دیتے ہیں سزا اپنا بنا کر ہمکو

قلب کو عصمت نگاہی دی
آنکھ کو برق بے پناہی دی
جادۂ حسن و عشق کی منزل
چشم و دل نے تری گواہی دی

رگ جاں سے ہے جو مری نزدیک
ہے وہی میرا مونس و دمساز
میرا انجام وہ کرے گا بخیر
نام سے جس کے کرتا ہوں آغاز

معمول سے عامل کا پتہ چلتا ہے
ہر پھول کے قالب میں ثمر پھلتا ہے
اللہ کے عرفان سے غافل ہشیار
اس مہر کا سایہ بھی کہیں ڈھلتا ہے

مختلف رنگوں کے اشعار کہاں سے آئے
شہر ظلمت میں یہ انوار کہاں سے آئے
دست فطرت نے تنوع کی دکھائی ہے بہار
غنچہ و گل بہ سر خار کہاں سے آئے

بیگانے بھی سمجھے ہیں یگانہ تجھ کو
پایا ہے حقیقت کا فسانہ تجھ کو
اس درجہ ہوئی مغفرت حق آساں
پہچانا اگر خود کو تو جانا تجھ کو

زمیں ایک آب و ہوا ایک ہے
حیات ایک نقش فنا ایک ہے
بھرا کس نے یہ لالہ و گل میں رنگ
ہے کثرت سے ظاہر خدا ایک ہے

محبوب و محب کا ہے وہ رشتہ مضبوط
اعراب سے ہوتا ہے تہجی کا سقوط
یک رنگی وحدت کی لطافت قابل
اللہ و محمدؐ پہ نہیں داغ نقوط

جیسی اپنی ہے آج کل قابل
ایسی کافر کی زندگی بھی نہو
کس طرح وہ خدا کو پہچانیں
جن کو عرفان آدمی بھی نہو

نعتیہ

گو رحمت خلّاق کے بادل ہیں آپؐ   ہے زمیں سجدہ گاہ جس کے لئے
عالم پہ برس جانے کو بے کل ہیں آپؐ   دین حق کی پناہ جس کے لئے
ایک ایک کے بے کسی میں حامی و رفیق   ذات واحد کا جلوۂ یکتا
سچ یہ ہے کہ انسان مکمل ہیں آپؐ   ہوئی پیدا نگاہ جس کے لئے

---------   ---------

آپؐ اللہ کے حبیب و ندیم   ساقی کوثر آپؐ جام ہیں آپؐ
آپؐ کی ذات ہے قدیم و عظیم   قاسم بادہ دوام ہیں آپؐ
احد احمدؐ کا فرق کھل جائے   سب سے افضل جو ٹھہرے بعد خدا
اٹھے دم بھر کو گر حجاب میم   جلوہ رحمت تمام ہیں آپؐ

---------   ---------

ہیں جن کے پرتو ذات آج اور کل   جس نے کی سب سے بڑھ کے حمد خدا
جو تخل آفرینش کی ہیں کونپل   دل سے اللہ نے جسے چاہا
سجی ہست و عدم کی بزم جن سے   دونوں عالم کے حق میں رحمت حق
ظہور آخر و تخلیق اول   وہی یٰسین ہے وہی طٰہٰ

---------   ---------

جس کو رحمت بنا کے عام کیا   جس کا مشتاق خود ہے رب ودود
جس پہ دین ھدٰی تمام کیا   جو بنا ہے فرشتوں کا مسجود
ہے وہ محبوب خالق و مخلوق   لائے جبریل جس کو حق کا سلام
جس کو اللہ نے سلام کیا   جان و دل بھیجتے ہیں اس پہ درود

---------   ---------

شرف آدم نے جس سے پایا ہے — جن کی تفسیر خلق ہے قرآن
خلق نے جس کا دل لبھایا ہے — جن کی بخشش ہیں دین اور ایمان
جس کا سایہ نہ تھا گر پھر بھی — کیوں نہ امت کو ناز ہو ان پر
دونوں عالم پہ جس کا سایا ہے — ہیں وہ اللہ کا عظیم احسان

"ورفعنا" ہے جس کے ذکر کی شان — جس کو خالق نے ذی وقار کیا
حسن لولاک جس کی ذات کی آن — جس سے دونوں جہاں نے پیار کیا
ہو جو تصویر حق کا آئینہ — وصل نے اسکے بخشی آنکھ کو خلد
کیوں نہوں اس پہ جان و دل قربان — اسکی فرقت نے دل فگار کیا

جس کی ٹھوکر سے لرزے کوہ و جبل — شہ بطحیٰ مدینے کے والی
جس کی فرقت میں نخل تھا بے کل — ہے نظر آپؐ ہی کی متوالی
سنگ ریزوں کو جس نے بخشی زباں — رہ طیبہ کا ہے مسافر دل
ہے وہ تصویر حسن عزو و جل — ہے نگاہوں میں روضہ کی جالی

آخری حد ہے جو عبادت کی — انبیاء کا جو پیش امام ہوا
جس نے اللہ سے محبت کی — جس پہ خالق کا لطف عام ہوا
ہائے وہ رحمت تمام جسے — عبد مقبول ہے وہ ختم رسلؐ
حشر میں بھی ہے فکر امت کی — جس سے اللہ ہم کلام ہوا

دونوں عالم کی سربراہی دی
حق نے جن کیلئے گواہی دی
شہر یار جہاں ہیں ان کے گدا
ہم فقیروں کو بادشاہی دی

جن انبیاء پہ نہ قوم انکی لاسکی ایماں
توحق میں قوم کے ان سب نے بددعابھی کی
شعیب و لوط نے مانگا عذاب خالق سے
مگر حضورؐ نے کفّار کی خطا بخشی

غم گسار اپنے اور پرائے کا
قدرداں حق ہے جس کی رائے کا
زیر سایہ ہیں اسکے ہر دوجہاں
پتہ جس کے نہیں ہے سائے کا

خاتم الانبیاءؐ ہے جس کی ذات
جس کی گردش نظر کی موت و حیات
رخ ہے والشمس زلف ہے واللیل
حق نے بخشیں اسے قرآنی صفات

آپ کو دل سلام کہتا ہے
نزد منزل سلام کہتا ہے
موج طوفان غم ہے آپ کا عشق
جس کو ساحل سلام کہتا ہے

ہیں وہ دونوں جہان میں ممتاز
دل خالق کو بھی ہے ان پر ناز
ملک کے بدلے دل کیے تسخیر
ہے عجب ان کی فتح کا انداز

جس نے آزادی دی غلاموں کو
فقر پیشہ بنایا شاہوں کو
ملی آدم کو عظمتیں جس سے
بخشی اس نے بہار پھولوں کو

اے خدیجہ کے غم گسار حیات
عائشہ کے جمال بخش صفات
پاسبان حقوق طفل و زن
رحمت حق جہاں کو تیری ذات

تیری ہستی سے ہے فروغ حیات
تو ہے خالق کا اپنے نقش ثبات
سرزد ہر کار خیر ہے تجھ سے
تو ہے مجموعہ صفات ذات

دل و جاں تو نے کر لئے تسخیر
نہیں دونوں جہاں میں تیری نظیر
کفر و الحاد و شرک جس سے ہیں مات
تو وہ مومن ہے صاحب تدبیر

تجھ سے ہیں حق کے دوست سرافراز
دشمنوں نے کیا ہے تجھ پہ ناز
تو ہے تاریخ کا سنہری نقش
سب سے حسن عمل میں ہے ممتاز

جب آئی لب دل پر تفسیر مدینے کی
آنکھوں میں اتر آئی تصویر مدینے کی
ان دونوں میں پنہاں ہے تصویر شہ طیبہؐ
ہیں دیدہ و دل قابل جاگیر مدینے کی

ماہ کے قلب کو دوپارہ کیا
مہر پلٹا اگر اشارہ کیا
دست قدرت ہے تیرے ہاتھوں میں
ہم نے اس بات کا نظارہ کیا

خالق کی اگر نہیں زمانے میں مثال
تخلیق بھی بے مثل ہے بے قیل و قال
آئینہ حیراں ہے دو عالم کا وجود
یہ صنعت خلاّق کا ہے حسن کمال

تجھ سے شاہوں نے سروری سیکھی
فقر کی تیرے دم سے لاج رہی
مرد و زن طفل و پیر جن و ملک
سب کے حق میں نمونہ ذات تری

نقش اپنا مصور کو جو محبوب ہوا
خود جلوۂ حسن عشق کا اسلوب ہوا
انوار تجلی سے ہوئی خیرہ نظر
بے پردہ ہوا اتنا کہ محجوب ہوا

مداح خدا اتنا کہ احمدؐ کہلائے
ممدوح خدا وہ کہ محمدؐ بن جائے
ہو کلمہ معبود میں جو عبد شریک
شان اسکی فضیلت کی کوئی کیونکر پائے

اے ختم رسلؐ شاہ دو عالمؐ تو ہے
اللہ کی عظمتوں کا پرچم تو ہے
کیونکر نہو بعد خالق ہر دوسرا
جن و ملک و انس میں اکرم تو ہے

جہاں کی تربیت قلب و روح کی خاطر
خدا نے آپکو نور مبین ٹھہرایا
یہ عظمت اور یہ رفعت حضورؐ کو بخشی
زمیں سے دور رکھا اپنے عبد کا سایہ

تو خالق اکبر کا جو محبوبؐ ہوا
قرآن ترے خلق کا اسلوب ہوا
انفاس میں تیرے ہے نسیم فردوس
تو رحمت اللہ سے منسوب ہوا

رشتہ محبوب حقؐ سے جوڑا حق نے
رخ اپنے حبیبؐ سے نہ موڑا حق نے
کی شرک سے دور وجہ شرکت یہ قبول
کلمہ میں شریک کر کے چھوڑا حق نے

حق مردوں سے عورت کو دلایا تو نے
افتادوں کو سینے سے لگایا تو نے
اللہ کے اے اول و آخر قاصدؐ
انسان کو انسان بنایا تو نے

فرق اپنا رکھا نہ غم پرایا رکھا
جو نور تھا اپنے دل کو بھایا رکھا
ایثار خدا کے جائیں بندے صدقے
محبوبؐ تو ہم کو بخشا سایا رکھا

افتادہ و ماندہ کو اٹھانے والاؐ
تمیزِ من و تو کی مٹانے والاؐ
وہ پیکر قرآن خدا نور مبیں
بندوں کو ہے خالق سے ملانے والاؐ

خالق نے بڑھایا ترا رتبہ کیسا
رحمت کا بنایا ہے سراپا کیسا
کیوں پڑتی زمیں پر تری پرچھائیں بھی
تو نور مبیں ہے ترا سایا کیسا

تصویر مصور کی ہے صورت جس میں
ہے حسن و محبت کی لطافت جس میں
مخلوق کہ خالق بھی ہے جس کا عاشق
بھرپور ہے اللہ کی رحمت جس میں

آمد تری ہر عیش کی تمہید ہوئی
جان و دل انساں کیلئے عید ہوئی
بیشک ہے سر عرش مقام خاکی
معراج کی شب سے تری تائید ہوئی

محبوبؐ کی صورت میں جو رحمت بخشی
اللہ نے گنہگاروں کو شفقت بخشی
تخلیق مصور نے کی ایسی تصویر
خود اپنی جسے سیرت و صورت بخشی

جو قلب براہیم کا تھا حرف دعا
اور جس کے مبشر تھے جناب عیسیٰ
تھا اولیں انسان و پیمبر آخر
مخلوق کہ شیدا ہوا خود جن پہ خدا

تو باعث تخلیق جہاں ہے پیارےؐ
خود لامکاں اک تیرا مکاں ہے پیارےؐ
سچ تو یہ ہے انسانوں کی دنیا میں تو
اللہ کی عظمت کا نشاں ہے پیارےؐ

اللہ کی نظروں میں ہے جو بدر منیر
قرآن ہے اخلاق کی جن کے تفسیر
جو احمدؐ خالق بھی محمدؐ بھی ہے
جان و دل و دیدہ کیئے اس نے تسخیر

پس ماندہ و درماندہ عرب کے ساجنؐ
اے حسن ووفا علم و ادب کے ساجنؐ
اللہ کی رحمت کے حقیقی پیکر
محبوب دو عالمؐ مرے رب کے ساجنؐ

مرقوم ازل تھی جو نبوت تیری
ایک ایک نبی نے دی شہادت تیری
عجز عبدیت نے کیا خاک نشیں
لے پہنچی مگر عرش پہ عظمت تیری

تشریح فصاحت کی تیری بات سے ہے
ضو گیر سحر ایک تری رات سے ہے
تو عشق سراپا ہے حبیب داورؐ
ہر حسن کی تکمیل تری ذات سے ہے

بخشی گئی ہر دولت و عظمت تجھ کو
دیتی ہے دعا دل سے محبت تجھ کو
ہے بخشش عصیاں کی تری ذات سبیل
حق نے کہا اللہ کی رحمت تجھ کو

دی کلمہ اول نے شہادت تیری
خالق کے لبوں پر بھی ہے مدحت تیری
اللہ کرے کار خدائی میں شریک
اے رحمت حقؐ کیا نہیں عظمت تیری

دنیا میں ہوئی ختم عبادت تجھ پر
مائل ہوئی اللہ کی رحمت تجھ پر
کی ساتھ ملائک کے خدا نے توصیف
کیوں کر نہ کرے ناز محبت تجھ پر

صدیق و عمر حیدر و عثمان سے یار
بخشے یہ انیس دل و جاں حق نے چار
حسنین سے شہزادے عطا فرما کر
بخشی ترے گلزار نبوت کو بہار

جب مائی حلیمہ نے کیا تجھ کو قبول
صحرائے لق ودق میں کھلا نادر پھول
اللہ نے رفیقہ بھی خدیجہ سی دی
وہ بنت عطا کی کہ کہیں جس کو بتول

تو خالق یکتا کا یگانہ محبوبؐ
ہے نام ترا کلمہ حق سے منسوب
ہیں پرتو رخ سے ترے انجم روشن
اللہ کا انداز ہے تیرا اسلوب

ساغر نے تیرے ساغر جم توڑ دیا
حق نے ترے باطل کا علم توڑ دیا
تصویر کشی ایسی مصور نے کی
اس نقش کے بعد اپنا قلم توڑ دیا

خالق کو پسند آیا سراپا اپنا
آئینہ بنایا تجھے ایسا اپنا
مخلوق کی اصلاح و قیادت کے لئے
اللہ نے بھیجا تھا نمونہ اپنا

تو نقطہ پرکار حقیقت ٹھہرا
تو مرکز ہر حسن و محبت ٹھہرا
خالق کو پسند آئی شفاعت تیری
یوں حشر میں تو شافع امتؐ ٹھہرا

ہے غمکدۂ ہست کی رونق تجھ سے
سینہ قمر و گل کا ہوا شق تجھ سے
ہستی سے تری ہم پہ حقیقت یہ کھلی
باطل ہو کسی سے ہے مگر حق تجھ سے

گو صدمہ و آلام سے دوچار ہے تو
لیکن رہ مولیٰ میں سبکبار ہے تو
اللہ ہے خود تیرا رفیق اعلیٰ
اللہ کی مخلوق کا وہ یار ہے تو

اللہ کے محبوبؐ پہ مائل ہم ہیں
تسخیر سمٰوات کے حامل ہم ہیں
دھڑکن جس کی ہے گردش شام و سحر
فطرت ترے سینے میں وہ اک دل ہم ہیں

اللہ کہے پیار سے بندہ تجھ کو
اور ہاتھ پکڑ کے دے سہارا تجھ کو
بھیجا سر خاک اور بلایا سر عرش
بخشا ترے خالق نے یہ رتبہ تجھ کو

تصویر کے حسن پر مصور ہے فدا
معبود کا عبد سے عجب ہے رشتہ
وہ ذات کہ جس کی شان میں خود حق نے
لولاک لما خلقت الافلاک کہا

آدم کو ملائک نے کیا جب سجدہ
تھا لوح و قلم پر ترا نقش ادنیٰ
اے صنعت خلّاق کی پہلی تصویر
کھینچا ہے مصوّر نے خود اپنا نقشہ

اخلاص و وفا کا کھینچا نقشہ تم نے
دنیا میں کیا عدل کو برپا تم نے
انساں کے حقوق کیا فرائض کیا ہیں
یہ بات سکھائی شہ علیؑ تم نے

رخ پر ترے خالق کی نظر ہے کہ نہیں
معراج تری شان سفر ہے کہ نہیں
جو خاک کا پیکر ہے مگر نور مبیں
اک تو ہی جہاں میں وہ بشر ہے کہ نہیں

وہ راہ رو فخر جس پہ خود راہ کو ہے
وہ نور کہ رشک مہرو ماہ کو ہے
تقدیر کہ ہے جو قسمت حق کی
تخلیق کہ جس پہ ناز اللہ کو ہے

گو خاک نشیں دہر میں بیشک ہیں آپؐ
مطلوب خدا عرش بریں تک ہیں آپؐ
اللہ کے محبوبؐ ہیں محبوب کُل
شرح "ورفعنا لک ذکرک" ہیں آپؐ

اللہ کے جلووں کا نشاں آپؐ کی ذات
دنیا میں ہے دیں کی نگراں آپؐ کی ذات
مداح خدا ایسے کہ ممدوح خدا
رحمت ہے پئے ہردوجہاں آپؐ کی ذات

نخل مردہ کو جان دی تم نے
کنکروں کو زبان دی تم نے
بن کے چمکے وہ مہر و ماہ و نجوم
ذروں کو ایسی شان دی تم نے

شرح موت و حیات کرتا ہوں
نقش فانی ثبات کرتا ہوں
ہے جو اللہ کی نظر میں نور
اسی انساں کی بات کرتا ہوں

چمن کنُ کے آپؐ ہیں کلچیں
آپؐ ہیں مہر نور و ماہ مبیں
مصحف رخ ہے آپکا قرآں
آپ طٰہٰ ہیں آپ ہیں یٰسیں

آنکھوں نے وہ تصویر محبت دیکھی
بندے سمجھے خدا کی صورت دیکھی
پر جلنے لگے سدرہ کی منزل کے قریب
جبریل نے حق سے تری قربت دیکھی

صبح ہستی و شام ہستی آپؐ
فارق ہر بلند و پستی آپؐ
آپؐ اللہ کا کھلایا پھول
حسن و الفت کی ایک بستی آپؐ

وہ نور ہیں شش حیات روشن جس سے
دولت وہ بھرا ہے دل نے دامن جس سے
وہ شعلہ طور ہے جو اک برق جمال
فردوس نظر ہے دشت ایمن جس سے

جن سے مہ و خورشید بھی شرمائے ہیں
جو حسن مکمل کی قبا پائے ہیں
مطلوب دل وجاں ہیں خدا کے ہیں حبیبؐ
جو بن کے امام دو جہاںؐ آئے ہیں

آپؐ تصویر ہیں محبت کی
آپؐ تقدیر ہیں امانت کی
آپؐ کی ذات ہے مکمل دیں
آپؐ تکمیل ہیں رسالت کی

آپؐ والشمس و والضحیٰ ہیں آپؐ
بدر و اللیل و والدجیٰ ہیں آپؐ
ناخدائے جہان ہست و بود
سر بسر جلوۂ خدا ہیں آپؐ

قطعات و رباعیات منقبت

حضرت ابوبکر صدیقؓ

اولیں جانشین شاہ اممؐ
روح صدق و صفا کا حسن اتم
درس قرآں عمرؓ کو جس نے دیا
ہے وہ صدیقؓ اکبر و اعظم

چمن عشق کا مہکتا پھول
تھی دعا جس کی زیب باب قبول
ذات صدیقؓ اکبر ذی شان
جانشین نبیؐ رفیق رسولؐ

مظہر اک شوکت محمدؐ کا
آئینہ عظمت محمدؐ کا
للہ الحمد تھا وہ بعد رسولؐ
پاسباں امت محمدؐ کا

عمر بھر جس نے حق کی خدمت کی
لاج جس نے رکھی صداقت کی
اے رفیق رسالت اکبر
تو ہے منزل رہ محبت کی

نذر صدیقؓ کی نبیؐ نے قبول
تھا ابوبکرؓ کا جو صدق اصول
پوچھا جب ان سے گھر میں چھوڑا کیا
کہا اللہ اور اسکا رسولؐ

رسول اللہؐ کے پہلے خلیفہ
نبیؐ کے بعد افضل جن کا رتبہ
صفات حضرت صدیقؓ اکبر
ہے احسان و وفا انکا سراپا

حضرت عمر فاروقؓ

تدبّر عدل میں مرد مکرّم
لیا ملت کا جس نے سر پہ ہر غم
نبوت رہتی تو ہوتا نبی وہ
تھا نصف دیں سر فاروق اعظم

سر منبر عمرؓ خطبہ سراہیں
عجم پر ہیں مگر انکی نگاہیں
محافظ دیں حق کے ابن خطّاب
تمہیں ہم جان و دل سے کیوں نہ چاہیں

سجھائیں دین حق کی جس نے راہیں
ہیں ابتک ڈھونڈتی جس کو نگاہیں
سلاطین جہاں تھے جس سے لرزاں
طلب شیطاں نے کیں جس سے پناہیں

کی دعا حق نے مصطفےؐ کی قبول
باغ دیں میں کھلایا تازہ پھول
نقش تاریخ اسکا ہے شاہد
ہیں عمرؓ صدقہ دعائے رسولؐ

بنایا قوت بازو نبیؐ نے
شرف داماد کا بخشا علیؓ نے
وہی فاروق اعظمؓ ابن خطّاب
چمن دیں کے کھلائے جس کلی نے

مفاد دیں انہیں مدنظر تھے
نگوں سر انکے آگے اہل شر تھے
عجم میں جب جہاد حق تھا برپا
عرب میں تھے مگر، رہبر عمرؓ تھے

فقط دس سال میں تسخیر عالم
اڑایا دو جہاں میں دیں کا پرچم
مٹایا روم و ایراں کا نشاں تک
خدا رکھے تجھے فاروق اعظم

یہ اہل شرق و مغرب کا یقیں تھا
عمرؓ تھا شوکت حق شان دیں تھا
جو ملتی دس برس کی اور مہلت
تو پھر سارا جہاں زیر نگیں تھا

حضرت عثمان غنیؓ

تھی جہاں سے نرالی جس کی شان
سیم و زر سے لدا ہوا لشکر
حق نے بخشا تھا جسکو پاک ایمان
دین و ملت پہ کر دیا قربان
راہ حق میں لٹا کے سیم و زر
کیوں نہ ٹھہرے پھر اک جہاں سے بلند
ہوئے عثمان جامع القرآن
حق کی نظروں میں رتبہ عثمانؓ

وہ صحابی کہ جس کو گھر بیٹھے
غلہ و سیم و زر سے پر لشکر
غزوہ بدر کا ثواب ملا
بے تکلف نبیؐ پہ وار دیا
سچ تو یہ ہے کہ باغ ہستی میں
مرحبا اے جناب ذوالنورین
گل شرم و حیا نہ ایسا کھلا
آپ نے روئے دیں نکھار دیا

جس کو حق کے نبیؐ محبت سے
عبد مقبول حق کے تھے عثمانؓ
مونس جاں خطاب کرتے ہیں
جن کو بخشی گئی انوکھی شان
ہیں حیا دار اس قدر عثمانؓ
جمع سی پارے جیتے جی کر کے
کہ فرشتے حجاب کرتے ہیں
آخری سانس تک پڑھا قرآن

حضرت علی کرم اللہ وجہ

علم و حکمت کا تاجدار علیؓ
دلبر حقؐ کا غم گسار علیؓ
نازش دین و فاتح خیبر
دست قدرت کی ذوالفقار علیؓ

کم سنی ہی میں جسکا پختہ شعور
دولت دیں سے سرفراز کرے
امت مصطفےؐ دل و جاں سے
کیوں نہ شیر خدا پہ ناز کرے

جس سے سرسبز ہے وفا کا چمن
ہے جو شیریں مقال غنچہ دہن
ملکہ جس کی فاطمہ زہراؓ
جسکے شہزادے ہیں حسینؓ و حسنؓ

وہ جسے مرتضٰے بھی کہتے ہیں
اور شیر خدا بھی کہتے ہیں
یہ بھی ہے اسکے نام کا اعجاز
لوگ مشکل کشا بھی کہتے ہیں

نغمے جو روح کو سناتا ہے
قلب کو جس کا ذکر بھاتا ہے
آج بھی جس کے نام کا نعرہ
کفر پر بجلیاں گراتا ہے

حق نے حیدرؓ کو خوش کلامی دی
دونوں عالم کی نیک نامی دی
گھر میں دیکھے جونہی انوکھے چاند
بڑھ کے خورشید نے سلامی دی

جس کو حق نے بنایا اپنا مشیر
دیدہ و دل کی بادشاہی دی
جس کی عظمت کی آسمانوں میں
مہ و خورشید نے گواہی دی

ان سے سرسبز دین حق کا چمن
پھول ان سے ہیں لالہ پیراہن
حسن و الفت کے ہیں عناصر چار
فاطمہؓ و علیؓ حسینؓ و حسنؓ

چار یار

سب ہیں قرآن دل کے پاروں میں
سب ہیں اک گل کے دل فگاروں میں
مصطفیؐ کے ہیں جان نثار سبھی
فرق کیوں کرہو چار یاروں میں

ایک ایک ولی

بوبکر و عمر عثمان و علی
دامان رسالت کی ہیں کلی
ہے انکی مہک کا پروردہ
ایک اک درویش ایک ایک ولی

حسینؓ ابن علیؓ

علیؓ و فاطمہؓ کے باغ کی حسین کلی
وہ آیت ابدی امر حق کے نقش جلی
وہ جن سے امت مرحوم زندہ ہے قائل
حسین ابن علی ہیں حسین ابن علی

یوم وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جو شجاعت میں مرد تھا نہ رہا
جو فصاحت میں فرد تھا نہ رہا
بوتراب ازرہ نیاز تھا جو
آسماں جس کی گرد تھا نہ رہا

اک جہاں جس سے مستند ہوا
جس کے ہونٹوں کا حرف قند ہوا
ورق الٹا کتاب ہستی کا
علم و حکمت کا باب بند ہوا

وار دست قضا کا چل کے رہا
دل بیتاب ہاتھ مل کے رہا
پلٹا تھا جس کے واسطے خورشید
آج وہ آفتاب ڈھل کے رہا

راز دار دل بتول علی — جس کو نان جویں نے قوت دی
رحمت خاص کا نزول علی — حق نے معراج دو جہاں بخشی
جس کی نکہت سے ہے معطر دیں — اسد اللہ ہاں وہ شیر خدا
باغ وحدت کا ہے وہ پھول علی — کون ہے کون صرف ایک علیؓ

چرخ گردان آفتاب علیؓ — تھا جو مولود کعبہ یزداں
علم و عرفاں کی اک کتاب علیؓ — حق پہ ہوتا نہ کس لئے قرباں
قوت بازوئے حبیب خدا — جس کے فرزند تک شہید ہوئے
شہر حق اور بوتراب علیؓ — کیوں علیؓ ہو نہ حاصل ایماں

قائد اعظمؒ

پیغامبر بہار تھا نہ رہا
اعدا کی نظر میں خار تھا نہ رہا
وہ داعیٔ اتحاد و نظم و ایماں
اک پیکر جاں نثار تھا نہ رہا

اے قائد اعظمؒ اے دلوں کے محبوب
اے پیکر حسن ذات و مرد اسلوب
یہ تیری قیادت و وفا کا ہے ثمر
ملت کرے اولیاء سے تجھ کو منسوب

وہ پارۂ جامہ جس کو پرچم مانا
وہ قطرۂ اشک جس کو شبنم مانا
وہ خضر رہ جہاد تھا ہم کو نصیب
قائد جسے گاندھی نے بھی اعظم مانا

قائد کی مراد اپنے بر لائیں گے
آلام حیات سے نہ گھبرائیں گے
دہراتے ہیں عہد دوش آج کے دن
اے ہند ترے چمن میں پھر آئیں گے

ماں

حق میں اولاد کے ہے نعمت بھی
دیدہ و قلب وجاں کی راحت بھی
ماں ہے دنیا بھی دین بھی قابل
ماں کے قدموں میں ارض جنت بھی

میری ہستی کے عرض و طول کے بعد
وحی و قرآن کے نزول کے بعد
اے مری ماں ہے تیری ذات پاک
برگزیدہ خدا رسولؐ کے بعد

بجھ گیا ہوں میں تیری راہوں میں
اب نہیں کوئی شے نگاہوں میں
ماں! تری تربیت کا ہے اعجاز
ہوں گدا ہو کے بادشاہوں میں

آنکھ جلووں کا تیری منظر ہے
دل ترے حسن سے منوّر ہے
دودھ کا تیرے ایک اک قطرہ
رشک تسنیم و جام کوثر ہے

دل پہ تیرا اثر یہ پاتا ہوں
تیرے نغمات گنگناتا ہوں
ہوتا ہوں خود بھی اپنی ذات سے دور
تجھ کو اتنا قریب پاتا ہوں

ہر حقیقت مجاز ہے مجھکو
سوز جاں دل کا ساز ہے مجھکو
میری فردوس آشیاں مری ماں
تیری الفت پہ ناز ہے مجھکو

دل مرا صرفِ یاس ہے قائل
شام ہی سے اداس ہے قائل
کاش میں ماں کو خواب میں دیکھوں
دم آخر یہ آس ہے قائل

اب کھلی مجھ پہ یہ حقیقت بھی
رخ سیرت ہے حسن صورت بھی
آدم انساں ہے تربیت سے تری
تو نہ ہوتی نہ ہوتی الفت بھی

تیرا اخلاص آزمودہ ہے
تیری ایک اک صفت ستودہ ہے
حق ہے یہ تیری ماتا کی قسم
دل تری نظروں کا ربودہ ہے

کنج تربت میں آرمیدہ ہوں
منزل زندگی رسیدہ ہوں
ایک بار اور دیکھو لوں تجھ کو
میں ترے حسن کا ندیدہ ہوں

تو ہے حسن و ادا کی سیّارہ
تو ہے عشق و وفا کی گہوارہ
پیاری ماں! تیری ممتا کی قسم
تو ہے قرآن دل کی سیپارہ

دوستوں نے اگر ستایا ہے
دشمنوں نے اگر مٹایا ہے
اپنے لخت جگر کی حالت پر
خلد میں تیرا دل بھر آیا ہے

تیری گرویدہ آنکھ ہے دل بھی
تو ہے حسن و وفا کی منزل بھی
تو نہ ہوتی تو میری پیاری ماں
برگزیدہ نہ ہوتا قابل بھی

تو ہے دل کی پناہ جاں کی اماں
تیری فرقت کی ہر گھڑی حرماں
تو نہ ہوتی جو میری پیاری ماں
جہاں نظروں میں ہوتا گورستاں

باپ

جس کو حق نے کہا ہے ربّ صغیر
ہے جو اولاد کے لئے دلگیر
باپ کی ذات پاک ہے قابل
بچوں کے واسطے حبیب ومشیر

باپ کی جس نے دل سے خدمت کی
اس نے پائی کلید جنت کی
مانا حق کے رسولؐ کا کہنا
اپنے اللہ کی عبادت کی

دل کو الفت نہاد کرتا ہوں
روح کو غم سے شاد کرتا ہوں
ہوتی ہے سہل ایک اک مشکل
جب بھی والد کو یاد کرتا ہوں

کرو احسان والدین کے ساتھ
زندگی بھر رہو گے چین کے ساتھ
بھید ہے اپنے باپ کا اولاد
یوں ہے ربط اسکو نور عین کے ساتھ

جس طرح طاعت خدا و رسولؐ	مرے والد کا حسن پارسائی
چشم خالق میں ہوتی ہے مقبول	تھا بیروں از حددد خودنمائی
خدمت آپ اسی طرح قابل	حبیب اللہ☆ تھے سنت کے عاشق
گلشن دل میں ہے کھلاتی پھول	رسول اللہؐ کی سی عمر پائی

☆ والد کا اسم گرامی

بہن

دل سے ماں باپ کی بھی ہے مشتاق	بعد مادر وہ پیکر الفت
بھائی بہنوں کے عشق میں بھی طاق	بھائی کے حق میں حاصل شفقت
ہے بہن وہ معلّم الفت	غیرت حور ہے بہن کا وجود
جس کو بھاتا نہیں کسی کا فراق	دید جس کی نظارۂ جنت

بھائی بہنوں کی مخلص و دلبند	ہوتی راہ فرار غم مسدود
جس کے دل کو دلوں سے ہے پیوند	دل میں ہوتی نہ پھر خوشی کی نمود
سچی الفت بہن کی الفت ہے	مستقل رہتے ہم پریشاں حال
جس سے پہنچا نہیں کسی کو گزند	گر نہ ہوتا یہاں بہن کا وجود

رکھتی ہے داغ عشق تابندہ	یاسمیں نسترن کو دیکھ لیا
اسکے دم سے وفا ہے پائندہ	اک شگفتہ چمن کو دیکھ لیا
ماں کی رخصت کا غم نہیں اسکو	بھر گئی آنکھوں میں بہار خلد
جس کی قسمت سے ہو بہن زندہ	جب نظر نے بہن کو دیکھ لیا

مٹتا ہے دل سے رنج تنہائی
ہوتی ہے عشق سے شناسائی
جان صدقے بہن پہ ہوتی ہے
پیار سے جب وہ کہتی ہے "بھائی"

وہ صدا جس نے دل لبھایا ہے
ابر وہ جھکا سر پہ سایا ہے
دلربا ہے بہن کی یہ آواز
بھائی تو میری ماں کا جایا ہے

بھائی

بھائی ہوتا ہے قوت بازو
کہ ہیں بھائی کے اس میں رنگ و بو
دونوں ہیں ایک نخل کی شاخیں
ایک ہی میکدے کے جام و سبو

بعد ماں باپ کے وفاداری
بھائی کی اس جہاں میں سے مشہور
یوں بھی دیکھا ہے اس زمانے میں
بھائی ہے اپنے بھائی ہی سے نفور

ایک ہی شاخ گلستاں کے پھول
بھائی سے بھائی کا ہے عشق اصول
دونوں کی جاں نثاریاں قابل
بارگاہ خدا میں ہیں مقبول

کوئی غفلت میں غرق ہوتا ہے
کوئی الفت میں برق ہوتا ہے
گرچہ پیتے ہیں ایک ماں کا دودھ
بھائی بھائی میں فرق ہوتا ہے

زیست کی ناؤ کے کھیتا ہے
بھائی کا غم سر اپنے لیتا ہے
شیر مادر کا ہوتا ہے یہ اثر
بھائی کا بھائی ساتھ دیتا ہے

اس سے ملتا سراغ ہے دل کا
اس کی الفت چراغ ہے دل کا
زخم اور فرقت برادر کا
چشم قابل میں داغ ہے دل کا

جس کو سب خود ستائی کہتے ہیں
ہم اسے خود نمائی کہتے ہیں
جو دل و جاں سے ہو شفیق و رفیق
ہم تو صرف اسکو بھائی کہتے ہیں

دونوں ماں باپ کے ہیں نور نظر
دونوں دونوں کے ٹھہرے لخت جگر
بھائی کیونکر نہ بھائی کا ہو رفیق
دونوں اک شاخ نخل کے ہیں ثمر

موت کا وقت ٹل نہیں سکتا
غم کا کانٹا نکل نہیں سکتا
ساتھ اگر بھائی کا نہ دے بھائی
زندگی بھر وہ پھل نہیں سکتا

رکھ لی جاں دے کے اس نے دین کی لاج
چھوڑا ملت کی خاطر اس نے تاج
اب حسین و حسن سے بھائی کہاں
حشر تک پیش کیجے انکو خراج

کبھی بے رنگ و بو بھی ہوتا ہے
کبھی تیغ گلو بھی ہوتا ہے
قصہ آدم کے بیٹوں کا ہے گواہ
بھائی اپنا عدو بھی ہوتا ہے

دونوں ہیں اک چمن کے گلدستہ
ایک مرکز سے دونوں وابستہ
بھائیوں کے جدا ہیں تن لیکن
روح اک دونوں میں ہے پیوستہ

اپنے بھائی سے جو وفا نہ کرے
حق اخوت کا جو ادا نہ کرے
اسکو کیونکر کہوں میں ماں جایا
اپنا بھائی ہو وہ خدا نہ کرے

اسکو دیتا ہے حق توانائی
پاتا ہے اسکا دل شکیبائی
زیب سر ہے اسی کے تاج وفا
سمجھے جو ایک ایک کو بھائی

سخت مشکل ہے عشق کا عرفان
اس میں ہوتا ہے دل بہت ہلکان
جان و دل کا ہے امتحاں قابل
بھائی بنا نہیں کوئی آسان

بیٹا

بیٹا ہوتا ہے قلب کا پیوند — سر سے سایہ پدر کا ڈھلتا ہے
اس لئے اسکو کہتے ہیں دلبند — اور سینے میں دل دہلتا ہے
ماں کا دل اس سے ہوتا ہے مسرور — پڑتی ہے بیٹے پر نظر سب کی
باپ کی روح اس سے ہے خورسند — نسل کا اس سے نام چلتا ہے

ماں کی کوشش نہ پہنچے اس کو گزند — اسکو آنکھوں کا نور کہتے ہیں
باپ کی سعی وہ رہے خورسند — جان و دل کا سرور کہتے ہیں
آنکھوں کا نور اور دل کا سرور — بیٹا ہے مظہر جمال خدا
ہوتا ہے جان زندگی فرزند — یوں اسے شمع طور کہتے ہیں

بیٹی

مامتا کی بہار ہوتی ہے — اپنے نغموں کی لے عطا کی ہے
باپ کی جان نثار ہوتی ہے — اپنی الفت کی مے عطائی ہے
سچ تو یہ ہے کہ بیٹی ماں کی طرح — اپنے مالک کی رحمتوں کے نثار
عشق و الفت شعار ہوتی ہے — ہم کو بیٹی سی شے عطا کی ہے

لیتی ہے ماں سے درس الفت بھی　　حسن کا روپ عشق کی تنویر
سیکھتی ہے اسی سے خدمت بھی　　جان ہے جسکی ملک دل جاگیر
بیٹی کی سرپرست ہے وہ ماں　　جاگتی جیتی چشم اَب کی شبیہ
جسکے زیرقدم ہے جنت بھی　　دل مادر کی بولتی تصویر

اک طرف شوہر و خسر کی کنیز
اک طرف باپ بھائیوں کی عزیز
سب کی الفت کی معتمد دختر
شادی کے بعد بھی انوکھی چیز

بیوی

اسکی ممنون ہے جوانی بھی　　وہ محبت کی ہے نشانی بھی
زندگی اس سے ہے سہانی بھی　　زیست میں اس سے شادمانی بھی
بیوی کی ذات ہے وہ شے قابل　　اس سے آسودہ پیری ہے قابل
جاوداں جس سے عمر فانی بھی　　بیوی کے دم سے ہے جوانی بھی

اجڑے گلزار کو بہار ملے　　اس سے ہر غم کی بات ہوتی ہے
قلب اور روح کو قرار ملے　　تازہ اس سے حیات ہوتی ہے
حور جنت پہ کیوں نظر ڈالے　　تا دم مرگ جان و دل کی رفیق
جس کو بیوی وفا شعار ملے　　صرف بیوی کی ذات ہوتی ہے

وہ خلوص و وفا کا ہے پیکر
ہے منوّر اسی کے دم سے گھر
بیوی ہر حال میں ہے اسکی رفیق
کہ شریک حیات ہے شوہر

خلد میں بھی ملا نہ کوئی شفیق
رہا جنت میں بھی تو رنج عمیق
دل بہل ہی سکا نہ آدم کا
بنی حوّا نہ جب تک اسکی رفیق

کیوں نہ ہو اس پہ مائل اپنا دل
کہ وہ حسن و وفا کی ہے منزل
بیوی کے دم سے نسل چلتی ہے
ہے وہی ماضی حال مستقبل

خلد منظر بھی اسکو کہتے ہیں
وفا پیکر بھی اسکو کہتے ہیں
ہوتی ہے بیوی جو شریک حیات
نصف بہتر بھی اسکو کہتے ہیں

متفرق

دشت فنا میں خلد بداماں ہے زندگی
وجہ سکون چشم و دل و جاں ہے زندگی
معمور الجھنوں سے ہے قابل نفس نفس
شاید کسی کا گیسوئے پیچاں ہے زندگی

یوں ہے اندیشہ خزاں ہم کو
عین فصل بہار میں قابل
جیسے بچ بچ گزر رہی ہو حیات
موت کے انتظار میں قابل

کس کو کہتے ہیں خیر شر کیا ہے
آہ کیا شے ہے اور اثر کیا ہے
پردہ حسن اٹھے تو راز کھلے
آنکھ کیا چیز ہے نظر کیا ہے

جو چلے راہ عشق میں دو گام
دیکھے الفت کا آنکھوں سے انجام
جس کو درپیش ہو قیامت ہجر
بھول کر بھی نہ لے وفا کا نام

دل کے مٹنے کا اب نہیں ہے غم
بن گئے ہیں وفا جفا و ستم
اب نہیں جان دینا کچھ مشکل
اس نے کھائی ہے میرے سر کی قسم

کشتی دل کو مل گیا ساحل
راہ گم کر کے پا ہی لی منزل
حسن پنہاں کا کر کے نظارا
نگہ شوق بن چکی ہے دل

ایک محراب کعبہ کی صورت
خم زلف سیاہ دیکھا تھا
نظریں سجدہ گزار پیش صنم
دل اسیر گناہ دیکھا تھا

پردہ جسم و جاں سا اٹھتا ہے
زندگی کا نشاں سا اٹھتا ہے
نہ لگائی ہو عشق نے یہ آگ
دل سے کیسا دھواں سا اٹھتا ہے

حسن و الفت کا نام ہے ہم سے
بادہ ہم سے ہے جام ہے ہم سے
وہ زمیں ہیں کہ آسماں ہیں ہم
گردش صبح و شام ہے ہم سے

من و توُ کا اٹھا دیا ہے حجاب
پا چکا ہے سکوں دل بیتاب
حسن کیا شے ہے عشق کیا قابل
جیسے دل میں ہو دوستوں کا حساب

صرف اللہ کے بھروسے پر
ہمتیں خوش خرام ہوتی ہیں
عزم و ایماں ہوں گر رفیق سفر
منزلیں زیر گام ہوتی ہیں

غم تو سرمایۂ محبت ہے
آہ اک امتحان الفت ہے
دل میں گر سوز عشق ہو قائل
سانس لینا بھی اک عبادت ہے

چھو نہیں سکتی ہم کو ظلمت موت
ہم ہیں شمع وفا کے پروانے
جن کو ہوتا نہیں کسی سے عشق
کیسے جیتے ہیں وہ خدا جانے

یاد میں انکی جو بہے آنسو
اصل میں لعل اور گہر نکلے
ہم نظر کو لطیف سمجھے تھے
وہ نظر سے لطیف تر نکلے

اشکوں کے دُر پرو نہیں سکتی
چشم فرقت بھی رو نہیں سکتی
جبتک آئے نہ لب پر انکا نام
دل کو تسکین ہو نہیں سکتی

تیرہ و تار ہے فغاں کی راہ
ساتھ اک دو نفس گزارو تو
جستجو میں بھٹک رہے ہیں ہم
جانے والو! ہمیں پکارو تو

رنگ گل جس کا دل لبھاتا ہے
اپنی جاں کو اسیر پاتا ہے
یاد آتا ہے پھول کا انجام
جب کوئی غنچہ مسکراتا ہے

ہم ازل سے فنا کے طوفاں میں
اپنی ہستی کی ناؤ کھیتے ہیں
ہر نفس ساتھ چھوڑتا ہے نفس
یعنی مر مر کے سانس لیتے ہیں

ہے مسرت سے جب الم پیدا
خون دل سے ہے چشم نم پیدا
جیتے جی کیوں نہ جان دیں ان پر
مرنے کو گر ہوئے ہیں ہم پیدا

ہے یہ زخم حیات اپنا نصیب
ہر نفس اک شکست پیہم ہے
ہم نہ سمجھے تو ہے ہمارا قصور
زندگی زندگی کا ماتم ہے

دل بیمار ہم نہیں رکھتے
چشم خونبار ہم نہیں رکھتے
قابل انکی رضا پہ شاکر ہیں
غم کا آزار ہم نہیں رکھتے

ضبط الفت کو بھول جاؤں میں
تیرے غم سے نظر چراؤں میں
زخم دل کھل کے ہو گیا ہے پھول
میرے گل کیوں نہ مسکراؤں میں

زندگی ہے قضا کی تجربہ گاہ
اک نفس بھی فنا سے دور نہیں
کیا لگائیں گے موت کو وہ گلے
جن کو جینے کا بھی شعور نہیں

دل ہے افتادِ طبع سے مجبور
ہے طبیعت ہی اسکی متوالی
اس نے ترک کلام ہم سے کیا
جانے کیا ایسی بات کہہ ڈالی

حور و جنت کی بات ہم سے نہ کر
بحث ذات و صفات ہم سے نہ کر
ہم تہجد گزار میکدہ ہیں
شیخ شرح حیات ہم سے نہ کر

غلغلہ اپنے سربراہوں کا
وقت شیون کا ہے نہ آہوں کا
مار سکتے نہیں تو مر جاؤ
کچھ تو کفارہ ہو گناہوں کا

کب قضا سے نظر چرائے ہیں
موت کو سینے سے لگائے ہیں
جانتی ہے ہمیں ازل سے اجل
حشر تک جان دے کے آئے ہیں

عمر فانی گلے لگائے ہیں
یوں قضا کا فریب کھائے ہیں
اس جہان دو روزہ میں انساں
چلتے پھرتے ازل کے سائے ہیں

ہم سے روٹھا ہے اس قدر ساقی
ایک قطرہ بھی مے نہیں باقی
شام سے تا عراق رسوائی
کچھ تو اس زہر کی ہو تریاقی

یہ مانا راہ ہستی قطع کر کے
جہان رنگ و بو میں ہم نہ ہونگے
ہمارے بعد بھی دنیا میں ہم سے
محبت کرنے والے کم نہ ہونگے

زندگی بھر فریب کھائے ہیں
دوست پھر بھی گلے لگائے ہیں
ہم ہیں باغ وفا کے لالہ و گل
زخم کھا کھا کے مسکرائے ہیں

شام فرقت کی میرے سائے ہیں
حشر کی صبح پر جو چھائے ہیں
کشتگان رہ فنا قابل
زندگی ساتھ لے کے آئے ہیں

اے صبح کے جگمگاتے تارے سوچا
جلوؤں کی کسے ہے تاب پیارے سوچا
آنکھوں سے ہیں ماہتاب و خورشید نہاں
رخصت ہوئے سارے حسن پارے سوچا

طوفان کی موجوں سے کنارا کر لوں
قدرت سے ملے جو غم گوارا کر لوں
اے میری قضائے ناگہاں اتنا صبر
بیتی ہوئی زیست کا نظارہ کر لوں

گلشن میں بہار نام کو بھی تو نہیں
ارمان شراب' جام کو بھی تو نہیں
یہ لیل و نہار کا تغیر قابل
اب صبح کی فکر شام کو بھی تو نہیں

اوستادی و مرشدی فدا☆ کی باتیں
نواب☆ قسیم عزیز کی سوغاتیں
ابن حسن و جناب شبیر کی یاد
قابل اب جاگتے کٹیں گی راتیں

☆ شاعر کے خسر اور استاد حضرت فدا گلاؤٹھوی
☆ برادران نسبتی

یزدانی☆ و تبسم و طفیل و احساں
زیبا و حفیظ قاسمی و ارماں
لاہور کے چرخ علم و فن کے ہیں نجوم
اللہ رکھے ہمیشہ ان کو تاباں

☆ ہم عصر شعراء

کی جو روئیدگیٔ گل پہ نظر
ہوئی راز چمن کی پردہ در
باغ ہستی کو دیکھ کر یہ کھلا
نفس گلستان ہے بادسحر

ذی الحجّ و محرّم سے ہے ملت ممتاز
اللہ و نبیؐ دونوں کو جس پر ہے ناز
ہے اور کوئی قوم بھی ایسی جس کا
قربانی ہو انجام شہادت آغاز

دین حق کی اذان دینے کے لئے
آیات مبیں پہ دھیان دینے کے لئے
کرتی ہے ہدایت ہمیں عید قرباں
پیدا ہوئے ہم ہیں جان دینے کے لئے

اک دن تھی یہی زیست سہانی اپنی
اب کس کو سنائیں وہ کہانی اپنی
خم کر کے کمر دشت نورد غم ہیں
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں جوانی اپنی

مقصد ہوا ہجرت کا نہ حاصل ہم کو
مطعون بھلا کیوں نہ کرے دل ہم کو
کیوں راہ میں بیٹھے ہیں قدم توڑ کے ہم
یوں کوستے ہیں جادہ و منزل ہم کو

گو قید سے افرنگ کی آزاد ہوئے
اور پاکے اک اقلیم بھی دلشاد ہوئے
ہجرت زدہ جب بھول گئے درس جہاد
برباد وطن اور بھی برباد ہوئے

حد ہم پہ تھی ختم خانہ بربادی کی
سنتا نہ تھا بات کوئی فریادی کی
تھے غیر اگر عدو تو اپنے دشمن
ہم نے وہ لڑی ہے جنگ آزادی کی

مہمان کراچی کا ہے بحر اعظم
دو روز کی بارش سے ہے طوفاں پیہم
پانی کو ترس رہی ہے پھر بھی دنیا
اللہ رے تضاد ہست بود عالم

کب بندگی کا تیری قرینہ آیا
بحر ظلمات میں سفینہ آیا
دنیا کیلئے جیئے بتوں پر دی جان
مرنا آیا ہمیں نہ جینا آیا

ہے عالم حشر دیدہ و جاں کے قریب
صر صر کی نمود ہے گلستاں کے قریب
کابل میں نہیں ہے روسیوں کی یلغار
ہے ساحل بحر ہند طوفاں کے قریب

راحت کی خوشی ہے غم کے ماروں کیلئے
پھولوں کی شگفتگی ہے خاروں کیلئے
فرقت زدہ کا نصیب ہے عیش وصال
ہے عشرت عید روزہ داروں کیلئے

نذر آتش کیں چار سو جانیں
اتنے سفاک ہو گئے بے دین
جس سے طاری جہاں پہ ہو ہیبت
حادثہ کیوں نہ ہو مہیب ترین

پھر تاب وتواں میں جان زار آئے گی
پھر ہمت قلب روبکار آئے گی
احوال چمن سے ہو نہ مایوس اے دل
چھائی ہے خزاں تو پھر بہار آئے گی

جو ظلم کرے گا مارا جائیگا ضرور
ہے نظم جہاں کا ابتدا سے دستور
ہے آنکھوں کے آگے انقلاب کابل
ظاہر ہو کہ داؤد ہوئے سب کافور

غم چار سو جانوں کا ہے اک جان کا کیا
رخ موڑ سکے گا کوئی طوفان کا کیا
گلزار حیات ہے جہنم سے سوا
اللہ بنے گا اپنے ایران کا کیا

گلشن زیست بے بہار ہے آج　　نقش آرا ہے عالم اسلام
ایک اک دل جو داغدار ہے آج　　بحر کاہل سے تابہ اوقیانوس
آہ الحاد و کفر کے ہاتھوں　　پڑھنے والا ہے کلمۂ حق چین
دامن دیں بھی تار تار ہے آج　　اہل ایماں کا دل نہیں مایوس

------------　　------------

کلفت شرق و غرب سہتا ہوں　　زیست دشمن پہ بھاری ہو جائے
دل کی موج رواں میں رہتا ہوں　　خندہ گل زخم کاری ہو جائے
لانے والے ہیں چین و روس اسلام　　ملیں گر چین و عالم اسلام
راز مستقبل آج کہتا ہوں　　ساری دنیا ہماری ہو جائے

------------　　------------

داغ دامن سے دھونے والی ہے　　ریاست☆ کے شب و روز آ گئے یاد
تخم انصاف بونے والی ہے　　تصور سے ہوا وحدت☆ کے دل شاد
سلطنت عورتوں کی بھی قائل　　وطن☆ کا کیا خیال آیا کہ قائل
برپا دنیا میں ہونے والی ہے　　لب مہجو پہ برپا ہے فریاد

☆ دہلی کے جرائد جنگی ادارت کے فرائض شاعر نے انجام دیئے

ہوا نازل یہ کیسا حق کا قہر　　دل مہجور و چشم فرقت کو
انگبیں میں بھی ہے حلاوت زہر　　یاد ماضی سے شاد کرتا ہوں
جیسی دیکھی گلاوٹھی☆ قائل　　شام غم دینے والوں کو قائل
نہیں ایسا بلند کوئی شہر　　عید کی صبح یاد کرتا ہوں

☆ شاعر کا مولد گلاوٹھی ضلع بلند شہر

بہ اقلیم سخن تنہا ہوں قائل
محصور ہم زباں کوئی نہیں ہے
مرے ہم پایہ ہیں کچھ لوگ لیکن
مرا ہمسر یہاں کوئی نہیں ہے

مری ہجرت میں بھی اعجاز ایماں کارفرما ہے
دیار کفر سے قلب مسلماں لے کے آیا ہوں
مجھے سفاکئ غارت گراں سے کچھ نہیں شکوہ
کہ لٹ کر بھی متاع دین وایماں لے کے آیا ہوں

شہر کے اک مولوی صاحب فقیہ محترم
غیر قرأت حرف علت بھی ادا کرتے نہیں
روز فرماتے ہیں گو تفسیر "مالا تفعلون"
وعدہ کر لیتے ہیں اور وعدہ وفا کرتے نہیں

دل افزا قول حیدر ہے یہ قائل
جو سمجھا خود کو پہچانا خدا کو
حدیث مصطفٰیؐ اللہ اکبر
"مجھے دیکھا تو دیکھا کبریا کو"

ہم نے زندان راجشاہی میں
عجب انداز سے منائی عید
درِّ اشک آنکھوں نے کیے صدقے
دیکھی غربت میں جب پرائی عید

ہے یہ دستور عالم فانی
اسکی ہر چیز آنی جانی ہے
زندگی ہو کہ موت عالم میں
اک فسانہ ہے اک کہانی ہے

اے بہار چمن کے دیوانو
پھول سب خار ہیں کہا مانو
حسن سیرت نہ ہو تو صورت ہیچ
نکہت گل سے گل کو پہچانو

دامن ضبط چھوٹ جاتا ہے
آبلہ غم کا پھوٹ جاتا ہے
دل کا آئینہ ہے وہ آئینہ
مسکراؤں تو ٹوٹ جاتا ہے

وہ لے ہے ازل کے دن سے دمساز مری
گونجی دو جہاں میں جس سے آواز مری
ہیں فکر و نظر بلند پرواز مگر
ان سے بھی بلند تر ہے پرواز مری

ایک اک سانس انقلاب پذیر
عالم رنگ و بو کی بات ہے کیا
زندگی ہے تغیر پیہم
یہ فنا ہے تو پھر ثبات ہے کیا

حوران بہشتی کی ضرورت کیا ہے
اب عالم بالا کی حکایت کیا ہے
قربان چمن کے تیرے اے کشور پاک
تو ہے تو ہمیں خلد کی حاجت کیا ہے

مجھ سے گلزار ہیں بیاباں مجھ سے
آئینہ نگاہ کا ہے حیراں مجھ سے
ہے تجھ سے شناخت دو جہاں کی ممکن
لیکن تری ذات کا ہے عرفاں مجھ سے

کچھ حدیث صفات میں الجھے
کچھ تجلی ذات میں الجھے
رہ گئے ہم یہ سوچ کر حیراں
لوگ کیوں بات بات میں الجھے

خواب میں بھی کبھی ہوا نہ خیال
سرزد اک ایسی بات مجھ سے ہو
خود کہ پہچان کر ہوا محسوس
جیسے کلؑ کائنات مجھ سے ہو

بہار خلد اگر تسنیم سے ہے
بھرم کعبہ کا ابراہیم سے ہے
جمال مصطفائیؐ اللہ اللہ
کہ سب کچھ احمد بے میم سے ہے

فارسی

سحر در میکدہ ناگہ رسیدم
ندا آمد ز رند مست مارا
نماز زاہداں برمن حرام است
کہ در مستی ادا سازم قضارا

نگاہے کافرا بر من نگاہے
پئے خویشم بجان و تن نگاہے
ببیں خاکم شہید سوز و سازے
نگاہے کن سر مدفن نگاہے

تراجم

یہی ہے مقصد تخلیق آدم   کہ ہو انسان کو انسان سے پیار
جو انساں ہے دیانتدار قابل   مری نظروں میں ہے قدرت کا شہکار
(پوپ)

غم سے جب دل نڈھال ہوتا ہے   اور غیر اپنا حال ہوتا ہے
آستاں پر ترے مرے مالک   دل سراپا سوال ہوتا ہے
(اے بن)

کس لئے تو اداس ہے پیارے   جب خدا تیرے پاس ہے پیارے
انکی فرقت کا رنج بھی ہے عبث   زندگی ہے تو آس ہے پیارے
(جان گے)

دل سے جب اٹھ گئی دعا کی آس   ہم پہ روشن تھا موت کا مفہوم
مردنی تھی دل و نظر پہ محیط   ایک امید تھی سو وہ مرحوم
(آسکروالڈ)

ہے کیسا نغمہ زن انسان کا ساز   کہ ہے دکھ سے بھرا اس کا ہر انداز
نہ شہنائی نہ صوت شادمانی   دل اکثر سنتا ہے نوحہ کی آواز
(ورڈز ورتھ)

دل میں ناقابل تسخیر امیدوں کیلئے   وادی زندگی و موت میں ہیں تیز قدم
اب بھی ہیں دوڑتے سایوں کو پکڑنے کو رواں   منہمک کوشش ناکام میں ہیں واہ رے ہم
(میتھو آرنلڈ)

ستارے آسماں سے توڑ لائے　　کرے پامال بڑھ کر بحروبر کو
اگر گم کردہ عزت ہاتھ آجائے　　قبول انساں کرے ایک اک خطر کو
(شیکسپیئر)

چاہتے ہو اگر حیات ابد　　رشتہ دنیائے فانی سے توڑو
خلد میں جانے والوں کو ہے حکم　　پہلے امید و آرزو چھوڑو
(دانتے)

رائے ونڈ ☆

دلوں پر حکمراں خوف خدا ہے　　لبوں پر نقش نام مصطفیٰؐ ہے
جمال رائے ونڈ اللہ اکبر　　یہ دنیا ساری دنیا سے جدا ہے

☆ لاہور کے نزدیک تبلیغی جماعت کا ہیڈ کوارٹر

بیرسٹر سلیم قریشی (لندن)

ہیں اس کے خلوص و وفا آب وگل　　ہے فکر غریباں☆ اسے مستقل
ہے قابل وہ منصور عاقل کا دوست　　سلیم قریشی پہ نازاں ہے دل

☆ بنگلہ دیش میں اسیری کے دوران اپنے ممدوح کی ہمدردانہ کاوشوں کی طرف اشارہ

منظومات

قابل مری نظروں میں ہے مستقبل ملّت
میں گردش ہر شام و سحر دیکھ رہا ہوں

اے پرچم ہلال و ستارہ ترے نثار

اے پرچم ہلال و ستارہ ترے نثار ملت کے گلستاں میں ترے دم سے ہے بہار
تو ہے متاع صبر و سکوں مایۂ قرار آنکھوں کو ہے نظارا ترا وجہ افتخار
تیرے حسین سائے میں ہم سر بلند ہیں
آزاد ملتوں میں ترقی پسند ہیں
اقبال اور جناح کی دولت کے ہیں امیں سید شہید و جوہر و حسرت کے خوشہ چیں
پابند نظم و ضبط وفا بندۂ یقیں ہرگز جھکائیں گے نہ درغیر پر جبیں
اللہ کی طرف سے جہاں کے ہیں ہم امام
تسخیر کائنات ہے اہل یقیں کا کام
اقلیم پاک تجھ کو سجا کر رہیں گے ہم اور رہنما جہاں کا بنا کر رہیں گے ہم
اعدا کو اپنے ہوش میں لاکر رہیں گے ہم اسلاف کا جمال دکھا کر رہیں گے ہم
الحاد و کفر و شرک کو رستہ بتائیں گے
بھٹکے ہوؤں کو راہ حقیقت پہ لائیں گے
اصلاح ملک و قوم کو ٹھہرائیں گے شعار تبلیغ دین حق کے لئے ہونگے محوکار
کردیں گے بحر ہندو و عرب کو بھی ہمکنار گونجے گی کفر زار میں اللہ کی پکار
توحید کی ثقافت عظمیٰ کے پاسباں
اعدائے دیں کو پانے نہ دیں گے کہیں اماں
دنیائے شرق و غرب ہے رہن فساد وشر ہے انتظار سب کو کہ ہو کوئی راہبر
ہمکو تراش دینے ہیں مغرب کے بال و پر اسلامیان ہند کی بھی ہم پہ ہے نظر
رحمت علی کے خواب کو سچ کر دکھائیں گے
ہندوستاں کو مملکت دیں بنائیں گے

بیاد قائد اعظمؒ

تھا جو کل ہے وہی راہبر آج بھی
اپنا قائد ہے خضر سفر آج بھی

روح قائد کی ہے چارہ گر آج بھی
پھول ہے زخم قلب و نظر آج بھی

اپنے سر پر ہے خورشید محشر مگر
ہے ہمیں انتظار سحر آج بھی

کس کی رخصت کا ماتم ہے ہر سو بپا
سُونے سُونے ہیں دیوار و در آج بھی

کارواں سے کہاں گم ہوا راہبر
چشم برراہ ہے رہگزر آج بھی

فکر منزل میں تھا گام فرسا جو کل
ہم کو درپیش ہے وہ سفر آج بھی

اے علم دار آزادی ملک و دیں
تو ہے ملت کے پیش نظر آج بھی

اے نگہدار خود داری و حریّت
ہم ہیں غیروں کے دریوزہ گر آج بھی

گرچہ مستور ہے چشم مشتاق سے
تو ہے تسکین قلب و جگر آج بھی

ہم ہیں منزل رسی کیلئے مضطرب
دل پہ غالب ہے عزم سفر آج بھی

تو نہیں ہے تو ہے کارواں منتشر
بے سہارا ہے ایک اک بشر آج بھی

آشیانہ بنا اپنے ہاتھوں قفس
مرغ گلشن ہے بے بال و پر آج بھی

گرچہ سالار ہیں قافلے کے بہت
ڈھونڈتی ہے تجھی کو نظر آج بھی

محمد بن قاسمؒ

عماد الدین غازی ابن قاسم
تری ممنون ہے دنیائے اسلام

جہاں بین و جہاندار و جہانگیر
سبک روح و سبک جسم و سبک گام

چھپائے سینہ میں اک شعلۂ طور　　لئے نظروں میں اپنی برق اسلام
ہوائیوں صاعقہ انداز عدو پر　　ٹھکانے لگ گیا ایک اک بد انجام
جہانگیری سے اس نے دل لئے موہ　　عوام ہند اس کے ہو گئے رام
محمد ابن قاسم کا ہے صدقہ　　لیا جاتا ہے آج اللہ کا نام

الٰہی دین کا ہو بولا بالا
یہ قابل کی دعا ہے صبح اور شام

شہدائے بالاکوٹ

(حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ و سید احمد بریلوی شہیدؒ)

آہ دو روحیں ہیں محو خواب بالاکوٹ میں　　حریت کے دفن ہیں مہتاب بالاکوٹ میں
جن کے سینوں میں ہیں دل مردہ انہیں کوئی بتائے　　ہیں مہیا زیست کے اسباب بالاکوٹ میں
سید احمد شہیدؒ و شاہ اسمٰعیلؒ دیں　　ہیں وفا کے گوہر نایاب بالاکوٹ میں
ملّت مرحوم کی خوابیدہ روح حریّت　　جلوہ گر ہونے کو ہے بیتاب بالاکوٹ میں
مجتمع پھر ہو رہے ہیں رونمائی کے لئے　　آتش و باد اور خاک و آب بالاکوٹ میں
غازیان دیں کی سنت کیوں نہ تازہ کر سکے　　اہل حق سے ہو گا استصواب بالاکوٹ میں
جگمگادی دو شہیدوں نے دو عالم کی فضا　　آج ایک اک ذرہ ہے مہتاب بالاکوٹ میں

دین حق کی عظمت گم گشتہ کرنے کو بحال
کیجئے قابل جمع ہوں احباب بالاکوٹ میں

اے عالم اسلام

عرب والے کہاں سوئے ہوئے ہیں — حواس و ہوش کیوں کھوئے ہوئے ہیں
کہاں ہیں لیبیا کے مرد غازی — کہاں ہیں ارض اقدس کے حجازی
جیالے الجزائر کے کہاں ہیں — مراکش کے کہاں پیر و جواں ہیں
ہیں کس احرام میں فرزند فرعون — بنے خرگوش کیوں دلبند فرعون
کہاں ہیں دشت بربر کے جو تھے شیر — ہوا کیا زیست سے ان سب کا دل سیر
کہاں ہیں انور سادات اعظم — نصیب ان کا ہے کیا بس مصر کا غم
بتائیں بورقیبہ اب کہاں ہیں — وہ بوڑھے ہو گئے ہیں یا جواں ہیں
مجاہد اریڑیا کے کہاں ہیں — گلوں کے بیری خار گلستاں ہیں
کہاں ہیں ماریطانیہ کے فرزند — کہاں ہیں نائجریا ترے دلبند
دھومی کیمروں کے وہ دلاور — کہاں ہیں موسیٰؑ فولاد پیکر
کہاں ہیں ترک وہ البانیہ کے — کہاں ہیں شیر دل تنزانیہ کے
کہاں سوڈان کے ہیں مرد خرطوم — نمیری جنگی مچتی تھی کبھی دھوم
حسن بوبکر بغدادی کہاں ہیں — فرات و دجلہ بے آب رواں ہیں
حسین عمان کے عبداللہ کے پوت — اڑاتے ہیں یہ خاک اردن کی کیوں بھوت
یہ کہنا ہے مجھے حافظ اسد سے — خبر رکھیں عرب کے نیک و بد سے
کہاں ہیں خالد مکہ کہاں ہیں — جو کل تھے وارد مکہ کہاں ہیں
وہ ادریس امیں یوگانڈا کے — وہ بومی دیں جری الجیریا کے
کہاں ہیں آج چڈ کے مرد آہن — صومالیہ کے ہیں کس جا جواں تن
کہاں کویت کے ارباب سخا ہیں — امارت کے کہاں فرمانروا ہیں
کہاں مسقط کے ہیں سلطاں بتائیں — یمن والے نہ یوں نظریں چرائیں
کہاں گم ہو گئی جنت عدن کی — فرشتے لیں خبر اپنے وطن کی

کہاں بحرین ہے کس جا قطر ہے ۔۔۔ کسی کی اپنے مرکز پر نظر ہے
ابو ظہبی دوبئی اور راس خیمہ ۔۔۔ کہاں ہیں شارجہ کے شیخ اعلیٰ
مرے لیبیا کا قذافی کہاں ہے ۔۔۔ جو سب اعدا کو ہے کافی کہاں ہے
کہاں ہیں آریہ مہری شہنشاہ ۔۔۔ عرب کی جاتی ہے ایران سے راہ
وہ کورو ترک استنبول کے شیر ۔۔۔ ہیں گم فخری یہ ہیں تقدید کے کھیل
وہ احمد شاہ ابدالی کے فرزند ۔۔۔ کہاں گم ہو گئے کابل کے دلبند
کہاں ہیں غزنوی کے بت شکن آج ۔۔۔ نہیں کیوں مائل دار و رسن آج
محمد شاہ غوری کے سپوتو ۔۔۔ کہاں ہو کس جگہ ہو کچھ تو بولو
وہ سیمائے سمر قند و بخارا ۔۔۔ کہاں ہے تاشقند اب جلوہ آرا
میّسر کاشغر کا ہو نظارہ ۔۔۔ کہاں بہتا ہے اب صحوں کا دھارا
کہاں ہیں انڈونیشا کے دلاور ۔۔۔ کہاں سوہارتو کے ہیں غضنفر
کہاں مالیشیا کے اہل دیں ہیں ۔۔۔ کہاں خفتہ مسلمانان چیں ہیں
کہاں ہیں ہند کے وہ لاج والے ۔۔۔ کہاں ہیں کل کے تخت و تاج والے
اے اہل مالدیپ اہل برمی ۔۔۔ سری لنکا کے فرزندان دینی
سنو ارکان و تھائی لینڈ والو ۔۔۔ درون خانہ دشمن ہے نکالو
سنو نیپال کے مردان کہسار ۔۔۔ ستمگر تاک میں ہے رہنا ہشیار
سوال اقلیم پاکاں سے ہے میرا ۔۔۔ تری آنکھوں پہ کیوں چھایا اندھیرا
ترے پنجاب کے غازی کہاں ہیں ۔۔۔ وہ مرد ترکی و تازی کہاں ہیں
کہاں ہیں سرحدی فرزند تیرے ۔۔۔ کہاں ہیں سندھ کے دلبند تیرے
بلوچستان کے چیتے کہاں ہیں ۔۔۔ عدو جن سے نہیں جیتے کہاں ہیں
کہاں ہیں گلگت و چترال والے ۔۔۔ نئی تیغ اور پرانی ڈھال والے
کہاں کاغان کے مرد جری ہیں ۔۔۔ ادائے فرض سے کیا وہ بری ہیں

کہاں ہیں اہل سوات و دیر و کالام
ہیں گم کشمیر و بلتستاں کے گلفام
کہاں ہیں حملہ آرایاں خیبر
وزیری آفریدی ہیں کہاں پر
کہاں شنواری محسودی نہاں ہیں
وہ زندہ ہیں کہ سارے نیم جاں ہیں
کہاں ہیں کافرستاں کے جیالے
وہ جنکی آنکھیں تھیں مے کے پیالے
مہاجر ہند کے آئے کہاں ہیں
فلک نے جن پہ غم ڈھائے کہاں ہیں
کہاں ہیں ستلج و جہلم کے فرزند
رہے برطانیہ کے بھی جو دلبند
وہ جن سے جرمنوں نے مات کھائی
وہ جن سے شامت جاپان آئی
وہ جن سے دھوتی بھارت کی ہے ڈھیلی
ہے جن سے خالصہ کی شکل پیلی
شہیدان وفا کے نام لیوا
ہے بالاکوٹ میں جن کا بسیرا
کہاں ہیں غازیاں شعلہ پیکر
علم بردار دین رب اکبر
عوامی قائد ملت کہاں ہیں
ہے جنکے قبضہ میں طاقت کہاں ہیں
کہاں اب ذوالفقار حیدری ہے
وہ کوئی حوروش ہے یا پری ہے
قیامت ہے کہ ہے بمبار دشمن
برابر دیتا ہے للکار دشمن
قیامت مشرق وسطیٰ کے سر ہے
عرب پہ دشمن دیں کی نظر ہے
مگر ارباب ملت خواب میں ہیں
دل و جاں میرے پیچ و تاب میں ہیں

نہ جاگے قوم کے رہبر جو قائل
تو ہوگی موت اس غفلت کا حاصل

یوم مسجد اقصیٰ

منزل اوّلِ معراج رسول عربیؐ
آج تو ہے ہدف جور یہود غربی
سفر عرش کا آغاز ہوا تھا تجھ سے
ساز نَی زمزمہ پرداز ہوا تھا تجھ سے

مہماں عرش بریں کے ہوئے نازل تجھ میں
انجمن آرا ہوا اک مہ کامل تجھ میں

فرش نے چومے ترے جملہ رسولوں کے قدم
پیشوا جن کے تھے محبوب خداؐ شاہ اممؐ

اولیں قبلہ ہے تو دین کے دیوانوں کا
نشہ ہر دل پہ ہے طاری ترے پیمانوں کا

تجھ کو ارباب جہنم نے جلانے کے لئے
نذر آتش کیے ارمان مسلمانوں کے

ابتدا سے ترے دشمن ہیں نصاریٰ ویہود
تجھ سے وابستہ زمانے میں جو ہے حق کی نمود

ہم تری عزت و ناموس پہ کٹ جائیں گے
تجھ پہ جو ہاتھ اٹھاتے ہیں سزا پائیں گے

ہم کو سوگند تری شان کی عظمت کی قسم
تیری حرمت پہ لٹا دیں گے دل و جان کو ہم

پھر بھی لہرائے گا گنبد پہ ترے پرچم حق
کفر و باطل کے پرستاروں کا ہو گا منہ فق

تو زمانے میں ہے اللہ کی عظمت کا نشاں
تیرے میناروں کے کانوں میں ہے آواز اذاں

کفر و باطل کو اگر آج ہے طاقت پہ غرور
چمکے گا پردہ ظلمات سے کل شمس کا نور

دیں کے فرزندوں نے کھائی ہے تیرے سر کی قسم
رہیں گے کاٹ کے سر دشمن بے دین کا ہم

اے قبلۂ اوّل

اے قبلہ اول تری حرمت پہ تصدق
تو عالم اسلام کا محبوب ہے اب بھی

ہے مسجد اقصیٰ تری تاج سر اسلام
خود جسکی حفاظت ہمیں مطلوب ہے اب بھی

وہ قوم یہود آج بھی جو بر سر کیں ہے
اللہ کی معتوب تھی معتوب ہے اب بھی

موسیٰ کو سمجھتی ہے یہ اللہ کا فرزند
عیسیٰ کو یہ کہتی ہے کہ مصلوب ہے اب بھی

اے بندہ اسلام تری غیرت ملی
حیرت ہے کہ مفلوج ہے محجوب ہے اب بھی

جس قوم نے خود مسجد اقصیٰ کو جلایا
کیا تیری نگاہوں میں خوش اسلوب ہے اب بھی

مسجد پہ براہیم کی ہے جس کی نظر اب
کیوں مجلس اقوام کی مندوب ہے اب بھی

امریکہ و یورپ ہیں اگر اسکے مددگار اللہ تو اسلام کا محبوب ہے اب بھی
ہیں نصف صد اسلامی ممالک جو جہاں میں حاصل جنہیں صبر دل ایوب ہے اب بھی
اللہ کی رسی کو جو مضبوط پکڑ لیں فتح و ظفر اسلام سے منسوب ہے اب بھی
اے حیدرؑ و خالد کے اولعزم جیالو ہمت کرو رحمت کی نظر خوب ہے اب بھی

دشمن کی جڑیں بیت مقدس سے اکھاڑو
اللہ کے شیرو اٹھو دشمن کو پچھاڑو

ترانہ ملی

(نذر اقبالؒ)

یوں حیدر و عمر ہے ایک اک جواں ہمارا لشکر ہے مصطفےٰؐ کا یہ کارواں ہمارا
جینا بھی بہر حق ہے مرنا بھی بہر حق ہے اللہ کے لئے ہے سودوزیاں ہمارا
خلد و بہشت کیا ہیں جاگیر مومنوں کی لہرا رہا ہے پرچم ابتک جہاں ہمارا
دنیائے دوں کے بندے سمجھے ہیں پست ہمکو حالانکہ عرش تک ہے سکہ رواں ہمارا
تکبیر کے ہیں نعرے ورد زباں ہمارے سنتا ہے گوش گردوں شور اذاں ہمارا
کونین کی خدائی بخشی گئی ہے ہمکو کون و مکاں ہیں کیا شے ہے لامکاں ہمارا
بندے ہیں ہم خدا کے امت ہیں مصطفےٰؐ کی ہم اسکے دلربا ہیں وہ دلستاں ہمارا
سو بار کر چکے ہیں تسخیر بحروبر کو ہر دشت ہر جبل ہے رطب اللساں ہمارا
باطل کی قوتوں کو قدموں سے ہم نے روندا پابوس آج تک ہے یوں آسماں ہمارا
ہے زندگی سے بڑھکر عشق جہاد ہمکو یہ اپنا ہے وطیرہ یہ امتحاں ہمارا
توحید کی حرارت رگ رگ میں ہے ہماری یوں آجتک ہے دشمن لرزہ بجاں ہمارا

ہمکو چنا ہے حق نے خیر الامم جہاں میں ہے گردن عدو پر خنجر رواں ہمارا
باغ جہاں کو ہم نے سینچا ہے اپنے خوں سے یوں ایک اک ملک ہے تسبیح خواں ہمارا
امت کے شاہزادو کفار کو مٹادو منزل پہ گامزن ہو پھر کارواں ہمارا
ہم نے دکھائے اسکو تہذیب حق کے جلوے کلمہ بھرے ابد تک ہندوستاں ہمارا
ستلج چناب و جہلم سب سندھ میں ہیں مدغم ہے ہند سے عرب تک بحررواں ہمارا
فردوس بر زمیں ہے میووں کی سر زمیں ہے پھولا پھلا وطن ہے جنت نشاں ہمارا
ہم رازدان حق ہیں ہم عزو شان حق ہیں باطل سے کیا مٹے گا نام و نشاں ہمارا
ہم جانشین حق ہیں مسند نشین حق ہیں ہم حق کے پاسباں ہیں حق پاسباں ہمارا
یہ مہرو ماہ کیا ہیں نقش قدم ہیں اپنے لیتا ہے پاؤں جھک کر یوں آسماں ہمارا
جن و ملک نے جس پر سجدے کئے نچھاور اس آستاں کے ہم ہیں وہ آستاں ہمارا
خلد و بہشت میں کیوں ہلچل مچی ہوئی ہے لوٹا ہے کیا فلک نے طرز فغاں ہمارا
دشمن کے خرمنوں پر بن کر گریں گے بجلی رگ رگ میں یوں لہو ہے برق تپاں ہمارا
الہام وحی و القا ہیں شغل مومنوں کے اللہ کی زباں ہے حسن بیاں ہمارا
رکھتے ہیں ہم نظر میں ہر آن کافروں کو ہم ہیں وہیں جہاں ہو دشمن نہاں ہمارا
اہل عرب ہمارے اہل عجم ہمارے ہیں ملک سب ہمارے سارا جہاں ہمارا
دونوں جہاں کو ہم نے بخشی حیات تازہ دست سخا رہا ہے گوہر فشاں ہمارا
ہم جان دے کے حق پر معراج پا چکے ہیں کلمہ پڑھے ہے اب تک عمررواں ہمارا
دیوانگان حق میں پروانگان حق میں طوبیٰ کی ڈالیوں میں ہے آشیاں ہمارا

باطل سے کیا دبیں گے اخلاص و حق کے بندے
ہے نقش لوح ہستی قابل نشاں ہمارا

پیارا پاکستان

حق کی دیکھی شان پورا ہوا ارمان
ہے اپنا دل جان اس پر ہم قربان
پیارا پاکستان
جہلم راوی چناب ستلج کے گرداب
سرحد اور پنجاب سندھ بلوچستان
پیارا پاکستان
ہم اسکے کے فرزند یہ اپنا دلبند
دین سے ہے پیوند حق پر ہے ایمان
پیارا پاکستان
حرہوں یا غازی ترک ہوں یا تازی
رومی یا رازی سب کی ہے اک شان
پیارا پاکستان
ملت کے ہیں انیس قوم کے سب ہیں جلیس
اشہب اور سائیس حیوان اور انسان
پیارا پاکستان
دل سے اسے اپنائیں نغمے اس کے گائیں
ہر دم خوشی منائیں اسکی بڑھائیں شان
پیارا پاکستان
قائل کی آواز دل کی ہے دمساز
اس پہ ہے ہمکو ناز سب کا ہے یہ اعلان
پیارا پاکستان

ازان عرفات

للہ الحمد سنی آج ازان عرفات — بڑھ گئی حج کے مناسک سے بھی شان عرفات
مجتمع لاکھوں جو اسلام کے فرزند ہوئے — بن گیا خوان نعم خلد کا خوان عرفات
ایک اک حرف میں خطبہ کے نہاں سوز وفا — ہوتے کیوں دل نہ مسخر بزبان عرفات
ہے فلسطینیوں کے درد سے پُر قوم کا دل — ذکر تھا مسجد اقصیٰ کا فغان عرفات
دور ہو کر بھی عرب میں رہے ہم اہل عجم — نقش چشم و دل و جاں تھا جو نشان عرفات
اتحاد اور اخوت پہ رہا زور خطیب — خضرہ دیں کا ہوا پیر مغان عرفات
پرچم اسلام کا دنیا میں کریں گے وہ بلند — دین و ملت کے مجاہد ہیں شبان عرفات
یوں گراؤ نگہ غیظ سے اعدا پہ برق — ہر نظر بن کے بڑھے تیغ و سنان عرفات
راہ حق میں کریں قربان ہم اموال و نفوس — ہے یہ شان عرفات اور یہی آن عرفات
اس قدر شوق و تمنا و وفا کا ہے ہجوم — عرصہ دل پہ بھی ہے مجھکو گمان عرفات

حج کے خطبے نے نیا ولولہ بخشا دل کو
کہ ہے قابل سا بھی پیر آج جوان عرفات

جمعتہ الوداع

تو عید کا پیام ہے اے جمعتہ الوداع — رخصت مہ صیام ہے اے جمعتہ الوداع
پنہاں ہے ترے رخ میں شب قدر کا جمال — صد وجہ احترام ہے اے جمعتہ الوداع
مومن کے قلب و دیدہ و فکر ونگاہ پر — منقوش تیرا نام ہے اے جمعتہ الوداع
آمد ہے تیری ہمکو وداع مہ صیام — یوں رنج صبح و شام ہے اے جمعتہ الوداع
تو آرہا ہے رحمت حق کو لئے ہوئے — سجدوں کا اژدھام ہے اے جمعتہ الوداع
تو جاتے جاتے بخش گیا عید کا جمال — کس درجہ خوش خرام ہے اے جمعتہ الوداع

دیدار سے ترے ہوئی تازہ امید عید تو رہبر انام ہے اے جمعۃ الوداع
ایک اک نظر کے لب پہ ہے دل کا سلام شوق تجھ کو یہی پیام ہے اے جمعۃ الوداع
عید و صیام دونوں کا تجھ سے ہے ارتباط حق کا یہی نظام ہے اے جمعۃ الوداع
محو رکوع و سجدہ ہے ملت کا فرد فرد جب تک ترا قیام ہے اے جمعۃ الوداع
تیری نماز میں ہے جمال صلوٰۃ عید تو دلبر عوام ہے اے جمعۃ الوداع
عید و صیام دونوں ہیں آغوش میں ترے یوں تیرا فیض عام ہے اے جمعۃ الوداع
تیری تجلیوں میں ہے تنویر عید کی تجھ کو مرا سلام ہے اے جمعۃ الوداع

مومن کا تو ولی ہے تو مسلم کا دوست ہے
قابل کا تو امام ہے اے جمعۃ الوداع

شب قدر

اللہ کی بخشیدہ ہے ہر دن سے سوا رات مخلوق کی آنکھوں میں ہے خالق کی ادا رات
گلزار وفا رات ہے بستان وفا رات جان دل و دیدہ ہے تو ایماں کی ضیارات
یہ رات رخ صبح کی ہے پردہ کشا رات ظلمت کدۂ غم میں ہے تنویر بقا رات
ہر سجدہ اسی رات کی چوکھٹ کا گدا ہے ہے بندہ ایماں کے مقدر کا لکھا رات
اس شب کو ملا اوج قیام شہ دیںؐ سے محبوب خداؐ کی ہوئی زلفوں کی ادا رات
اس شب کا نظارہ رخ جنت کا نظارہ پھولوں کو مہک رات ہے بلبل کی نوا رات
کس دشت محبت کی مسافر ہے کہ ابتک تاروں کی تجلی سے ہے صد آبلہ پا رات
رہ کون قیامت کی تکے دید کو انکی جب شاہد انوارؐ کی ہو پردہ کشا رات
یوں دیکھی تجلی رخ روشن کی شب قدر آنکھوں نے کہا صبح مگر دل نے کہا رات

یہ نظم حسیں جذب محبت کی ہے سوغات
قابل نے لکھا ہے اسے دل سے بخدا رات

عید قرباں

عید قرباں کا مہینہ آگیا — مر کے راہ حق میں جینا آگیا
سنت ابراہیم کی تازہ ہوئی — جاں نثاری کا قرینہ آگیا
دیکھ کر ایثار ابراہیم کا — ماہ و انجم کو پسینہ آگیا
لے کے پہنچے گا جو بام وصل تک — ہجر کی صورت وہ زینہ آگیا
آپ نے چشم کرم مبذول کی — ہم کو دل کے زخم سینا آگیا
لذت طوفان غم رخصت ہوئی — پاس ساحل کے سفینہ آگیا
دین و دنیا جس میں آتے ہیں نظر — دل کے ہاتھ ایسا نگینہ آگیا
خواب میں کی عرش اعظم کی جو سیر — میری نظروں میں مدینہ آگیا
کوثر و تسنیم ہیں اسکا نصیب — جسکو جام عشق پینا آگیا
شام ہجر آخر کو راس آہی گئی — خون دل فرقت میں پینا آ گیا
خرقہ درویشی کا قابل کچھ نہ پوچھ
جیسے ہاتھ اپنے ملینا آگیا

احسن التقویم

احسن التقویم انساں افضل خلقت بشر — خود سراپا راز لیکن راز حق کا پردہ در
جس سے وابستہ ہے ہست و بود ہستی کا نظام — ہر نفس ہے ایک عالم کائنات ایک اک نظر
اس کو حاصل امتیاز حق و باطل کا شعور — ہے خدائے بحر و بر اپنی خودی سے بے خبر
آسماں کے ماہ و انجم اسکے نقش پا بنے — عالم عرش بریں کا جب کیا اس نے سفر
خلوت خاص اپنے خالق کی ہوئی اسکو نصیب — اس جگہ پہنچا جہاں جبریل کے جل جائیں پر
ذرۂ خاکی ہے لیکن چرخ پر رکھتا ہے پاؤں — ہے محیط دوجہاں اسکی خرد اسکی نظر
حسن کے رخ کی تجلی قالب الفت کی روح
ذات اسکی آئینہ دار جمال خیر و شر

روح

کہنے کو امر حق سخن کبریا ہے روح　　پھر بھی طلسم ساز فنا و بقا ہے روح
ایک ایک عضو تن متحرک اسی سے ہے　　حق میں ہر ایک پھول کے موج صبا ہے روح
عاجز ہیں اہل فلسفہ و منطق و خرد　　عقدہ کسی سے حل نہ ہوا یہ کہ کیا ہے روح
احساس کی نگاہ میں اک جنت تمام　　عرفان کی نظر میں حدیث خدا ہے روح
اس سے حواس ظاہر و باطن کی آب و تاب　　قلب و نظر کے قافلے کی رہنما ہے روح
عنوان خیر و شر کو اسی سے ملا فروغ　　ہر ابتدائے فکر کی اک انتہا ہے روح

قابل زراہ شرح جنوں قصہ مختصر
قلب وفا میں حسن کا تیر ادا ہے روح

علم

علم سے ہے روح کی نشوونما　　علم ہے قلب و نظر کا پیشوا
آیۂ اقرا سے یہ روشن ہوا　　علم کی تحصیل ہے حکم خدا
آدمی کو علم نے بخشا شرف
جہل و شر ہیں علم و عرفاں کے ہدف
"علمؑ آدم" ہے اک روشن دلیل　　علم ہی عرفان حق کی ہے سبیل
علم ہے اخلاق انساں کا کفیل　　پیش حق ہے علم بندوں کا وکیل
علم ابراہیم کے لب کی دعا
علم ہے حسن و جمال مصطفیٰؐ

علم سے بوبکرؓ تھے صدیق رب　　تھی عمرؓ کو علم سے تو رفیق رب
علم سے عثمانؓ نے کی تصدیق رب　　علم علیؓ کے باب میں تحقیق رب
عائشہ صدیقہؓ کا محبوب علم
فاطمہؓ کے لعل کا اسلوب علم

کس قدر ہے قول سعدی کا بجا　　علم سے خالق کا ملتا ہے پتا
علم سے محروم حیواں سے سوا　　خیر و شر سے وہ نہیں واقف ذرا
ہے حدیث سرور خیرالبشرؐ
ہے حصول علم فرض ایک ایک پر

علم سے گلزار ہستی میں بہار　　علم سے دنیا و دیں کا ہے وقار
علم سے انسانیت ہے پائیدار　　علم کا ہے نعمت حق میں شمار
علم کی دولت ہے چوری سے بری
بزدلوں کو علم کرتا ہے جری

علم سے ہے اب خلا پیما بشر　　علم سے ممکن ہے تسخیر قمر
علم سے بڑھ کر نہیں لعل و گہر　　علم کا ہے وار دل پر کارگر
علم ہے آئینہ دار انقلاب
علم ہی فکر و نظر کا ہے شباب

علم ہے اہل خرد کے حق میں تاج　　دو جہاں سے علم لیتا ہے خراج
علم سے ہوتی ہے پوری احتیاج　　حکمران روح و تن ہے علم آج
علم ہے قابل دلوں کا غمگسار
علم سے ہے مرد و زن کو افتخار

عورت

قطرہ شبنم کا سحر کا نور تارا رات کا ذکر ہے میری زباں پر آج عورت ذات کا
جیسے کانٹوں میں فروزاں ہو کوئی شمع گلاب یوں ہی عورت کے تصور سے ہے ہر دل آفتاب
شاخ گل جس طرح صرصر کے مقابل سر بلند نازکی زن کی نسیم صبح کی ہے درد مند
گو سراپا چشم اشک آلود ہے تصویر زن پردۂ آبی میں لیکن آب و گلِ کے ہے مگن

مردِ اگر ہے آنکھ تو عورت ہے بینائی اسے
مردِ اگر ہے گُل تو عورت رنگ و رعنائی اسے

عورت

(اقوال مشاہیر کی روشنی میں)

قول ملٹن حق میں عورت کے انوکھی بات ہے اسکے نزدیک آسماں کی اک حسیں سوغات ہے
مرد خالق کے شجر ہیں عورتیں ہیں انکے پھول ٹینی سن کی بات یہ ایک ایک دل کو ہے قبول
مرد نے عورت سے سیکھی ہے روش ایثار کی سیمول کی بات یہ ہے منزلت افکار کی
کیمبل کہتا ہے ویراں تھا جہاں راہب ملول مسکراہٹ سے ہوئی عورت کی دنیا کھل کے پھول
ہے وجود زن سے ہی رنگیں شبیہ کائنات دلنشیں کیونکر نہ ہو اقبال کی یہ پیاری بات
خوب ہے سجاد حیدر یلدرم کا قول بھی زن ہے بیل اس سے درخت خشک میں ہے تازگی
اختر شیرانی کے نزدیک زن اسکی وفا ہے خلاصہ درحقیقت کائنات عشق کا

ایک لائق ماں ہزار استادوں کی استاد ہے
جارج ہربرٹ کی باتوں پہ سب کا صاد ہے

موم پتھر دل کو کر سکتی ہے زن کی چشم نم
شاعر مشرق کا ہے یہ نظریہ دل پر رقم

ماں بقول بوعلی سینا جو ہو محو فغاں
ہاتھ اٹھا دے وہ تو کانپ اٹھیں زمین و آسماں

دیکھنی ہے گر حقیقی صورت انسانیت
ماں کو دیکھو اکبر اعظم نے دی یہ منزلت

رازی کے نزدیک ماں ہے ساری دنیا کی خوشی
چشم نادرشاہ میں مادر ہے گل کی تازگی

سب سے پہلے ماں کی آنکھوں میں محبت کی جھلک
لانگ فیلو کو نظر آئی تھی ہے نقش آج تک

ہے محی الدین عالمگیر کا یہ قول عجیب
ماں نہ ہو تو گھر ہے قبرستان کی صورت مہیب

چشم قابل میں ہے ماں اولاد کی رب صغیر
اپنے خوں سے جو مہیا کرتی ہے جنت کا شیر

ماں

گلوں سے نازکی رعنائی لیکر
شب غم سے مری تنہائی لیکر

جمال اللہ میں شبنم سموکر
دل الفت میں تخم حسن بوکر

بہشتی حوروں سے معصومیاں لیں
شفق کے حسن سے رنگینیاں لیں

سمیٹی غنچوں کی سنجیدگی بھی
اڑالی بلبلوں سے نغمگی بھی

نیاز آگیں کیا ناز وفا کو
دکھایا بندے کے رخ میں خدا کو

سجا قابل عناصر کا گلستاں
تو کی تخلیق پھر فطرت نے اک "ماں"

ماں

(مختلف عہد کے حکماء اور مفکرین کے
اقوال کی روشنی میں)

وہ خدا کے قریب ہوتی ہے — ماں کی ہستی عجیب ہوتی ہے
قول لقمان کا کہاں ہے بدل — ماں نہ ہو تو حکیم ہے پاگل
ماں اک آئینہ پاک الفت کا — چشم حالی میں رخ حقیقت کا
قول نادر پہ کیوں جھکے نہ جبیں — پھول اور ماں میں کوئی فرق نہیں
سب سے پہلے خلوص عشق کی باس — لانگ فیلو نے پائی ماں کے پاس
ویٹ سن نے کہا کہ دن اور رات — لال کی منتظر ہے ماں کی ذات
ہے یہ اورنگ زیب کا عرفاں — ماں نہ ہو تو ہے گھر بھی قبرستاں
ماں کی الفت ہے حسن سے بڑھ کر — ماں حسیں ہے بدیدۂ جوہر
اشک مادر سے ٹلتی ہیں آفات — کہی اقبال نے یہ سچی بات

نزد قابل خدا کا ہے سایہ
ماں کا کوئی نہیں ہے ہم پایہ

محنت کش

بوبکرؓ و عمرؓ ہیں محنت کش حیدرؓ عثمانؓ ہیں محنت کش
اللہ و نبیؐ کے پیاروں کی شوکت ہیں شان ہیں محنت کش
خالد محمود ہیں محنت کش بوذر سلمان ہیں محنت کش
القصہ صدق و شجاعت کا دین اور ایمان ہیں محنت کش

خدمت میں قوم و ملت کی مصروف ہر آن ہیں محنت کش
ناموس دین برحق پر دل سے قربان ہیں محنت کش

قصر آزادی پاکستان کے جب دربان ہیں محنت کش
یہ اہل وطن ہی جانتے ہیں کتنے ذی شان ہیں محنت کش

یہ خون جگر سے سینچتے ہیں کھیتی کو اپنی ملت کی
ایثار چشم و دل و جاں کا تابندہ نشان ہیں محنت کش

دولت کی نہیں ہم کو پروا ثروت کی نہیں کچھ فکر ہمیں
جب اپنی نظر میں ملت کا ساز اور سامان ہیں محنت کش

یوں انکی شان میں پڑھتی ہے سوجاں سے قصیدے فکر رسا
قابل مرا دل ہیں محنت کش قابل مری جان ہیں محنت کش

"محمد طاہر فاروقی خلد نہاد"

۱۳۹۸ھ

(تاریخ وفات (۲۲ ستمبر ۱۹۸۷ء) پروفیسر محمد طاہر فاروقی صدر شعبہ اردو جامعہ پشاور)

آئی پھر دل میں اس حبیب کی یاد — عشق سے جسکے قلب و جاں تھے شاد
آہ مرگ محمد طاہر — رخصت مرد پاک و خلد نہاد
ادب و شعر جس پہ تھے نازاں — فن تنقید کا تھا جو اوستاد
حوریں جنت میں جسکی نغمہ خواں — جسکو روح القدس نے بخشی داد
چھوڑی دنیائے رنگ و بو کی بہار — جاکے فردوس جس نے کی آباد

اس کے غم میں ہے آج روح اداس　　دل ہے اسکے فراق میں ناشاد
وہ گیا اور ہم کو جانا ہے　　اس تصور سے قلب زار ہے شاد
تھی قضا اسکی زندگی کی حریف　　دشمن عندلیب تھا صیاد
اپنے اللہ سے دعا ہے یہی　　رہیں طاہر بہشت و خلد میں شاد

انکی تاریخ موت نام کے ساتھ
قابل غم زدہ ہے "خلد نہاد"

بابائے اردو مولوی عبدالحق (مرحوم)

ہیں فردوس آشیاں بابائے اردو　　نہیں آتی صدائے "ہائے اردو"
ابھی خالی ہے کچھ مینائے اردو　　بڑھا ساقی ذرا صہبائے اردو
حکومت کے دفاتر ہیں نظر میں　　مبارک دیدۂ بینائے اردو
بنا دیں قوم کے ماتھے کا جھومر　　کہاں ہیں والا و شیدائے اردو
وہ دیوانہ اٹھا دشت عمل سے　　جسے اول سے تھا سودائے اردو
ہزاروں مشکلات قوم ہوں حل　　مقام اپنا اگر پا جائے اردو
جمے ہیں مہر بن کر دفتروں میں　　وہی جنکو نہیں پروائے اردو
دفاتر میں ہے انگریزی کا قبضہ　　یہ باہر ہو تو اندر آئے اردو
خرد پر تو ہے انگریزی کا پہرہ　　یہ اٹھے تو سمجھ میں آئے اردو

زباں دہلی کی ہے میرے دہن میں
میں قابل ہوں جمال آرائے اردو

یاد آتے ہیں

وہ بزمیں یاد آتی ہیں سخن ور یاد آتے ہیں　　جو نقش دیدہ و دل ہیں وہ منظر یاد آتے ہیں
وہ ہونگے کوئی جن کو لعل و گوہر یاد آتے ہیں　　مجھے اپنے وطن کے اینٹ پتھر یاد آتے ہیں
نہیں آتے وہ اکثر یاد جنکی یاد ہے دل میں　　جنہیں ہم بھولنا چاہیں برابر یاد آتے ہیں
وہ گلیاں جن میں ہم نے دور طفلی کا گزارا ہے　　جہاں رہتے تھے وہ دیوار اور در یاد آتے ہیں
وہ دلی جس میں بزم آراستہ ہوتی تھی ہر ہفتے　　وہ جلسے جن میں تھے الطاف و حیدر یاد آتے ہیں
کبھی نواب گنج اور محفل انوار کی باتیں　　کبھی چیلوں کا کوچہ اور جوہر یاد آتے ہیں
کلس مندر شوالوں کے بلاتے ہیں کبھی ہم کو　　کبھی وہ مسجد جامع کے منبر یاد آتے ہیں
سلیم و شمس و ناسخ شوق عظیم و نشتر و ظاہر　　جو ہمدم تھے وہ مردان قلندر یاد آتے ہیں
جمیل و فیضاب اب ہیں نہ صدیق و شفق صادق　　جو تھے نادار پرور وہ تونگر یاد آتے ہیں
وہ جن میں پرتو حسن نوازی☆ جلوہ افگن تھا　　وہ کنگن یاد آتے ہیں وہ جھومر یاد آتے ہیں
وہ تھے جن سے منور شب کی ظلمت شام کے سائے　　ہمیں وہ کہکشاں وہ ماہ و اختر یاد آتے ہیں

وہ مردان وفا اقلیم دل کے حکمراں قابل
وہ جم وہ کے وہ دارا و سکندر یاد آتے ہیں

☆ شاعر کی مرحومہ زوجہ ء اول

آہ لبھو رام جوش ملسیانی

ادیب اہل قلم استاد و شاعر　　تھے لبھو رام جوش ملسیانی
رہے چورانوے سال اس جہاں میں　　مگر موت آئی پھر بھی ناگہانی

"بشر میں بھی تو ہے شر دو بتاتین" سنی میں نے یہ نظم انکی زبانی
جہاں استاد داغ دہلوی کی تھی ان میں بذلہ سنجی نکتہ دانی
مرا آدھی صدی سے تھا تعارف ملاقاتیں ہیں ماضی کی کہانی
پدر تھے خود جناب عرش کے وہ نہ کیوں پرواز ہوتی آسمانی
جلندھر کے قریب ان سے ملاقات ہوئی تھی جبکہ تھا دور جوانی
پھر اسکے بعد وہ دہلی میں اکثر کیا کرتے تھے میری میزبانی
جناب ساحر و علامہ کیفی سنا کرتے تھے شعر انکی زبانی
جو ہوتے شور و شیدا معجز و راز تو جاری رہتی گھنٹوں شعر خوانی
مہندر سنگھ بیدئی سحر بھی کیا کرتے تھے اکثر میزبانی
مجھے اور جوش کو اکثر بلاتے کہاں ہیں آہ وہ یاران جانی
کبھی ہم شرط بد کے کہتے غزلیں کبھی ہو جاتے گرم لن ترانی
حسیں ماضی کی باتیں ہیں ہزاروں جو یاد آتی ہین اکثر ناگہانی
تجھے سمجھے خدا اے دور گردوں ترے کاٹے کو کب ملتا ہے پانی
پرانوں میں تھے میرے آخری دوست وہ لبھو رام جوش ملسیانی
قضا نے انکو بھی چھینا بالآخر لکھیں اب لکھنے والے ہر کہانی
"قضائے آفتاب" انکی ہے تاریخ "شرف سے" عیسوی سن کی نشانی
۱۳۹۶ھ + ۵۸۰ = ۱۹۷۶ء
نہ سائل ہیں نہ بیخود ہیں نہ ساحر اٹھے جتنے تھے احباب جوانی

اب اپنا دم بھی ہے قابل لبوں پر
خدا باقی ہے سب دنیا ہے فانی

شاہ فیصل کی خبر شہادت سن کر

(۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء)

رہبر دین مصطفیٰؐ نہ رہا　　آہ ملت کا رہنما نہ رہا
حامل جذبہ بقا نہ رہا　　تھا جو امت کا آسرا نہ رہا
حرمین شریف کا خادم　　بیت اقدس کا پیشوا نہ رہا
لرزہ برتن تھا جس سے امریکہ　　عربوں کا وہ رہنما نہ رہا
دلربا جس کی بردباری تھی　　وہ جہاندار باوفا نہ رہا
کس کو اپنا کہیں گے ہم قائد　　مرد غازی باصفا نہ رہا
جس کی سنجیدگی تھی جبر شکن　　وہ حقیقت کا آشنا نہ رہا
جس پہ نازاں تھا عالم اسلام　　اک وہی بندہ خدا نہ رہا
"آفتاب ضیا کلیم" کہو　　وہ جو خورشید جاہ تھا نہ رہا

۱۳۹۵ ہجری

جس کا ایک ایک قول تھا فیصل　　معدلت کا وہ رہنما نہ رہا
قابل اپنے حجاز کا والی
شاہ فیصل سا خوش ادا نہ رہا

سید ابو الحسن ناطق گلاوٹھوی

ادب نواز ادب ساز ادب کا فن ناطق　　بتاؤں کیا کہ فصاحت کا تھا چمن ناطق
کلام سے ترے نام وطن بھی ہے زندہ　　رکھے گا باقی تجھے خود ترا سخن ناطق
میں تیری روح کو لاکھوں سلام کرتا ہوں　　کہ جس کے فیض سے زندہ ہے میرا فن ناطق

زمانہ معترف علم و شعر ہے تیرا ابھی ہیں زندہ ترے قدردان فن ناطق

ہے تیری یاد سے قابل کے دل میں ذوق حیات
ہے تیری یاد سے زندہ دل کہن ناطق

سی۔ ایم۔ ہائی سکول واہ کینٹ کے طلباء وطالبات سے خطاب

اوج محبت تم سے ہے معراج اخوت تم سے ہے
قوم کے روشن مستقبل کی ہے تو ضمانت تم سے ہے
سجدۂ طاعت تم سے ہے تسلیم عبادت تم سے ہے
روح و جسم قوم کے ہر کردار کی صحت تم سے ہے
تم پہ ہے موقوف کہ اب ملت کا روشن نام کرو
اک دنیا کیا سچ تو یہ ہے دین کی عظمت تم سے ہے
اسمٰعیلؑ کے پیرو تم ہو تم ہو مسافر راہ حسینؓ
اس دنیا میں قائم ہے گر ذوق شہادت تم سے ہے
تم میں جواں فردوس بریں کے تم میں ہیں خاتون جناں
دین اور دنیا دونوں کی معراج و رفعت تم سے ہے
فاطمہؓ تم میں عائشہؓ تم میں تم میں خدیجہؓ آمنہؓ بھی
اے مری ننھی ننھی کلیو! باغ کی عصمت تم سے ہے
تم میں رضیہ سلطانہ ہیں تم میں نور جہاں ممتاز
اور جمیلہ بوپاشا کا جلوۂ خدمت تم سے ہے

خالق کو محبوب سے اپنے الفت تھی سب جانتے ہیں
کم ہے یہ محبوب خدا کو انس و محبت تم سے ہے
قابل کو ہیں تم سے امیدیں تم ہو تمنا قابل کی
سچ تو یہ ہے اسلام کا ایک اک نقش ثقافت تم سے ہے

کراچی

تفریح دل و دیدہ کا ساماں ہے کراچی
اک حسن و محبت کا گلستاں ہے کراچی
محمود و ایاز اسکی ہیں آنکھوں کے ستارے
شہر غربا بلدۂ شاہاں ہے کراچی
ہر شخص کو ہر چیز کے پانے کی ہے امید
ہر آرزو کہتی ہے مری جاں ہے کراچی
آنکھوں میں جگہ دیتا ہے ہر خرد و کلاں کو
آغوش کشا تاحد امکاں ہے کراچی
آراستہ ہے بزم حسینان تصور
زخم دل مہجور کا درماں ہے کراچی
خود بحر عرب چومتا ہے جس کی جبیں کو
وہ قبلہ جاں کعبہ ایماں ہے کراچی
چاند اسکو بنایا ہے تری فکر جلی نے
قابل ترے اشعار سے تاباں ہے کراچی

تابش علیگ کے نام

حضرت تابش علیگ کے نام
قابل بندۂ وفا کا سلام
ہے قیامت عذاب ترک وطن
عمر بھر کو جو بخشے رنج و محن

جن کو غربت سے واسطہ نہ پڑا — سمجھیں کیونکر وطن کی چاہ ہے کیا
ہیں جو ہجرت نصیبوں کے احوال — ان کو کیا جانیں دیس کے خوشحال
آپکے خط سے پھوٹی بوئے وطن — بن گئی آگ آرزوئے وطن
در و بام وطن نظر میں ہیں — دشت و در جیسے پھر چمن میں ہیں
وہ علی گڑھ کی محفل تمکیں — اور وہ دہلی کی مجلس رنگیں
لکھنؤ کی وہ بزم آرائی — آگرہ کی وہ جادہ پیمائی
برن و خورجہ گلاؤٹھی کی یاد — دل کو رکھتی ہے آج بھی ناشاد
یوپی کے کج کلاہوں کی باتیں — پری چہروں کی وہ مداراتیں
بات میں بات جو نکالتے تھے — سانچے میں حرف حرف ڈھالتے تھے
لب خاموش میں تھی جنکے نہاں — داستان فراق' آہ و فغان
انکا طرفہ سخن نگاہوں سے — دل کی باتیں نظر کی راہوں سے
اک تبسم میں لاکھ افسانے — جن کو سمجھیں گے صرف دیوانے
میں کہاں کی کہانی لے بیٹھا — جاگتی آنکھوں عقل دے بیٹھا
حضرت صابر و جمال و صمیم — کہیے کس حال میں ہیں اپنے ندیم
تپش و بیدل و محبت خاں — خندہ برلب ہیں سب کہ محوفغاں
کوئی ہم کو بھی یاد کرتا ہے — یا جدائی پہ صاد کرتا ہے
اپنا تو حال یہ کہ انکے بغیر — ہے کراچی بھی اک دیار غیر

گریہ کرتے ہیں آہ بھرتے ہیں
جیتے جی جان سے گزرتے ہیں

قطعہ وفات سید علی احمد واسطی
مرحوم
(۳ فروری ۱۹۷۹ء)

"داخل خلد نجم سید علی احمد واسطی

مرحوم" ۱۹۷۹ء"

رخصت سید علی احمد — قلب وجاں کو ہے موجب صدمات
سچ تو یہ ہے کہ چند روزہ ہے — عالم رنگ و بو میں اپنی حیات
جو یہاں آیا اسکو جانا ہے — زندگی کو نہیں اجل سے نجات
ہاں مگر نیک بندوں کی رحلت — دن کو کر دیتی ہے اندھیری رات
تھے جو مرحوم نیک دل خوش خو — یاد آتا ہے انکا دور حیات
صبر و ہمت سے کام لیتے تھے — کہ نہیں زیست اپنے بس کی بات
حق انہیں بخشے جنت الفردوس — اور انکے بلند ہوں درجات
بخشے پس ماندگاں کو صبر اللہ — ان میں ایک اک ہے رہن صدصدمات
میرے بھائی تھے واسطی مرحوم — مجھ کو اک سانحہ ہے انکی وفات
ہوتے ہیں بے قرار قلب و جاں — یاد آتی ہے انکی ایک اک بات
ہیں "مجلد حسین داخل" وہ — ہے یہی انکا نقش سال وفات

۱۳۹۸ھ
قابل غم نصیب کی ہے دعا
ہوں مرے بھائی داخل حسنات

اے کراچی الوداع

اے کراچی اے دیار علم و عرفاں الوداع — جنت عشاق فردوس حسیناں الوداع
جانے والے تجھ کو دیتے ہیں سحر کی روشنی — چشم فرقت میری کرتی ہیں چراغاں الوداع
آنکھوں میں تیرے تصور سے ہے ماضی کی جھلک — حال و مستقبل ہیں دو نقش درخشاں الوداع
تیری حوروں کا خم گیسو ہے محراب حرم — آئینہ دار جمال کفر و ایماں الوداع
دل کا یہ عالم دیار رنگ و بو کو چھوڑ کر — جیسے گلشن کو کہے مرغ خوش الحاں الوداع
لے کراچی یاد آیا خلد زار رنگ و بو — ہے تصور واہ☆ کا حرز دل و جاں الوداع
میرے پیاروں کے وطن میرے عزیزوں کے چمن — کہہ رہے ہیں اک مسافر کے دل و جاں الوداع

عارضی رخصت کراچی سے ہے قابل غم نہ کر
میزبانوں کو کہا کرتے ہیں مہماں الوداع

☆ واہ کینٹ

غریب الوطن پھر وطن آگئے ہیں

حریفان دار و رسن آگئے ہیں — دلیران کوہ و دمن آگئے ہیں
شب ہجر کے ماہ و انجم ہیں روشن — بیاباں چمن در چمن آگئے ہیں
صف دشمناں میں قیامت ہے برپا — علم دار شان وطن آگئے ہیں
رہ ہجر و تنہائی غم سے کٹ کر — سزا وار صد انجمن آگئے ہیں
دیار غریباں سے باغ وطن میں — سبک روح و آسودہ تن آ گئے ہیں

وہ تاریخ سازان عزم و شجاعت قدیر زمان و زمن آ گئے ہیں
وطن جن کی نظروں میں خلد بریں ہے وہی پاسبان وطن آگئے ہیں
نہ کیوں کیف و مستی کے پیانے چھلکیں حریف شراب کہن آگئے ہیں
بہ گلزار مہر و وفا نافہ بر کف غزالان دشت ختن آگئے ہیں
مجاہد وہ اب جلوہ سوار وطن ہیں شہیدوں کے جن کو چلن آ گئے ہیں
دل زار ان سے نظر کا ہے سائل جنہیں دل لبھانے کے فن آ گئے ہیں

دیار نشاط و مسرت میں قابل
اسیران رنج و محن آگئے ہیں

موسم سرما کی بارش

موسم بر شگال کی صورت وہی آب وہوا وہی بادل
پھر بھی برسات اور مہاوٹ میں نہیں اک دوسرے کا کوئی بدل
اِس میں جذبات امڈتے رہتے ہیں اُس میں ایک ایک جذبہ ہوتا ہے شل
اِس میں کوئل کی کوک اور ملہار اُس میں قہر خدائے عزو وجل
اِس میں کھلتے ہیں آرزو کے پھول اُس میں پھوٹی ہے درد کی کونپل
اِس میں ہوتی ہیں سرمہ سا آنکھیں اُس میں آنکھوں سے دور ہے کاجل
اِس میں طوفاں امڈتے ہیں دل میں اُس میں برق و شرر نہ وہ جل تھل
اِس میں ہر لحہ ولولہ انگیز اُس میں یاس آفریں ہے ایک اک پل

اس میں دیدار حسن کے انداز
اُس کی ہر ساعت ایک پیک اجل

وہی آب و ہوا ہے لیکن اب
گیا ایک ایک کا مزاج بدل

رکھی جاتی تھی پہلے دل پرسان
اب نگاہوں پہ بھی نہیں صیقل

پہلے ہر سانس میں تھی تازہ حیات
اب ہے قلب و نگاہ کا مقتل

ایسا محسوس ہوتا ہے قابل
جیسے فطرت کی رت گئی ہو بدل

سوال و جواب

خدایا دونوں عالم کس لئے ہیں
خوشی کے ساتھ ماتم کس لئے ہیں

نسیم صبح کی موجوں سے پیدا
نفس کے زیر اور بم کس لئے ہیں

چمن میں سبزہ کیوں فرش قدم ہے
یہ اشک چشم شبنم کس لئے ہیں

قد رعنا ہے کیوں سرو خوش اندام
یہ سوسن زلف برہم کس لئے ہیں

سبب کیا دیدۂ نرگس ہے حیراں
ورق پھولوں کے برہم کس لئے ہیں

ہے کیوں ہر لحظہ افزوں حدت مہر
یہ لالے ساغر جم کس لئے ہیں

یہ نغمے عندلیبان چمن کے
حیات افروز عالم کس لئے ہیں

شجر کے سائے ہیں راحت فزا کیوں
گل اور کانٹوں کے سنگم کس لئے ہیں

اذیت ناک ہیں کیوں خار صحرا
بگولے خود سے برہم کس لئے ہیں،

کبھی باراں کبھی صرصر کبھی حبس
تنوع کے یہ عالم کس لئے ہیں

سکوت کوہساراں کس کی خاطر
خروش بحر اعظم کس لئے ہیں

نمود کہکشاں ہے کیوں دل آویز ہمارے خواب برہم کس لئے ہیں
نجوم و مہرومہ گردش میں ہیں کیوں فلک جنبش میں پیہم کس لئے ہیں
فنون و فکر و دانش چیز ہیں کیا دل و دیدہ کے عالم کس لئے ہیں
مسرت کا کبھی غلبہ دلوں پر کبھی آسودۂ غم کس لئے ہیں

یہ سب عقدے ہوں حل پل بھر میں قابل
سمجھ لیں ہم اگر ہم کس لئے ہیں

رونمائی سحر

ترنم ہزار کیا تبسم بہار کیا
ہوائے لالہ زار کیا گلوں کو درد خار کیا

چمن میں رت بدل گئی خزاں کی رات ڈھل گئی
گھڑی الم کی ٹل گئی کہ نامراد اجل گئی

وہ ابر لالہ نام اٹھا بڑھا کے ہاتھ جام اٹھا
یہ کون تشنہ کام اٹھا کہ شور اژدہام اٹھا

نئے چمن کے گیت گا رخ وطن کے گیت گا
ادب کے فن کے گیت گا اب انجمن کے گیت گا

حیات مستعار ہے جمال پردہ دار ہے
نگاہ بیقرار ہے دل وفا شعار ہے

سکون جاں کا لے سبق پلٹ حیات کا ورق
ہے حرف دلربا ادق ہو سامعہ کا دل نہ شق

خزاں کے خوف سے گزر نگاہ رکھ بہار پر
ہے جلوہ قابل نظر بنا نظر کو پردہ در

رہ وفا دراز ہے اسیر نغمہ ساز ہے
مجاز پھر مجاز ہے نگاہ دل گداز ہے

ہے رونمائی سحر
نظر کو وقف دید کر

عشق

عشق درویشوں کا ہے جاہ و جلال عشق شاہوں کی بے بسی کا جمال
عشق تاریخ ساز ماضی و حال عشق آئینہ دار استقبال
قربت روح کا کمال ہے عشق
حسن کی صورت وصال ہے عشق

آج کا نوجوان اور فکر اقبالؒ

آج کا نوجوان غرب پسند — فکر اقبال سے ہے کیوں بیزار
کیوں نہیں اسکو ربط ملت سے — سحر مغرب کا کیوں ہوا ہے شکار
صدق صدیقؓ سے ہے بیگانہ — عدل فاروقؓ کا نہیں اظہار
نہ ہے عثمانؓ کی سخا و حیا — نہ ہے عرفان حیدر کرارؓ
خالد، ایوبی، ابن قاسم کی — نہیں سنت سے کچھ اسے سروکار
یہ نہ سعدی و رومی و رازی — ابن سینا نہ رشد کے آثار
اس کو ہے شیکسپئر سے انس بہت — ہے گرفتار کیٹس شوپن ہار
آہ یہ بندۂ خدا و رسولؐ — ہے بت مغربی پہ دل سے نثار
کچھ تو ہیں اس زوال کے اسباب — انکا پانا نہیں ہے کچھ دشوار
جن کو حق نے وقار بخشا تھا — دام باطل کا ہو گئے وہ شکار
چھوڑ کر رسم و راہ مکتب شرق — اب ہیں اطوار مغربی کا شکار
وہ جو تھے مصلح زمین و زماں — اپنی اصلاح تک سے ہیں ناچار
وہ جو ارض و سما کے تھے مالک — آج ذروں کے ہو گئے ہیں شکار
جو امام جہاں بنائے گئے — رہن اعدا ہیں انکے کاروبار
ہو گی اس سے سوا قیامت کیا — حق کے بندے ہیں بندۂ کفار

کاش ہستی کو اپنی پہچانیں
معرفت غیر کی ہے جن کا شعار

رائے ونڈ

(بموقع حاضری تبلیغی اجتماع ۲۰ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء)

ذکر نبیؑ و حق کا دلستاں ہے رائے وند　　جنت بدوش و خلد بداماں ہے رائے وند
تبلیغ دین حق کا ہے اک مرکز عظیم　　آئینہ دار غایت یزداں ہے رائے وند
تنظیم خاص حضرت الیاس کے طفیل　　حسن حدیث و جلوۂ قرآں ہے رائے وند
یہ بندگان دین محمدؐ کی دوڑ دھوپ　　میری نظر میں دشت غزالاں ہے رائے وند
سرشار جام بادۂ توحید کیوں نہ ہو　　جبل متیں کا سروخراماں ہے رائے وند
اسکی فضا ہے جلوہ طور آشنا تو پھر　　درد و غم فراق کا درماں ہے رائے وند
ہے آذری اسی سے براہیم آشنا　　بت خانہ میں تجلی ایماں ہے رائے وند
ظلمت کا کفر و شرک کی کوسوں پتہ نہیں　　اک نور حق کی شمع فروزاں ہے رائے وند
عاصی تمام مستحق لطف حق ہوئے　　اے رحمت خدا ترا احساں ہے رائے وند
خوش فکر و خوش نگاہ کو فردوس چشم و دل　　بد باطنوں کو حلقہ زنداں ہے رائے وند
ایک اک نفس سے دور فنا میں بھی مطمئن　　دامن کش حیات گریزاں ہے رائے وند
دین مبیں کے جس میں کواکب ہیں جلوہ گر　　اس آسمان کا مہ تاباں ہے رائے وند
پروانگان جلوۂ دیں اس پہ ہیں نثار　　ظلمت کدے میں مشعل یزداں ہے رائے وند
دریا رواں ہے حُب خدا و رسولؐ کا　　یوں ساحل مراد دل و جاں ہے رائے وند
کھلتے ہیں جس میں دیدہ و دل کے گل حسیں　　اللہ رکھے ایسا گلستاں ہے رائے وند
تبلیغ دیں کے واسطے ہیں قافلے رواں　　یوں فیض بار تاحد امکاں ہے رائے وند
ہے رحمتوں کا حضرت الیاس پر نزول　　وہ جن کے دم قدم سے گلستاں ہے رائے وند

لائی ہے واہ☆ سے مجھے قائل بذوق و شوق
وہ آرزو کہ جس کی رگ جاں ہے رائے وند

☆ واہ کینٹ

گل عباس

سکھادے اے گل عباس زندگی کے اصول — نظر نواز و دل افروز کیوں ہیں تیرے پھول
یہ رنگ رنگ کی کلیاں یہ شکل شکل کے برگ — ہر ایک غم کا پیامی ہر اک فنا کا رسول
سحر سے دھوپ ڈھلے تک فسردہ ہیں کلیاں — جو شام آئے تو ہر غنچہ ہے شگفتہ پھول
ثمر بھی غنچہ وگل سے ہے تیرے پیوستہ — ترا مشاہدہ خود جھونکتا ہے آنکھ میں دھول
لطافت اور نزاکت کے اے حسین پیکر — ترے مشاہدے سے مجھکو درد زیست قبول

نساختی تو بہ آب و ہوائے بیگانہ
دعا بدر گہہ رب العلائے تو مقبول

غنچہ انار

اے غنچہ انار مرے گھر کی آب و تاب — دیوار شرق خانہ ترے دم سے فیضیاب
تو مرکز نگاہ صغیر و کبیر ہے — تیری تجلیات کا ہر دل اسیر ہے
تو سبز پتوں میں رخ گلنار کی طرح — ہے ظلمتوں میں شعلہ انوار کی طرح
پیوستہ ہے بدن سے ترے اور اک کلی — جو شاد کام وصل ہے پھولی ہے اور پھلی
تم دونوں کیا دو آنکھیں ہو نخل انار کی — تم پر جو ہے نگاہ تجلی بہار کی
جنبش میں رکھتی ہے تمہیں صبح ومسا ہوا — تم روح ہو نسیم کی یا دامن صبا
تم جنت نگاہ ہو تم معبد خیال — تم میرے زخم دیدہ و دل کا ہو اندمال

تھا میں تمھاری طرح کبھی شاد کام وصل　　بھولے سے اب نہیں مری قسمت میں جام وصل
ہے میرے دل کو خوف کہ جس دن بنوگے پھول　　دیکھو گے اپنی آنکھ سے تم شام غم کا طول

رخ زرد ہو گا میری طرح ہر انار کا
عالم یہی ہے زندگی مستعار کا

یہ دنیا

یہ دنیا یہ ظلم و جہالت کی دنیا　　یہ دنیا گدائی و عسرت کی دنیا
یہ دنیا تکبر رعونت کی دنیا　　یہ دنیا بدی اور شرارت کی دنیا
مجھے دعوت یک نظر دے رہی ہے
مرا فرض کیا ہے خبر دے رہی ہے
زمانے کا نقشہ ہے میری نظر میں　　ہے عزم و عمل بھی دل معتبر میں
یہ مانا نہیں دور گردوں اثر میں　　مرے نقش پا ثبت تو ہیں قمر میں
زمیں آسماں سب پہ قابو ہے میرا
کیا ہے ستاروں میں میں نے بسیرا
میں گو خاک کا ذرۂ بینوا ہوں　　مگر شوق معراج میں مبتلا ہوں
بہ عزم و عمل مائل ارتقا ہوں　　حقیقت زمانے پہ روشن ہے کیا ہوں
تجلی جو قسمت کو تابندہ کر دے
نفس وہ جو ہر مردہ کو زندہ کر دے

فسوں کاری غرب سے باخبر ہوں ‏ ‏ ‏ اک آہ سحر خیز اور پراثر ہوں
جو دل میں اتر جائے ایسی نظر ہوں ‏ ‏ ‏ میں تیغ و تفنگ اور تیر و تبر ہوں
میں ہوں چرخ مشرق کا مہر منور
میں اک صبح نو کا پیامی ہوں یکسر
میں اٹھا ہوں مظلوموں کو شاد کرنے ‏ ‏ ‏ انہیں قید مغرب سے آزاد کرنے
سبق اوج ماضی کا پھر یاد کرنے ‏ ‏ ‏ نظام نو دنیا میں ایجاد کرنے
بنانا ہے قرآں کو رہبر جہاں کا
یہ ہے حرف آخر مری داستاں کا

بیاد مولانا محمد علی جوہر مرحوم

آسرا تو نے دیا تھا پہلے ‏ ‏ ‏ دیں سیاست سے جدا تھا پہلے
کر دکھایا جو کہا تھا تو نے ‏ ‏ ‏ کوئی تجھ سا نہ ہوا تھا پہلے
تو نے ہمت ہمیں بخشی ورنہ ‏ ‏ ‏ رنج و غم حد سے سوا تھا پہلے
اہل مغرب کی رعونت کا سر ‏ ‏ ‏ تیرے قدموں پہ جھکا تھا پہلے
جا کے مشرق سے دی مغرب کو شکست ‏ ‏ ‏ تیرا جوہر نہ کھلا تھا پہلے
منزل آزادی تھی اپنی لیکن ‏ ‏ ‏ ہمکو رستہ نہ ملا تھا پہلے
ہے ترے عزم و عمل کا صدقہ ‏ ‏ ‏ حکمراں ہے جو گدا تھا پہلے
قوم کی طاقت عظمیٰ ہیں عوام ‏ ‏ ‏ راز ہم پر نہ کھلا تھا پہلے

راہ آزادی میں جاں دینے کا تو نے اعلان کیا تھا پہلے
سیف کا کام قلم سے لے کر تو قلم کار بنا تھا پہلے

ہے تری یاد کی قسمت وہ اشک
آنکھ سے جو نہ بہا تھا پہلے

دیکھ رہا ہوں

ہوتی شب ظلمت کی سحر دیکھ رہا ہوں بند آنکھیں ہیں اور شمس و قمر دیکھ رہا ہوں
دنیا کو بہ انداز دگر دیکھ رہا ہوں بدلے ہوئے سب شام و سحر دیکھ رہا ہوں
ہر ذرہ سے گیرائی صحرا ہے نمایاں ہر قطرہ کو دریا بہ جگر دیکھ رہا ہوں
شمشیر بکف پردہ نشینان حرم ہیں کھلتے ہوئے ہر فتح کا در دیکھ رہا ہوں
ہندو ہوں یہودی ہوں وہ ملحد کہ نصاریٰ ہر دشمن دیں خاک بسر دیکھ رہا ہوں
وہ کاہ جو ٹکرا کے رہی کوہ گراں سے میں اسکی نظر اسکا جگر دیکھ رہا ہوں
ارباب سیاست کے مچلتے ہوئے انداز دیکھے نہیں جاتے ہیں مگر دیکھ رہا ہوں

قابل مری نظروں میں ہے مستقبل ملت
میں گردش ہر شام و سحر دیکھ رہا ہوں

بیادِ لیاقت ☆

مرد مومن داعیٔ حق وہ شہید ارض پاک　　وہ لیاقت جس سے ملت کی جبیں ہے تابناک
وہ مجاہد جس نے ہستی قوم پر قربان کی　　جس کو خالق نے عطا کیں دولتیں ایمان کی
جس کے عزم جہد میں پنہاں عمل کی زندگی　　جس کی پیشانی سے تاباں اختر تابندگی
جس کا ہر حرف وفا درس عمل ہے قوم کو　　ہر ادا جس کی ادائے بے بدل ہے قوم کو
فقر پر جس نے امارت کو کیا قرباں وہ مرد　　حسن خدمت میں یگانہ عشق کی دنیا میں فرد
جس کے اخلاص و وفا کا دشمنوں کو اعتراف　　جس کا سینہ کینہ و بغض و حسد سے پاک و صاف

آج اسی کے سوگ میں قابلؔ زمانہ ہے ملول
جس کی تربت پر فرشتے مل کے برساتے ہیں پھول

☆ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہید ملت لیاقت علی خاں

مجاہدینِ فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

خلاف اگرچہ ہے دنیائے آب وگل کا نظام　　نہ بزم اپنی نہ مے اپنی ہے نہ اپنا جام
تمہارے ہاتھوں ہی انجام پائیگا یہ کام　　تمہیں کرو گے یہود جہاں کا قصہ تمام
مجاہدین فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

تمہارا گھر ہے نہ در ہے نہ ہے وطن کوئی　　تمہارا کوئی بیاباں نہ ہے چمن کوئی
تمہاری بزم ہے کوئی نہ انجمن کوئی　　ہو بے سہارا مگر ہے رفیق رب انام
مجاہدین فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

لب جہاں پہ ہے یوں نام خالد لیلیٰ   کہ اس نے لشکر اعدا کیا تہہ و بالا
یہودیوں کا جو طیارہ گر لیا اغوا   تو زندگی ہوئی اعدائے دین حق کی حرام
مجاہدین فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

ہو ریگزار سنائی کہ غازہ کا میدان   پہاڑیاں ہوں وہ جولان کی کہ ہو عمان
ہر ایک وادی و صحرا میں ہے تمہاری اڑان   تمہارے اعدا کا ہے ہر محاذ زیر گام
مجاہدین فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

ہے امتحان رضا و وفا نہ گھبراؤ   تمہارے بل پہ ہے دست خدا نہ گھبراؤ
ہے زندگی کی نگہباں قضا نہ گھبراؤ   ہوا ہی چاہتا ہے اب عدو کا قصہ تمام
مجاہدین فلسطین تم پہ لاکھوں سلام

عالم اسلام سے خطاب

(فلسطینی مجاہدین لبنان کے خلاف اسرائیلیوں کے وحشیانہ حملہ سے متاثر ہو کر)

کیا ہوا تجھ کو عالم اسلام   کیوں نہیں آج تیری نیند حرام
سو گئی کیا تری حمیت دیں   کیا نہیں تیرا دین اب اسلام
ہو گئے ست کیوں ترے اعضا   کبھی دنیا میں تو تھا برق خرام
کیا ترے کان ہو گئے ہیں گنگ   سنتا فطرت کا کیوں نہیں پیغام
کیا ترے سینہ میں ہے دل پتھر   جسکو حالات کا نہیں افہام
کیوں نہیں تجھ میں زندگی کی رمق   تو کہ تھا شعلہ فکر و برق نظام

مسلی جاتی ہیں باغ کی کلیاں — خاک میں ملتے ہیں ترے گلفام
تیرے بلبل ہوئے اسیر قفس — پھول ہیں باغباں کے زیر دام
لالہ و گل بغیر آب و رنگ — عندلیبوں پہ نغمگی ہے حرام
تیرے دامن میں نصف صد اقلیم — بھول بیٹھی ہیں کیا خدا کا نام
ہیں عرب پندرہ کروڑ مگر — اک ارب ہیں مجاہد اسلام
اور انکے مقابلے پہ یہود — صرف پچیس لاکھ کا ہے نام
لیکن افسوس کس طرح یہ کہوں — تجھ پہ غالب ہیں دشمن اسلام
حملہ آور ہوا پھر اسرائیل — دست امریکہ میں ہے جسکی زمام
امت مصطفیؐ کے مرد و زن — پھر ہیں معتوب گردش ایام
ہیں یہود و نصاریٰ دونوں ایک — متحد ہیں مقابل اسلام
لٹتی ہے حرمت بنات دیں — اور معصوموں پر ہے زیست حرام
ہیں مسلمان ملکوں میں کیا کیا — کیسے کیسے اکابر اسلام
ان میں ایک اک ہے غازی و جانباز — ان میں ایک ایک عاشق اسلام
کیسے کہدوں نہیں دلوں میں جوش — کیسے سمجھوں نہیں غم اسلام
مان لوں کیوں کہ ہیں یہ سب مجبور — سمجھوں کیونکر کہ پختہ بھی ہیں خام
ہم میں گر جنگ کی نہیں طاقت — اسلحہ ہیں اگر ہمارے خام
عقل و دانش سے بھی ہیں کیا محروم — کیوں نہیں لیتے آخران سے کام
دشمنوں سے کریں تعلق ختم — لیں نہ امریکہ روس کا ہم نام
توڑیں برطانیہ سے ایک اک ربط — کریں دشمن سے ملنا جلد حرام
اپنے در بند سب پہ کر ڈالیں — گھسنے پائے نہ کوئی بد انجام
راہ انکے جہازوں پر ہو بند — تیل روکیں تو کام انکا تمام

فیصل خلد آشیاں کی یاد آہ پھر کر رہی ہے نیند حرام
تھا وہ جاں باز عاشق ملت ٹکڑے جس نے کیا عدو کا دام
ہم اگر مل کے بائیکاٹ کریں اہل مغرب بنیں ہمارے غلام
ہیں جو فرعون آج اور نمرود کل ہوں اپنے وہ بندۂ بے دام
کاش ملت کے اہل ہوش سنیں
قابل غم نصیب کا پیغام

----

۲۳ مارچ

چشم و دل کا ہے جان و تن کا دن گل منائیں نہ کیوں چمن کا دن
سرو نسرین و نسترن کا دن اے خوشا جنت عدن کا دن
آج ہے عظمت وطن کا دن
صاف خورشید دیں ہوا ہے طلوع دل مومن میں ہے خضوع و خشوع
اک زمیں کیا فلک ہے محو رکوع کفر کے چاند کے گہن کا دن
آج ہے عظمت وطن کا دن
چشم مشتاق پھر ہو محو طلب اپنی اقلیم ہوں عجم کہ عرب
کریں ملکر وطن کی خدمت سب کہ ہے تزئین انجمن کا دن
آج ہے عظمت وطن کا دن
ہم میں صدیقؓ بھی عمرؓ بھی ہیں ہم میں عثمانؓ خوش نظر بھی ہیں
مرتضیٰؓ علم و فن کا در بھی ہیں کیوں نہ ہو شوکت کہن کا دن
آج ہے عظمت وطن کا دن

دیں کی خاطر جہاد ہے لازم   دور رفتہ کی یاد ہے لازم
رفع شر و فساد ہے لازم   کہ ہے یہ مرد تیغ زن کا دن
آج ہے عظمت وطن کا دن
بڑھیں اپنے جوان لے کے علم   کہکشاں دین حق کا ہو پرچم
قابل الحاد و کفر ہوں برہم   یوم یزداں ہو اہرمن کا دن

آج ہے عظمت وطن کا دن

احساس محرومی

فسانہ غم ہستی تمام ہو جائے   مرا جنون وفا کاش عام ہو جائے
ہر ایک لب پہ مری داستان الفت ہو   یہ ہو تو عالم غربت میں مجھ کو راحت ہو
دل و نظر کا کوئی ترجمان ہو تو سہی   کسی کے لب پہ مری داستان ہو تو سہی
مرے فراق میں غم سے ہو اشکبار کوئی   تسلی دینے کو آئے تو غم گسار کوئی
مرے لئے جو نفس آہ بن کے آتے ہیں   دل و نظر پہ مرے بجلیاں گراتے ہیں
یہ سرد سرد سی سانسیں جھکی جھکی یہ نظر   کسے خبر کہ مرے حال کی ہیں پردہ در
وہ خوش نصیب جسے دوست یاد کرتے ہیں   وہ غمزدہ جسے احباب شاد کرتے ہیں
سپاس و شکر وہ کیونکر ادا زباں سے کرے
جو اپنی بات کا آغاز ہی فغاں سے کرے

خط کے جواب میں

جرات اظہار الفت کی ملی مجھ کو سزا — مجھ سے ہے روٹھا ہوا اک پیکر ناز و ادا
ہے نگاہ شعلہ زا قلب و جگر چھانے ہوئے — اور صف مژگاں ہے مجھ پر برچھیاں تانے ہوئے
آگ سی وہ آتشیں رخسار برساتے ہوئے — نرگسی آنکھوں کے آنسو دل کو تڑپاتے ہوئے
شدت جذبات سے سینہ میں اک محشر بپا — رقت آواز میں ٹوٹے ہوئے دل کی صدا
آہ رک رک کر یہ فرمانا مرے اصرار پر — آپکے مکتوب نے کھینچا ہے مجھکو دار پر
آپکی معصوم الفت کیا قیامت ہے مجھے — خود مری ہستی بھی اب وجہ شکایت ہے مجھے
دیکھتے ہیں جن نگاہوں سے مجھے میرے عزیز — ان سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی کوئی غیرت کی چیز
انکی آنکھوں میں کھٹکنے کیلئے ہم خار ہیں — یہ عزیز و اقربا کیوں درپۓ آزار ہیں
تبصرے ہوتے ہیں کیوں بے معصیت کردار پر — بجلیاں سی کیوں برس پڑتی ہیں قلب زار پر
خلق ناکردہ گناہوں کی تماشائی ہے کیوں — پاکدامانی ہماری وجہ رسوائی ہے کیوں
اتنا کہہ کر اس پہ اک غم کی گھٹا سی چھا گئی — زلف کھل کر چاند سے رخسار کو گہنا گئی
دیکھ کر یہ حال میری روح تھرآنے لگی — دل پریشاں ہو گیا ہونٹوں پہ جاں آنے لگی
اسکے ایک اک رنج کو سو سو طرح سہنے لگا — جوئے خوں بنکر مری آنکھوں سے دل بہنے لگا
جذبہ پُردرد میرے قلب پر طاری ہوا — میرے ہونٹوں پر بدّقت یہ سخن جاری ہوا
صبر کر اے جان قابل بے کسی پر صبر کر — ناز کے پالے ہوئے معصوم دل پر صبر کر
بے قصوروں کے مقدر میں اگر غم ہیں تو ہوں — حق کے بندوں پر ستم ہائے دو عالم ہیں تو ہوں

ایسے نادانوں سے ہم ہرگز الجھ سکتے نہیں
جو ہمارے عشق کی عظمت سمجھ سکتے نہیں

شاعر مشرق علامہ اقبال کا یوم ولادت

نو نومبر کی شب ہوئی شب نور
شاعر شرق کا ہوا تھا ظہور

شاعر نکتہ سنج و نکتہ شناس
جس کو ملت کے درد کا تھا پاس

پئے تحصیل علم جس کا سفر
ہوا پردہ کشائے قلب و نظر

غم ملت میں گزرے دن اور رات
قرطبہ میں ادا کی جس نے صلوٰۃ

جب جہاز اس کا سسلی سے گزرا
قوم کا دور رفتہ یاد آیا

خوں کے آنسو بہائے سسلی پر
دیدہ و قلب و جاں ہوئے مضطر

کشور پاک کی بشارت دی
دین ملت کی لاج اس نے رکھی

تو کہ ملت وصال ہے اقبال
موت تیری محال ہے اقبال

لاکھوں شاعر ہیں اور نغمہ خواں
قابل اقبال کا جواب کہاں

کیف تصور

آج جی میں سمائی ہے قابل
جیتے جی زیست کا کروں ماتم

زندگی ہاتھ مل کے رہ جائے
یوں اڑاؤں قضا کا میں پرچم

یہ حقیقت جہاں پہ کھل جائے
خوشی کیا شے ہے اور کیا ہے غم

ہر نفس جینا بھی ہے مرنا بھی
ہے یہ اپنی حیات کا عالم

خواب ہو یا خیال و بیداری
نغمہ و زیست کے ہیں زیرو بم

عقل ہو یا جنون دونوں ہیں
ایک ہی ساز عشق کے سرگم

سرخوشی ہو کہ بے خودی کہ خودی
ایک نشہ ہے سب کا بیش و کم

یوں ہی انساں کی ایک اک رگ میں
ہے نہاں حسن کُل کا نقش قدم

ذرہ ذرہ کی صورت و معنی جلوہ افروز ہیں بحسن اتم
ناکمل نہیں ہے کوئی چیز سب میں تکمیل کا سا ہے عالم
ہے فریب گماں فنا و بقا ہیں بہم موت و زندگی مدغم
ایک تصویر کے ہیں رخ دونوں جب یہ عالم ہے موت کا کیا غم
ہے اجل کیا بس ایک خواب طویل یعنی آگے رکھیں گے اپنا قدم

اس تصور سے ہے سکوں قائل
موت بھی ہے حیات کا عالم

سحر کے نغمہ خواں

صبح ہوتی ہی چڑیوں کی چہکار خواب غفلت سے کرتی ہے بیدار
جتنے دنیا میں ہیں وحوش و طیور حمد حق سے ہے سب کا دل معمور
ہے جمادات پر بھی اتنا اثر حیرت دید حق سے ہیں پتھر
ہے مناجات کا عجب عالم ذکر حق جیسے لب پہ ہو پیہم
پتہ پتہ زبان ہے گویا لب پہ اک داستان ہے گویا
ایک اک شاخ جھومتی ہے یوں جیسے سچ مچ ہو عشق حق کا جنوں
ساتھ ہیں یوں طیور نغمہ سنج دل سے کافور ہوتے ہیں غم و رنج
حیف ہے گر نہ کھولے آنکھ بشر ہو نہ خالق کے عشق پر مضطر
جس کو مخلوق پر فضیلت دی سلطنت دو جہاں کی جسکو ملی
زندگی ہم کو دی عبادت کو کاش سمجھیں ہم اسکی عظمت کو
ہوں جو لب مائل ثنا اپنے دونوں عالم ہوں زیر پا اپنے

مقصد زیست کیا ہے حق کی رضا
کرے انسان پوری شرط وفا

متفرقات

دنیا سے تہی دست اگر جاؤ گے لوگو
وہ پرسش محشر ہے کہ مر جاؤ گے لوگو

جب کوئی مجھ کو ستاتا ہے تو ہنس دیتا ہوں رنج راحت نظر آتا ہے تو ہنس دیتا ہوں
میرے ہمدم مرے ہنسنے کی نہ کیفیت پوچھ روٹھنے والا مناتا ہے تو ہنس دیتا ہوں
ہجر کی راہ نمائی سے خبردار ہوں میں وہ مجھے راہ دکھاتا ہے تو ہنس دیتا ہوں

اسکے کہنے کا برا مانوں میں کیونکر قابل
مجھ کو دیوانہ بناتا ہے تو ہنس دیتا ہوں

آپ کو ہم سے محبت ہی سہی میرا معمول شکایت ہی سہی
خوئے تسلیم و وفا کی ہے سپر جور بے جا تری عادت ہی سہی
کیوں مرے عشق سے برہم ہیں آپ گریہ وحشت ہے تو وحشت ہی سہی

حسن برہم بھی تو دیکھو قابل
اپنی نظروں کی شرارت ہی سہی

نغمہ زیست بہر طور سنائے جاؤں حشر بھی کوئی اٹھائے تو میں گائے جاؤں
اشک خونیں تری فرقت میں بہائے جاؤں لعل و گوہر دل و دیدہ کے لٹائے جاؤں
یہ مرا خواب ہے یا عالم وحشت کا خیال تو یونہی روٹھا رہے تجھ کو منائے جاؤں

دل نے ہمت کی کہا صاف جو شام غم سے
صبح تک وہ جو مرے پاس نہ آئے جاؤں

دنیا سے تہی دست اگر جاؤ گے لوگو وہ پرسش محشر ہے کہ مرجاؤ گے لوگو
گر ہمت و جرأت سے لیا کام نہ تم نے نظروں سے زمانے کی اتر جاؤ گے لوگو
گر منزل جاناں کی جھلک دیکھ لی تم نے باجان و دل و دیدہ و سر جاؤ گے لوگو

قابل کی طرح رکھ دو جبیں عشق کے در پر
دامن میں لئے شمس و قمر جاؤ گے لوگو

سنا حیات دو روزہ کوئی فسانہ ہمیں ترے ہی دم سے ملے موت کا بہانہ ہمیں
تری تجلی سفاک میں ہیں لاکھوں بناؤ پسند آیا ہے انداز جارحانہ ہمیں
یقیں ہے انکی وفا کا کہ بزم غیر میں بھی نگاہ خاص سے دیکھا تھا محرمانہ ہمیں

کلام حضرت قابل پہ جان و دل صدقے
سخن میں انکے ملا رنگ جاودانہ ہمیں

صحرا ہیں ذرہ ذرہ کی گہرائیوں میں ہم اک گلستاں ہیں پھولوں کی رعنائیوں میں ہم
ہیں اس صنم کی آئینہ آرائیوں میں ہم اے دل شریک ہیں تری تنہائیوں میں ہم
خود تم نے چشم شوق کو پردہ بنا دیا کس سے کہیں ہیں کس کے تماشائیوں میں ہم

صحرائے دوستی کی طلب اور تلاش میں
اترے ہیں ذرے ذرے کی گہرائیوں میں ہم

زہے قسمت تری الفت نگاہی ملی دل سے گدا کو پادشاہی
اسیریک نظر ہیں دیدہ و دل خدا رکھے یہ تیری کم نگاہی
مرے سینے میں رہ کر دل ہے مضطر یہ ہے برق نظر کی بے پناہی
تمنا اور دنیا کی ہے قابل
نہ راس آیا جہان مرغ و ماہی

ان کے در کے سوا مجال کہاں کیجئے اور عرض حال کہاں
نہیں اپنے وجود کا بھی پتہ لے کے پہنچا ترا خیال کہاں
تجھ کو بھی رقص میں جو لاتا تھا اب وہ سودائے وجد و حال کہاں
ہوں جو اک دوسرے کی ضد قابل
ان عناصر میں اعتدال کہاں

اعجاز نیا حسرت پامال میں دیکھا جلوہ ترا تصویر مہ و سال میں دیکھا
ناحق بت کافر سے ہے امید وفا کی پانی بھی ٹھہرتے کبھی غربال میں دیکھا
صورت تری ہر شکل میں ہم کو نظر آئی جلوہ ترا مرد و زن و اطفال میں دیکھا
خود داری قابل کا پڑھا اس نے بھی کلمہ
انداز جو منعم کا سا کنگال میں دیکھا

ہیں مرے قتل پہ وہ آمادہ ہوں سر راہ دل میں افتادہ
گردش چرخ کا میں کیوں ہوں شکار دیدہ و دل ہیں آسماں زادہ
نگہ شوق ہے اسیر جمال دل خود بیں ازل سے آزادہ
عشق سے کام ہے ہمیں قابل
یہی منزل ہے اور یہی جادہ

— — — — — — — — — —

جنوں ہے گل بداماں اور میں ہوں ہے دل کا زخم خنداں اور میں ہوں
ورائے جیب و داماں ہے جنوں اب کہ ہے تار رگ جاں اور میں ہوں
قیامت میں بشکل صبح محشر ہے اک چاک گریباں اور میں ہوں
جہاں علم و فن میں آج قابل
ہے میری فکر تاباں اور میں ہوں

— — — — — — — — —

آگیا ان کے لب ناز پہ افسانہ مرا بکر گیا کام خرد کا دل دیوانہ مرا
دل کی صورت ہے نظر پہلے سے برباد جمال کیا بگاڑے گا بھلا جلوۂ جانانہ مرا
میں تھا خاموش تو ہر بات تھی ان پر روشن بن گیا راز بیاں کرنے سے افسانہ مرا
نہیں امید کوئی یاس کا خطرہ بھی نہیں
مطمئن رکھتا ہے دل حال فقیرانہ مرا

— — — — — — — — —

دشت غربت میں جو دیوانے سے دیوانہ ملا ایک اک بات کے پہلو میں اک افسانہ ملا
بہکی بہکی سی نظر میں ترا افسانہ ملا دل تو اے شمع حقیقت ترا پروانہ ملا
موج مے کی نگہ ناز میں کیفیت ہے زم کی شکل میں دل کو کوئی پیمانہ ملا
میں بھی دیکھوں نگہ مست ہے کیا موج شراب
میری نظروں سے نظر ساقی میخانہ ملا

چمن چمن تری صہبا صبا صبا ترا کیف الگ الگ تری مستی جدا جدا ترا کیف
نظر نظر ترے غمزے ادا ادا ترا کیف نفس نفس ترے نغمے ہوا ہوا ترا کیف
ترے اشارے پہ برپا ہے حشر الفت کا فغاں فغاں تری مستی دعا دعا ترا کیف
اڑا دی نغموں نے قابل ترے کسی کی نیند
عجب عجب تری حالت نیا نیا ترا کیف

نالے مرے لب تک آنے دو آہوں کو رسا ہو جانے دو
تم دیکھتی آنکھوں ارض و سما دونوں کو ہوا ہو جانے دو
ایک اک گل ایک اک بوٹے کو ممنون صبا ہو جانے دو
نام آشنا جذب بہاراں سے گلشن کو ذرا ہو جانے دو
مٹتی ہیں جو نظریں مٹ جائیں ہوتا ہے جگر خوں ہو جائے
اے دیدہ و دل عالم کچھ ہو تم انکی رضا ہو جانے دو
تم شوق سے اپنی زلفوں کی آرائش میں مصروف رہو
دل ٹوٹنے دو اک سائل کا نظروں کو خفا ہو جانے دو

ہے جادہ اب جنوں اپنا ہے منزل بیخودی اپنی خدا کا شکر خضر راہ نکلی گمرہی اپنی
اضافہ درد کا اپنا نہ اشکوں کی کمی اپنی مرے قابو سے باہر ہو چکی ہے زندگی اپنی
نفس بھی انکے دامن کی ہوا الفت بھی انکا غم نہ آہ سرد ہے اپنی نہ ہے دل کی لگی اپنی
مرے پہلو سے میرا دل اڑانے کے لئے قابل
نگاہ شوخ نے قابو میں رکھی برہمی اپنی

مرجاؤں اگر میں مجھے الزام نہ دینا ساقی ہے مری موت ترا جام نہ دینا
ہر راز دل و دیدہ کہا نیچی نظر نے تفصیل کو اب معنی ابہام نہ دنیا
دل سے جو نکلتی ہے صدا ہوتی ہے پوری مجذوب کی بڑ کو رخ الہام نہ دنیا
رندان ازل روٹھے ہیں ساقی سے یہ کہہ کر
توفیق تجھے ہو تو ہمیں جام نہ دنیا

پردے میں نفس کے کیا فریاد نہیں کرتے کیا اہل فنا خود کو برباد نہیں کرتے
وہ اہل فنا ہیں ہم مر مر کے نہیں جیتے انفاس کے پردے میں فریاد نہیں کرتے
اب سر کو جھکائیں کیا لے دل کو جھکاتے ہیں ہم عظمت سجدہ کو برباد نہیں کرتے
توہین محبت ہے فرقت میں فغاں قابل
جو ضبط کے بندے ہیں فریاد نہیں کرتے

خوشی یہ ہے ترے غم کی خوشی کی　　ہوئی پوری تمنا زندگی کی
یہ جینا اور پھر مرنے کی صورت　　ہے تصویر اک مکمل بے کسی کی
ہوئے غنچوں کے دل بھی پارہ پارہ　　اڑی اچھی ہنسی گل کی ہنسی کی

حواس و ہوش ہیں گمراہ قابل
جنون عشق نے اب رہبری کی

پردہ اچھا ہے نہ کر حسن کے اظہار کی بات　　کہیں بن جائے قیامت نہ ترے پیار کی بات
آپ کی یاد سے پیدا ہوئی پھر شورش دل　　تذکرہ گل کا کیا تھا کہ چھڑی خار کی بات
زرد ہونے نہ دیا انکا رخ لالہ گوں　　رکھی ملحوظ نظر دیدۂ خونبار کی بات

چھیڑیئے چھیڑیئے اس غیرت خورشید کا ذکر
کیجئے کیجئے اس مطلع انوار کی بات

ہنسنے والی آنکھ کے پردے میں آنسو بھی نہیں
کچھ تو پاس عظمت خون شہیداں چاہیئے
جن کا قدرت پر بھروسہ ہو ان انسانوں سے کیا
جس پہ قدرت کو بھروسہ ہو وہ انساں چاہیئے

قیامت پیش و پس رکھدی محبت درمیاں رکھدی
بنائے ظرف دل خلاق عالم نے کہاں رکھدی

در جاناں پہ جا کر دیدہ و دل یوں پکار آئے　　سر بام آپ آجائیں تو دنیا کو قرار آئے
تری آنکھوں کی صہبا جو تری نظروں سے پیتے ہیں　　تری محفل میں ساقی لے وہ تیرے بادہ خوار آئے
مرے خوابوں میں آنے سے گریزاں وہ رہے لیکن　　مری چشم تصور آشنا ہیں بار بار آئے

سکون زندگی ہے اضطراب عشق ہی قابل
نہ لیں ہم سانس بھی دم بھر اگر دل کو قرار آئے

رندان سبوکش کی باتیں زاہد کی سمجھ سے باہر ہیں
پیمانہ ہے جام مئے کوثر میخانہ ہے جنت کیا جانو
مصروفیت چشم و دل و جاں کیونکر ہو تمہیں اس کا عرفاں
ملتی نہیں راہ الفت میں مرنے کی بھی مہلت کیا جانو
ہر شعر تر سے پیدا ہے انداز بیان الفت کا
قابل کی فصاحت کیا سمجھو قابل کی بلاغت کیا جانو

صورت حشر کبھی خلد نظر بھی ہو گی　　میرے اللہ شب غم کی سحر بھی ہو گی
کلفت درد تجسس نہ چھپی ہے نہ چھپے　　چشم رہ رو میں مگر گرد سفر بھی ہو گی
دل کے زخموں کی طرف ہو گا نفس کا بھی گزر　　غنچہ و گل کے قریں بادسحر بھی ہو گی

کیا خبر تھی کہ ہمیں موت ہی بخشے گی حیات
رہ انفاس تری راہ گزر بھی ہو گی

خود زخم عاشقی کا صلا ڈھونڈتے رہے   ہم دل میں انکا تیر ادا ڈھونڈتے رہے
اے شہر یار عالم ہجر و وصال حسن   تجھ کو تری گلی کے گدا ڈھونڈتے رہے
کب زاہدوں کو بندگی عشق راس آئی   کعبہ میں بھی وہ قبلہ نما ڈھونڈتے رہے

ہم سادہ کار عشق تھے بیگانہ خرد
راہ فنا میں نقش بقا ڈھونڈتے رہے

اس تصور نے بنایا ہے گلستان مجھ کو   کہے وہ غنچہ دہن خود گل خنداں مجھ کو
رشک خورشید قیامت ہے مرا داغ جگر   صبح محشر ہے مرا چاک گریباں مجھ کو
بڑھ کے اے سوز جگر پھونک بھی دے ارض وفلک   حسن سمجھا ہے چراغ تہہ داماں مجھ کو

ان کے دیدار کو قابل کیا خود میں نے حجاب
درد الفت نے کیا دیدۂ حیراں مجھ کو

ادھر ذہن رسا سے فکر کے چشمے ابلتے ہیں   ادھر جلوے مرے اشعار بن بن کر مچلتے ہیں
عدم ہے ابتدا میری قیامت انتہاء میری   اسی آب و ہوا میں زندگی کے سانس پلتے ہیں
سہارا دے رہے ہیں خود وہ اپنے مرنے والوں کو   سبب یہ ہے جو راہ دل میں گر گر کر سنبھلتے ہیں

نفس ہی تھے ازل آرا نفس ہی حاصل محشر
قیامت کے یہ فتنے دامن ہستی میں پلتے ہیں

مبعوث ہوئے ہیں جلوۂ دیوانہ گر سے ہم   سر کس طرح اٹھائیں ترے سنگ در سے ہم
اس درجہ ہے لطافت حسن و ادا عزیز   سیتے ہیں دل کے زخم بھی تار نظر سے ہم
اک مستقل سفر سے عبارت ہے زندگی   لیتے ہیں درس گردش شام و سحر سے ہم

ہم کیا ہیں اپنے جلوہ پنہاں سے پوچھئے
حور و ملک سے ہم ہیں نہ جن و بشر سے ہم

قابل میں اپنی چشم تماشا کو کیا کہوں
کوئی بچا نظر میں نہ اس بے وفا کے بعد

کام کچھ آ ہی گئی تربیت حسن ازل   ہم کو مٹ مٹ کے بھی آیا نہ فنا ہوجانا
حق میں ہے غنچہ دل کے مرے پیغام بہار   بوئے گیسو کا تری موج صبا ہو جانا
مجھ کو دیکھا تو قیامت یہ نظر پر گزری   جیسے حیران کسی آئینہ کا ہو جانا

قابل انکی نگہ ناز کی سمجھو تو زباں
لب کا ہر حال میں اچھا نہیں وا ہو جانا

آئینے رہن کشاکش نور ہو گئے   جلوے ہوئے عیاں تو وہ مستور ہو گئے
بندے حدود شوق میں محصور ہو گئے   مختار ہو کے اور بھی مجبور ہو گئے

وارفتگان دید سے وہ پوچھتے تو ہیں
مجبور کر دیا ہے کہ مجبور ہو گئے

خبر نہیں مرے خالق کا کیا ارادہ ہے کہ تلخ زیست مری موت سے زیادہ ہے
کبھی جو تھا ترے جن و ملک کا اک مسجود بہشت زادہ وہ آدم زمیں فتادہ ہے
نظر ہے حسن سے یا حسن ہے نظر کے طفیل خدا ہی جانے کسے کس سے استفادہ ہے

یہ گل یہ نکہت گل خود گواہ ہیں قابل
تمام بزم جہاں رہن جام و بادہ ہے

دل کا عالم تری آنکھوں میں نظر آتا ہے مجھ سے کیوں جھوٹی محبت کی قسم کھاتا ہے
کیا قیامت ہے مرے شوخ کا احساس جمال آئینہ سامنے آ جائے تو شرماتا ہے
دل چراغ غم ہستی ہے بتاؤں کس کو بجھتے بجھتے بھی سر حشر جلا جاتا ہے

حضرت شیخ کو عرفان طلب ہو کیونکر
بند ہو آنکھ تو وہ جلوہ نظر آتا ہے

گلوں کے روپ میں نکھرا ہے چشم و دل کا لہو جہاں نے سمجھا ہے جس کو جمال رنگ و بو
تمہارے رند کا ناز طلب خدا رکھے جو میکدے میں پہنچتے ہی توڑتا ہے سبو
سب اجنبی ہیں وہ اپنے ہوں یا پرائے ہوں نگاہ عشق و محبت میں دوست ہے نہ عدو

تو کیا ادائے صلوٰۃ بہار کا ہے عزم
چمن میں پھول جو شبنم سے کر رہے ہیں وضو

کیوں نہ ہو عرش معلیٰ پر دماغ آسماں　　چند تاروں کی ہے قسمت تیرا نقش پا بنے

مرے بعد اہل جہاں یاد رکھنا　　مری داستانیں سناتے رہیں گے

آپ نے قابل کو دیکھا آپ نے دیکھا نہیں　　خسرو اقلیم باطن ہے گدائے خرقہ پوش

خورشید سے وہ آنکھ ملائے تو کیا عجب　　دیکھا ہے چاند نے رخ انور حضورؐ کا

دل و نگاہ سر رہگزار کیوں دیکھے　　کوئی یہ صورت لیل و نہار کیوں دیکھے
نہ بیقرار ہو کیوں غلبہ تجلی پر　　نظر کو ہوتے ہوئے دل شکار کیوں دیکھے
جسے حجاب ہو میری نگاہ سے قابل　　وہ مرا راز نظر آشکار کیوں دیکھے

دل کا منشا نہیں کہ تم سے کہوں　　درد ایسا نہیں کہ تم سے کہوں
غم تماشہ نہیں دکھاؤں جسے　　دکھ فسانہ نہیں کہ تم سے کہوں

ناز اک معجزہ پہ آپ نہ فرمائیں کلیم　　ہم نے جس ذرہ کو دیکھا ید بیضا نکلا

ترے عاشقوں کا یہ حال ہے ترے غم سے سینہ فگار ہے
ترے گلستان فراق میں جو بہار تھی وہ بہار ہے
تجھے کیا بتاؤں میں حال دل کہوں کیا نگاہوں کی داستاں
نہ سکون تھا نہ سکون ہے نہ قرار تھا نہ قرار ہے

آخر عمارت دل بیمار گر گئی   اٹھی نظر تو جلووں کی دیوار گر گئی
ظلمت شب فراق کی کافور کیا ہوئی . بن بن کے صبح حشر کے آثار گر گئی
قابل ہے میری قوم کی تاریخ مختصر   ساغر ملا تو ہاتھ سے تلوار گر گئی

اب تو وہ جور مسلسل کا نظارہ بھی نہیں   جان دینے کا محبت میں سہارا بھی نہیں
ہم نے تیرے سوا اوروں کو پکارا بھی نہیں   تجھ سے یاری ہے تو پھر غیر کا یارا بھی نہیں
غم کی پنہائیوں میں غرق ہیں چشم و دل و جاں   اس نے دریا وہ دیا ہے کہ کنارا بھی نہیں

غفور ہو کے وہ ہم کو عذاب کیا دے گا   خود اپنے جوش کرم کو جواب کیا دے گا
یہ شرط حسن مجھے چشم و دل سے ہے منظور   جو دیکھ لوں تو رخ بے حجاب کیا دے گا
کروں سوال نہ ایک اور اس سے اے قابل   میں خوب جانتا ہوں وہ جواب کیا دے گا

جنون عشق بنوں تیرا حدّ سر میں رہوں   اگر ہوں برق تو پیراہن شرر میں ہوں
جو دل کو ولولہ ذوق اسیری نے بخشا   تو کیوں اسیر تمنائے بال و پر میں ہوں

اتنی سی بات پر مری نظروں سے گر گئے   تھے سر بہ سجدہ دیدہ و دل سر قلم نہ تھے
تھا بیخودی میں بھی ہمیں عرفان چشم ناز   ہم مبتلائے کیفیت کیف و کم نہ تھے
کس درجہ ہوں گے تیرہ و تاریک دو جہاں   جب چرخ پر حضورؐ کے نقش قدم نہ تھے
قابل نہ پوچھ مجھ سے مرے دوستوں کا حال   احباب عیش تھے مگر ارباب غم نہ تھے

لے دے کے رہ گیا ہے تیرا آسرا مجھے　　پتھر سمجھ کے رہ سے نہ ظالم ہٹا مجھے
ان کو تو سب خبر تھی کہا ان سے حال کیوں　　شرمندہ کر کے رہ گئی میری دعا مجھے
قابلؔ سے رند مست پہ یہ بارش کرم　　حیرت سے دیکھتا ہے ہر اک پارسا مجھے

اپنی عمر گریز پا سے کہیں　　خاک کی بات ہے ہوا سے کہیں
ڈوبنا ہی تو دل کا ہے مقسوم　　بات کیوں دل کی نا خدا سے کہیں
آپ بھی گر نہ ہوں تو دل کی بات　　بندے کس طرح کبریا سے کہیں

کر دیا طوفاں نے بھی کیا راندۂ منزل مجھے　　موج آ کر چھوڑ دیتی ہے سر ساحل مجھے

کبھی دل میں حشر بپا کیا کبھی میرے لب پہ مچل گئے
مرے نالے غم کے چراغ میں کبھی بجھ گئے کبھی جل گئے
ہیں یہی وہ قابلؔ خوش نوا غم عشق میں ہیں جو مبتلا
کبھی اپنی جاں سے خفا ہوئے کبھی اپنے دل سے بہل گئے

جو تیرے جلوہ عارض سے لالہ فام نہیں　　وہ صبح صبح نہیں ہے وہ شام شام نہیں

حسن مستور ہے اس درجہ ندیدہ میرا　　دامن عشق ازل سے ہے دریدہ میرا
جس پہ عالم کو گماں ہے کہ ہے خورشید فلک　　شدت غم سے ہے اک اشک چکیدہ میرا

آپ کو قابلؔ سے شکوہ ہے کہ کم آمیز ہے　　آپ نے افسوس قابلؔ کو ابھی سمجھا نہیں

نفس کی شعلہ سری دیکھ کے یقین ہوا   کہ دل کا داغ ضرور آفتاب ہوتا ہے

وہ ترے دیر و حرم ہیں یہ مرا کعبہ دل   اب جہاں تیری رضا ہو وہیں سجدہ ہوجائے

کوئی آواز محبت ان میں گونجی ہے ضرور   دونوں عالم کا یہ سنّاٹا غبار نغمہ ہے

انساں کا مرتبہ ہی سمجھا نہیں کسی نے   خالق ہے جلوہ فرما پردے میں آدمی کے

کس کا خیال اور کس کی یاد   دل ہے ہجوم غم میں شاد
دل کی نظر میں گل کی شگفت   ہے لب نازک کا ارشاد
ناصح دل کا حال تو کہہ   ہاتھ ملا ہم سے اوستاد

میری نظر کہانی جلوہ ترا فسانہ   اک وہم چشم و دل میں ہے مبتلا زمانہ
کیا کیا صنم تراشے تیری تجلیوں نے   میری نگاہ سے ہے عالم نگار خانہ
دست قضا میں دونوں حربے رہے ازل سے   یا زندگی کا حیلہ یا موت کا بہانہ

ہے یہ دل جنوں زدۂ نظر اسے کون ہوش میں لاسکے
اسے دیکھنے کی ہے آرزو جو خیال میں بھی نہ آسکے
ہوا وصل بھی تو غضب ہوا کہ حجاب پاس ادب ہوا
وہ مرے خیال میں آسکے نہ مری نظر میں سما سکے

کیا حسن رخ ذات سے بیگانہ ہوا ہوں　اے شمع تجلی ترا پروانہ ہوا ہوں
بو پھولوں سے آئی مجھے بلبل کے لہو کی　یوں کشتہ معصومی ویرانہ ہوا ہوں
قابل مری وحشت بھی فراست کا ہے اعجاز　میں ہوش میں ہوتے ہوئے دیوانہ ہوا ہوں

رخ ہے وہ صبح وصال اہل نظر کہتے ہیں　زلف کو شام بہ انداز دگر کہتے ہیں
دل کو کیا جانیئے کیا اہل نظر کہتے ہیں　آئینہ کو بھی کہیں آئینہ گر کہتے ہیں
یادگار شب معراج ہیں قابل یہ نجوم　نقش پا ہیں جنہیں ہم شمس و قمر کہتے ہیں

کیا میں تھا جہاں کے دل پہ گراں کیوں مجھکو زمانہ بھول گیا
کیوں میری کہانی بھول گیا کیوں میرا فسانہ بھول گیا
اف بیخودی غم کیا کہیئے میں ہوش میں آنا بھول گیا
وہ دل میں رہے جلوہ فرما میں آنکھ اٹھانا بھول گیا
دیوانے داور محشر سے گویا بھی رہے نالاں بھی رہے
سوئے ہوئے اپنے فتنوں کو وہ شوخ جگانا بھول گیا

آئے نظر تو پھر نظر آتے چلے گئے　میرے نفس نفس میں سماتے چلے گئے
کچھ اور الجھنوں کو بڑھاتے چلے گئے　وہ مسئلے سمجھ میں جو آتے چلے گئے

تدبیر جو کی میں نے تقدیر نظر آئی　اپنی نظر آنکھوں کی زنجیر نظر آئی
اللہ رے آنکھوں کی غم گیری و غم کاری　جس شے پہ نظر ڈالی دل گیر نظر آئی
جب فکر و نظر سب سے بالا ہے ترا جلوہ　کیوں تیرے تصور میں تصویر نظر آئی

قابل کے حسن ذات سے واقف نہیں ہیں آپ　　آل رسولؐ بھی ہیں وہ آل بتولؑ بھی

ہو جذبۂ عشق اگر صادق ہر بات کا امکاں ہوتا ہے
ذرہ ہی سے صحرا اٹھتا ہے قطرہ ہی میں طوفاں ہوتا ہے
کیا چیز ہے اپنی کشتیٔ دل آتی ہیں بلائیں گھر گھر کے
ساحل ہی سے موجیں اٹھتی ہیں ساحل ہی پہ طوفاں ہوتا ہے
وہ ہیں شہ خوباں عالم اللہ نے ان کو بخشا ہے
وہ حسن کے جس کے نظارے سے ہر آئینہ حیراں ہوتا ہے

عروس حسن و ادا کا سہاگ ہیں ہم لوگ　　جو دل کو رکھتی ہے زندہ وہ آگ ہیں ہم لوگ
ہمیں مدینے سے نسبت ہے ربط کے سے　　نہ ہر دوار نہ متھرا پراگ ہیں ہم لوگ
ہیں ہم سے حسن و محبت رواں دواں قابل　　کہ تو سن دل و دیدہ کی باگ ہیں ہم لوگ

جب امتحان وفا اس نے انتہا کے لئے　　تڑپ رہا ہوں اسی حسن ابتدا کے لئے
بساط لالہ و انجم سرود شام و سحر　　یہ روپ دھارا ہے جلووں نے ماسوا کیلئے
وہ مسکراتے رہے میری اشکباری پر　　مزے ہنسی کے کسی نے رلا رلا کے لئے

میں اس کا بندہ بے دام عشق ہوں قابل
یہ دو جہان ہیں جس بندۂ خدا کے لئے

دل میں ہجوم شوق کہیں منتشر نہ ہو
آنکھوں سے یوں گزر کہ نظر کو خبر نہ ہو

— — — — — — — — —

قطعۂ تاریخ

(ماڈل ٹاؤن بہاولپور میں شہاب دہلوی کی کوٹھی اور اس سے ملحقہ باغیچہ کی تعمیر)

ہو مبارک شہاب کو قابل　　کیف تعمیر منزل خانہ
چشم مالک کے التفات سے ہے　　اس کا ہر گوشہ آئینہ خانہ
سحر و شام کی نئی تنویر　　ہو تجلی فزائے کاشانہ
حق سے ہے یہ دعا مکینوں کو　　راس آئے سکونت خانہ
فکر تاریخ میں زراہ خلوص　　دل قابل ہوا جو دیوانہ
ہاتف غیب کی ندا آئی
اس کی تاریخ "باغ و کاشانہ"

۱۳۸۶ھ

حجاب ظاہر سجانے والے حریم باطن میں آئے کیوں تھے
نظر نظر کو بنا کے پردہ نفس نفس میں سمائے کیوں تھے
تبسم گل کی اڑ لے کر بہار پر مسکرائے کیوں تھے
ہنسی اڑانی ہی تھی چمن کی تو اشک شبنم بہائے کیوں تھے

جمال رحمت کے آسرے پر فریب عصیاں کے کھائے کیوں تھے
نہ تھی یہ دنیا جو تیری محفل قدم مرے ڈگمگائے کیوں تھے
قبول ہر پرسش قیامت مگر مجھے یہ گلہ ہے قابل
کہ حسن جاوید کے پجاری جہان فانی میں آئے کیوں تھے

ابیاتِ فارسی

زخودی گزر زخدا گزر زقیود ہر دوسرا گزر
کہ درون خلوت گم شدن نہ خودی بود نہ خدابود

من کہ بروح می کشم گرئی آہ و نالہ را
برق حیات می زنم خاک ہزار سالہ را

منم کہ عالم غربت بروح پیوستم
خراب کردۂ حسن گلاؤٹھی ☆ ہستم

☆ شاعر کا وطن قصبہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر (یو پی)

خودی ست آں کہ بہ ہر ذرہ ضوفشاں باشد
خودی ست آں کہ بہ ہر قطرہ موج راں باشد
خودی خودیم و دگر از خودی نمی دانیم
خودی خودیم و غم بندگی نمی دانیم

ہندی

ہر ہر سب کی پرارتھنا ہر میں گم ہر کوئے
ہر ہو جس کے بھیس میں ایسا ملانہ کوئے
مرلی کی بنسی من میں اترے باجے ڈھب ڈھب ڈھول
پتھر جس سے موم ہو پیارے سن لے میٹھا بول
جگ سارا سونا پڑا سنسارا سب سوئے
قابل پریت بسائے کے راتوں اٹھ اٹھ روئے

گیت

کون بسے اس پار رے ساجن کون بسے اس پار
نیا موری ڈگ مگ ڈولے آتما من کی گانٹھیں کھولے
پی پی باگ پپیہا بولے رین ہے اور منجدھار
رے بالم کون بسے اس پار
جب تک نینا تب تک آسا ساگر بیچ میں من ہے پیاسا
پریم ہے جیسے ننھا بتاسا مورا بیری پیار
کون بسے اس پار رے ساجن کون بسے اس پار
برکھارت آئی اور بیتی دور ہے من سے اپنا پریتی
دکھ کہوں کس سے کون ہے میتی بیری ہے سنسار
کون بسے اس پار رے بالم کون بسے اس پار



علم وفن چُپ چُپ ہیں قابل نوحہ خواں شعروادب
سُونی سُونی سی ہے بزم دوستاں میرے بغیر

گُل پریشاں بوئے گُل آوارہ غنچے دم بخود
ایک دشت ہُو ہے صحن گلستاں میرے بغیر

سرد ہے بزم محبت حسن کی محفل خموش
ہیں وہ زلفیں آتش رخ کا دھواں میرے بغیر

پھولوں پر افسردگی طاری ہے کلیوں پر سکوت
بلبلوں کو تاب نغمہ ہے کہاں میرے بغیر

میں اٹھا دنیا سے کیا ساری خدائی اٹھ گئی
پا نہیں سکتا کوئی ان کا نشاں میرے بغیر